سفید و سیاہ پر ایک نظر
سفید و سیاہ
مؤلف
فاتح رضا خانیت مناظر اسلام
حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب مدظلہ العالی
ناشر
عالمی مجلس تحفظ اکابر دیوبند

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سفید وسیاہ

پر

ایک نظر

مؤلفہ:

حضرت مولانا **ابوایوب** قادری حفظہ اللہ

ناشر: عالمی مجلس تحفظ اکابرین علماء دیوبند

تفصیلات

نام کتاب سفید وسیاہ پر ایک نظر

نام مصنف حضرت مولانا ابوایوب قادری حفظہ اللہ
جھنگ (پاکستان)

صفحات ٦٠٤

کمپوزنگ مولانا کمال الدین پورنوی (بہار۔انڈیا)
رابطہ نمبر (۰۲۳۰۰۲۰۷ ۹۴)

پروف ریڈنگ مولانا زین العابدین قاسمی بہرائچی (یو۔پی۔انڈیا)

قیمت

ناشر عالمی مجلس تحفظ اکابرین علماء دیوبند

فہرست مضامین

مقدمہ

محترم قارئین! جب سے یہ دنیا بنی ہے۔لاکھوں انسان اس دنیا میں آئے ۔اور زندگی گزار کر اس دنیا سے چلے گئے ۔جن سے ہم واقف تک نہیں ہوں گے؛لیکن کئی افراد اس دنیا میں ایسے بھی آئے جنہوں نے اپنی اولوالعزمی ، بلند کردار اور عزیمت سے ایک تاریخ رقم کی ،اور بعد میں آنے والے افراد کے لئے گہرے نقوش چھوڑے ۔ان کا نام تاریخ کے اوراق میں سنہرے حروف سے لکھا گیا اور ان کا نام رہتی دنیا تک لیا جاتا رہے گا۔بقول شاعر

یاد کرتا ہے زمانہ انہی انسانوں کو
روک لیتے ہیں جو بڑھتے ہوئے طوفانوں کو

علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کا نام بھی انہی افراد میں سے ہے۔جنہوں نے دین کے ہر شعبہ کے لیے اپنی بے مثال خدمات پیش کیں۔ یہاں ان کی خدمات کی تفصیلات کو پیش کرنے کا وقت نہیں مزید اس عنوان پر مفصل کتب بھی موجود ہی۔ ہاں ایک بات کا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کا یہ خاص امتیاز ہے کہ انہوں نے بیک وقت علم اور عشق دونوں کو ساتھ ساتھ رکھا۔یہی وہ راہِ

اعتدال تھی جس سے وہ توحید کے در پردہ ہونے والی گستاخیوں اور عشق کے نام پہ ہونے
والی گمراہیوں، دونوں سے محفوظ رہے، اور "اُمۃ و سطاً" کا صحیح مصداق قرار پائے۔
لہٰذا برصغیر پاک و ہند کے اندر دین اسلام کی خدمت کرنے والی شخصیات کا ذکر ہو اور ان
میں علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کا نام نہ آئے یہ نہیں ہوسکتا۔ علمائے اہل سنت کی
خدمات اس قدر اور اتنی پر خلوص ہیں کہ ان کا ذکر کرنا مؤرخ کی مجبوری ہے۔ ان کے ذکر
خیر کے بنا تاریخ مکمل ہی نہیں ہوتی۔ شاید علمائے اہل السنۃ کا یہ مقام و مرتبہ چند حاسدین
سے برداشت نہیں ہوا جن میں سر فہرست جناب احمد رضا خان صاحب کا نام ہے۔
آنجناب کی مکمل زندگی کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ساری زندگی اسی تگ و دو
میں گزری کہ وہ کسی طرح سے علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کو عوام اہل السنۃ کی نظروں سے
گرا سکیں۔ لیکن آنجناب کا یہ خواب اس وقت سے لے کر اب تک نا قابل تعبیر ہے۔
چونکہ جناب کو علم تھا کہ یہاں کے عوام کا سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ تعلق ہے اس لیے
جناب نے اپنے اس مشن کو پورا کرنے کیلئے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کا سہارا لے کر
علمائے اہل السنۃ کو گستاخ رسول قرار دینے کی سعی لاحاصل کی۔ علمائے اہل السنۃ نے ان
کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ لیکن آنجناب کو چونکہ علمائے اہل السنۃ سے ذاتی بیر اور عناد
تھا اس لیے انہوں نے علمائے اہل السنۃ کو بدنام کرنے کے لیے آخری حربہ بھی استعمال
کیا۔ اور وہ آخری حربہ یہ تھا کہ ساری دنیا جس جگہ توبہ و استغفار کے لیے جاتی اور ہر قسم
کے جھوٹ سے اجتناب کرتی ہے۔ جناب نے اس جگہ جا کر جھوٹ بولنے کا ریکارڈ قائم
کیا۔ انہوں علمائے اہل السنۃ کی کچھ عبارات اپنی طرف سے گڑھ کر اور کچھ کو توڑ مروڑ کے
علمائے حرمین کے سامنے پیش کیا اور ان سے فتوائے کفر حاصل کیا اور ہندوستان واپس
آکر اسے شائع کر کے علمائے اہل السنۃ دیوبند کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کیا۔ لیکن

جیسے ہی علمائے حرمین کو اصل صورت حال کا علم ہوا تو انہوں نے ۲۵ سوالات عربی میں تحریر کر کے علمائے اہل السنۃ کی خدمت میں ارسال کئے اور بلا واسطہ علمائے اہل السنۃ دیوبند سے ان کے عقائد کی وضاحت طلب کی۔ان سوالات کے جوابات فخر المحدثین، خلیل الملۃ والدین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے تحریر فرمائے۔علمائے حرمین نے جب ان کو پڑھا تو ان کی تصدیق فرمائی۔علمائے حرمین کے سوالات اور حضرت سہارنپوریؒ کے جوابات اور ان پر علمائے حرمین کے ساتھ ساتھ دیگر ممالک کے علماء کی تصدیقات کو "التصدیقات لدفع التلبیسات معروف بہ المہند علی المفند" کے نام سے شائع کیا گیا اور اس طرح جناب احمد رضا خان کا یہ آخری حربہ بھی بے کار گیا۔آنجناب تو اس دنیا سے جا چکے لیکن ان کی ذریت ابھی تک ان کے اس ناکام مشن کو پورا کرنے میں لگی ہے۔ان کی اسی ذریت میں سے ایک نام جناب کوکب اوکاڑوی صاحب کا ہے جنہوں "سفید وسیاہ" نامی کتاب لکھ کر اس کارِ شر میں اپنا حصہ ڈالا۔

محترم ومکرم قارئین! شاید آپ سوچ بھی نہیں سکتے ہوں گے کہ کسی سے ذاتی دشمنی میں کوئی شخص اتنا گر سکتا ہے:

"اس کو بدنام کرنے کے لئے اس کی بات کو درمیان سے کانٹ چھانٹ کر اس طرح پیش کرے کہ وہ بات اپنے بیان کردہ اصل مفہوم سے بالکل ہٹ جائے۔اور اس طرح جس شخص سے دشمنی ہو اس کو بدنام کر کے اپنی دشمنی کی آگ کو ٹھنڈا کیا جائے"

یقین کیجئے! بریلوی حضرات اس فن میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔اس بات کا اندازہ تو اس فقیر کو پہلے سے تھا ہی لیکن جب اوکاڑوی صاحب کی کتاب "سفید وسیاہ" کا مطالعہ کیا تو یہ یقین عین الیقین تک پہنچ گی۔اس کی سینکڑوں مثالیں آپ کو اس کتاب میں ملیں گی تاہم اس کی صرف ایک مثال یہ فقیر عرض کر دیتا ہے تاکہ سند اور حجت رہے۔

اوکاڑوی صاحب کا نقل کردہ حکیم الامت مجدد دین و ملت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ایک حوالہ ملاحظہ فرمایئے:

"تقویۃ الایمان (مصنفہ اسماعیل دہلوی بالاکوٹی) میں بعض الفاظ جو سخت واقع ہو گئے ہیں تو اس زمانہ کی جہالت کا علاج تھا۔۔۔ یہ بے شک بے ادبی اور گستاخی ہے (جو اسماعیل دہلوی نے ان الفاظ میں کی)۔۔۔ تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کا استعمال بھی نہ کیا جاوے گا (فتاویٰ امدادیہ، ص ۱۱۹، ج ۴، از تھانوی، مطبوعہ در مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۴۶ء)

{سفید و سیاہ۔ صفحہ نمبر 60 تا 61}

آیئے! اب حضرت تھانویؒ کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"تقویۃ الایمان میں بعض الفاظ جو سخت واقع ہو گئے، تو اس زمانے کی جہالت کا علاج تھا، جس طرح قرآن مجید میں عیسیٰ علیہ السلام کو الٰہ ماننے والوں کے مقابلہ میں قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ الخ فرمایا ہے، لیکن مطلب ان الفاظ کا برا نہیں ہے جو غور سے یا سمجھانے سے سمجھ میں آ سکتا ہے، لیکن اب جو بعضوں کی عادت ہے کہ ان الفاظ کو بلا ضرورت بھی استعمال کرتے ہیں یہ بے شک بے ادبی اور گستاخی ہے، اگر متنازعین میں انصاف ہوگا، تو ان سطروں سے باہم فیصلہ کر لیں گے، جس کا خلاصہ یہ ہوگا کہ تقویۃ الایمان والوں کو برا بھی نہ کہا جائے اور تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کا استعمال بھی نہ کیا جاوے گا"

{امدادالفتاویٰ جلد 5 صفحہ نمبر 389}

حضرت تھانویؒ کی عبارت کی وضاحت اور اوکاڑوی صاحب کے اعتراض کا جواب تو کتاب میں اپنے مقام پر آپ کو ملے گا۔ لیکن اوکاڑوی کی نقل کردہ عبارت اور

اصل عبارت کو دیکھنے کے بعد آپ کو اس بات کا اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اوکاڑوی صاحب بغض اہل سنت کی بیماری میں کس قدر آگے نکل چکے ہیں کہ عبارت غیر میں ایسے تصرف سے بھی باز نہیں آتے جس سے اس کا مفہوم بالکل بدل جائے۔ لہذا فقیر نے اس جھوٹ اور تہمت پر مبنی کتاب کے جواب لکھنے کا ارداہ کیا اور بتائید ایزدی و بوسیلۂ سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

سفید وسیاہ کا تعارف

بقول اوکاڑوی صاحب کہ انہوں نے یہ کتاب " سفید و سیاہ" افریقہ سے شائع ہونے والے دیوبندی کتابچوں " جہانس برگ سے بریلی" کے جواب میں لکھی ہے۔ اور بقول اوکاڑوی صاحب ہی " جہانس برگ سے بریلی" کتابچے کسی بریلوی کتاب کے جواب میں لکھے گئے۔ جہانس برگ سے بریلی تو ہمیں دستیاب نہیں ہو سکی۔ لیکن اوکاڑوی صاحب نے اس کے جن اعتراضات کو نقل کیا ہے ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف جہانس نے اچھے انداز میں اپنا دفاع کیا اور کچھ معقول اعتراضات بھی کئے۔ چونکہ اوکاڑوی صاحب کے پاس ان معقول اعتراضات کے جوابات نہیں تھے۔ اس لئے انہوں نے آئیں بائیں شائیں کر کے، اس کے جواب کے نام پر علمائے اہل السنۃ پر کیچڑ اچھال کر اور جھوٹے الزامات لگا کر اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کی کوشش کی۔

اوکاڑوی صاحب ؛ بریلوی علماء کے فتاویٰ جات کی زد میں

سفید وسیاہ کی علمی حیثیت تو آپ کو یہ کتاب پڑھنے سے معلوم ہو جائے گی۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اوکاڑوی صاحب کے متعلق کچھ معروضات اپنے قارئین کے سامنے رکھیں۔ لیکن ہم اوکاڑوی صاحب کی طرح اپنی طرف سے کوئی فتویٰ نہیں لگائیں

گے۔ بلکہ اوکاڑوی صاحب کو بریلوی علماء کی تحریرات کی روشنی میں آئینہ دکھائیں گے۔ جس سے مسلک بریلویت میں اوکاڑوی صاحب کا مقام ومرتبہ قارئین کے سامنے واضح ہوجائے گا اور خود اوکاڑوی صاحب کو بھی معلوم جائے گا کہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کو دن رات گستاخ گستاخ کا طعنہ دینے والے کی اپنی حیثیت ان کے مسلک میں کیا ہے؟

1) اوکاڑوی صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

”زائرین ؛اولیاء اللہ تعالیٰ کے مزارات پر جاکر اللہ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور ہرگز قبر کا طواف یا قبر کی سمت سجدہ نہیں کرتے“

{**سفید وسیاہ صفحہ نمبر** 137}

آیئے! اوکاڑوی صاحب کی اس بات پر ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے بریلوی بزرگ ہی کا فتویٰ پیش کرتے ہیں۔

بریلوی پیر یار محمد فریدی صاحب کہتے ہیں:

”شیطان بودم نکس کہ کند منع سجود“

{**دیوان محمدی صفحہ نمبر** 110}

اوکاڑوی صاحب نے کہا تھا کہ وہ اولیاء اللہ کے مزارات پر جاکر سجدہ نہیں کرتے جبکہ ان کے بزرگ فرما رہے ہیں وہ بندہ شیطان ہے جو مجھے اپنے پیر کو سجدہ کرنے سے منع کرے۔ اس طرح اوکاڑوی صاحب اپنے بزرگ کے فتوے کی روشنی میں شیطان قرار پائے۔

2) اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”اللہ سبحانہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس نعلین شریفین کے صدقے“

{سفید وسیاہ صفحہ نمبر 54}

"مقدس نعلین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

{اسلام کی پہلی عید۔ صفحہ نمبر 47}

قارئین کرام! ملاحظہ فرمایئے اوکاڑوی صاحب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نعلین مبارکہ کے لئے مقدس کا لفظ استعمال کیا۔اب ملاحظہ فرمایئے! ان کے اپنے گھر کے مفتی اس کے بارے میں کیا فتویٰ دیتے ہیں۔

مفتی اقتدار احمد نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"جب آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضور اقدس اور رسول مقدس کہا جائے گا تو آپ کی نعلین پاک کو وہی لقب دینا برابری پیدا کر کے گستاخی کا ارتکاب کرنا ہے۔شریعت میں تو یہ بھی جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے القاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا کسی بھی نبی علیہ السلام کو دئے جائیں تو ادنیٰ سی عقل والا بھی سمجھ جاتا ہے کہ ایک عام آدمی کے ہاتھ کی بنائی ہوئی جوتی عام سے چمڑے کی بنی ہوئی کو نبوت کے القاب کس طرح دئے جاسکتے ہیں۔میں حیران ہوں کہ آپ لوگوں کی عقل کہاں چلی گئی ہے؟ یہ اندھی عقیدت ایمان نہیں حماقت یا ضلالت ہے"

{العطایہ الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ ۔جلد چہارم۔صفحہ نمبر 297،ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز اردو بازار لاہور}

مفتی اقتدار صاحب کے فتوے کی روشنی میں پتہ چلا کہ اوکاڑوی صاحب:

گستاخی کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔

عقل سے فارغ ہیں۔

احمق اور ضال (گمراہ) ہیں۔

3) اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”اولیاء اللہ کے مزارات پر جا کر اللہ ہی کے حضور التجا کرتے ہوئے یہ امید رکھتے ہیں، کہ وہ اپنے برگزیدہ بندوں کی نیکیوں، عبادات اور دین وملت کے لئے خدمات کے طفیل، اپنے عفو وکرم اور عطا سے ہمارے نامۂ اعمال کی سیاہیوں کو مٹا دے گا“

{**سفید و سیاہ۔ صفحہ نمبر** 135 **تا** 136}

”اولیاء اللہ کو محبوبانِ الٰہی اور برگزیدہ مخلوق سمجھ کر ان کے آستانوں پر جاتے ہیں اور وہاں بھی اللہ ہی سے مانگتے ہیں“

{**سفید و سیاہ۔ صفحہ نمبر** 136}

اس عبارت میں اوکاڑوی صاحب نے عوام کو دھوکہ دینے کے لیے یہ جھوٹ بولا کہ وہ مزارات پر جا کر صاحب مزار سے نہیں مانگتے بلکہ اللہ ہی سے مانگتے ہیں۔ آیئے! اوکاڑوی صاحب کے اس جھوٹ کی حقیقت کو جید و مستند بریلوی علماء کی عبارات کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں!

جناب عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

”قول فیصل

اس تفصیل سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ انبیاء و اولیاء سے حصول مقاصد کی درخواست کرنا شرک وکفر نہیں ہے، جیسے عام طور پر مبتدعین کا رویّہ ہے کہ بات بات پر شرک اور کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں“

{**عقائد و نظریات، صفحہ** 186}

جناب غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

”اولیاء اللہ؛ اللہ کی دی ہوئی قدرت اور اس کے اذن سے اس کائنات میں

تصرف کرتے ہیں اور اسی عقیدہ کے ساتھ ان سے استعانت کرے تو اس مسلمان کا یہ فعل شرک ہے نہ زمانۂ جاہلیت کے بت پرستوں کا سا کام ہے"

{**تفسیر تبیان القرآن۔ جلد اول۔ صفحہ نمبر 186، ناشر فرید بک سٹال اردو بازار لاہور**}

"قرآن کریم نے جگہ جگہ غیر خدا سے مدد لینے کا حکم فرمایا"

{**تفسیر نعیمی۔ جلد اول۔ صفحہ نمبر 65، مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور**}

اوکاڑوی صاحب کی بات کا دیگر بریلوی علماء کی عبارات کی روشنی میں جھوٹا ہونا اس طرح واضح ہوا کہ اوکاڑوی صاحب اولیاء سے مانگنے کا انکار فرما رہے ہیں جبکہ یہ دیگر علماء؛ اولیاء سے حصول مقاصد کی درخواست اور ان سے مانگنے کو جائز قرار دے رہے ہیں۔

4) اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

{**اسلام کی پہلی عید۔ صفحہ نمبر 10، مکتبہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز اردو بازار لاہور**}

اوکاڑوی صاحب نے اسی کتاب کے صفحہ 32 پر امام قسطلانی کی ایک عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے "آنحضرت" کا لفظ استعمال کیا ہے۔

کوکب صاحب کے والد شفیع اوکاڑوی صاحب کی کتاب میں بھی لکھا ہے:

"آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"

{**برکات میلاد شریف۔ صفحہ نمبر 6۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز**}

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اوکاڑوی صاحب اور ان کے والد نے حضور اکرم ﷺ کے لیے "رسالت مآب اور آنحضرت" کے الفاظ استعمال کئے۔

آیئے! اس پر بریلویوں کے اپنے گھر کے مفتی کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں!

مفتی اقتدار احمد نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ بدنصیب مصنف تو آقا ﷺ کو بھی آقا اور سیدنا نہیں لکھتا بلکہ عامیانہ لفظ رسالت مآب، آنحضرت، آنجناب ہی لکھتا ہے۔ حالانکہ یہ لفظ بھی وہابی ایجاد ہے"

{العطا یہ الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ۔ جلد پنجم۔ صفحہ نمبر 293۔ نعیمی کتب خانہ لاہور}

مفتی اقتدار صاحب کے فتوے کی روشنی میں معلوم ہوا کہ اوکاڑوی صاحب آقا مدنی ﷺ کے لیے عامیانہ الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔

وہابیوں (جو کہ ان کے نزدیک گستاخ رسول اور کافر ہیں ان) کے ایجاد کردہ الفاظ آقا مدنی ﷺ کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

5) قارئین کرام! اوکاڑوی صاحب نے اپنے والد شفیع اوکاڑوی صاحب کے لئے اپنی مختلف کتب میں ایک لقب لکھا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں!

"مجدد مسلک اہلسنت"

{اسلام کی پہلی عید۔ صفحہ نمبر 8}

{تحقیقی جائزہ کے اصل حقائق۔ صفحہ نمبر 4}

{مسئلہ امامت}

شفیع اوکاڑوی صاحب کے لیے اس لقب کے استعمال پر بریلویوں کے اپنے گھر ہی کے ایک مفتی کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں!

مفتی اقتدار صاحب نعیمی (شفیع اوکاڑوی کی کتاب مسئلہ خضاب سیاہ کا جواب دیتے ہوئے سرورق پر تبصرہ کرتے ہوئے) لکھتے ہیں:

”رہا سرورق پر لفظ مجدد کا لکھنا تو اس بات کا مجھ کو یقین ہے کہ ان کی خواہش سے یا ان کے اپنے قلم سے یہ نہیں لکھا گیا بلکہ بعد کے کسی عقیدت مند نے یہ لکھا ہے جو مجدد کی شرعی حیثیت اور اسلام کے اس اعلیٰ منصب کی حقیقت سے قطعاً ناواقف ہے، یہ منصب وھبی ہے کسبی نہیں جو کسی ڈگری، سرٹیفکیٹ یا تمغہ کی طرح کسی تھالی میں رکھ کر پیش کر دیا جائے اور جسے چاہا دیدیا جائے یا جو شخص چاہے جس کو چاہے مجدد بناتا پھرے، یہ مرتبۂ عظمیٰ تو خاص عطیۂ الٰہیہ ہے جس کو حاصل کرنے اور نبھانے، سنبھالنے کے لیے ہزارہا صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ فی زمانہ اسلامی مناصب، مدارج اور دینی ذمہ داریوں والے مخصوص تعارفی صفاتی القابات کا استعمال ایک فیشن بنتا جارہا ہے، ہر شخص مفتی وعلامہ اور مجدد ومجتہد بنا پھر رہا ہے، کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں جب کہ دنیوی عہدوں میں کوئی اپنے آپ کو پولیس کا سپاہی یا تھانیدار نہیں کہہ سکتا۔ ڈی۔سی۔ایس پی۔کہلوانا یا لکھنا تو بڑی بات ہے اور اگر کوئی بیوقوف ایسا کرے بھی تو اس کو جعلی تھانیدار بننے کے جرم میں گرفتار کر کے قانونی سزا دی جاتی کہ یہ اس عہدے اور منصب کی توہین ہے، مگر آج اسلامی عظیم عہدوں کی کوئی بھی توہین کرتا پھرے کوئی گرفت نہیں؛ لیکن کوئی شخص یہ نہ بھولے کہ جس طرح جعلی تھانیدار وغیرہ بننا اس عہدے کی توہین ہے اور ایسے جعلی بننے والوں کو ملکی قانون سزا دیتا ہے۔ اسی طرح جعلی مفتی، مجدد، مجتہد وغیرہ بننا بنانا بھی ان اسلامی عہدوں کی توہین وگستاخی ہے جس کی سزا آخرت میں یقیناً ملے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بچائے۔

دنیا میں تو لوگوں نے اس چیز کو کھیل بنا لیا ہے لیکن آخرت میں دیگر جرائم کی طرح

اس جرم کا پتہ چل جائے گا نیز مجدد مسلک اہل سنت لکھ کر: لکھنے یا لکھانے والے نے مزید نادانی کا ثبوت دیا کیونکہ اضافت سے مجددیت کو تقسیم کر دیا حالانکہ یہ خداداد عہدہ علاقہ یا حصہ دار عملی یا علاقائی نہیں یہ تو بفرمان حدیث مقدس ہر صدی بعد پورے عالم اسلام کیلئے ایک ہی خوش قسمت و باصلاحیت شخصیت پر عطیۂ الٰہیہ ہوتا ہے اور اسلام کے ہر شعبہ میں پورے سو سال تک اس ہی ایک مجدد منجانب اللہ کے فیوض و برکات وتجدیدی کارنامے جاری وساری رہتے ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص مجدد مسلک اہل سنت ہو اور دوسرا کوئی مجدد مسلک اہل حدیث ہو یا نماز کا مجدد علیحدہ، زکوٰۃ کا مجدد علیحدہ، صبح کا مجدد علیحدہ، شام کا علیحدہ پھر تو ایک ایک وقت میں سینکڑوں مجدد بنتے چلے جائینگے، ہر شوقین آدمی اپنے گھر کا علیحدہ مجدد بن بیٹھے گا۔ یہی وہ غلط عقیدت مندی ہے جو قیامت کی نشانیاں ہیں"

{**حرمت خضاب سیاہ۔ صفحہ نمبر 6تا7، نعیمی کتب خانہ لاہور**}

مصنف نے دو لفظ لکھ کر قلم کا نشتر چلا دیا مگر یہ نہ سوچا کہ اس سے عوام مسلمانوں کے سینوں میں کتنا بڑا زخم پڑے گا۔ ان ہلاکت خیز تحریروں کو سوچو کہ یہ کتاب مسلمانوں کے لئے کتنی خطرناک زہر قاتل گمراہ کن نشتر زخم دار ہے، کیا ابھی بھی مصنف کو مجدد مسلک کہا جاسکتا ہے جب کہ ان کی یہ کتاب تو مہلک مسلک اہل سنت ہے۔

{**حرمت خضاب سیاہ۔ صفحہ نمبر 135، نعیمی کتب خانہ لاہور**}

مفتی اقتدار صاحب کے اس فتوے کی روشنی میں معلوم ہوا کہ اوکاڑوی صاحب:

لفظ مجدد کی شرعی حیثیت سے ناواقف ہیں۔

اس اسلامی منصب کی توہین وگستاخی کرنے والے ہیں۔

اس گستاخی کی بناء پر آخرت میں سزا کے مستحق ہیں۔

حدیث کی مخالفت کرنے والے ہیں۔

غلط عقیدت مندی کا شکار ہیں۔

اوکاڑوی صاحب کے والد کی کتاب ''مہلک مسلک اہل سنت'' ہے۔

6) کوکب صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

''امتی بھی بشر، نبی بھی بشر مگر یہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایسا بشر ہے کہ بے مثل ومثال ہے''

{**دیوبند سے بریلی۔ صفحہ نمبر 19۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور**}

اوکاڑوی صاحب نے مندرجہ بالا عبارت میں (تقیۃً) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کا اقرار کیا۔

اب ملاحظہ فرمایئے! بریلوی علماء؛ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر ماننے والے کے متعلق کیا فتویٰ دیتے ہیں:

جناب عبدالرشید رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''نبی کو بشر یا تو رب تعالیٰ نے فرمایا، خود نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے یا کفار نے۔ اب جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر کہے وہ نہ تو خدا ہے اور نہ ہی نبی لہذا کفار میں ہی داخل ہوا''

{**رشد الایمان۔ صفحہ نمبر 59، مکتبہ رشد الایمان سمندری فیصل آباد**}

جناب احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''اب جو نبی کو بشر کہے وہ خدا ہے نہ پیغمبر، تیسرے گروہ ہی میں داخل ہے یعنی کافر''

{**تفسیر نور العرفان ۔صفحہ نمبر 636، پارہ 27، سورۃ القمر ، آیت نمبر 24، حاشیہ نمبر 12**}

جناب نعیم الدین مرادآبادی صاحب لکھتے ہیں:

”قرآن پاک میں جابجا انبیاء کے بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا“

{**خزائن العرفان۔ صفحہ نمبر 5**}

مندرجہ بالا بریلوی علماء کی عبارات سے ثابت ہوا کہ اوکاڑوی صاحب چونکہ نہ خدا ہیں اور نہ نبی، اس لیے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر کہنے کی بناء پر وہ تیسرے گروہ یعنی کفار ہی میں سے ہیں۔

ایک ممکنہ تاویل کا جواب

ہوسکتا ہے اوکاڑوی صاحب یا کوئی بریلوی اپنے آپ میں چالاکی دکھاتے ہوئے یہ کہے کہ ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے مثل بشر مانتے ہیں اور جو اپنی مثل بشر مانے وہ کفار میں داخل ہے۔تو اس جاہلانہ بات کے جواب میں عرض ہے کہ اگر بینائی کی دولت سلب نہیں ہوئی تو مذکورہ تینوں عبارات کو دھیان سے پڑھیں ان میں مطلقاً بشر کہنے پر تکفیر کی گئی ہے۔ظاہر سی بات ہے بشر مان کر ہی بے مثل بشر مانا جاسکتا ہے جو بشر ہی نہ مانے وہ بے مثل بشر کیسے مان سکتا ہے؟ بقول شاعر

عقل نئیں تے موجاں ای موجاں

7) اوکاڑوی صاحب نے اپنی کتاب ”سنی تحریک کے پوسٹر کے خلاف غیر مقلد محمد یحیٰ شرق پوری کے مرتبہ تحقیقی جائزہ کے اصل حقائق“ میں سنی تحریک کا ایک پمفلٹ شائع کیا ہے جس میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ اور حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتویؒ کے ناموں کے ساتھ ”مولانا“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔اسی طرح اوکاڑوی صاحب کی ایک اور کتاب ”دیوبند سے بریلی“ میں ڈاکٹر مسعود صاحب کی تقریظ میں علمائے اہل السنۃ مثلاً حضرت اقدس تھانویؒ، مولانا الیاسؒ کے لئے ”مولانا“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ پوسٹر اور تقریظ اوکاڑوی صاحب کی مصدقہ ہیں اس لیے اس

کی پوری پوری ذمہ داری اوکاڑوی صاحب پر بھی ہے۔ملاحظہ فرمایئے! علمائے اہلسنت دیوبند کے"مولانا" کے لفظ کے استعمال پر بریلوی علماء کا کیا فتویٰ ہے۔

جناب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

"دیوبندی وہابی کو مولانا صاحب لکھنا کفر ہے"

{**الطاری الداری حصہ اول صفحہ نمبر** 22}

"وہابی کو مولانا کہنا کفر ہے"

{**فتاویٰ رضویہ جلد نمبر** 16 **صفحہ نمبر** 260، **رضا فائونڈیشن لاہور**}

تو پتہ چلا کہ ہمارے علماء کو"مولانا" لکھنے کی بناء پر پمفلٹ لکھنے والے ڈاکٹر مسعود صاحب اور ان دونوں کے الفاظ کو اپنی کتاب میں لینے والے اوکاڑوی صاحب اپنے آلہ حضرت کے فتوے کی روشنی میں کافر ہیں۔

8) اوکاڑوی صاحب کی کتاب دیوبند سے بریلی پر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کی تقدیم کی شروعات ان الفاظ سے کی گئی ہے"نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم"

دیکھیے! یہاں پر درود شریف لکھا ہے لیکن سلام نہیں لکھا۔اس پر بریلوی مفتی کا فتویٰ ملاحظہ فرمایئے!

جناب اقتدار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"بیرون نماز یہ درود شریف ناقص ہے؛ کیونکہ اس میں سلام نہیں ہے اور سلام کے بغیر درود شریف پڑھنا حکم قرآنی کے خلاف ہے اس لئے مکروہ تحریمی ہے اور یہ مکروہ تحریمی گناہ کبیرہ ہوتا ہے"

{**تنقیدات علیٰ مطبوعات۔صفحہ نمبر** 210}

تو پتہ چلا کہ سلام کے بغیر محض درود شریف لکھنے کی بناء پر ڈاکٹر مسعود احمد صاحب اور اس کو اپنی کتاب میں لانے والے اوکاڑوی صاحب گناہ کبیرہ کے مرتکب ہیں اور حکم قرآنی کے مخالف ہیں۔

9) اوکاڑوی صاحب اپنے ایک بیان میں طاہر القادری صاحب کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"وہ طاہر القادری نہ رہا طاہر الپادری بن گیا"

{Youtube Video LINKS:

https://www.youtube.com/watch?v=vLdDSQe7JK4

https://www.youtube.com/watch?v=fNB65Blesnc}

جناب یونس ظہور قادری رضوی ایک بریلوی مولوی سید عبد اللہ شاہ کا فتویٰ نقل کرتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:

"ڈاکٹر طاہر القادری صاحب، مفتی مطیع الرحمٰن صاحب، خواجہ مظفر صاحب، عبد الرحیم بستوی صاحب اور حضرت مولانا الیاس عطار قادری اور تمام علمائے حقہ میں سے کسی کی بھی شان میں توہین آمیز الفاظ استعمال کرنا صریح کفر ہے"

{**دعوت اسلامی کے خلاف پروپیگنڈے کا جائزہ۔صفحہ نمبر** 178، **ادارہ تحفظ عقائد اهل سنت**}

بقول یونس صاحب کے مذکورہ فتوی کی تائید دو بریلوی علماء؛ مفتی عبد الرؤف نعیمی اور مولوی عبد السلام رضوی نے بھی کی ہے۔

اوکاڑوی صاحب نے طاہر القادری صاحب کے لئے جن الفاظ کا استعمال کیا وہ آپ کے سامنے ہیں۔لہٰذا مذکورہ فتوے سے ثابت ہوا کہ اوکاڑوی صاحب؛ طاہر

القادری صاحب کی توہین کرنے کی بناء پر صریح کافر ہیں۔

ایک ممکنہ تاویل کا جواب

ممکن ہے اوکاڑوی صاحب اس کے جواب میں یہ ارشاد فرمائیں کہ انہوں نے جو الفاظ طاہر القادری صاحب کے بارے میں استعمال فرمائے وہ حقیقت ہیں۔اس لئے توہین نہیں۔تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہم ہرگز قادری صاحب کے وکیل نہیں لیکن صرف جواب کے لیے ہم اوکاڑوی صاحب کو کہنا چاہیں گے کہ:

قادری کے لفظ کو پادری سے تبدیل کرنے کے باوجود اگر آپ توہین کرنے والے نہیں تو اگر کوئی شخص آپ اور آپ کے ابا جان، کو آپ کے اپنے مسلک کے علماء کی فتاویٰ جات وعبارات کی روشنی میں شیطان، گستاخ، صریح کافر، احمق، گمراہ، کفر کمانے والا، مسلمانوں کے دلوں پر نشتر چلانے والا، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے عامیانہ الفاظ کا استعمال کرنے والا کہے۔تو کیا حقیقت ہونے کی بناء پر آپ اسے اپنے لئے اعزاز سمجھیں گے یا اپنی توہین سمجھیں گے؟

10) کوکب اوکاڑوی صاحب کے والد جناب شفیع اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"بعض بزرگوں کے نزدیک لڑکیوں کو سورۂ یوسف کا ترجمہ پڑھانا ناجائز اور حرام لکھا ہے"

{مسئلہ سیاہ خضاب۔صفحہ نمبر 48، ضیاء القرآن پبلی کیشنز}

جناب اقتدار احمد نعیمی صاحب اس پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رہی مصنف (شفیع اوکاڑوی) کی تیسری بات کہ سورۂ یوسف کا ترجمہ لڑکیوں کو نہ پڑھاؤ۔یہ گستاخانہ بات ہمارے کسی بزرگ نے نہ فرمائی۔نہ معلوم وہ مصنف (شفیع

اوکاڑوی) کا کونسا بد بخت بزرگ ہوگا جس نے ایسی بیہودہ بات کہہ کر جہنم کا ایندھن بننا پسند کیا سورۂ یوسف میں کون سی ایسی غلط یا شرمندگی والی بات ہے جو رب تعالیٰ نے بیان فرمادی اور اللہ تعالیٰ کو لڑکیوں کا خیال نہ آیا۔ اسی کم بخت شیطانی بزرگ کو احساس غیرت نے ستامارا اور پھر یہ نہ بتایا کونسی زبان کا ترجمہ نہ پڑھاؤ اردو، فارسی یا پشتو، انگریزی یا پھر عربی کی یا عربی زبان جاننے والی لڑکیوں کے لئے کیا کیا جائے گا وہاں سورۂ یوسف سے لڑکیوں کو کس طرح بچاؤ گے کیا وہاں کوئی ابلیسی بزرگ یہ کہے گا کہ سورۂ یوسف کو لڑکیوں والے قرآن مجید سے نکال دو (العیاذ باللہ) مصنف (شفیع اوکاڑوی) صاحب کو ذرا بھی اگر غور وفکر ہوتا تو یہ گستاخی نہ لکھتے۔ محترم مرحوم! یہ کوئی بائبل یا یہود و نصاریٰ کی بناوٹی انجیل و تالمود نہیں کہ مبلغ اسلام محترم احمد دیدات نے ایک محفل مناظرہ میں عیسائی پادریوں کے سامنے بائبل کے بعض مقامات پڑھ کر سنائے تو پادریوں کے سر شرم سے جھک گئے اور غیرت سے نگاہیں نیچی ہوگئیں۔ مصنف (شفیع اوکاڑوی) قرآن مجید کے متعلق ایسی غلط بات لکھ کر عیسائیوں کو قرآن مجید پر زبان طعن دراز کرنے کا موقع فراہم کررہے ہیں۔ کسی نے سچ فرمایا

خدا جب دین لیتا ہے عقل بھی چھین لیتا ہے

رب تعالیٰ تو اس واقعہ کو احسن القصص فرمائے مگر مصنف صاحب یہ گستاخی لکھ کر کفر کمانے کے درپر ہیں"

{**حرمت خضاب سیاہ۔ صفحہ نمبر 134 تا 135، نعیمی کتب خانہ لاھور**}

مفتی اقتدار صاحب کی عبارت کی روشنی میں معلوم ہوا کہ کوکب اوکاڑوی صاحب کے والد شفیع اوکاڑوی صاحب اور جس بزرگ کی طرف انہوں نے سورۂ یوسف

کے ترجمے کو لڑکیوں کو نہ پڑھانے کی نسبت کی وہ:

گستاخانہ بات کہنے والے ہیں۔

بدبخت بزرگ ہیں۔

جہنم کا ایندھن ہیں۔

(العیاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد) اللہ تعالیٰ کی طرف غلط اور شرمندگی پر مبنی بات کی نسبت کرنے والے ہیں۔

کم بخت شیطانی بزرگ ہیں۔

ابلیسی بزرگ ہیں۔

گستاخی لکھنے والے ہیں۔

قرآن مجید کو بائبل اور یہود ونصاریٰ کی بناوٹی انجیل کی طرح سمجھنے والے ہیں۔

عیسائیوں کو قرآن مجید پر زبان طعن دراز کرنے کا موقع فراہم کرنے والے ہیں۔

دین اور عقل دونوں سے فارغ ہیں۔

کفر کمانے والے ہیں۔

میرے خیال میں کوکب صاحب اور ان کے والد صاحب کی خدمت میں ان کے اپنے مفتیان اور علماء کی طرف سے پیش کئے گئے اتنے تحفے ہی کافی ہیں۔اس لئے ہم اس بحث کو یہیں پر ختم کرتے ہیں۔مزید اس طرح کے کئی تحفے آپ کو کتاب میں ملیں گے۔ہاں ایک بات ہم یاددہانی کے طور پر کوکب صاحب کو ضرور کہنا چاہیں گے یہ فتوے ہم نے اپنی طرف سے ان پر نہیں لگائے بلکہ ان کے اپنے علماء نے لگائے ہیں۔ اس لیے ہماری عبارات پیش کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہونے والا۔

مقدمہ کے آخر میں چند ایک اہم گزارشات ہیں:

ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ اوکاڑوی صاحب کے پیش کردہ حوالہ جات کو اصل کتب سے ملاحظہ کرنے کے بعد اس پر اعتراض کا جواب دیا جائے۔لیکن چند کتب دستیاب نہیں ہوسکیں۔اس لئے وہاں مجبوراً اوکاڑوی صاحب کی نقل پر اعتماد کرنا پڑا۔ جب کہ ہمیں معلوم ہے کہ ہم نے اوکاڑوی کے پیش کردہ جن جن حوالہ جات کو اصل کتب سے دیکھا اکثر جگہوں پر اوکاڑوی صاحب کتر وبیونت اور بد دیانتی کا مظاہرہ کرتے نظر آئے۔لیکن ہم نے اس اصول کے تحت جواب دیا کہ اگر بالفرض وہ عبارتیں ویسی بھی ہوں جیسی اوکاڑوی صاحب نے نقل کیں تو بھی بے غبار ہیں۔اگر اوکاڑوی صاحب یا کوئی اور بریلوی، اس کتاب پر کچھ کہنا چاہے تو دلائل سے جواب دے اپنے علماء کو غیر معتبر کہہ کر یا خلط مبحث کے ذریعے جان چھڑانے کی کوشش نہ کی جائے۔

نیز یہاں بہت ہی مناسب ہوگا کہ میں اپنے برادر مکرم رہبر شریعت جناب منیب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم، فاضل اجل مولوی محمد کمال الدین انصاری حفظہ اللہ اور بھائی شعیب علی معاویہ پنھور کا شکریہ ادا کروں، جن کی کاوش اور محنت سے یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اللہ رب العالمین ان حضرات اور دیگر جن ساتھیوں نے تعاون فرمایا ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور دین ودنیا کی سعادتیں نصیب فرمائے۔

ابوایوب قادری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدیؒ اور علمائے اہل سنت والجماعت دیو بند

محترم قارئین! سفید سیاہ صفحہ نمبر 30 سے اوکاڑوی صاحب نے باقاعدہ اعتراضات شروع کئے اور پہلا اعتراض شیخ محمد بن عبد الوہاب اور علمائے اہل سنت کے متعلق ہے اس لئے سب سے پہلے اعتراض اور پھر اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں!

اعتراض

"جوہانس برگ سے بریلی" پارٹ ا کے صفحہ ۲ پر ہے کہ "علمائے دیو بندی کا محمد بن عبد الوہاب نجدی (وہابی فرقے کا امام) سے کوئی تعلق نہیں۔ اس کے مشن سے انہیں کوئی سروکار نہیں، نہ ہی وہ ان کا روحانی قائد ہے، نہ ہی ان کی اس سے ملاقات ہوئی؛ بلکہ علمائے دیو بند؛ اہل سنت و جماعت ہیں اور حنفی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔۔۔" اس عبارت میں علمائے دیو بند کے لئے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ وہ وہابی نہیں ہیں اور امام الوہابیہ

محمد بن عبدالوہاب نجدی سے انہیں کوئی سروکار نہیں" (اس کے بعد اوکاڑوی صاحب نے اس کو غلط ثابت کرنے کے لئے الزامی طور پہ ہمارے اکابر کی کچھ عبارات پیش کیں۔ جن سے غلط استدلال کا جواب آگے آرہا ہے۔ ازناقل)

{سفید وسیاہ صفحہ نمبر 30}

محترم قارئین! پہلے تھوڑی سی تمہید اور پھر باقاعدہ اوکاڑوی صاحب نے ہمارے اکابر کی جن عبارات کو غلط رنگ دینے کی کوشش کی اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں!

تمہید

جناب اوکاڑی صاحب نے ہمارے اکابر کی جن عبارات کو پیش کر کے اُن سے غلط استدلال کرنے کی کوشش کی ہے۔ اُن کے جواب سے پہلے ہم شیخ نجدی کے متعلق چند معروضات پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ اصل صورتِ حال کھل کر سامنے آجائے۔ پہلی بات تو یہ ملاحظہ فرمائیں کہ اگر شیخ نجدی اور ہمارے اکابر کے تعلقات سے مُراد یہ ہے کہ ہمارا سلسلۂ علم یا سلسلۂ تصوف اُن سے ہے۔ تو یہ بات بالکل غلط ہے۔ اس وجہ سے ہمیں وہابی کہنا بالکل صحیح نہیں۔

پیر نصیر اور سیف الرحمٰن خراسانی کا بریلوی کہلانے سے انکار

جیسا کہ بریلوی پیر نصیر الدین نصیر صاحب اور پیر سیف الرحمٰن خراسانی نے بھی کہا ہے کہ میں بریلوی نہیں اور اِس کی وجہ اُنہوں نے یہی لکھی ہے کہ نہ میرا سلسلۂ علم بریلوی علماء سے ہے اور نہ ہی سلسلۂ بیعت بریلوی علماء سے ہے۔ اصل عبارات ملاحظہ فرمائیے! پیر نصیر الدین نصیر صاحب لکھتے ہیں:

"اگر میں یہ کہوں کہ میں بریلوی نہیں ہوں تو یہ نامناسب نہ ہوگا، کیونکہ نہ تو میرا

سلسلۂ بیعت بریلوی مشائخ مولٰنا احمد رضا خان بریلوی، شیخ الحدیث مولٰنا سردار احمد فیصل آبادی وغیرہ کے ساتھ وابستہ ہے اور نہ ہی سلسلۂ تلّمذ اِن تک پہنچتا ہے۔ میں سلسلۂ بیعت کے اعتبار سے قادری چشتی نظامی ہُوں اور سلسلۂ تلّمذ کے اعتبار سے خیرآبادی"

{**لطمة الغيب صفحه نمبر 286تا287**}

اسی طرح مشہور بریلوی پیر عبدالحکیم شرف قادری جیسے بریلویوں کے مرشد جناب سیف الرحمٰن خراسانی صاحب لکھتے ہیں:

"اگر میں اپنے آپ کو بریلوی سے مسمّٰی کروں تو چار جھوٹ کہنے کا مرتکب ہو جاؤں گا۔ کیونکہ اگر کوئی شخص بریلی کا رہنے والا ہو یا بریلویوں کا مقلد ہو یا ان کا شاگرد ہو یا مرید ہو تو اپنے آپ کو بریلوی کہہ سکتا ہے اور میں نہ بریلی کا رہنے والا ہوں نہ بریلویوں کا مرید ہوں نہ بریلویوں کا مقلد یا شاگرد ہوں۔ تو کس طرح چار دفعہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو کر اپنے آپ کو بریلوی سے مسمّٰی کروں؟"

{**هداية السالكين فی رد المنكرين۔ صفحه نمبر 83تا 84، ناشر مدرسه دار العلوم العربية الحنفية السيفية**}

یہی آسان سی بات ہم بریلوی حضرات کو سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو اُن کی سمجھ میں نہیں آتی کہ ہمارا سلسلۂ تلّمذ اور سلسلۂ بیعت نجدی وہابی علماء سے نہیں۔ اگر ہے تو براہِ مہربانی وہ ثابت کر دیں۔ اس لیے ہمیں "وہابی" کہنا آپ کے اپنے اُصول کے تحت بھی صحیح نہیں۔

دوسری بات کہ ہمارے اکابر کا شیخ نجدی اور دیگر نجدی علماء سے کیا تعلق ہے؟ تو عرض ہے کہ ہمارے اکابر کا جس طرح عالمِ اسلام میں دیگر اہلِ اِسلام سے تعلق ہے اسی طرح ان حضرات سے بھی تعلق ہے۔ جیسا تعلق ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے ہونا

چاہیئے وہی تعلق اِن حضرات سے بھی ہے ۔لہذا اگر نجدی علماء سے اِس تعلق کی بناء پر ہمیں "وہابی" کہا جاتا ہے تو دیگر عالم اِسلام سے ہمارے اکابر کا جو تعلق ہے ۔اُس کی بناء پر آپ ہمیں کیا کیا کہیں گے؟

آیئے ! اب اُن اکابرین کی عبارات کی طرف، جو بظاہر شیخ نجدی اور اُن کی جماعت وتحریک کی مخالف نظر آتی ہے، جن سے اُنہوں نے رُجوع کرلیا تھا اور دوسری وہ عبارات جو نجدی جماعت کی موئید نظر آتی ہیں۔اکابرین اہلسنت کی عبارات کی وضاحت کے لئے مختصر سی تمہید اوراس کے بعد باقاعدہ جوابات ملاحظہ فرمایئے !

تمہید

دراصل بات یہ ہے کہ معاشرے میں جب بھی کسی شخصیت کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے تو بڑے بڑے حضرات اُس سے متاثر ہوجاتے ہیں ۔اِس میں اُن کی غلطی نہیں ہوتی ۔ بلکہ اِس میں اصل قصوروار وہی لوگ ہوتے ہیں جو یہ جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے ہیں ۔

جھوٹے پروپیگنڈے کے معاشرے پر اثرات

آیئے !اِس کی ایک مثال دورِنبوی سے مُلاحظہ فرمایئے !

اُم المئومنین ،افضل النساء العالمین حضرت عائشہ صدیقۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے جب تہمت لگائی ۔اور سخت پروپیگنڈہ کیا تو کچھ مسلمان بھی اس پروپیگنڈے کی لپیٹ میں آگئے ،اور مسلمان بھی کوئی عام نہیں بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ،یقین نہیں آتا تو ملاحظہ فرمایئے ! مستند بریلوی عالم جناب پیر کرم شاہ الازہری صاحب اِسی واقعے کے تحت لکھتے ہیں :

"اگر چہ اس کا سرغنہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبیّ تھا لیکن اس نے اس شد و مد سے بات کا بتنگڑ بنایا کہ کئی سادہ لوح مسلمان اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ چنانچہ حضرت حسان، مسطح اور حمنہ بنت حجش کا نام اسی زُمرہ میں لیا جاتا ہے۔ اُنہیں حدِقذف لگائی گئی"

بلکہ حضرت عائشہؓ خود فرماتی ہیں:

"ایک رات میں اُم مسطح کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے مدینہ سے باہر گئی کیونکہ اس وقت تک گھروں میں بیت الخلاء بنانے کا رواج نہ تھا اور ہم عرب کے دستور کے مطابق جنگل میں ہی جایا کرتی تھیں۔ اُمِ مسطح حضرت ابوبکرؓ کی خالہ زاد بہن تھیں۔ ہم دونوں جب فارغ ہو کر واپس آ رہی تھیں تو امّ مسطح کا پاؤں چادر میں الجھا اور وہ گر پڑیں۔ ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا "**تعس مسطح**" کہ مسطح ہلاک ہو۔ یہ اس کا بیٹا تھا میں نے کہا تم ایک بدری کے لئے ایسے الفاظ استعمال کر رہی ہو یہ بہت بُری بات ہے۔ اُس نے کہا کیا تم نے نہیں سُنا جو طُوفان اس نے برپا کر رکھا ہے؟ میرے استفسار پر اس نے سارا واقعہ مجھے سنا دیا"

{تفسیر ضیاء القرآن جلد سوم صفحہ296 تا298، سورئہ النور، پارہ۱۸، ناشر ضیاء القرآن پبلکشنز}

تو پتہ چلا کہ حضرت عائشہؓ کے خلاف جب پروپیگنڈہ کیا گیا تو کچھ صحابہ کرامؓ بھی اُس سے سے متاثر ہو گئے۔ یہ تو دورِ نبوی سے ایک مثال عرض کر دی گئی ہے۔ اگر آپ تاریخ سے ایسے واقعے تلاش کرنے لگ جائیں تو آپ کو ایسے بہت سے واقعے مل جائیں گے۔ سراج الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ کے حاسدین بھی بہت مشہور ہیں جو کہ ان کے دور سے لے کر آج کے دور تک موجود ہیں۔ ایک واقعہ ان کے حاسدین کا بھی سُن لیجیے! امامِ اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ کے حاسدین ومخالفین نے اُن کے

خلاف بہت پروپیگنڈہ کیا تھا۔محبوب العلماء والصلحاء قطب الارشاد فرماتے ہیں:

"امام اوزاعیؒ شام میں رہتے تھے انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ایسی ویسی بہت سی باتیں سن رکھی تھیں۔ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد عبداللہ بن مبارکؒ؛ امام اوزاعیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا،اے خراسانی!(عبداللہ بن مبارکؒ کی نسبت ہے)ابوحنیفہ کون شخص ہے؟ میں نے سنا ہے وہ بہت گمراہ ہے۔عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں خاموش ہو گیا۔گھر آیا اور امام ابوحنیفہؒ کے بیان کردہ مسائل پر مشتمل کتاب اٹھائی اور امام اوزاعیؒ کی خدمت میں پیش کر دی۔انہوں نے مطالعہ کیا تو فرمانے لگے،اے خراسانی! یہ نعمان کون شخص ہے؟اس کا علمی پایہ تو بہت بلند ہے،اس سے تمہیں استفادہ کرنا چاہئے۔میں نے کہا کہ یہ وہی امام ابوحنیفہؒ ہیں جن کے متعلق آپ باتیں سنتے رہتے ہیں ان کا چہرہ فق ہو گیا اور کہنے لگے ہم نے کیا سنا تھا حقیقت کیا تھی؟فرمایا!اے خراسانی!اس کی صحبت اختیار کر اور فائدہ اٹھا"

{**خطباتِ فقیر، جلد 4 صفحہ نمبر 25**}

قارئین کرام!ان دونوں مثالوں سے آپ پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہوگی کہ چاہے دورِ نبوی ہو یا بعد کا دور ہو۔یہ بات مسلمہ ہے کہ جب بھی کسی شخص یا تحریک کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے تو لوگوں کا اس سے متاثر ہونا دوسرے لفظوں میں اُس کا شکار ہونا خلافِ عقل نہیں۔اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے اب ہمارے اکابرین کی عبارات کی طرف آیئے!جب شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی دعوت توحید لے کر اُٹھے تو اُن کے مخالفین نے اُن کے خلاف سخت پروپیگنڈہ کیا۔جس کے نتیجے میں بہت سارے اہلِ علم شیخ نجدی اور اُن کی تحریک کے مخالف ہو گئے۔ہمارے جن اکابرین سے بھی شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اُن کی تحریک کے بارے میں پوچھا گیا تو ان کے

پاس جو معلومات شیخ کے بارے میں پہنچی تھیں اُنہوں نے انہی معلومات کے مطابق جواب دیا۔ حضرت گنگوہیؒ نے تعریف کی اور حضرت مدنیؒ جو مدینہ منورہ میں تھے جہاں شیخ اور اُن کی تحریک کے متعلق سخت پروپیگنڈہ کیا جا رہا تھا اور شیخ سے متعلق غلط شبہات لوگوں کے ذہنوں میں پھیلائے جا رہے تھے۔ اِس لئے حضرت مدنیؒ نے مخالفت کی۔ اِس لئے اکابر کی اِن آراء کو تضاد نہیں کہا جا سکتا۔ اگر اِن آراء کو آپ تضادات کہیں گے تو بتائیے محدثین اور ماہرین فن اسماء الرجال کے متعلق کیا فتویٰ دیں گے کہ ایک راوی کو ایک محدث ثقہ کہتا ہے اور دوسرا کذاب اور دجال کہتا ہے۔ ظاہر سی بات ہے جس محدث کے پاس جس راوی کی جیسی معلومات پہنچیں اُس نے اُس کے متعلق وہی قول کیا اور دوسرے محدث کے پاس اُسی راوی کے متعلق جیسی معلومات پہنچیں اُس نے ویسی رائے دی۔ پتہ نہیں اوکاڑوی صاحب کو اتنی آسان سی بات کیوں سمجھ نہیں آتی۔

محترم قارئین! اس کی بہت سی مثالیں بریلوی حضرات میں بھی مل سکتی ہیں۔ جناب ابو طالب کے متعلق بریلوی حضرات کے دو گروہ ہیں۔ ایک طرف احمد رضا خان ہے جس نے جناب ابو طالب کے کفر پہ ایک کتاب ''شرح المطالب فی مبحث ابی طالب'' کے نام سے لکھی ہے اور اس میں ان کے کفر کے دلائل دئے ہیں اور دوسری طرف اشرف سیالوی و غلام رسول سعیدی جیسے اکابرینِ بریلویہ کے بھی استاذ جناب عطاء محمد بندیالوی صاحب اور صائم چشتی، نصیر الدین نصیر صاحب وغیرہ ہیں جو جناب ابو طالب کے مسلمان ہونے کے قائل ہیں۔ جناب عطاء محمد بندیالوی صاحب نے اس پر ایک رسالہ لکھا ہے اس کے علاوہ جناب صائم چشتی صاحب نے اس پر ''ایمان ابی طالب'' کے نام سے دو جلدوں میں کتاب لکھی ہے۔

قارئین محترم! ملاحظہ فرمائیں! ''ایک شخصیت حضرت ابو طالب'' ہیں۔ کچھ

بریلوی انہیں کافر کہہ رہے ہیں اور اس پر مستقل کتابیں لکھ رہے ہیں اور دوسری طرف بھی بریلویوں کے اکابرین ہیں جو انہیں مسلمان کہہ رہے ہیں اور اس پر مستقل کتابیں لکھ رہے ہیں۔اب اوکاڑوی صاحب کیا کہیں گے اپنے مسلک کے ان دونوں گروہوں کے متعلق؟

آیئے! اب ہمارے اکابرین کی عبارات کی طرف، سب سے اہم بات تو یہ کہ ہمارے جن اکابرین نے شیخ کے خلاف رائے ظاہر کی اُنہوں نے اپنی رائے سے رجوع فرمالیا تھا۔جس کی تفصیل مناظر اہل سنت مولانا منظور احمد نعمانیؒ کی کتاب "شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدیؒ اور ہندوستان کے علماء حق" میں موجود ہے اور افسوس کی بات تو یہ ہے کہ جناب اوکاڑوی صاحب نے اسی بحث میں حضرت نعمانیؒ کی اسی کتاب کا ذکر بھی کیا ہے۔یعنی اُنہیں اس بات کا بخوبی علم تھا کہ حضرت مدنیؒ نے "الشہاب الثاقب" میں شیخ کے متعلق اپنی رائے سے رُجوع فرما لیا تھا اور حضرت سہارنپوریؒ نے بھی "المہند" میں نجدی تحریک سے متعلق اپنے موقف سے رجوع کرلیا تھا۔یہ جانتے ہوئے بھی جناب اوکاڑوی صاحب نے اِن حضرات کی اُن عبارتوں کا سہارا لیا جن سے وہ رجوع فرما چکے ہیں۔یہ ہے جناب اوکاڑوی صاحب کی دیانت، جس کو ہر صاحب عقل اور دیانتدار انسان اچھے طریقے سے سمجھ سکتا ہے۔

یہ اس موضوع سے متعلق کچھ اُصولی بحث تھی۔آیئے! اب باقاعدہ طور پر اوکاڑوی صاحب کے اعتراضات کی طرف چلتے ہیں!

اوکاڑوی صاحب نے اپنی کتاب "سفید وسیاہ" کے صفحہ نمبر 30 پر مصنف جہانس برگ سے بریلی کی ایک عبارت پر اعتراض کیا ہے جس میں مصنف نے کہا ہے کہ:

"علماء اہل سنت دیوبند کا شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی

انہیں شیخ کے مشن سے کوئی سروکار رہے اور نہ ہی وہ علماء اہل سنت کا روحانی قائد ہے، نہ علماء اہلسنت دیوبند کی شیخ نجدی سے ملاقات ہوئی علمائے دیوبند اہل سنت و جماعت ہیں اور حنفی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں"

مصنف جہانس اور حضرت گنگوہیؒ و حضرت نعمانیؒ میں تضاد ثابت کرنے کا جواب

جناب اوکاڑوی صاحب نے ایک طرف مصنف جہانس برگ کی یہ بات اور الشہاب الثاقب و المہند کی عبارات رکھیں اور دوسری طرف مولانا نعمانی کی مذکورہ کتاب، حضرت گنگوہی کا فتویٰ اور چند دیگر عبارات پیش کیں۔ اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ پہلی قسم کی عبارات سے شیخ نجدی کی تردید ظاہر ہوتی ہے اور دوسری قسم کی عبارات سے شیخ نجدی کی تائید ہوتی ہے۔ آیئے! نمبر وار ان اعتراضات کا جواب ملاحظہ فرمایئے۔

"مصنف جہانس برگ سے بریلی" کی بات سے استدلال کا جواب

جناب اوکاڑوی صاحب نے اس موضوع سے متعلق ہمارے اکابرین کے تضادات دکھانے کے لیے پہلے صفحہ نمبر 30 سے لیکر 31 تک مصنف جہانس اور حضرت نعمانیؒ و حضرت گنگوہیؒ کی عبارات میں تضاد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔

مصنف جہانس کی بات میں تعلق سے مراد وہی تعلق ہے۔ جس کی وضاحت یہ فقیر اس مضمون کے شروع میں کر چکا ہے۔ اور پیر نصیر الدین نصیر و پیر سیف الرحمٰن خراسانی کی عبارات سے اِس کا الزامی جواب بھی دے چکا ہے کہ علمائے اہل سنت کا

سلسلۂ علم و بیعت شیخ نجدی سے نہیں۔ اور اسی لحاظ سے مصنف نے یہ بات کہی ہے کہ شیخ نجدی ہمارا روحانی قائد نہیں اور اگلی بات بھی مصنف کی ٹھیک ہے کہ ہمارے اکابرین میں سے کسی کی بھی شیخ نجدی سے ملاقات ثابت نہیں۔ اور مصنف کی اگلی بات کہ "اکابرینِ اہل سنت والجماعت کا تعلق حنفی مذہب سے ہے" بھی بالکل ٹھیک ہے۔ اس لئے کہ شیخ نجدی اور اُن کے متبعین کا تعلق حنفی مذہب سے نہیں حنبلی مذہب سے ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے اہل سنت والجماعت حنفی ہونے والی بات بریلوی حضرات کے اکابرین نے بھی مانی ہے۔ (اس موضوع پر رہبر شریعت حضرت مفتی منیب الرحمٰن دامت برکاتہم کا مضمون "نام نہاد سُنی تحریک کے اہل سنت والجماعت پر اعتراض کا جائزہ" ملاحظہ فرمائیں! جو کہ مجلہ نور سنت میں چھپ چکا ہے) تو معلوم ہوا کہ مصنف کی بات بھی بالکل ٹھیک ہے اور حضرت نعمانی و حضرت گنگوہیؒ کی بات بھی بالکل ٹھیک ہے۔ دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔ اگر حضرت گنگوہی کے فتوے کی صرف اس بات کہ "اُن کے عقائد عُمدہ تھے" سے اُن کا وہابی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ تو کیا کہیں گے علامہ آلوسی کے متعلق، کہ اُنہوں نے بھی شیخ کی تعریف کی ہے۔ جس کا ذکر جناب نصیر الدین سیالوی صاحب نے اپنے کتاب "عباراتِ اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ" میں کیا ہے۔ اور جواب اس کا یہ دیا ہے کہ علامہ آلوسی کے یہ الفاظ الحاقی طور پر آ گئے ہیں۔ تو اوکاڑوی صاحب سے ہمارا سوال ہے کہ کیا شیخ نجدی کی تعریف کرنے سے علامہ آلوسی بھی آپ کے نزدیک "وہابی" ہیں اور علامہ آلوسی کی تائید کرنے والے بریلوی حضرات بھی وہابی ہیں یا نہیں؟ جو جواب آپ علامہ آلوسی کی بات کا دیں وہی جواب ہماری طرف حضرت گنگوہیؒ اور دیگر اکابر کی عبارات کا قبول فرمائیے! باقی الحاقی کہہ کر نہ ٹالیں۔

حضرت گنگوہیؒ کے قول کی مزید وضاحت

حضرت گنگوہیؒ کے قول پر اگر تھوڑا سا غور کرلیا جائے تو شیخ نجدی اور اُن کے متبعین سے متعلق ہمارے اکابرین کا موقف کھل کر سامنے آجاتا ہے۔حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا کہ:

"عقائد اُن کے عُمدہ تھے"

یعنی ان کے عقائد کہ ''وہ توحید کے قائل اور شرک و بدعت کے مخالف تھے" یہ ان کی بات عمدہ ہے واقعی ہر مسلمان کو توحید پرست اور شرک و بدعت کا مخالف ہونا چاہیے۔لیکن جہاں تک عقائد کو پھیلانے کی بات ہے تو حضرت گنگوہیؒ نے اس بارے میں بھی صاف ارشاد فرمایا کہ:

"البتہ مزاج میں ان کے شدت تھی"

بس حضرت گنگوہی کے ان الفاظ سے شیخ نجدی کے بارے میں ہمارے اکابرین کا موقف واضح ہوجاتا ہے۔کہ ہمارے اکابرین اُن کے عقائد کی تعریف کرتے ہیں لیکن جس مزاج کے ساتھ انہوں نے ان عقائد کو پھیلایا وہ سخت تھا۔شاید اس کی بہت سی وجہیں ہوسکتی ہیں لیکن ان کی اس سخت مزاجی سے فائدہ اٹھا کر اُن کے مخالفین نے اُن کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا۔جس کی وجہ سے بہت سے علماء وعوام ان سے بدظن ہوئے۔آیئے !اب آگے چلتے ہیں۔

حضرت سہارنپوریؒ کا المہند میں موجود نجدی حضرات سے متعلق اپنی رائے سے رجوع

اوکاڑوی صاحب نے سفید و سیاہ کے صفحہ نمبر 31 پر"المہند" سے حضرت

سہارنپوریؒ کی شیخ نجدی سے متعلق عبارت پیش کی ہے۔ جبکہ حضرت نعمانی نے (اپنی) کتاب (جس کا ذکر اسی صفحے پر اوکاڑوی صاحب نے کیا ہے اُس) میں بتا چکے ہیں کہ نجدی حضرات کو براہ راست دیکھنے اور پرکھنے کے بعد حضرت سہارنپوری کی رائے میں تبدیلی آ گئی تھی۔ اسی بارے میں حضرت نعمانیؒ لکھتے ہیں:

"لیکن "التصدیقات" (یعنی المھند) کی اس تحریر (جس کا ذکر اوکاڑوی صاحب نے کیا ہے) کے قریباً بیس سال بعد جب آپ نے ۱۳۴۴ھ میں حجاز مقدس کا آخری سفر فرمایا اور پھر ہجرت کی نیت کر کے مدینہ منورہ ہی میں قیام فرمالیا تو حسن اتفاق سے یہ وہ زمانہ تھا جبکہ حرمین شریفین پر سلطان نجد عبدالعزیز بن سعود کی (گویا شیخ محمد بن عبد الوہاب کی جماعت کی) حکومت تھی۔ اسی زمانہ میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے سلسلہ کے مشہور عالم شیخ عبداللہ بن بلیہد بھی (جو سعودی حکومت کی طرف سے حجاز مقدس کے قاضی القضاۃ تھے) مدینہ طیبہ میں مقیم تھے اور ان کا مکان اتفاق سے حضرت مولانا کی قیام گاہ سے قریب ہی تھا، اُن سے مسلسل ملاقاتوں، گفتگوؤں اور ان کے احوال کے مشاہدہ کے بعد شیخ محمد بن عبدالوہاب کی طرف منسوب اس نجدی جماعت کے بارے میں مولانا کی جو رائے قائم ہوئی وہ انہوں نے اسی زمانہ میں لاہور کے مشہور روزنامہ "زمیندار" میں شائع ہوئی تھی اور اُس کے بعد "اکابر کے خطوط" نامی کتاب میں بھی شائع ہو چکی ہے"

مولانا اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

"قاضی القضاۃ شیخ عبداللہ بن بلیہد جن کا مکان میرے مکان کے قریب ہی ہے، اُن سے اکثر ملاقات ہوتی رہتی ہے اور دینی مسائل میں گفتگو بھی ہوتی ہے، بڑے عالم ہیں، مذہب اہل سنت و جماعت رکھتے ہیں، ظاہر حدیث پر جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا طریق ہے، عمل کرتے ہیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور شیخ الاسلام ابن قیم کی

کتابوں کو زیادہ محبوب اور پیش نظر رکھتے ہیں، ہمارے علماء کے نزدیک بھی یہ دونوں بزرگ بڑے مرتبہ کے عالم ہیں۔ بدعات اور محدثات سے نہایت متنفر ہیں، توحید ورسالت کو اپنے ایمان کی جڑ قرار دے رکھا ہے۔ الغرض میں نے جہاں تک خیال کیا اہل سنت کے عقائد سے ذرا بھی انحراف نہیں، اور اکثر اہل نجد قرآن پڑھے ہوئے ہیں، کثرت سے حفاظ ہیں، صلوۃ با جماعت کے نہایت پابند ہیں۔ آجکل مدینہ منورہ میں سخت سردی کا زمانہ ہے۔ مگر اہل نجد صبح کی نماز میں پابندی کی ساتھ آتے ہیں۔۔ بہر حال اس قوم کی حالتِ دینی نہایت اطمینان بخش دیکھی ہے"

{اکابر کے خطوط صفحہ 11 تا 12 بحوالہ شیخ محمد بن عبد الوہاب علیہ الرحمۃ اور ہندوستان کے علمائے حق صفحہ نمبر 42 تا 44}

قارئین کرام! آپ حضرت سہارنپوری کے خط سمیت حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کی مفصل عبارت ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جس سے یہ بات واضح طور پر آشکارا ہو جاتی ہے کہ نجدی علماء کو خود دیکھنے کی بعد حضرت سہارنپوری نے ان کے متعلق اپنی سابقہ رائے سے رجوع فرما لیا تھا۔ لہذا اس کے باوجود ان کی سابقہ رائے کو ترجیح دینا کسی صاحب عقل وانصاف کو زیبا نہیں دیتا۔ ہمیں حیرانگی ہے کہ اوکاڑوی صاحب نے یہ بات جانتے ہوئے بھی حضرت سہارنپوری کی سابقہ رائے کو ترجیح دی اور اس کی بنیاد پر دیگر اکابرین اہل سنت پر کیچڑ اچھالا۔ شاید اوکاڑوی صاحب سوال کریں کہ اگر حضرت سہارنپوری کی سابقہ رائے کو تم صحیح نہیں مانتے تو المھند سے اُس کو نکال کیوں نہیں دیتے؟ تو ہمارا جواب ہے کہ یہ سوال آپکا غیر مقلدین کی طرح کا ہوگا۔ وہ بھی کہتے ہیں کہ فقہ کے جو مسائل تمہارے نزدیک غیر مفتیٰ بہ ہیں انہیں فقہ کی کتب سے نکال کیوں نہیں دیتے؟ تو ہم اُن سے کہتے ہیں اگرچہ غیر مفتیٰ بہ مسائل پر عمل نہیں ہوتا لیکن وہ رہتے کتب میں ہی ہیں یہ

بالکل اسی طرح ہے جس طرح ضعیف حدیث سے احکامات ثابت نہیں ہوتے۔لیکن وہ رہتی کتب حدیث میں ہی ہے۔اسی طرح ہم اوکاڑوی صاحب سے کہیں گے کہ اگرچہ حضرت سہارنپوری کی سابقہ رائے مرجوح ہے لیکن وہ رہے گی کتاب میں ہی، مثل غیر مفتیٰ بہ مسائل اور ضعیف احادیث کے،لہذا اوکاڑوی صاحب نے حضرت سہارنپوری کی ''المہند" والی عبارت اور حضرت گنگوہیؒ کی عبارت میں تعارض پیش کرنے کے لئے جو محنت کی تھی۔وہ سب ضائع گئی۔اور انہوں نے ان دونوں حضرات کی عبارتوں کو نقل کرنے کے بعد جو لایعنی تبصرہ کیا تھا،وہ باطل ٹھرا۔

حضرت مدنیؒ کی عبارات سے استدلال کا جواب وحضرت مدنیؒ کا ''الشہاقب الثاقب علی المسترق الکاذب" میں موجود نجدی حضرات سے متعلق اپنی رائے سے رجوع

اس کے بعد اوکاڑوی صاحب نے صفحہ نمبر 32 سے لیکر صفحہ نمبر 35 تک "الشہاب الثاقب" سے حضرت مدنیؒ کی کچھ عبارات نجدی حضرات سے متعلق پیش فرمائی ہیں اور بڑی خوشی سے دوبارہ ان عبارات اور حضرت گنگوہیؒ کی عبارت میں تعارض ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور دیگر اکابر پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے۔مگر کیا کہئے اوکاڑوی صاحب کی بدقسمتی پر کہ اُنہوں نے حضرت مدنیؒ کی جو عبارات نقل کی ہیں ۔حضرت اُن سے رجوع فرما چکے ہیں۔ پہلے رجوع کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے! پھر ہم رجوع کے فضائل ومناقب بھی ایک بریلوی کتاب سے پیش کریں گے۔

مولانا حسین احمد مدنیؒ "الشہاب الثاقب" میں نجدی حضرات سے متعلق درج اپنے تحریر سے رجوع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" مجھ کو اس امر کے اعلان کرنے میں ذرّہ پس وپیش نہیں کہ میری وہ تحقیق جس کو میں بخلاف اہل نجد رجوم المذنبین اور"الشہاب الثاقب" میں لکھ چکا ہوں اُس کی بنا اُن کی کسی تالیف وتصنیف پر نہ تھی بلکہ محض افواہوں یا اُن کے مخالفین کے اقوال پر تھی ،اب اُن کی معتبر تالیف بتا رہی ہے کہ ان کا خلاف اہل سنت والجماعت سے اس قدر نہیں جیسا کہ ان کی نسبت مشہور کیا گیا ہے، بلکہ جزوی امور میں صرف اس درجہ تک ہے کہ جس کی وجہ سے اُن کی تکفیر، تفسیق یا تضلیل نہیں کی جاسکتی" واللہ اعلم (اکمل البیان صفحہ نمبر 9)

(بحوالہ روزنامہ زمیندار لاہور مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۲۵ھ)

{شیخ محمد بن عبد الوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق صفحہ نمبر 93}

قارئین کرام: لیجئے! آپ نے حضرت مدنیؒ کا رجوع نامہ ملاحظہ فرمالیا۔ ہوسکتا ہے جناب اوکاڑوی صاحب ہماری ان معروضات سے عاجز آکر جواب میں یہ کہیں کہ "یہ کیا بات ہوئی جب بھی کسی بات پر پھنسنے لگے تو اُس سے رجوع کرلیا" تو ہم ان سے کہیں گے کہ ہمارے اکابر نے یہ رجوع اس لئے کیا کہ جب انہوں نے اپنی سابقہ عبارات لکھی تھیں یا (جس وقت لوگوں نے ان سے نجدی علماء کے متعلق استفسار کیا) تو اس وقت نجدی علماء پر لگنے والے اعتراضات کی ان کے اپنے قلم سے وضاحت موجود نہیں لہذا ہمارے اکابر نے اس وقت کے اعتبار سے نجدی حضرات کی معاشرے میں جو شہرت تھی، اُسی کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے متعلق جواب دیا۔ لیکن جب اُن کے سامنے نجدی حضرات کی اپنی کتب آئیں اور انہوں نے خود نجدی علماء کو دیکھا اور جانچا تو اپنی سابقہ آراء سے رجوع فرمایا۔ جس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اُن حضرات کی کسی سے بھی ذاتی دشمنی نہیں تھی اور وہ کسی بات کو بھی انا کا مسئلہ نہیں بناتے تھے بلکہ جب اور جیسے

ہی انہیں معلوم ہوتا کہ میری فلاں بات غلط ہے تو وہ اُس سے فوراً بنا کسی خوف وتر دد کے رجوع فرمالیا کرتے تھے۔اور یہی بات ان کے حق پے ہونے کی دلیل ہے۔

اپنی بات میں غلطی جاننے کے بعد اس سے رجوع کرنے کے فضائل ومناقب بریلوی عالم کی زبانی

ہمارے سامنے اس وقت ایک بریلوی عالم" مولانا نصیر اللہ نقشبندی ناظم دار العلوم نعیمیہ بلاک 15 فیڈرل بی ایریا کراچی" کا لکھا ہوا رسالہ "شرح صحیح مسلم وتفسیر تبیان القرآن کی بعض عبارات سے رجوع کی تفصیل ،حقیقت کیا افسانہ کیا ؟" موجود ہے۔جس کو پڑھ کر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بات کا بتنگڑ بنا کر کسی شخصیت کو بدنام کرنے کا فن بریلوی حضرات صرف اہل سنت کے خلاف ہی نہیں بلکہ اپنے علماء کے خلاف بھی استعمال کرتے ہیں جیسا کہ مولانا نصیر اللہ کی اس عبارت سے پتہ چلتا ہے :

"اس متفقہ فیصلے کے بعد علامہ عبد الحکیم شرف قادری صاحب مدظلہم کی طرف سے ایک عبارت علامہ سعیدی صاحب مدظلہم کے پاس ارسال کی گئی ،علامہ صاحب نے جذبۂ اصلاح واخلاص ،مسلک کے عظیم تر مفاد ،**فیما بین المسلک** وسیع تر تفاہم ،تعاون اور ہم آہنگی کے فروغ کے لئے اس پر دستخط کر دیئے ،ان کی رائے میں یہ ایک علمی امانت تھی اور شرح صحیح مسلم وتفسیر تبیان القرآن کی متعلقہ جلدوں کی اگلی اشاعت کا جب مرحلہ آتا جائے گا ،یہ عبارتیں حذف ،ترمیم یا اضافہ اس میں متعلقہ مقامات پر شامل کر دیا جائے گا۔لیکن ہوا یہ کہ کراچی میں اس تحریر کے فوٹو اسٹیٹ کی تقسیم شروع ہوگئی اور شر پسند اذہان نے اس کی من پسند تشریحات وتفصیلات اور تبصرے شروع کر دیئے ،حالانکہ تفصیل منسلک کئے بغیر یہ تحریر اندھیرے میں تیر چلانے والی بات ہے ،اس لئے ہم نے

مناسب سمجھا کہ اس ساری داستان کی حقیقت بِلا کم و کاست منظر عام پر آجائے تا کہ بلیک میلر اور شر پسند اذہان کا راستہ بند ہو جائے اور جو کچھ طے پایا ہے، وہ ہر مخلص اور دین و مسلک کا درد رکھنے والے سنی کے علم میں آجائے“

{**شرح صحیح مسلم و تفسیر تبیان القرآن کی بعض عبارات سے رجوع کی تفصیل، حقیقت کیا افسانہ کیا؟ناشر فرید بک سٹال صفحہ نمبر 2تا3**}

محترم قارئین ! ظاہر ہے بریلوی حضرات نے سعیدی صاحب کے اس رجوع نامے کی فوٹو کاپی اہل سنت کو تو نہیں دی ہوگی بلکہ اپنے ہم مسلک ساتھیوں کو ہی دی ہوگی ۔ جس پر انہوں نے تبصرے کئے اور سعیدی صاحب کے خلاف پروپیگنڈہ کیا۔تو معلوم ہوا یہ عادت خبیثہ کہ بات کا بتنگڑ بنانا اور غلط پروپیگنڈہ کر کے کسی شخصیت کو بدنام کرنا، یہ تمام اہل بدعت کو ورثہ میں ملا ہے۔اور جب اوکاڑوی صاحب بھی اس مسلک اہل بدعت کے رکن رکین ہیں ۔تو وہ بھلا اس سے کب پیچھے رہ سکتے تھے۔اُنہوں نے بھی اس کام میں اپنے دوسرے ساتھیوں کا حصہ بٹایا اور علمائے اہل سنت پر کیچڑ اچھالا اور اُن کے خلاف اپنے دل کی خوب بھڑاس نکالی۔لیکن نتیجہ کیا نکلا؟ جس طرح اُن کے دُوسرے ہم مسلک ساتھیوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا آج وہ بھی کر رہے ہیں۔بحر حال آیئے! اب ہم ”رجوع “ کے متعلق بریلوی اصول وضوابط پیش کرتے ہیں۔

مولانا نصیر اللہ صاحب لکھتے ہیں:

کسی مسئلے کی طرف رجوع کرنا شکست کی علامت نہیں بلکہ عظمت کی دلیل ہے،بعض لوگوں نے شیخ الحدیث حضرت علامہ غلام رسول سعیدی کے اس اعلان کو کہ انہوں نے شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کے بعض مسائل میں رجوع کرلیا ہے،شہر میں

چھاپ کر تقسیم کیا ہے، شاید ان کے خیال میں کسی مصنف کا اس کی تصنیف کے کسی مسئلے سے رجوع کرنا اس کی شکست کی علامت ہے، حالانکہ یہ اُس کی شکست کی علامت نہیں بلکہ اس کی عظمت کی دلیل ہے، کیونکہ اس کے رجوع کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ تکبر اور انانیت کا شکار نہیں ہیں، بلکہ حق کے متبع ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض مواقع پر تعلیم امت کے لئے اپنی سابق رائے سے حضرت عمرؓ کی رائے کی طرف رجوع فرمالیا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرف رجوع فرمالیا اور حضرت عمر نے ایک مسئلے میں حضرت علی کے قول کی طرف رجوع فرمالیا اور ایک مسئلے میں ایک بوڑھی عورت کے قول کی طرف رجوع فرمالیا اور ایک مسئلے میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی طرف رجوع فرمالیا۔ اسی طرح ائمہ مجتہدین میں سے چاروں ائمہ نے اپنے اپنے بعض اقوال سے رجوع فرمایا ہے، سو علامہ غلام رسول سعیدی نے بعض مسائل میں رجوع کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت، خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کے طریقے اور ائمہ مجتہدین کی پیروی کی ہے۔ ملامت کے لائق تو وہ لوگ ہیں جو حق واضح ہونے کے بعد بھی رجوع نہیں کرتے اور حق کی طرف رجوع کرنے والے صرف اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور حق کی اتباع کرنے والے ہیں۔ اب ہم اس سلسلے میں احادیث، آثار اور اقوال مجتہدین کو پیش کر رہے ہیں"

{شرح صحیح مسلم و تفسیر تبیان القرآن کی بعض عبارات سے رجوع کی تفصیل، حقیقت کیا افسانہ کیا؟ ناشر فرید بک سٹال صفحہ نمبر 3}

اس کے بعد مولانا نصیر اللہ صاحب نے اس موضوع پر مزید دلائل

دیئے ہیں۔ بحر حال ان کی اس مذکورہ عبارت سے ہمارا مُدعا ثابت ہوگیا کہ حضرت مدنیؒ نے "الشہاب الثاقب" میں نجدی علماء سے متعلق اپنے رائے سے رجوع فرما کر اور حضرت سہارنپوریؒ نے "المہند" والی اپنی تحریر میں تبدیلی لا کر، "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت، خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کے طریقے اور ائمہ مجتہدین کی پیروی کی ہے۔ اور بقول مولانا نصیر اللہ صاحب کے وہ حق کو واضح کرنے والے، حق کی طرف رجوع کرنے والے، اللہ سے ڈرنے والے اور حق کی اتباع کرنے والے ہیں۔

حضرت مدنیؒ کی رجوع شدہ عبارات پیش کرنے کے بعد صفحہ نمبر 35 پر جناب اوکاڑوی صاحب نے حضرت مدنیؒ اور حضرت گنگوہیؒ میں تعارض دکھلانے کی ناکام سعی کی ہے۔ جناب اوکاڑوی صاحب حضرت گنگوہی کی عبارت بالکل ٹھیک ہے۔ اور حضرت مدنیؒ اپنی ان عبارتوں سے رجوع کر چکے ہیں۔ اگر آنکھیں صحیح سلامت ہیں تو پیچھے کی گئی گفتگو کو بگوش ہوش ملاحظہ فرمالیجیے!

لفظ وہابی اور نجدی حضرات سے متعلق حضرت تھانویؒ و مولانا زکریاؒ کی رائے کو حضرت مدنیؒ کا مخالف کہنے کی حقیقت

صفحہ نمبر 36 پر جناب اوکاڑوی صاحب نے اشرف السوانح سے حضرت تھانویؒ کا ایک واقعہ "سوانح محمد یوسف کاندھلوی " سے حضرت مولانا زکریا کا ایک جملہ بغیر سیاق وسباق کے اور "تذکرۃ الرشید" سے حضرت تھانویؒ کا ایک خط پیش کیا ہے۔ اور اس صفحہ پر بھی جناب نے حضرت مدنیؒ اور حضرت تھانویؒ و حضرت مولانا زکریاؒ میں تعارض دکھانے کی کوشش کی ہے۔ جو کہ اس وجہ سے ناکام ہو چکی ہے کہ حضرت مدنی اپنی عبارات سے رجوع فرما چکے ہیں۔

قارئین کرام! پہلی بات تو یہ ہے ہمارے نزدیک لفظ ''وہابی'' کا ایک اصلی معنی ہے۔ جسے جناب اوکاڑوی صاحب نے اسی کتاب کے صفحہ نمبر 31 پر امداد الفتاویٰ کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے۔اور ایک لفظ وہابی کا وہ معنی ہے جو اہل بدعت نے مشہور کر رکھا ہے۔یعنی وہ سنت کے محبین اور بدعات کے مخالفین کو وہابی کہتے ہیں۔چونکہ علمائے اہل سنت بھی سنت پر مرمٹنے والے اور بدعات کے مخالف تھے اور ہیں۔اس لئے اہل بدعت نے پاک و ہند میں علمائے اہلسنت کو بھی ''وہابی'' مشہور کر کے بدنام کرنے کی کوشش کی، جس میں وہ بری طرح ناکام ہوئے۔لہذا وہابی اصل میں تو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے متبعین کو کہتے ہیں لیکن پاک و ہند کے اندر (اہل بدعت کے پروپیگنڈے کی وجہ سے) خالص سنی جسے سنت سے محبت اور شرک و بدعت سے عداوت ہو اُسے وہابی کہا جاتا ہے جیسا کہ آج بھی اہل بدعت ہم اہل سنت کو وہابی کہتے ہیں۔لہذا پاک و ہند کے اندر لفظ وہابی خالص سنی کی علامت ہے۔اس لئے اہل سنت کو مجبوراً کبھی کبھی اس معنی کے لحاظ سے اپنے آپ کو وہابی کہنا پڑا ہے۔جبکہ آجکل اہل بدعت ان کے اس وہابی کہنے کو اصل معنی میں لے رہے ہیں جو کہ بہت بڑی حماقت ہے۔آیئے! یہی بات بریلوی حضرات کے گھر سے سنئے! وہ بھی وہابی کے دو معنے کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

جیسا کہ مشہور بریلوی مناظر اشرف سیالوی کے بیٹے جناب نصیر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

''نجم الرحمن میں آپ (مولانا غلام محمود پپلانوالی) رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہابی دو قسم کے ہیں مسلمان وہابی اور منافق وہابی اور دیوبندی منافق وہابی ہیں''

{عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ صفحہ نمبر 71 مکتبہ غوثیہ یونیورسٹی روڈ کراچی سن اشاعت مئی 2007}

تو پتہ چلا کہ وہابی مسلمان بھی ہوتے ہیں۔سیالوی صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ مسلمان وہابی کی تفصیل عرض کر دیتے۔لیکن شاید اس کے کرنے سے" بلی تھیلی سے باہر آجاتی "اور حقیقت سے پردہ اٹھ جاتا۔اس لئے انہوں نے ایسا کرنے سے گریز کیا۔ شاید قارئین سوچ رہے ہوں کہ عبارت میں تو اہل سنت کو وہابی منافق کہا گیا ہے۔تو گزارش ہے کہ ہمیں اس عبارت سے آپ کے سامنے یہ بات رکھنا تھی کہ بریلوی حضرات کے نزدیک بھی وہابی مسلمان کو بھی کہتے ہیں اور ہمارے اکابر نے بھی اسی معنی میں خود کو وہابی کہا ہے۔اور دوسری بات کہ عبارت کو لکھنے والا جب بریلوی ہے تو اُس کے ہمیں منافق کہنے سے کچھ نہیں ہوتا کہ عبارت" فریق مخالف " کے لئے حجت ہے ہمارے لیے نہیں۔تو معلوم ہوا کہ حضرت اقدس تھانویؒ وحضرت مولانا زکریاؒ نے اپنے آپ کو" مسلمان وہابی" یعنی" اصلی سنی " کے معنی میں وہابی کہا ہے۔جس سے اوکاڑوی صاحب کو خوش ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت تھانویؒ کی دونوں عبارتوں کی مزید وضاحت

حضرت تھانویؒ کی عبارت کی مزید وضاحت خود انہی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں!

یاد رہے احمد رضا خان نے لکھا ہے:

" خصوصاً آپ کے لفظوں کا دوسرا کیوں شارح بنے تصنیف را مصنف نیکو کند بیان ''مصنف (اپنی) تصنیف کو اچھی طرح بیان کرتا ہے"

(کلیات مکاتیب رضا صفحہ نمبر 181)

لہذا بقول احمد رضا خان کے وہابی کا جو مطلب حضرت تھانویؒ نے خود لکھا ہے اوکاڑوی صاحب یا دیگر بریلویوں کو اس کا شارح بننے کی ضرورت نہیں۔ان کا بیان کردہ مفہوم معتبر نہ ہوگا۔

حضرت تھانویؒ ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

"اہل بدعت کی جماعت ہے جو ہم لوگوں کو وہابی کہتی ہے لیکن ہماری سمجھ میں آج تک یہ بات نہ آئی کہ ہم کو کس مناسبت سے وہابی کہا گیا کیونکہ وہابی وہ لوگ ہیں جو ابن عبدالوہاب کی اولاد ہیں یا اس کے متبع ہیں۔ابن عبدالوہاب کے حالات مدون ہیں۔ ہر شخص ان کو دیکھ کر معلوم کر سکتا ہے کہ وہ نہ اتباع کی رو سے ہمارے بزرگوں میں نہ نسب کی رو سے۔

{اشرف الجواب صفحہ نمبر 91 مکتبہ رحمانیہ لاہور}

تو اس عبارت سے پتہ چلا کہ حضرت تھانویؒ نے وہابی کے اصل معنیٰ کے لحاظ سے اپنے آپ کو وہابی نہیں کہا اور ان کے نزدیک بھی وہابی کے اصل معنیٰ کے لحاظ سے اہل سنت کو وہابی کہنا ٹھیک نہیں۔اور ان کے نقل کردہ واقعہ سے باطل استدلال کا جواب یہ ہے:

چونکہ ہندوستان میں بدعات یعنی غیر اللہ کے نام کی نذرونیاز وغیرھا کے مخالف کو وہابی کہا جاتا تھا۔حضرت تھانویؒ نے اس لئے اُن عورتوں کو یہ جملے کہے کہ یہاں وہابی یعنی اصلی سُنی رہتے ہیں۔تو بتلایئے! اس عبارت میں کیا خرابی ہے؟اور حضرت تھانویؒ کے خط سے تو یہ بات اور واضح طور پر ثابت ہورہی ہے۔اور جہاں تک حضرت تھانویؒ کی مولود شریف کی محفل میں جانے کی بات تو جناب اوکاڑوی صاحب نے کہا کہ وہ تقیہ کر کے میلاد کے محفل میں جاتے تھے تو جناب آپ کی خدمت میں عرض ہے کہ تقیہ کرنا اہل سنت کا نہیں بلکہ اہل بدعت کا شیوہ ہے۔آج بھی آپ لوگ حقیقۃً شیعہ ہونے کے باوجود تقیۃً سُنی بن کر اہل سنت کو دھوکہ دینے کی کوشش کررہے اور شیعی عقائد اہل سنت

میں پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں جیسا کہ آپ کے اشرف سیالوی کے بیٹے نصیر الدین سیالوی نے بھی مانا ہے کہ:

''علم غیب، حاضر ناظر، مختار کل استمداد وغیرہ یہ تمام عقائد شیعہ کے اندر موجود ہیں''

{عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ صفحہ نمبر 41 مکتبہ غوثیہ یونیورسٹی روڈ کراچی سن اشاعت مئی 2007}

تو معلوم ہوا کہ آپ لوگ شیعی عقائد امت مسلمہ میں پھیلا رہے ہو اور تقیہ بھی ان کا عقیدہ ہے جسے آپ پھیلا رہے ہو۔ اپنے مزید شیعہ ہونے کا ثبوت دیکھنا ہو تو اپنی ''شیعی (المعروف سنی) اتحاد کونسل، وشیعی (المعروف سنی) تحریک'' کا شیعوں سے، یا دوسرے الفاظ میں شیعوں کا شیعوں سے اتحاد دیکھ لو۔ قارئین کرام! جہاں تک حضرت تھانویؒ کی محفل مولود میں شرکت کی بات ہے تو اُس کا جواب یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ اول اس کو جائز سمجھتے تھے اس لئے شرکت کرتے تھے لیکن بعد میں آپ نے اپنے اس موقف سے رجوع فرمایا اور اس میں شرکت نہیں کی۔ اور پہلے بریلوی کتاب سے یہ بات دکھائی جا چکی ہے کہ رجوع کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، خلفائے راشدین وصحابہؓ اور ائمہ مجتہدین کی سنت پر عمل کرتا ہے۔ حضرت تھانویؒ کے اس خط پر اعتراض؛ اوکاڑوی صاحب کی جہالت اور سنیت سے عداوت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

''سوانح محمد یوسف کاندھلوی'' کے حوالہ سے مولانا زکریاؒ پر ایک خاص تنقید کا جواب

اسی صفحہ پر جناب اوکاڑوی صاحب نے حضرت مدنیؒ کے الفاظ ''جن میں انہوں نے نجدیوں کو طائفہ خبیثہ کہا تھا '' کو بطور خاص لکھ کر مولانا زکریاؒ پر تنقید کی ہے۔ تو اس کا

جواب بھی پیش خدمت ہے۔

''الشہاب الثاقب''میں درج شدہ بعض الفاظ کے بارے میں حضرت علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم کی ایک پرانی روایت کا درج کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔اور وہ یہ ہے کہ:

''ایک بار حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ''الشہاب الثاقب ''میں بعض مقامات پر''وہابیہ ''کے لئے لفظ''خبیث''استعمال کیا گیا ہے جو بہت سخت ہے۔تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ''الشہاب الثاقب ''کا مسودہ جس طالب علم کو صاف کرنے کے لئے دیا گیا وہ وہابیوں کا سخت مخالف تھا۔اس نے بعض مقامات پر''وہابیہ ''کے ساتھ ایسے الفاظ کا اضافہ کر دیا۔پھر جلدی اشاعت کے باعث تصحیح نہ کی جاسکی اور اگلے طابعین پھر اسی کی کاپی کرتے رہے''چونکہ یہ لفظ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں ہے۔اس لئے ہم نے فیصلہ کیا کہ مسودہ کی تصحیح کر دی جائے۔

{الشہاب الثاقب صفحہ نمبر ۹ تا ۱۰ ناشر دار الکتاب لاہور}

تو پتہ چلا کہ ایک تو حضرت مدنیؒ نے ویسے ہی ان عبارات سے رجوع فرما لیا ہے اور دوسرا یہ الفاظ جن کا ذکر اوکاڑوی صاحب نے کیا ہے۔حضرت مدنیؒ کے ہیں ہی نہیں۔اس لئے ان کی بنا پر کیا گیا اعتراض بھی باطل ٹھہرا۔

صفحہ نمبر 37 تا 39 پر موجود اعتراض کا جواب

اس سے آگے صفحہ نمبر 37 سے 39 تک جناب اوکاڑوی صاحب نے مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی کتاب''مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت ''اور مولانا یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات سے کچھ عبارات نقل فرمائی ہیں۔جن کا خلاصہ یہ ہے کہ عرب کے اندر کچھ افراد نے عشق نبوی وسنت نبوی اور دین اسلام کو دنیا میں عام

کرنے والی سب سے بڑی جماعت "یعنی تبلیغی جماعت" کے خلاف پروپیگنڈہ کیا اور عرب کو اس سے متنفر کرنے کی کوشش کی اور اس کے متعلق شکوک وشبہات پھیلائے۔ جیسا کہ اوکاڑوی صاحب کی نقل کردہ عبارات سے بھی ظاہر ہے۔ چونکہ اس وقت عرب میں سعودی حکومت تھی اور تاحال سعودی حکومت ہے۔ اس لئے اکابرین نے سعودی حکومت کے ولی عہد اور قاضی القضاۃ وغیرہ سے ملاقات کر کے جماعت کے متعلق پھیلائے گئے شکوک وشبہات زائل کرنے کی کوشش کی اور وہ کامیاب ہوئے۔ اس پر اوکاڑوی کو بہت تکلیف ہوئی وہ بہت تلملائے کہ اگر یہ اکابرین وہابی نہ ہوتے تو سعوی قاضی القضاۃ ان کی بات کیسے مانتا؟ واقعی اوکاڑوی صاحب کی عقل پر تو ہمیں بھی حیرانگی ہے کہ انہوں نے ان ملاقاتوں سے ان کا وہابی ہونا ثابت کیا۔ لیکن ہم انہیں کیسے سمجھائیں کہ جناب یہ ملاقاتیں صرف ان شکوک وشبہات کو دور کرنے کے لئے تھیں جو جماعت کے متعلق حکومتی سطح پر پھیلائی جارہی تھیں۔ ظاہر سی بات ہے "میں نہ مانوں" کا تو کوئی علاج نہیں۔ مزید تفصیل آپ کو اوکاڑوی صاحب نے جن کتب سے یہ عبارات نقل فرمائی ہیں ان کتب میں اور مولانا نور محمد تونسوی مدظلہ کی کتاب "تبلیغی جماعت اور مشائخ عرب" میں مل سکتی ہے۔

اہلسنت دیوبند کے وہابی نہ ہونے اور بریلویوں کے وہابی ہونے کی گواہی خود بریلویوں کے گھر سے

محترم قارئین! ہمارے وہابی نہ ہونے کی گواہی بریلوی حضرات کے گھر سے سُنئے! جناب نصیر الدین نصیر صاحب لکھتے ہیں:

"لیکن ذرا تھوڑی فرصت نکال کر علمائے دیوبند کے متعلق مقابیس المجالس کے

یہ کلمات بھی ضرور پڑھ لیں" مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی حضرت حاجی صاحب کے مرید اور خلیفۂ اکبر ہیں۔ان کے خلفاء بھی بہت ہیں چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحبؒ اور مولوی محمد یعقوب صاحب وغیرھم ....اگرچہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مبانی مولوی محمد قاسم نانوتویؒ مشہور ہیں لیکن دراصل یہ دارالعلوم حضرت حاجی امداداللہ قدّس سرّہ کے حکم پر جاری ہوا" ا؎ نیز اس کا حاشیہ بھی ملاحظہ ہو" خواجہ صاحب کے اس ملفوظ سے ثابت ہوا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی، مولٰنا محمد قاسم نانوتوی وغیرھم علمائے دیوبند صحیح معنوں میں حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اور اہلِ طریقت تھے حالانکہ بعض صوفی اُن کو غلط فہمی سے وہابی کہتے ہیں"۔ ٢؎

{ ا؎ :مقابیس المجالس ۔ص352 ٢؎ :مقابیس المجالس ، ص 352 **بحوالہ لطمۃ الغیب صفحہ نمبر** 221}

محترم قارئین! لیجیے! ہم نے اپنا وہابی نہ ہونا اور ہمیں وہابی سمجھنا وہم ہے، اس بات کی گواہی خود بریلوی حضرات کے گھر سے پیش کردی۔اگر اب بھی کوئی ہم کو وہابی کہے یا سمجھے تو ہم سمجھیں گے کہ اپنے مسلک کا بھی دشمن ہے۔اور اپنے علماء کی تصریحات کی مخالفت کرتا ہے۔ ہمارے وہابی نہ ہونے کی گواہی آپ بریلوی حضرات سے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔اب آیئے! بریلویوں کے وہابی ہونے کی گواہی بھی خود انہی کے گھر سے ملاحظہ فرمایئے! مشہور پیر جناب قمر الدین سیالوی صاحب کے استاذ گرامی مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ بریلویوں کے آلہ حضرت کے متعلق لکھتے ہیں:

"فضیلت (٣) عمل بالحدیث ۔اعلیٰحضرت اصل میں عامل بالحدیث ہیں لیکن خلقت براہ غلط فہمی ان کے بعض اقوال کی رو سے ان کو وہابی خیال کرنے لگی ہے اور اس پر متعجب ہو کر اس طرح زبان طعن دراز کرتی ہے کہ اعلیٰحضرت نے ایک دنیا کو وہابی کر

ڈالا۔ایسا بدنصیب وہ کون ہے جس پر آپ کا خنجر وہابیت نہ چلا ہو۔وہ اعلیٰحضرت جو بات بات میں وہابی بنانے کے عادی ہوں وہ اعلیٰحضرت جن کی تصانیف کی علت غائیہ وہابیت، جنھوں نے اکثر علمائے اہل سنت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بدظن کرادیا۔جن کے اتباع کی پہچان یہ ہے کہ وہ وعظ میں اہل حق سنیوں کو وہابی کہہ کر گالیوں کا مینہ برسائیں۔جنھوں نے وہابیت کے حیلہ سے علمائے ربانین کی جڑ کاٹنے میں وہ مساعئ جمیلہ کیں کہ جن کا خطرہ حسن بن صباح جیسے مدعی امامت ونبوت کے دل میں بھی نہ گذرا ہو۔اور جن کے فتنہ وفساد کے سامنے حسن بن صباح کے فدائی بھی گرد ہوں اگر حسن بن صباح زندہ ہوکر آجاوے تو اس کو اعلیٰحضرت کے کمالات کے بالمقابل سوائے زانوئے ادب تہہ کرنے کے چارہ کار نہ ہو۔غرض ایسی مقتدر جماعت کا پیشوا جن کی زبانیں سوائے وہابی اور وہبڑے اور لہبڑے کے دوسرے الفاظ سے اثنائے وعظ میں آشنا ہی نہیں ہوتیں۔اگر در پردہ وہابی ثابت ہوجائے تو پھر تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی خلقت کہتی ہے وہ اعلیٰحضرت جو اپنے کو وہابی کش ظاہر فرماتے ہیں بالآخر خود وہابی ثابت ہوئے اور اس طرح وہ بجائے وہابی کش کے درحقیقت خودکش ہیں۔خلقت اپنے اس جزمی دعوے کے ثبوت میں اعلیٰحضرت کے چند اقوال پیش کرتی ہے۔

وہابیت ا جل ایضا صفحہ ۱۳ میں علمائے بدایوں پر اعلیٰحضرت اس طرح طعن کرتے ہیں:

"رہے اذانیوں کے الفاظ والقاب وہ محض تصنع ہوا کرتے ہیں۔جو دربارہ اذان سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرے اگر امام وقت ہے۔جاہل ونامہذب اور ہزاروں دشنام کو مستوجب ہے اور جو پدر پرستی میں سنت نبوی وارشادات فقہ کو پس پشت پھینک دے وہ جاہل سا جاہل ہو امام اور علامہ چنیں وچناں ہے"۔انتہیٰ۔پدر پرستی کے کلمہ نے

اعلیٰحضرت کی وہابیت کا مرقع الٹ دیا۔ویسے یہ صریح حضرت عثمان غنی ذوالنورین خلیفۂ سوم رضی اللہ عنہ پرطعن ہے کہ معاذ اللہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے خلاف کیا اوراس خلاف میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے ساتھی ہوئے۔اوراتباع سنت کی توفیق ملی تواس شخص کو جو چودھویں صدی میں خاک بریلی سے اُٹھا۔انا للہ و انا الیہ راجعون۔اب فرمایئے!وہابیوں میں کیا سرسینگ ہوتے ہیں کہ وہ تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ پرطعن اور آزادی کے باعث لا مذہب کہلائے جاویں اور اعلیٰحضرت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایسی صاف صاف سنانے پر بھی ہٹے کٹے سنی بنے رہیں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔خلقت کہتی ہے اعلیٰحضرت صرف وہابی ہی نہیں بلکہ اُن کے سرتاج ہیں“

{**تجلیات انوار المعین، صفحہ نمبر 42 تا 44**}

لیجئے اوکاڑوی صاحب!ہم نے اپنا وہابی نہ ہونا،آپ ہی کے گھر سے ثابت کر دیا ہے اورآپ کے آلہ حضرت کا وہابی ہی نہیں وہابیوں کے سر کا تاج ہونا بھی آپ ہی کے گھر سے ثابت کر دیا ہے۔

صفحہ نمبر 40 تا 41 پر موجود اخباری رپوٹوں کی بناء پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات

صفحہ نمبر 40 سے لیکر 41 جناب اوکاڑوی صاحب نے اہلسنت کے خلاف خوب دل کی بھڑاس نکالی ہے۔اورعوام الناس کو یہ بات باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ ایک کام ہم بریلوی کریں تو دیوبندی ہمیں کہتے ہیں بریلوی مشرک ہیں اور بدعتی ہیں۔اور وہی کام دیوبندی کریں تو وہ جائز ہے۔

قارئین کرام! اوکاڑوی صاحب کا یہ اعتراض بالکل لغو اور باطل ہے۔ اس لئے کہ اس طرح کی دوغلہ پالیسی اہل سنت کا نہیں بلکہ اوکاڑوی صاحب کے مسلک کا شعار ہے کہ وہ جن وجوہات کی بنیاد پر ہمارے علماء کو گستاخ اور کافر کہتے ہیں، اگر وہی وجوہات انہیں اپنے گھر سے دکھائی جائیں یا وہ ہمارے جن اکابرین کی تکفیر کرتے ہیں ان کی تعریف وتوثیق انہی کے علماء کی کتابوں سے دکھائی جائے تو وہ اپنے علماء کے بارے میں چپ سادھ لیتے ہیں۔ اگر وہ "ہمیں کافرو گستاخ کہنے کے اپنے موقف کو" صحیح سمجھتے ہیں تو انہیں اپنے علماء کو بھی اسی طرح گستاخ اور کافر کہنا چاہیے۔ جس طرح وہ ہمارے اکابرین کو کہتے ہیں۔

جناب اوکاڑوی صاحب نے انہی صفحات (40 تا 41) پر جتنے بھی اعتراضات کئے ہیں تقریباً اُن سب کی بنیاد اخباری رپوٹوں پر ہے۔ جن کے بارے میں اُن کے اپنے مسلک کا یہ اصول ہے کہ اخبار کی خبر معتبر نہیں ہوتی۔ تو بھلا اُس خبر کی بنیاد پر لگایا جانے والا اعتراض کہاں تک صحیح ہوسکتا ہے؟ آیئے! ملاحظہ فرمایئے! آپ کا اپنا مسلک اخباری خبروں کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

ضیغم بریلویت جناب حسن علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ کہاں ضروری ہے کہ اخبارات کی خبر سو فیصد درست ہوتی ہے یہاں بھی رپورٹر یا نامہ نگار یا بیان دینے والے کی مرضی کے خلاف ان سے منسوب کر کے بہت کچھ لکھ دیتے ہیں اور بعد میں تردیدی بیان جاری ہوتے ہیں"

{**قهر خداوندی صفحه نمبر** 51}

نیز یہی موصوف اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

"شہادت بھی ملی تو داڑھی منڈا ایڈیٹر کی جو شرعی معیار پر پوری ہی نہیں اترتی اور

چٹان جس میں عامہ تصاویر کے علاوہ نوجوان لڑکیوں اور سود قرضوں اور بینکوں کے اشتہار شائع ہوتے ہیں ان کے نزدیک چٹان بھی صحیفہ آسمانی ہے“

{برق آسمانی صفحہ نمبر 128}

کیوں جناب اوکاڑوی صاحب! انہی اخباروں کی خبریں ہمارے خلاف آئیں تو آپ کے لئے حجت بن جاتی ہیں اور اگر انہی اخباروں کی خبریں آپ کے خلاف آئیں تو آپ طرح طرح کی تاویلیں کرنے لگتے ہیں جیسا کہ پچھلی عبارات سے ظاہر ہے۔ تو یہ کیسی دوغلی پالیسی ہے؟ جو معیار آپ نے اپنے خلاف آنے والی رپوٹ کی اخبارات کا رکھا ہے۔ وہ معیار دوسروں کے لئے کیوں نہیں؟ یہ دو دو ترازوؤں سے کیوں تولتے ہیں؟

جناب ہمارے اکابر اگر کسی ولی کے دربار پر تشریف لے گئے تو اس میں کیا حرج ہے۔ کہ ہم درباروں پر محض جانے سے نہیں بلکہ وہاں پر شرکیہ افعال کرنے سے روکتے ہیں۔ تو اگر ہمارے اکابر سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر چلے گئے تو اس سے کیا ہو گیا اور رہاں وہاں جا کر جن کاموں کے کرنے کی نسبت آپ نے ان کی طرف کی ہے وہ محتاج ثبوت ہے اور ہم آپ کو مشرک محض دربار پر جانے کی وجہ سے نہیں بلکہ وہاں جا کر شرکیہ افعال ادا کرنے کی وجہ سے کہتے ہیں۔ اس بات کو جناب پیر نصیر الدین صاحب نے اپنی کتب مثلاً لطمۃ الغیب وغیرہ میں میں بھی مانا ہے۔

جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

”آج علماء ومشائخ اہلِ سنت کی چشم پوشی کے کرشمے ہیں کہ لوگ قبروں کو چومنا فرض، مزارات کا سجدہ ضروری، درباروں کا طواف معراجِ عقیدت اور پیروں فقیروں کو تقدیر وقضا کا مالک سمجھنا پیری مریدی کا اہم جزو سمجھتے ہیں۔ اُنہیں راہِ راست پر کون لائے گا؟ افراط وتفریط کا یہ عالم کہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک سن کر درود

شریف پڑھنا ضروری نہیں سمجھا جاتا، جبکہ انگوٹھے چومنا لازمی سمجھا جاتا ہے۔اذان سُن کر کلماتِ اذان کا جواب دینا، اِتنا اہم نہیں سمجھا جاتا، جتنا اذان کے بعد درودوسلام پر زور دیا جاتا ہے۔کسی فوت شدہ مُسلمان کے روزوں اور فوت شدہ نمازوں کا بدلہ ادا کرنا کچھ حیثیت نہیں رکھتا، جبکہ تیجے، بیسویں، چالیسویں اور سالانہ پر خیرات وطعام کو دین کا جزو لا ینفک خیال کیا جاتا ہے،کہیں کسی مقام پر درود شریف پڑھا جائے تو الصلوۃ والسلام علیك یا رسول اللہ پڑھنا ہر فرض سے اہم فرض سمجھا جاتا ہے جبکہ درود ابراہیمی کو دیوبندیوں وہابیوں والا درود سمجھ کر قابلِ اعتناء خیال کیا جاتا، حالانکہ متذکّرہ بالا اُمور کے جواز اور استحباب کے ہم قائل ہیں، لیکن ان باتوں کو وجوبِ شرعی کا درجہ دینا اور انہی پر مسلمان اور سنّی ہونے کو موقوف سمجھنا دین میں زیادتی (یعنی بدعت) نہیں تو اور کیا ہے؟ بفضلہٖ تعالیٰ مجھے کچھ کہا جائے ملامت والزام تراشی سے میں گھبرانے والا نہیں بقولِ بیدم شاہ وارثیؒ ؎

مجھے سر آنکھوں پہ رسوائیاں محبّت کی
ملامتی ہوں ملامت سے مجھ کو عار نہیں

آخر عوام کی ان بدعقیدگیوں اور شرک و بدعت والی خصلتوں کے خلاف زبان و قلم کے ذریعے جہاد کر کے کوئی تو بارش کا پہلا قطرہ بنے گا، یا سب مصلحت کا شکار بنے رہیں گے بقولِ علامہ اقبال ع

مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار

ہمارے (یعنی بریلویوں کے) اکثر واعظینِ جہال کا تو کیا ذکر؟ مناظر اسلام اور شیخ الحدیث کہلانے والے (مثل اوکاڑوی صاحب کے) مقتدایانِ قوم اذان بر قبر، انگھوٹے چومنے اور نمازِ جنازہ کے بعد دعا جیسے جوازی واستحبابی حیثیت رکھنے والے

مسائل پر دو دو گھنٹے خطاب فرمانا اسلام اور سُنّیت کی بڑی خدمت سمجھتے ہیں، لیکن آئے دن درباروں اور خانقاہوں پر شرک و بدعت کے جو مناظر دیکھنے میں آتے ہیں، اُن کے متعلق اہتماماً کچھ فرمانے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے شاید عوامی رَدِّ عمل کا خوف دامن گیر رہتا ہے، یا سجّادہ نشین حضرات کے دستِ تعاون کھینچ لینے کا ڈر زبان نہیں کھولنے دیتا" {**لطمة الغیب صفحہ نمبر 55تا56**}

کیوں اوکاڑوی صاحب! ہوش ٹھکانے آئے کہ نہیں؟ اگر نہیں آئے تو جناب نصیر الدین صاحب کی ایک اور کتاب "اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت " کا مطالعہ فرمائیں بحر حال اس مفصل عبارت سے پتہ چلا کہ آپ صرف مزارات پر حاضری نہیں بلکہ شرکیہ و بدعتیہ اعمال بھی کرتے ہیں اور اسی وجہ سے ان شرکیہ و بدعتیہ اعمال کی بناء پر آپ کو مشرک اور بدعتی کہا جاتا ہے (بنایا نہیں جاتا، اپنے آپ کو مشرک اور بدعتی آپ لوگ خود بناتے ہیں)۔ جبکہ آج تک ہمارے کسی اکابر نے کسی دربار پر سجدہ نہیں کیا اس لئے ان کو نہ مشرک کہا جاتا ہے نہ بدعتی، ظاہر ہے جو جرم کرے گا اُسے ہی مجرم کہا جائے گا نہ کہ ہر ایک کو، اوکاڑوی صاحب اپنے جرائم کی طرف نظر کیجئے! پہلے اپنے گھر کو صاف کیجئے! بعد میں کسی دوسرے کی طرف انگلی اٹھایئے! نیز آپ نے ہمارے جن جلوسوں کا ذکر کیا ہے وہ بطور عبادت نہیں نکالے جاتے، اور نہ ہی دیوبند کے سو سالہ پروگرام کا انعقاد بطورِ عبادت کیا گیا اور نہ ہی ہم نے اپنے ان جلوسوں یا دار العلوم کے صد سالہ پروگرام میں شرکت نہ کرنے والے پر کوئی فتویٰ لگایا۔ اس لئے ان پر اعتراض یا یہ کہنا کہ اگر یہ جائز ہیں تو ہمارا جشن میلاد کیوں جائز نہیں؟ آپ کی اپنی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انہی جہالت کے مظاہروں سے آپ کی تمام کتاب بھری ہوئی ہے۔ اس اعتراض کا تفصیلی جواب اور اس امر کی مزید وضاحت رہبر شریعت حضرت مفتی منیب الرحمٰن

صاحب مروجہ میلاد پر لکھے گئے اپنے رسالے میں کر چکے ہیں۔

مصنف جہانس پر اعتراض کا جواب مع خائن اور کذاب کون؟ ہم یا بریلوی حضرات

اعتراض

صفحہ نمبر 41 کے آخر میں جناب اوکاڑوی صاحب نے مصنف جہانس کے متعلق فرمایا ہے:

"پارٹ ۳ کے ص ۴۴ پر مصنف جہانس برگ سے بریلی کے مصنف نے خیانت وبد دیانتی اور جھوٹ کی انتہا کی ہے۔ بلاشبہ جھوٹے اور ظالم کے لئے اللہ کی لعنت یقینی ہے۔ کسی کے کلام کو توڑ مروڑ کر، اس کے منشا ومقصد کے صریح خلاف اس پر غلط الزام لگانا، بہتان اور حرام ہے"

جواب

اس کے جواب میں اوکاڑوی صاحب کے خدمت میں گزارش ہے کہ خیانت اور بد دیانتی کی انتہاء مصنف جہانس نے نہیں بلکہ آپ نے کی ہے اور بلاشبہ اپنی کتاب کے ان چند صفحات میں ہی جھوٹ بولنے کی انتہاء کی ہے، جس کی بناء پر آیت "لعنة الله على الكذبين" "جھوٹے پر اللہ کی لعنت" کے مصداق آپ ہیں نیز آپ نے ہمارے اکابرین کی عبارات ان کی منشاء ومقصد کے خلاف پیش کی ہیں۔ اور ان کو توڑ مروڑ کر اپنے من مانے مطلب کے مطابق بنانے کی کوشش کی ہے۔ جس کا تھوڑا بہت منظر قارئین ملاحظہ فرما چکے ہوں گے۔ ویسے اوکاڑوی صاحب کوئی بات نہیں یہ صرف آپ کا ہی پیشہ نہیں بلکہ آپ کے مسلک کے تمام مصنفین اس فن میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور آپ

سب کو یہ فن اپنے آلہ حضرت سے وراثت میں ملا ہے۔اس کی مزید وضاحت اور خود بریلوی حضرات سے اس امر کی گواہی آپ اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

اعتراض

قارئین کرام: آپ ابھی تک ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ اوکاڑوی صاحب ابھی تک اہل سنت کے خلاف جتنی عبارتیں پیش کر سکتے تھے انہوں نے پیش کیں لیکن اس کے باوجود وہ صریح جھوٹ بولتے ہوئے صفحہ نمبر 42 کے حاشیے میں وہ لکھتے ہیں:

"یہ خادم اہل سنت اپنے قارئین سے عرض گزار ہے کہ اگر میرا موقف الحب للہ والبغض للہ نہ ہوتا تو جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف کی طرز پر، دیوبند کے بڑے بڑے علماء کی اتنی عبارتیں (جواباً) نقل کرتا کہ دیوبندیوں کو اپنا مونھ چھپانا مشکل ہو جاتا،لیکن خیانت وظلم اور بے ہودہ گوئی ان دیوبندیوں ہی کو زیبا ہے۔اللہ کا شکر ہے کہ مجھے صرف احقاق حق اور ابطال باطل سے غرض ہے اور حق گوئی و بے باکی ہی میرا شعار وامتیاز ہے"

جواب

اوکاڑوی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ قارئین تو یہ بات اچھی طرح ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ واقعی آپ کا موقف "الحب للہ والبغض للہ" نہیں بلکہ آپ تو اپنے گرو شیطان ہی کے محب ہیں۔اس لئے اُسی کی طرح جس طرح اُس نے حضرت آدم علیہ السلام سے جھوٹ بول کر ان کو بہکانے کی کوشش کی،آپ بھی اسی طرح عوام الناس کو بہکانے کی کوشش کر رہے ہیں۔اور دوسرا جھوٹ جو آپ نے بولا اُس کا جواب یہ ہے کہ آپ جتنی عبارتیں پیش کر سکتے ہیں پیش کر رہے ہیں اور الحمد للہ علمائے اہل سنت کی

کوئی عبارت ایسی نہیں جس کی بناء پر اُنہیں منہ چھپانا پڑے۔البتہ آپ کی بزرگوں کی ایسی بہت سی عبارتیں ہیں جو آپ کو شرم کے مارے ڈوب جانے کی دعوت دیں گی۔بشرطیکہ آپ میں غیرت بھی ہو۔اور یہ بات بھی واضح ہوچکی اور آئندہ مزید واضح ہو گی کہ آپ کا مقصد ”احقاق باطل اور ابطال حق“ ہے اور آپ کے بقول یہی آپ کی باطل گوئی اور بے باکی ہے۔

”المیزان نمبر اور فاضل بریلوی اور ترک موالات“ کے ناکام دفاع کا جواب

صفحہ نمبر 43 سے لیکر صفحہ نمبر 44 تک جناب اوکاڑوی صاحب نے المیزان احمد رضا نمبر کی ایک عبارت پیش کی ہے اور پھر مصنف جہانس نے اسی عبارت میں سے جو عبارت لکھی تھی وہ نقل کی ہے۔اس کے بعد انہوں نے مصنف جہانس کا ایک جملہ جو مصنف نے پروفیسر مسعود کی کتاب ”فاضل بریلوی اور ترک موالات“ سے نقل کیا تھا،لکھ کے آگے صفحہ نمبر 45 تک پروفیسر مسعود صاحب کی اسی کتاب سے اس جملے سمیت غیر ضروری عبارت نقل کی ہے۔اس کے بعد جناب اوکاڑوی صاحب نے مصنف جہانس پر اپنے دل کی بھڑاس ان الفاظ میں نکالی ہے:

”جو کتاب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی علمی فضیلت و مرتبت واضح کرنے کے لئے پروفیسر صاحب نے تالیف کی،اس کتاب ”فاضل بریلوی اور ترک موالات“ کے ص ۵ پر جو اصل عبارت ہے،وہ آپ نے ملاحظہ فرمائی اور اس سے پہلے جہانس برگ سے بریلی کے خائن مصنف کا تحریر کیا ہوا خود ساختہ جھوٹا بیان بھی آپ نے ملاحظہ کیا۔یعنی مذکورہ کتاب میں وہ بات ہرگز نہیں کی گئی،وہ خود سے گڑھ کر جوہانس برگ سے

بریلی کے مصنف نے شائع کردی ہے“

جواب

قارئین کرام! ہمیں لگتا ہے کہ اوکاڑوی صاحب جب بھی اپنے آلہ حضرت کے خلاف کوئی بات پڑھتے ہیں تو اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہیں اور شاید یہ بات بھول جاتے ہیں کہ میں کیا لکھ رہا ہوں؟ جناب اوکاڑوی صاحب! آپ نے کہا ہے کہ مصنف جہانس خائن اور جھوٹا ہے اور اس نے پروفیسر مسعود صاحب کی کتاب کے حوالے سے وہ بات لکھ دی ہے جو مسعود صاحب کی کتاب میں ہرگز نہیں تھی۔شاید اوکاڑوی صاحب کو یہ بھی نہیں پتہ کہ خائن اور جھوٹا کسے کہتے ہیں۔قارئین کرام: خائن کا مطلب ہے خیانت کرنے والا ،تو اس اعتبار سے اوکاڑوی صاحب مصنف جہانس کو کہہ رہے ہیں کہ اُس نے عبارت میں خیانت کی ہے یعنی عبارت میں لکھے گئے کچھ الفاظ نقل نہیں کئے اور دوسرے اعتبار سے وہ مصنف جہانس کو جھوٹا کہہ رہے ہیں یعنی ان کے زعم میں مصنف جہانس نے پروفیسر صاحب کی عبارت میں کچھ الفاظ اپنی طرف سے داخل کر دئے ہیں یا مصنف جہانس کی نقل کردہ عبارت ”المیز ان نمبر یا فاضل بریلوی اور ترک موالات“ میں موجود نہیں اور اس نے جھوٹ بولا۔جب کہ اوکاڑوی صاحب کے مصنف جہانس پر لگائے گئے یہ دونوں الزام غلط ہیں۔

مصنف جہانس نے ”المیز ان،احمد رضا نمبر“ کی جو عبارت نقل کی ہے وہ بعینہٖ اوکاڑوی صاحب کی المیز ان نمبر کی نقل کردہ عبارت کی سطر نمبر 7 سے لیکر سطر نمبر 10 تک موجود ہے۔اور مصنف جہانس نے پروفیسر مسعود کی کتاب ” فاضل بریلوی اور ترکِ موالات “ سے جو جملہ نقل کیا ہے۔وہ اوکاڑوی صاحب کی نقل کردہ عبارت کی سطر نمبر

5 پر موجود ہے۔ اب ہم اوکاڑوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ مصنف جہانس نے کونسی خیانت کی ہے اور جھوٹ بولا ہے؟ البتہ آپ نے مصنف جہانس پر یہ جھوٹا الزام لگا کر ضرور بہتان بازی کی ہے اور جھوٹ بولا ہے۔ ہو سکتا ہے اس کے جواب میں اوکاڑوی صاحب یہ کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کریں کہ:

''مصنف جہانس نے عبارت سیاق و سباق کو کاٹ کر پیش کی ہے۔ جب کہ مفصل عبارت پیش کرنی چاہیے تھی''

جواب

تو اس کے جواب میں پہلی بات تو ہم اوکاڑوی صاحب سے یہ کہنا چاہیں گے کہ "مصنف جہانس " کی نقل کردہ عبارت کو نہ مان کر آپ نے جو مفصل عبارات نقل کی ہیں۔ ان سے بھی وہی نتیجہ نکلتا ہے جو مصنف جہانس نے اخذ کیا ہے۔ اور جب نتیجہ وہی بنتا ہے تو غیر ضروری عبارت کو نقل کرنے کا کیا مطلب؟ ہمارا مدعا جتنی عبارت سے ثابت ہوتا ہے وہ تو موجود ہے۔ اور اس کے متعلق بریلوی اصول بھی یہی ہے۔ جیسا کہ آپ کے بادشاہ تبسم بخاری صاحب لکھتے ہیں:

"دیندار مصنفین کا وطیرہ یہ رہا ہے کہ جواب دیتے وقت مخالف کی وہی عبارت لیتے ہیں جو اُن کے مدّعا کو پوری کرتی ہو۔ پوری کتاب کی کتاب کبھی نقل نہیں کی گئی"

{**دیوبندیوں سے لاجواب سوالات صفحہ نمبر** 1121}

تو پتہ چلا کہ مصنف جہانس نے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے جتنی عبارت نقل کرنی چاہیے تھی اتنی ہی عبارت نقل کر کے کوئی جرم نہیں کیا۔ بلکہ تبسم صاحب کے بقول تو ان کا شمار بھی "دیندار مصنفین" میں ہوتا ہے۔

مصنف جہانس کی المیز ان کی نقل کردہ عبارت کا معنی کے لحاظ سے بھی ٹھیک ہونا

المیز ان کی عبارت جو مصنف جہانس نے پیش کی، اس کا خلاصہ یہی ہے کہ احمد رضا "مکفر المسلمین" "مسلمانوں کو کافر بنانے والا" ہے۔ اور یہ بات لفظاً بھی صحیح ہے اور معناً بھی۔ احمد رضا کے مکفر المسلمین ہونے کی تفصیل مختلف کتب میں موجود ہے۔ مثلاً:

" رضا خانیوں کی کفر سازیاں، تالیف حضرت مولانا نور محمد مظاہریؒ۔

فاضل بریلوی کے کردار و نظریات کا مختصر جائزہ، مصنف پروفیسر ابو عبید دہلوی، اس کتاب میں چوتھے باب کا نام ہے" احمد رضا خان صاحب کا شوق تکفیر اور علمی خیانتیں "اور پانچویں باب کا نام ہے" احمد رضا خان صاحب کا شوق تکفیر۔

پاگلوں کی کہانی (ملت بریلویہ کی اچھوتی تعبیر) اس کتاب میں بریلوی حضرات کے شوق تکفیر کی تفصیل موجود ہے۔

بریلویت کا ذہنی سفر، مصنف ڈاکٹر ابو عدنان سہیل۔

اس لئے موضوع کو تفصیلاً ملاحظہ فرمانے کے لئے ان کتب کی طرف مراجعت فرمائیں۔ اور مختصر بات یہ ہے کہ احمد رضا خان صاحب کے شوق تکفیر کا انجام یہ ہوا ہے کہ آنجناب اپنے ہی فتوؤں کی روشنی میں خود کافر بن چکے ہیں۔ اور تمام ملت بریلویہ اپنے فتوؤں کی روشنی میں کفر کے گھاٹ اتر چکی ہے۔ جو اصول وضوابط انہوں نے ہمارے اکابر کو کافر بنانے کے لئے بنائے تھے، وہی اصول ان کے اوپر بھی لاگو ہوتے ہیں۔ جس کی تفصیل دست وگریبان (جو کہ اب تک تین جلدوں میں شائع ہو چکی ہے) میں موجود ہے۔ اس میں ہم پر غصہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اپنے گریبان میں جھانکیں۔ بقول

شاعر

آپ اپنی ہی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم کچھ عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

مصنف جہانس کی "فاضل بریلوی اور ترک موالات " کے حوالہ سے نقل کردہ عبارت کا معنی کے لحاظ سے بھی ٹھیک ہونا

مصنف جہانس نے "فاضل بریلوی اور ترک موالات " سے جو عبارت نقل کی اس کا حاصل یہی ہے کہ "احمد رضا خان صاحب جاہلوں کے پیشوا تھے" یعنی ان کے ماننے والے، ان کے متبعین و پیروکار اکثریت کے لحاظ سے جاہل ہیں۔ اصولی طور پر تو اس بات کے لئے کسی کتاب یا حوالے کی بھی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ معاشرے میں رہنے والا ہر انسان اس بات سے اچھی طرح واقف ہے۔ بریلویوں میں اکثریت جاہلوں کی ہے۔ اور ہونا بھی چاہیے۔ جس مسلک کے علماء یعنی ان کے بقول علم رکھنے والوں کا یہ حال ہو کہ وہ اپنے ہی فتوؤں سے کافر ہوں تو وہاں کی عوام کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ آیئے! اس بات پر بھی حجت اور سند رکھنے کے لئے ایک حوالہ ملاحظہ فرمالیجئے!

جناب قمرالدین سیالوی صاحب کے استاد مولانا معین الدین اجمیری لکھتے ہیں:

"اعلیٰحضرت کے مشنری اطراف ہندوستان میں حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوئے ہیں۔ اعلیٰحضرت کے احکام کی جا بجا تبلیغ واشاعت ان کا کام ہے۔ یہ لوگ خود علم سے محض ناآشنا ہوتے ہیں جن کا مبلغ علم کل یہ ہوتا ہے کہ اعلیٰحضرت کے اردو رسالے اس طرح پڑھ دیں کہ فی سطر کم از کم دس جگہ غلطیاں ضرور کر جائیں لیکن علمائے ربانین کی تکفیر و توہین ان کا شعار اور ان کی تضلیل و تفسیق ان کا وثار ہے۔ جس سرزمین میں جہالت

عروج پر ہوتی ہے وہاں ان کے قدم خوب جمتے ہیں اور جس خطۂ پاک میں علمی چرچا ہوتا ہے اس طرف اولاً تو یہ حضرات رخ نہیں کرتے کیونکہ گو علوم سے واقف نہ سہی لیکن اپنی حقیقت سے خوب واقف ہوتے ہیں"

{**تجلیات انوار المعین۔ صفحہ نمبر** 6}

اس عبارت سے صراحتاً معلوم ہو گیا کہ احمد رضا خان کے متبعین جاہل ہیں اور جب ان جاہلوں کے پیشوا احمد رضا خان ہیں۔تو یہ عبارت "احمد رضا خان صاحب جاہلوں کے پیشوا ہیں" معنی کے لحاظ سے ٹھیک ہے اور دیگر بریلوی حضرات سے بھی اس بات کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

عبارت کو پیش کرنے میں خیانت اور عبارت میں قطع وبرید کا چسکا کسے ہے؟

قارئین کرام! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اوکاڑوی صاحب کو اُن ہی کے علماء کی کتابوں سے دکھا دیں کہ خائن کون ہے اور قطع و برید کا چسکا کسے ہے۔بریلوی کتاب "سُنی بہشتی زیور " کے مصنف خلیل احمد برکاتی صاحب کے ہم نام جناب مفتی خلیل احمد برکاتی صاحب اوکاڑوی صاحب کے آلہ حضرت کے متعلق لکھتے ہیں:

"ان (آلہ حضرت) کو قطع وبرید کا ایسا چسکا پڑ گیا ہے کہ کوئی عبارت کسی کی پوری نقل نہیں فرماتے۔علمائے بدایوں فاضل بریلوی کے لئے صاف صاف بتا رہے ہیں کہ ان کو قطع وبرید وتحریف عبارت غیر کا چسکا پڑ گیا ہے۔

{**انکشاف حق صفحہ نمبر** 189}

کیوں اوکاڑوی صاحب! آپ نے ہم پر تو خیانت کا غلط الزام لگا دیا۔لیکن اپنے آلہ حضرت کو بھی دیکھ لیں کہ وہ صرف خیانت کرتے ہی نہیں بلکہ انہیں اس کا "چسکا"

تھا۔ جس میں سے وافر حصہ آپ کے والد گرامی اور آپ کو بھی ملا ہے۔ ناراض ہونے کی ضرورت نہیں یہ بات آپ کے اپنے مسلک کے لوگوں نے کہی ہے۔

جناب اوکاڑوی صاحب کے والد، شفیع اوکاڑوی صاحب نے سیاہ خضاب کے جواز پر ایک کتاب لکھی تھی جس کا جواب بریلویوں کے حکیم الامت احمد یار نعیمی صاحب کے صاحبزادے اقتدار احمد نعیمی نے "حرمت خضاب سیاہ " کے نام سے دیا ہے۔ اور اس میں اوکاڑوی صاحب کے والد صاحب کی خیانتوں کا ذکر کیا ہے۔ اقتدار صاحب کی کتاب سے چند عبارات پیش خدمت ہیں۔

چنانچہ وہ اوکاڑوی صاحب کے والد صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

"ان گیارہ دلائل کے بعد ہم علامہ خطیب پاکستان اوکاڑوی نقشبندی صاحب مرحوم کی اس کتاب کا مکمل طور پر تردیدی جواب دیتے ہیں مگر اس سے پہلے یہ باتیں اچھی طرح ذہن نشین کر لی جائیں (پہلی بات) یہ کہ اس کتاب میں مندرجہ ذیل کمزوریاں ہیں (۱) ایک کمزوری یہ کہ اس کے بعض حوالے غلط ہیں ان کتابوں میں وہ عبارتیں سرے سے ہی نہیں ہیں جو اس کتابچی میں بڑے فخر سے لکھ دی گئی ہیں (۲) دوسری یہ کہ کچھ عبارتوں کا مطلب اور معنیٰ مصنف نے نہیں سمجھا اور اوٹ پٹانگ الفاظ لکھ کر دلیل بنانے کی کوشش بے فائدہ کی (۳) کچھ حوالے ایسے پیش کئے گئے ہیں کہ اس مصنف کی اصل مسلکی عبارت چھوڑ کر وہ عبارت درج کر دی جس کی خود صاحب کتاب تردید کر رہے ہیں۔ (۴) چوتھی کمزوری یہ کہ بعض حوالوں میں توڑ موڑ کر کے خیانت کی گئی ہے (۵) اپنا باطل نظریہ بچانے کے لئے جھوٹی من گھڑت روایتوں کا سہارا پکڑا گیا ہے (۶) چھٹی کمزوری یہ کہ بعض بڑوں کی طرف بلا ثبوت اور غلط بات منسوب کی گئی ہے کہ وہ بھی خضاب سیاہ لگاتے تھے اور جواز کے قائل تھے حالانکہ آج تک اس کا کوئی

ثبوت پیش نہ کر سکا (۷) ساتویں کمزوری یہ کہ بعض عبارتوں کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے (۸) آٹھویں یہ کہ صحیح احادیث کو صرف اپنی مطلب برآری کے لیے نہایت خستہ اور غلط انداز میں غیر صحیح کہا گیا ہے (۹) بعض جگہ حدیث پاک کو صحیح مانتے ہوئے اس میں غلطی نکالی گئی (العیاذ باللہ) غرض کہ مصنف کتاب ہذا نے اللہ رسول سے بے خوف ہو کر نہایت غصیلے اور جذباتی انداز میں اپنی پوری ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اس تصور سے یہ کتابچی لکھی ہے کہ گویا اس وقت پوری جہان میں اس کتاب کا تردیدی جواب کوئی نہیں دے سکتا"

{حرمت خضاب سیاہ صفحہ نمبر 23 تا 24، نعیمی کتب خانہ}

"مصنف صاحب نے کمال لاعلمی سے ان روایات مقدسات میں بھی تخریب کاری کر کے عوام کو لغزش دینے کی کوشش کی اب وہ اس کوشش میں ہیں کہ حِنا و کتم کی ملاوٹ والے خضاب سے بھی کالا رنگ ثابت کریں جس کے لئے انہوں نے اشعۃ اللمعات اور المنجد کے حوالوں سے سہارا تلاش کرنا چاہا مگر بات پھر بھی نہ بنی اور یہاں تک حد سے بڑھتے ہوئے اعلیٰ حضرت کی ایک عبارت کا غلط مطلب لیتے ہوئے جھوٹ تک بول گئے"

{حرمت خضاب سیاہ صفحہ نمبر 36 تا 37، نعیمی کتب خانہ}

"مسئلہ تو اس طرح حل نہ ہوا یہ ذمہ داری تو مصنف صاحب کی تھی کہ سیاق وسباق کی پوری عبارت نقل کر کے بات صاف کرتے اس طرح کی درمیان سے کانٹ چھانٹ کر کے عبارت لکھ دینی تو اور مشکوک کر دیتی ہے یہ بھی تو خیال جا سکتا ہے کہ مصنف نے جان بوجھ کر اپنے خلاف عبارت چھوڑ کر درمیانی عبارت لکھ کر اپنے مطلب کا غلط ترجمہ کر دیا ہو جس طرح کہ مصنف نے چند جگہ ایسا کیا ہے"

{حرمت خضاب سیاہ صفحہ نمبر 56، نعیمی کتب خانہ}

"تیسری لغزش یہ کہ مصنف نے اپنی پیش کردہ عبارت میں لفظی خیانت کے علاوہ ترجمہ بھی غلط کیا۔ معلوماً کا ترجمہ قطعی روایت کرتے ہیں اور اگلی پچھلی عبارت جو ان کے مخالف ہے اس کو چھوڑ جاتے ہیں"

{حرمت خضاب سیاہ صفحہ نمبر 60، نعیمی کتب خانہ}

"اس عبارت کو خطیب مجدد نے اس طرح سے توڑا پھوڑا ہے اور کترا کر کے لکھا ہے کہ میں حیران رہ گیا سوچتا ہوں کہ کیا اس کو بھی دیانتداری کہا جا سکتا ہے کیا قیامت میں ایسی تخریبات کی سزا نہ ملے گی عوام کو تو دھوکا دیا جا سکتا ہے مگر اپنے نامۂ اعمال کا کیا بنے گا"

{حرمت خضاب سیاہ صفحہ نمبر 60، نعیمی کتب خانہ}

اب اندازہ لگاؤ کہ جب شرح مسلم میں مصنف مرحوم نے ایسی غلطیاں یا غلط بیانیاں خوب زور وشور سے کر ڈالیں تو باقی کتب کو کب بخشا ہوگا؟ ان کے ساتھ بھی ایسی ہی توڑ پھوڑ کی ہوگی۔

{حرمت خضاب سیاہ صفحہ نمبر 62، نعیمی کتب خانہ}

قارئین کرام! اقتدار احمد نعیمی صاحب کی کتاب سے یہ چند عبارتیں اوکاڑوی صاحب کے والد گرامی کے متعلق پیش کی گئی ہیں۔ جن سے آپ نے اوکاڑوی صاحب کے والد کی دیانتداری کا اندازہ لگا لیا ہوگا۔

قارئین محترم! ہمیں تو حیرانی ہوتی ہے جس شخص کے اپنے والد کا یہ حال ہو کہ وہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول مبارکہ ومقدسہ میں کتر بیونت کرنے سے باز نہ آئے اور من گھڑت حوالہ جات بنائے۔ وہ ہم پر خیانت کا جھوٹا الزام لگاتا ہے۔ اوکاڑوی صاحب

اگر آپ کے اندر غیرت باقی ہے تو آپ کو اقتدار صاحب کی ان عبارات پڑھ لینے کے بعد ڈوب مرنا چاہیے۔ جناب! پہلے اپنے گھر کی گندگی کو صاف کریں اور ہماری طرف انگلی اٹھانا چھوڑ دیں ورنہ جو حشر آپ کا ہو رہا ہے آگے اس سے بھی برا حشر ہوگا۔

قارئین کرام! اس موضوع کہ ''بریلوی حضرات خائن ہیں، قطع و برید کرتے ہیں جھوٹے فتوے گھڑتے ہیں " پر ہمارے پاس اسی مذکورہ کتاب اور دیگر بریلوی حضرات کی کتب سے بھی حوالہ جات موجود ہیں۔ لیکن فی الحال آئینہ دکھانے کے لئے اتنے حوالہ جات کافی ہیں۔ باقی جو بندہ کتاب پڑھنے سے پہلے ہی" نہ ماننے" کی ضد لے کے بیٹھا ہو اُس کا ہمارے پاس کیا علاج ہو سکتا ہے؟ اس لئے ہم اس موضوع کو یہیں ختم کر کے آگے چلتے ہیں۔

صفحہ نمبر 46 پر جناب اوکاڑوی صاحب نے اہل سنت کے خلاف اپنے دل کا بغض نکال کر قارئین کو علمائے اہل سنت سے بدظن کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور آگے اپنی الزامانہ و مردود زمانہ کتاب" دیوبند سے بریلی " کا ذکر کیا ہے اور ایک اور بات بھی کہی ہے کہ ''میں نے پہلے اپنی کتاب" دیوبند سے بریلی " میں علمائے اہل سنت کی چالیس عبارات پیش کی تھیں (جنہیں وہ اپنے زعم میں گستاخانہ کہتے ہیں) اور اب اس کتاب میں ان چالیس عبارات کے بارے میں خود علمائے اہل سنت کے فتوے پیش کئے ہیں"

قارئین کرام! اوکاڑوی صاحب نے ''جو چالیس عبارات اور اپنے زعم میں ان کے مخالف فتوے پیش کئے ہیں" اُن سے غلط استدلال کا جواب تو آپ آئندہ آنے والی تحریر میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ جس سے آپ کو پتہ چل جائے گا کہ اہل سنت کا کوئی بھی فتویٰ ان کے اپنے خلاف نہیں۔ ہاں دو باتوں میں مخالفت ثابت کرنے یا تقابل کرانے کے لئے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے جو اوکاڑوی صاحب اور ان کے ہم مسلک افراد

سے مفقود بلکہ ناپید ہو چکی ہے۔اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟ یہ اُن کی علمائے اہل سنت سے دشمنی اور شرک و بدعت سے محبت کا نتیجہ ہے۔

فتاوی رشیدیہ کے حوالہ سے دشمنانِ صحابہؓ کی تکفیر نہ کرنے کے اعتراض کا جواب

صفحہ نمبر 47 پر اوکاڑوی صاحب نے حضرت گنگوہی کی ایک عبارت نقل کی ہے۔جس میں کتابت کی غلطی ہے اور نئے ایڈیشن میں اس غلطی کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

پہلے وہ عبارت ملاحظہ فرمائیں جس میں کتابت کی غلطی ہے (اوکاڑوی صاحب کی نقل کردہ عبارت):

''جو شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے،ایسے شخص کو امام مسجد بنانا حرام ہے اور وہ اپنے اس گناہ کبیرہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا۔''

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۲/۱۴۱ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ ،سنہری مسجد دھلی، ۱۳۵۲ھ)

اعتراض

اب اس عبارت پر اوکاڑوی صاحب کا اعتراض ملاحظہ فرمایئے!

چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

''غور فرمایئے کہ صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر آخری صحابی تک سب شامل ہیں اور فقہائے اہل سنت نے تصریح فرمائی ہے کہ کسی صحابی کی تکفیر کرنے والا شخص ،اہل سنت سے خارج ہے بلکہ حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی شان میں تبراء کرنے والا بلا شبہ کافر ہے،مگر گنگوہی صاحب کے

نزدیک کسی بھی صحابی کو کافر کہنے والا، کافر تو کیا، سنت جماعت سے بھی خارج نہیں ہوتا۔ فیاللعجب"

{سفید و سیاہ صفحہ 47 تا 48}

جواب

قارئین محترم! حضرت گنگوہیؒ کے نزدیک صحابہ کرام کی تکفیر کرنے والے یعنی "شیعہ حضرات" اہل سنت سے بھی خارج ہیں اور مسلمان بھی نہیں ہیں۔ جیسا کہ آپ آگے ملاحظہ فرمائیں گے۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ کی اس عبارت میں کتابت کی غلطی ہے اور اصل میں جملہ یہ ہے کہ "سنت جماعت سے خارج ہوگا" جس کی تصیح کردی گئی اور اس کا ذکر اوکاڑوی صاحب نے بھی کیا۔ لیکن انہوں نے اس تصحیح پر یہ اعتراض کیا کہ علمائے دیوبند نے گنگوہی صاحب کو اعتراض سے بچانے کے لئے نئی طباعت سے یہ فتویٰ نکال دیا۔ اوکاڑوی صاحب کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

''ادارہ اسلامیات، لاہور نے "تالیفات رشیدیہ" کے نام سے فتاویٰ رشیدیہ مبوب کو ۱۹۸۷ء میں شائع کیا ہے اور گنگوہی صاحب کا یہ فتویٰ شائع نہیں کیا۔ اُنہوں نے ایسا کیوں کیا؟ ظاہر ہے کہ اس فتویٰ سے گنگوہی صاحب پر شدید اعتراض وارد ہوتا ہے اور اس اعتراض کا جواب علمائے دیوبند کے پاس نہیں ہے، لیکن علمائے دیوبند یاد رکھیں کہ نئی طباعت میں اس فتویٰ کو نکال دینے سے گنگوہی پر اعتراض ختم نہیں ہوگا"

{سفید و سیاہ صفحہ 47 حاشیہ}

قارئین اس عبارت میں بھی اوکاڑوی صاحب نے صریح جھوٹ بولا ہے۔ ادارہ اسلامیات والوں نے حضرت گنگوہی کا یہ فتویٰ نکالا نہیں بلکہ اس میں موجود کتابت کی غلطی

کی تصحیح کی ہے۔اوکاڑوی صاحب کی اس عبارت کو پڑھ کے لگتا ہے کہ وہ بینائی کی دولت سے بھی محروم ہیں یا پھر انہوں نے یہ بات قارئین کو مزید الجھانے کے لئے کہی ہے اور عوام کو علمائے اہل سنت سے بدظن کرنے کے لئے ایک نیا شوشا چھوڑا ہے۔

قارئین کرام! عبارت میں کتابت کی غلطی کا ہوجانا کوئی اَنہونی بات نہیں۔ورنہ اسی فتاویٰ رشیدیہ میں آگے جا کر حضرت گنگوہیؒ نے شیعہ کے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔اگر اوکاڑوی صاحب کی بینائی کی دولت ٹھیک ہے تو وہ اسے بھی دیکھ لیں۔آیئے! حضرت گنگوہیؒ کا شیعہ کے بارے میں کفر کا فتویٰ ایک بریلوی عالم کی زبانی ملاحظہ فرمایئے:

مشہور بریلوی مناظر اشرف سیالوی صاحب کے صاحبزادے جناب نصیر الدین سیالوی صاحب، امام اہلسنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

’’سرفراز صاحب سے ایک سوال یہ ہے کہ شیعوں کے بارے میں تمھارا بھی فتویٰ ہے کہ وہ کافر ہیں اور بریلوی حضرات کا بھی یہی فتویٰ ہے بلکہ ایک دیوبندی تنظیم نے تو نعرہ لگا رکھا ہے کہ’’ کافر کافر شیعہ کافر‘‘ جگہ جگہ دیواروں پر طہارت خانوں پر لکھا ہوا ہے۔شیعہ کافر ہیں اور رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں سوال وجواب ملاحظہ ہو!

سوال: جو عورت شیعہ رافضی کے تحت میں ہو بعد ظہور رفض کے بخوشی خاص رہ چکی ہو پھر رفض یا دوسری شئی کو حیلہ قرار دے کر بلا طلاق علیحدہ ہوجائے اور سنی سے نکاح کرے تو یہ نکاح بلا طلاق شیعہ کے کیا حکم رکھتا ہے اور اولاد سنی کی اگر رافضی ہوجائے تو وہ سنی کے ترکہ سے محروم الارث ہوگی یا نہیں؟

جواب: جس کے نزدیک رافضی کافر ہے وہ فتویٰ اول سے ہی بطلان نکاح کا

دیتا ہے۔اس میں اختیار زوجہ کا کیا اعتبار رہے۔پس جب چاہے علیحدہ ہو کر عدت کے بعد نکاح دوسرے سے کرسکتی ہے۔ بندہ یہی مذہب رکھتا ہے رافضی اولاد کو ترکہ سنی سے نہیں ملے گا۔

(فتاویٰ رشیدیہ جلد نمبر 3صفحہ نمبر 25بحوالہ عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ صفحہ نمبر 39تا40)

قارئین محترم! حضرت گنگوہیؒ کے اس فتوے اور جناب نصیر الدین سیالوی صاحب کی اس عبارت سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ہم شیعہ کو کافر سمجھتے ہیں۔لہذا یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ حضرت گنگوہیؒ کی اول عبارت میں کتابت کی غلطی ہے ورنہ وہ بھی بلا شک شیعہ کو کافر سمجھتے ہیں اور شیعوں کے خلاف ایک کتاب"ہدیۃ الشیعہ" بھی لکھ چکے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اوکاڑوی صاحب اب بھی ضد کر کے بیٹھے ہوں کہ میں نہیں مانتا۔تو ہم ان کی خدمت میں ایک دو باتیں عرض کر دیتے ہیں۔

قارئین محترم! بریلویوں کے آلہ حضرت کے خلیفہ ابوالحسنات قادری نے اپنی مشہور کتاب"اوراق غم " میں حضرت آدم علیہ السلام کے لئے یہ جملے استعمال کیے:

''وہ آدم جو سلطان مملکت بہشت تھے وہ آدم جو متوج بتاج عزت تھے آج شکار تیر مذلت ہیں"

{اوراق غم صفحہ نمبر 2طبع اول ۱۳۴۸ھ مطبوعہ منظور عام سٹیم پریس بازار پیسہ اخبار سٹریٹ لاہور}

اس عبارت پر اہل سنت کی طرف سے احتجاج یقینی امر تھا کہ اس میں صراحتاً حضرت آدم علیہ السلام کی توہین کی گئی تھی۔اب بریلوی حضرات بجائے اس کے،جس طرح وہ ہم پر صبح وشام گستاخی اور کفر کے فتوے لگاتے ہیں ایک فتویٰ اس عبارت کے

لکھنے والے پر بھی لگاتے اور اس عبارت کو بھی کفریہ قرار دیتے۔لیکن اُنہوں نے اس کے جواب میں تاویل سے کام لیا اور کہا کہ اس عبارت میں کتابت کی غلطی ہوگئی ہے۔حالانکہ ان کے نزدیک تو صریح عبارت میں تاویل جائز نہیں۔لیکن جب اپنی باری آئی تو انہوں نے فوراً تاویل سے کام لیا اور سارا قصور کاتب کے ذمہ لگا دیا حالانکہ کتابت کی غلطی صرف اتنی ہی ہوسکتی ہے کہ کوئی حرف کتابت کے دوران چھوٹ گیا ہو یا غلط لکھا گیا ہو۔

لیکن آپ دیکھئے! اگلے ایڈیشنز میں اسی کتاب کو جب چھاپا گیا تو عبارت کیا بنائی گئی؟

"وہ آدم جو سلطان مملکت بہشت تھے وہ آدم جو متوج بتاج عزت تھے آج مصائب میں مبتلا ہیں"

{**اوراق غم صفحہ نمبر 11،ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور سن اشاعت جنوری** 2008}

قارئین! دیکھیں پہلی عبارت میں جملہ تھا:

"آج شکار تیر مذلت ہیں"

اور دوسری اشاعت میں جملہ اس طرح کر دیا گیا:

"آج مصائب میں مبتلا ہیں"

تو پورا جملہ صرف اپنے مولوی کو بچانے کے لئے کتابت کی غلطی کہہ کر بدل دیا گیا۔اور حضرت گنگوہیؒ کی عبارت میں صرف ایک حرف کتابت کی غلطی سے زائد لکھا گیا ہے اور خود حضرت گنگوہی کی اسی کتاب میں صاف شیعوں کے کفر کا فتویٰ موجود ہے لیکن یہ پھر بھی یہاں کتابت کی غلطی نہیں مانتے۔اور حضرت گنگوہیؒ کی اسی عبارت کو لے کر ان پر اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔تو پتہ چلا کہ بریلوی حضرات میں "عدل" نام کی کوئی چیز نہیں۔انہیں صاف یہ بات بتائی گئی ہے کہ سنی دیوبندیوں کی کسی عبارت میں کفر اور

گستاخی نہ بھی ہو تو بھی تم کو ہر حال میں اُس کو غلط ہی کہنا ہے اور اپنے کسی عالم کی کسی عبارت میں چاہے صاف گستاخی بھی ہو تو اس کو "کتابت کی غلطی کا بہانہ کہہ کر " یا کوئی اور تاویل کر کے کفر سے بچانا ہے۔ کیوں اوکاڑوی صاحب! یہ کیسی دورخی اور دوغلی پالیسی ہے؟

قارئین کرام! بریلوی حضرات کی دوغلی پالیسی کو واضح کرنے کے لئے اگرچہ یہی ایک مثال کافی ہے لیکن ہم پھر بھی اتمام حجت کے لئے ایک اور مثال پیش کرتے ہیں:

مولوی احمد رضا خان صاحب کے "وصایا شریف" میں اُن کے متعلق لکھا ہے:

"(احمد رضا خان کے) زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا ہے کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم ہو گیا"

{وصایا شریف صفحہ نمبر 24، حسنی پریس بریلی}

قارئین کرام! ظاہر ہے اس عبارت میں صحابہ کرام کی شان میں واضح گستاخی کی گئی ہے۔ وہ احمد رضا جس کے بارے میں خود بریلوی کہتے ہیں کہ "محنت شاقہ نے احمد رضا کے چہرے کی آب و تاب کو ختم کر دیا تھا " اس کی زیارت کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کو دیکھنے کے بعد صحابہؓ کی زیارت کا شوق کم ہو گیا، صریح گستاخی ہے۔ لیکن جب اہل سنت کی طرف سے اس عبارت پر اعتراض کیا گیا تو بریلوی حضرات نے اس گستاخی کا سارا بوجھ کاتب کے ذمہ لگا دیا۔

جناب حسن علی رضوی صاحب نے کہا کہ اصل عبارت یہ تھی:

"زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا ہے کہ ان کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زیارت کا شوق اور زیادہ ہو گیا۔"

{وصایا شریف پر اعتراضات کے جوابات صفحہ نمبر 146}

لیکن حیرانگی کی بات ہے کہ ایک اور بریلوی نے کہا نہیں اصل عبارت یہ تھی:

"میں نے خود بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلی حضرت کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام کی زیارت کا لطف آ گیا۔یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام کے زہد وتقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم ہیں"

{وصایا شریف پر اعتراضات و جوابات صفحہ نمبر 40از یسن اختر مصباحی}

قارئین! دیکھا آپ نے کہ بریلویوں نے اپنے ایک جھوٹ پر پردہ ڈالتے ڈالتے دو جھوٹ بول دئے۔اب ہم پوچھتے ہیں کہ ان دونوں عبارتوں میں سے کس عبارت میں کاتب کی غلطی ہے؟ اول انہوں نے اپنی صریح گستاخی والی عبارت کو کاتب کی غلطی قرار دیا۔دوم جس عبارت کو اصل قرار دیا وہ بھی ایک نہیں۔سچ کہتے ہیں جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔

بحر حال ہمارا مقصد قارئین کے سامنے اصل صورت حال کو لانا تھا کہ بریلوی حضرات کا اپنے بارے میں تو اصول یہ ہے کہ اپنی صحیح عبارت جس سے گستاخی ہوتی ہے اُسے کاتب کے ذمہ لگا کر جان چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں۔لیکن جان پھر بھی نہیں چھوٹتی۔یعنی" نہ نگلتے بنتی ہے اور نہ ہی اگلتے بنتی ہے" اور دوسری طرف ہمارے بارے میں ان کا اصول یہ ہے کہ ایک عبارت جس میں صاف طور پر نظر آرہا ہے کہ اس میں کتابت کی غلطی ہے اور اسی کتاب میں آگے جا کر مصنف نے شیعہ کے کفر کا فتویٰ بھی دیا ہے لیکن یہ پھر بھی ہماری بات کو نہیں مانتے اور" میں نہ مانوں " والی ضد پر اڑے رہتے ہیں۔

یہ ان کی عجیب دوغلی پالیسی ہے جو چیز ہمارے لئے کفر وہی چیز ان کیلئے عین اسلام ہوتی ہے میں یہاں صفحات کی تنگی کی وجہ سے صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

ضیغم رضا خانیت مولوی حسن علی رضوی لکھتا ہے کہ:

''جن الفاظ کا معنی صحیح اور ایک معنی غلط اور بے ادبی و گستاخی پر مبنی ہو ایسا ذو معنی الفاظ بھی سخت ممنوع ہے۔ للکفرین میں واضح اشارہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی شان ارفع میں ادنیٰ بے ادبی کفر قطعی ہے"

(محاسبہ دیوبندیت)

یہاں مولوی حسن علی رضوی نے" ذو معنی " الفاظ کے استعمال کو کفر کہا مگر جب اپنے بڑوں کی گستاخی کی بات آئی تو کیا لکھتا ہے ذرا ملاحظہ فرمائیں!

"مذکورہ بالا لفظ بھی ذو معنی ہیں قائل کو کفر سے بچایا جائے گا اور الفاظ کو غیر کفریہ معنی پر محمول کیا جائے گا"

(برق آسمانی: ص۱۴۷۔ البرھان پبلیکیشنز)

"دیکھا منافقت کو! دوسروں کیلئے ذو معنی لفظ کفر اور اپنوں کیلئے ذو معنی لفظ اسلام اور وہ معنی مراد لیا جائے گا جو کفر کا معنی نہ رکھتا ہو"

{قھر حق بر نام نھاد کلمہ حق صفحہ نمبر 38}

بہرحال آپ حضرت گنگوہیؒ کی عبارت پر اوکاڑوی صاحب کے اعتراض کا تحقیقی اور الزامی جواب ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

ایک اور اعتراض

آیئے! اسی عبارت پر نصیر الدین سیالوی صاحب کے ایک اور اعتراض کا جواب بھی ملاحظہ فرمایئے! وہ کہتے ہیں کہ اگر حضرت گنگوہیؒ کی عبارت میں کتابت کی غلطی مان

بھی لی جائے تو مطلب یہ بنے گا کہ صحابہ کرام کی تکفیر کرنے والا اہل سنت والجماعت سے خارج ہے ۔حالانکہ کتنے فرقے مثلاً معتزلہ وغیرہ جو اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں ۔لیکن پھر بھی وہ مسلمان ہیں ۔یعنی ان کے اعتراضات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت گنگوہیؒ کی عبارت میں کتابت کی غلطی مان لینے سے بھی ''صحابہ کرام کی تکفیر کرنے والا مسلمان ہی رہتا ہے''

جواب

جناب سیالوی صاحب کا یہ اعتراض ان کی جہالت کا خوب نظارہ پیش کر رہا ہے۔ہمارا ان سے سوال ہے کہ جو بھی کافر ہے کیا وہ ان کے نزدیک اہل سنت والجماعت سے خارج ہے یا نہیں؟ اُن کے اس اعتراض سے یوں لگتا ہے کہ ان کے نزدیک کافر بھی سُنی ہے ۔اتنی واضح سی بات ہے کہ حضرت گنگوہیؒ کا یہ فتویٰ مجمل ہے جس میں شیعوں کو اہل سنت والجماعت سے خارج بامعنی کافر کہا گیا ہے اور حضرت گنگوہیؒ ہی کے ایک دوسرے مفصل فتوے میں شیعوں کو واضح طور پر کافر کہا گیا ہے ۔تو کیا یہ بات اوکاڑوی صاحب کی عقل میں نہیں آتی کہ تکفیر صحابہ کرنے والا حضرت گنگوہیؒ کے نزدیک بلا شک وشبہ کافر ہے؟ ہمیں تو حیرانگی ہے کہ اعتراض کرتے وقت اُن کی عقل کہاں ہوتی ہے؟

شاید کسی کے ذہن میں ایک اور سوال آئے کہ حضرت گنگوہیؒ کی اس عبارت میں ''تکفیر صحابہؓ '' کو گناہ کبیرہ کہا گیا ہے ۔حالانکہ صحابہ کرام کی تکفیر تو کفر ہے ۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ کچھ گناہ کبیرہ وہ ہیں جو انسان کو کافر بنا دیتے ہیں ۔جیسا کہ حدیث پاک میں شرک کو بھی گناہ کبیرہ کہا گیا ہے اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ شرک کفر ہے جیسا کہ

اسی کتاب کے صفحہ نمبر 109 پر اوکاڑوی صاحب نے بھی اس بات کو مانا ہے۔ اسی طرح اس عبارت میں بھی گناہ کبیرہ کفر کے معنیٰ میں ہے۔ اس کے بعد ہم آخر میں اوکاڑوی صاحب اور سیالوی صاحب کو یہ بتاتے ہیں کہ صحابہ کرام کی تکفیر کرنے والے کو مسلمان کون مانتا ہے۔

مشہور بریلوی پیر جناب نصیر الدین نصیر صاحب جن کی کتب کی تائید عرفان شاہ مشہدی اور مفتی منیب الرحمن جیسے بریلویوں نے کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"حضرت گولڑویؒ نے اپنی تصنیفِ لطیف "اعلاء کلمۃ اللہ" میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا "ایں نقل غلط زیرا کہ شیعہ را بالا جماع کسے کافر نمی گوید بلکہ درایشاں اختلاف است " ترجمہ: یہ غلط ہے کیونکہ شیعہ کو با جماع کسی نے کافر نہیں کہا، بلکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے (اعلاء کلمۃ اللہ، صفحہ 65، مطبوعہ گولڑہ شریف) گویا مطلق شیعہ کے کفر کا فتویٰ دینا مناسب نہیں"

{**حاشیہ لطمۃ الغیب صفحہ** 306}

قارئین کرام! آپ یہ بات اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ شیعہ صحابہ کرام کی تکفیر کرتے ہیں۔ اور پیر مہر علی شاہ صاحب اور جناب نصیر الدین نصیر صاحب ان کے کافر نہ ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ ہمارا سوال ہے اوکاڑوی صاحب سے کہ اُنہوں نے جو زبان حضرت گنگوہیؒ کے متعلق استعمال کی ہے کیا وہی زبان، پیر مہر علی شاہ صاحب، جناب نصیر الدین نصیر اور ان کی کتب کی تائید کرنے والوں کے خلاف بھی استعمال فرمانا پسند کریں گے؟ اگر نہیں تو کیوں؟ کیا اسی بات کا نام دیانتداری ہے؟ کہ ایک بات اگر مخالف میں نہ بھی ہو تو اپنی طرف سے بنا کر اس کی طرف منسوب کر دو اور ان پر خوب طعن و تشنیع کرو۔ لیکن اگر وہی بات اپنے لوگ صراحتاً بھی کہہ دیں تو ان کو کچھ نہیں کہنا۔

بہر حال ہم اس بحث کو یہیں چھوڑ کر آگے چلتے ہیں۔ورنہ اس موضوع پر ابھی بہت کچھ کہنے کو ہمارے پاس ہے۔

تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات اور تبلیغی جماعت کی عظمت وتوقیر خود بریلوی علماء کی زبانی

اس سے آگے صفحہ نمبر 49 پر جناب اوکاڑوی صاحب نے"تبلیغی جماعت" پر تھوڑی سی تمہید باندھ کر آگے صفحہ نمبر 51 تک تبلیغی جماعت کے خلاف اپنے اندر کا زہر اُگلا ہے۔مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم پہلے تبلیغی جماعت کی تائید بریلوی حضرات ہی کے گھر سے دکھا دیں۔تو ملاحظہ فرمائیے! پروفیسر مسعود احمد صاحب جن کی تقریظ اوکاڑوی صاحب کی اسی کتاب کے شروع میں موجود ہے اور جن کی خدمات پر اوکاڑوی صاحب نے ایک رسالہ" مخدوم اہل سنت " کے نام سے لکھا ہے وہ اپنی ایک کتاب میں بانی تبلیغی جماعت اور تبلیغی جماعت کے متعلق لکھتے ہیں:

"مولانا محمد الیاس مرحوم :مولانا کی ذات محتاج تعارف نہیں آپ ہندوستان کی مشہور تبلیغی جماعت کے بانی مبانی ہیں،اس جماعت کا مرکز بستی نظام الدین (نئی دہلی) میں تھا،اور اب بھی وہیں ہے،مولانا الیاس صاحب وہیں اقامت گزیں تھے،مولانا مسجد فتح پوری میں گاہے گاہے تشریف لاتے ،اور حضرت سے بھی ملاقات فرماتے،مولانا حضرت قبلہ کا بڑا احترام فرماتے تھے،کراچی کے ایک عالم نے فرمایا کہ مولانا اپنی نجی محفلوں میں فرمایا کرتے تھے:

''محبت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) سیکھنی ہوتو بریلویوں سے سیکھے،نماز پڑھنی ہوتو اہل حدیث امام کے پیچھے پڑھے اور فیض روحانی حاصل کرنا ہوتو حضرت امام صاحب مسجد فتح

پوری کی صحبت میں بیٹھے "حضرت قبلہ صاحب بھی جب کبھی بستی نظام الدین تشریف لے جاتے تو گاہے گاہے مولانا کے ہاں بھی تشریف لے جاتے ،خصوصا علالت کے زمانے میں عیادت کے لئے ضرور تشریف لے جاتے۔حضرت مولانا الیاسؒ کے انتقال کے بعد ان کے صاحب زادے مولانا محمد یوسف مرحوم ان کے جانشین ہوئے وہ بھی حضرت کا پورا پورا احترام کرتے تھے، چند سال ہوئے کہ وہ بھی انتقال فرما چکے ہیں"

{**تذکرہ مظہر مسعود صفحہ نمبر 463،ناشر مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی،سن طباعت** ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۹ء}

یہاں ایک بات کی وضاحت عرض کرنا ضروری ہے کہ اس عبارت میں ایک ملفوظ جس کی نسبت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی طرف کی گئی ہے وہ بالکل خلاف حقیقت ہے اور جھوٹ پر مبنی ہے۔مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات چھپ چکے ہیں جو کہ فاتح بریلویت مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کئے ہیں۔اُن میں کہیں بھی یہ بات نہیں ملتی ۔یہ بات بریلویوں ہی کے لئے حجت ہوسکتی ہے ہمارے لئے نہیں۔ ہمارا مقصد اس عبارت سے تبلیغی جماعت اور بانی تبلیغی جماعت کی عظمت بریلوی حضرات کے گھر سے ثابت کرنا تھا جو کہ نصف النہار کی طرح واضح ہو چکی ہے۔

شاہ ابو الحسن زید فاروقی صاحب (جن کی کتاب "مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان "بریلوی حضرات کے ہاں بہت اہمیت کی حامل ہے) لکھتے ہیں:

"تیسری تحریک مولانا محمد الیاس کی ہے۔ان کی تحریک انگریزوں کی غلامی کے دور میں ہوئی۔حدیث صحیح ہے۔تم میں سے کوئی کسی منکر کو دیکھے تو پوری قوت سے اس کو مٹائے اگر قوت استعمال نہیں کرسکتا تو اپنی زبان سے کام لے۔اگر زبان بھی نہیں ہلا سکتا تو دل سے متنفر ہو۔مولانا محمد الیاسؒ نے دیکھ لیا کہ نہ ہاتھ ہلانے کا موقع ہے نہ زبان کا۔

لہذا کام اسی صورت میں کیا جا سکتا ہے کہ کسی کا جواب نہ دیا جائے نہ اس سے الجھا جائے صرف اپنے برادران اسلام (کو) قادیانیوں، پادریوں، سودھیوں اور بے دینوں سے بچایا جائے۔ برادران ملت میں سے جو بھٹک گئے تھے ان کو راہ خدا پر لانے کی کوشش کی اور بالکل خاموشی سے اپنا کام کرتے رہے بحر حال حضرت مجدد کی تحریکِ اصلاح ہو یا مولانا سید احمد شہید کی یا مولانا محمد الیاس کی۔ یہ تینوں تحریکیں اسلامی اور مذہبی تحریکیں ہیں۔تینوں مخلص تھے تینوں کا مطمحِ نظر اسلام کی خدمت تھا۔تینوں نے احوال کو دیکھ کر جدوجہد کی۔ان کو ان کی جدوجہد کا اجر رب العزت دے گا۔رحمہم اللہ ورضی عنہم اجمعین"

{**حضرت مجدد اور ان کے ناقدین ،صفحہ نمبر 255،شاہ ابو الخیر اکیڈمی دھلی نمبر 6**}

جناب قمر الدین سیالوی صاحب کے اخص الخاص جناب نظام الدین مرولوی صاحب لکھتے ہیں:

"موجودہ معاشرتی تشویش و اضطراب اسی نوعیت کے ہیں جیسے خلیفہ معتصم کی کمزور خلافت اور متزلزل اقتدار کی حریف طوائف الملوکی میں اپنی منتشر خیالی اور ناعاقبت اندیشی سے تاتاری یلغار کے لئے تاریخی اسباب مہیا کئے تھے۔اس وقت تصوف کا دور دورہ تھا۔آجکل تصوف ہی نے روپ بدل کر تبلیغی جماعت کی ہیئت میں معاد (آخرت) کی طرف ذہنی قیادت سنبھالنے کی کوشش کی"

{**ھو المعظم صفحہ نمبر 69**}

جناب نصیر الدین نصیر صاحب تبلیغی جماعت اور دعوت اسلامی کے متعلق لکھتے ہیں:

"تبلیغی جماعت: دیو بند مسلک کی ترجمان یہ جماعت بھی اندرون و بیرونِ مُلک

کافی پذیرائی حاصل کر چکی ہے، اِس کے متعلق بھی لوگوں کی مختلف رائے ہے۔ میں تبلیغِ دین کو اچھا سمجھتا ہوں اَن پڑھ طبقے کو کلمہ، وضو، نماز، روزہ اور حلال وحرام کے مسائل سے روشناس کرانا یقیناً نیکی کا کام ہے اور جو بھی یہ کام کرے گا، اجر کا مستحق ہوگا، ہمارے پاس خانقاہوں میں لوگ عقیدت کی وجہ سے آتے تو ہیں، لیکن یہ بات بھی ہے کہ تعلیم دینے کے لئے آج کل خانقاہوں میں باقاعدہ تربیت کا فقدان ہے تو جو جماعت اس ضرورت کو پورا کرے، ہم اُس کی تحسین کریں گے، لیکن اگر اِس تبلیغ کی آڑ میں مخصوص زاویہ فکر کا پابند کیا جائے، رسول پاک ؐ اور بزرگان دین کا گستاخ اور جسور بنایا جائے تو یہ تبلیغ سراسر خُسران وخُذلان ہے، کیونکہ اللہ کے ملنے کے لئے ہر شخص رسول اللہ ؐ کے واسطے کا محتاج ہے آپ ؐ کی نسبت واتّباع کے بغیر یہ پُرخطر راستہ طے نہیں ہوتا۔ آج کل اِسی دعوت وتبلیغ کا بیڑا دعوتِ اسلامی نے بھی اُٹھایا ہُوا ہے اگر سیدھے چلتے رہیں ناروا سختی، گروہ بازی اور سارے مُسلمانوں کو اپنا ہی پیر بھائی (عطّاری) بنانے کا پروگرام نہ ہو اور امیرِ دعوتِ اسلامی کے تقرب کے لئے اُن کی بیعت لازمی قرار نہ دی جائے اور اپنے اپنے پیرخانوں کو چھوڑ کر صرف اُن کے امیر صاحب کو پیرِ مغاں تسلیم کرنا ضروری قرار نہ دیا جائے، جیسا کہ متعدّد لوگوں سے یہ شکایات سننے میں آئی ہے تو پھر یہ بھی اچّھے لوگ ہیں، بلکہ یہ تعصّب وتشدّد آمیز پالیسی اب تو اِس خطرناک حد تک پہنچ چکی ہے کہ جو مُسلمان امیرِ دعوتِ اسلامی کی بیعت نہ کرے مگر پورے خلوص سے دعوتِ اسلامی کی خدمت سرانجام دینا چاہے، اُسے وہ حیثیّت نہیں دی جاتی جو صرف مُرید حضرات کو دی جاتی ہے، حالانکہ کلمہ گو ویسے بھی پیر بھائی ہیں، اِسی لئے کہ سب سے بڑا پیر ومرشد کملی والا ہے"

{**لطمۃ الغیب صفحہ نمبر** 299}

اس عبارت میں جناب نصیر الدین صاحب نے صاف الفاظ میں "تبلیغی جماعت

" کی تعریف وتوثیق وتائید کی ہے اور انہوں نے جن خطرات کا ذکر کیا ہے کہ اگر تبلیغی جماعت والے یہ کام نہ کریں تو وہ ٹھیک ہیں۔ الحمدللہ اُن میں سے ایک فعل بھی تبلیغی جماعت میں نہیں پایا جاتا اور جناب نصیر الدین صاحب نے بھی یہ خطرات کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں بلکہ دیوبندیت کے خلاف پھیلائے جانے والے پروپیگنڈے سے متاثر ہو نے کی وجہ سے لکھے ہیں۔ اور دوسری طرف دعوت اسلامی کی طرف انہوں نے جن باتوں کا اشارہ فرمایا اس کے ساتھ انہوں نے یہ بات بھی خود ہی کہہ دی کہ دعوت اسلامی کے متعلق یہ شکایات متعدّد بار سُننے میں آئی ہیں۔ ظاہر ہے یہ شکایات انہیں بریلوی حضرات کی طرف سے ہی سننے کو ملی ہوں گی۔ جبکہ تبلیغی جماعت کے متعلق آنجناب نے کوئی ایسی بات نہیں کہی۔ لہذا اس عبارت سے بھی تبلیغی جماعت کی تائید وتصدیق ثابت ہوئی۔ آیئے! بریلوی حضرات کے گھر سے تبلیغی جماعت کی تائید ہو جانے کے بعد اب ملاحظہ فرمایئے صفحہ نمبر 50 پر جناب اوکاڑوی صاحب نے تبلیغی جماعت کے خلاف اپنے خُبث باطن کا اظہار کن الفاظ میں کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

" مگر آج دیوبندیوں وہابیوں کی تبلیغی جماعت جو کچھ کر رہی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کلمہ ونماز کی تلقین کو اپنا مقصد ظاہر کرنے والے، دین کی تبلیغ کے نام پر محض دشمنی اور بے جا ضد کی وجہ سے ہر سچے مسلمان کو مشرک اور بدعتی کہتے نہیں تھکتے۔ یہ تبلیغی جماعت والے، سینما ہال کے دروازے پر، ساحل سمندر پر، کیسینو (جوا خانہ) کے دروازے پر، شراب کی دکانوں پر اور برائیوں کے راستے میں کھڑے ہو کر، بھکنے بھٹکنے والوں کو راہ راست نہیں دکھاتے، یہ منشیات کا کاروبار کرنے والوں کے لئے دیوار نہیں بنتے۔ انہیں دیکھئے! یہ سنّی مساجد میں لوگوں کو صلوۃ وسلام سے روکتے نظر آئیں گے، فاتحہ ومیلاد کے خلاف برسر پیکار نظر آئیں گے۔ یہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی سے مسلمانوں کو

نکال کر مسجد ضرار، (جس کا نام انہوں نے مسجد نور رکھا ہوا ہے) کی طرف لے جاتے نظر آئیں گے“

جواب

اوکاڑوی صاحب کی یہ عبارت پڑھ کر ہر مسلمان ”لعنۃ اللہ علی الکذبین“ پڑھتا ہوگا۔ اُنہوں نے جتنے بھی الزامات اس عبارت میں تبلیغی جماعت پر لگائے ہیں۔ اُن میں سے ایک الزام بھی تبلیغی جماعت میں نہیں پایا جاتا۔ اوکاڑوی صاحب نے یہ تمام الزامات بغیر ثبوت کے لگائے ہیں اور انہوں نے یونہی ہوائی فائر کئے ہیں۔ قارئین! سچی بات ہے کسی مسلمان کی طرف اتنے جھوٹے الزمات لگاتے وقت انسان کا کلیجہ کانپتا ہے۔ لیکن اوکاڑوی صاحب سنیت سے بغض میں ایسے مست ہیں کہ انہیں پتہ ہی نہیں لگ رہا کہ میں کیا لکھ رہا ہوں؟ اتنے جھوٹے الزامات تو انسان نشے کی حالت میں بھی نہیں لگاتا لیکن اوکاڑوی صاحب کو جو بغض رسول و متبعین رسول لاحق ہے شاید وہ اس دنیاوی نشے سے بھی زیادہ سخت ہے۔

قارئین محترم! آیئے! اوکاڑوی صاحب کی اس عبارت میں تبلیغی جماعت پر لگائے گئے بے سروپا الزامات کا جائزہ لیتے ہیں۔

الزام نمبر ۱: تبلیغی جماعت والے کلمہ و نماز کی تلقین کو اپنا مقصد ظاہر کرتے ہیں یعنی اندر سے اس کے لئے مخلص نہیں ہیں۔

جواب: علماء تو علماء، عوام الناس تک کو یہ بات معلوم ہے کہ تبلیغی جماعت والے اپنے گھروں سے دُور رہ کر اپنی جیب کی خرچ سے دور و قریب اپنے مسلمان

بھائیوں کے پاس پہنچ کر کلمہ، نماز یعنی ارکان اسلام اور دین کا ضروری علم یعنی حلال وحرام کے مسائل، پاکی و ناپاکی کے مسائل وغیرہ مسلمانوں میں پھیلانے اور انہیں دین کی طرف راغب کرنے کے لئے دن رات کوشاں رہتے ہیں۔ جیسا کہ پیچھے جناب نصیر الدین نصیر صاحب کی عبارت گزری انہوں نے اس میں تبلیغی جماعت کی اس کاوش کو سراہا ہے۔

الزام نمبر ۲: دین کی تبلیغ کے نام پر محض دشمنی اور بے جا ضد کی وجہ سے ہر سچے مسلمان کو مشرک اور بدعتی کہتے نہیں تھکتے۔

جواب: کاش کہ اوکاڑوی صاحب نے ہوائی فائر چھوڑنے کے بجائے کوئی حوالہ دیا ہوتا۔ یا کوئی اور ثبوت پیش کیا ہوتا۔ قارئین کرام! جہاں تک تبلیغی جماعت کی دین کو پھیلانے کی بات ہے وہ تو پیچھے جناب نصیر الدین نصیر صاحب کی زبانی گزر چکی ہے۔ لیکن اوکاڑوی صاحب نے تبلیغی جماعت پر جو یہ الزام لگایا ہے کہ وہ سچے مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی کہتے ہیں، تو یہ بالکل غلط اور اُن کا اپنا تراشا ہوا ہے۔ تبلیغی جماعت کو جو تعلیمات دی جاتی ہیں وہ تحریری صورت میں بھی مل جاتی ہیں۔ ان کو ہر شخص دیکھ سکتا ہے اُن میں کہیں بھی نہیں لکھا کہ تم سچے مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی کہو۔ اوکاڑوی صاحب کی سوچ بھی عجیب ہے کہ'' وہ تبلیغی جماعت کو اس بات کا الزام دے رہے ہیں کہ وہ اُنہیں مشرک اور بدعتی کہتے ہیں '' حالانکہ تبلیغی جماعت والے بیچارے ایسا کام ہرگز نہیں کرتے جبکہ اوکاڑوی صاحب کے اپنے ہم مسلک جن سے وہ اس کتاب پر تقریظ لکھوا رہے ہیں وہ انہیں مشرک کہتے ہیں۔ اوکاڑوی صاحب پڑھئے اور سر دُھنئے!

بریلویوں کا اپنے آپ کو خود مشرک کہنے کی ایک مثال

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر وقت، ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ جس کے اقرار پر بریلوی حضرات کی طرف سے بہت سی کتب لکھی جا چکی ہیں۔مثلاً ''حاضر و ناظر و رسول'' جس پر بریلوی شیخ الحدیث عبد الحکیم شرف قادری اور دیگر مستند ۱۸ بریلوی علماء کی تائید وتصدیقات موجود ہیں اور اس عقیدے کا اقرار خود اوکاڑوی صاحب نے اپنی اسی کتاب ''سفید وسیاہ'' کے صفحہ نمبر 179 پر کیا ہے ''اس عقیدے کے بارے میں جناب پروفیسر مسعود صاحب'' جن کی تقریظ اوکاڑوی صاحب کی اسی کتاب کی شروع میں ثبت ہے اور جن کو اسی کتاب میں اوکاڑوی صاحب نے ''ماہر رضویات'' بھی کہا ہے '' کی مرتب کردہ کتاب ''فتاویٰ مسعودی'' میں لکھا ہے:

''واضح ہو کہ یا رسول اللہ کہنا وقت سونے اور نشست اور ہر کار وغیرہ کے وقت ممنوع ہے اور بہ نیّت حاضر و ناظر کہنا موجب شرک کا ہے۔ یہ ہر دو صفت بالذات واسطے خدا کے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ یہ صفت حضوری کی بندے میں نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں دوسرے کو شریک کرنا شرک ہے''

{فتاویٰ مسعودی صفحہ نمبر 529، مرتب پروفیسر مسعود، نظر ثانی عبد الحکیم شرف قادری و منشا تابش قصوری}

قارئین! ملاحظہ فرمایئے! اوکاڑوی صاحب اسی کتاب میں ایک عقیدہ کا اقرار کیا اور خود اسی کتاب پر تقریظ لکھنے والے بندے (پروفیسر مسعود) کی مرتب کردہ کتاب میں اس عقیدہ کو شرک اور اس کے قائل کو مشرک کہا گیا۔یعنی اوکاڑوی صاحب کا مشرک ہونا خود انہی کے معتمد علیہ سے ثابت ہو گیا۔

جبکہ اوکاڑوی صاحب کا مشرک ہونا ثابت ہو چکا تو لگے ہاتھوں اوکاڑوی صاحب کا ایک اور فتویٰ بھی سنتے جایئے! وہ اپنی اسی کتاب کے صفحہ نمبر 109 کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''قارئین کرام کی اطلاع کے لئے یہ وضاحت ضروری ہے کہ ہر مشرک بلا شبہ کافر ہے۔ ہر کافر، مشرک نہیں ہوتا مگر ہر مشرک ضرور کافر ہے۔''

بریلویوں کی اپنے فتوے سے قابل تجدید نکاح ٹھہرنے کی ایک مثال

اس کے علاوہ ایک چھوٹی سی مثال اور سنتے جایئے! ''یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للّٰہ '' کا وظیفہ جس کا اقرار خود اوکاڑوی صاحب نے اپنی اسی کتاب سفید وسیاہ کے صفحہ نمبر 175 کے حاشیہ میں ان الفاظ میں کیا ہے ''اہل سنت و جماعت اگر یہی الفاظ سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے لئے کہیں''

اس وظیفہ پر بریلوی مفتی کی طرف سے فتویٰ

اوکاڑوی صاحب، اس وظیفے کا اقرار تو کر چکے ہیں۔ اب آیئے! انہی کے ممدوح پروفیسر مسعود صاحب کی مرتب کردہ ''تذکرہ مظہر مسعود'' میں اس وظیفہ کے متعلق کیا کہا گیا ہے:

''یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للّٰہ کہنا ممنوع ہے اور قائل کو توبہ کرنی چاہیے اور تجدید نکاح چاہیے''

{تذکرہ مظہر مسعود، صفحہ نمبر 131، مدینہ پبلشنگ کمپنی بند روڈ کراچی، سنہ طباعت ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹ء}

قارئین کرام! آپ نے دیکھا! یہ ہے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے سچے عاشقین و متبعین سے بغض کا نتیجہ کہ پہلے انہوں نے خود ہی ایک عقیدے کو مانا اور پھر اپنے ہی ایک معتمد علیہ کی مرتب کردہ کتاب کے ذریعے مشرک بنے اور اب اپنے ہی فتوے سے کفر کے گھاٹ اتر گئے۔ اور دوسری مثال کے روشنی میں صاف طور پہ دیکھا جا سکتا ہے کہ اوکاڑوی صاحب کو "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیأً للہ" وظیفہ کے اقرار کے بعد کو اپنا نکاح بھی دوبارہ کرانا چاہئے۔ اب اس موقعے پر ایک سوال پوچھنا تو ہمارا حق بنتا ہے کہ اس وظیفے کے اقرار کے بعد اگر انہوں نے اب تک تجدید نکاح نہیں کیا تو اس نکاح کے ذریعے جو اولاد ہوئی اس کا کیا حکم ہے؟

پوری ملتِ بریلویہ کی اپنے ہی ہاتھوں گستاخ رسول و کافر بننے کی ایک مثال

محترم قارئین! اسے کہتے ہیں خدائی پھٹکار کہ اوکاڑوی صاحب نے جو الزام تبلیغی جماعت پر لگانے کی کوشش کی تھی اُس میں خود ہی پھنس گئے۔ انہوں نے کہا تھا تبلیغی جماعت والے سچے مسلمانوں کو مشرک اور بدعتی کہتے ہیں جو کہ وہ ثابت نہ کر سکے جبکہ دوسری طرف وہ خود اپنے ہی فتووں سے ہی مشرک اور کافر بن گئے۔ بحر حال اتنی بات ثابت ہوگئی کہ ہم کسی مسلمان کو بدعتی، مشرک یا کافر نہیں کہتے۔ اور بریلوی حضرات کو ہم کچھ نہ بھی کہیں وہ خود اپنے ہی فتوؤں سے مشرک، کافر اور قابل تجدیدِ نکاح ٹھہرتے ہیں۔ تو انہیں چاہیے کہ ہم پر الزام تراشی اور جھوٹ بولنے کی بجائے اپنے گریبان میں جھانکیں اور اپنے گھر کا گند صاف کریں۔ بریلوی حضرات کے اپنے ہی فتوؤں سے بدعتی، مشرک اور کافر بننے کی مزید مثالیں دیکھنی ہوں تو راقم الحروف کی کتاب "دست و

گریباں" ملاحظہ فرمائیں! جو کہ اب تک تین جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ بلکہ راقم تو بریلویوں کو کھل کر چیلنج کرتا ہے کہ فی زمانہ جتنے بھی بریلوی مُلا ہیں۔ یہ سب اپنے ہی کسی نہ کسی عالم کے فتوائے کفر کی زد میں ہیں یعنی سارے کے سارے بریلوی اپنے ہی کسی نہ کسی عالم کے فتوائے کفر کی بناء پر کافر اور گستاخ ہیں۔

اس کی صرف دو مثالیں یہ فقیر عرض کر دیتا ہے۔

پہلی مثال

جناب اشرف سیالوی صاحب مشہور بریلوی مناظر ہیں، تقریباً تمام بریلوی علماء اور عوام الناس جن کی تائید کرتے ہیں؛ بلکہ جن کے متعلق بریلوی مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

"میں اہل سنت والجماعت کو یہ خوشخبری سنانا بھی اپنی سعادت سمجھتا ہوں کہ مصنفات علامہ سعیدی، شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو ہمارے عہد کے دو ممتاز اکابر اہل سنت علامہ عبد الحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی مد اللہ ظلہما العالی نے مسلک اہلسنت والجماعت کے لئے متفق علیہا قرار دیا ہے، یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کے لئے حجت واستناد کی حیثیت رکھتے ہیں"

{تفہیم المسائل۔جلد 3۔صفحہ نمبر 17۔ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور}

بریلوی مسلک کے لئے حجت اور سند سمجھی جانے والی اس شخصیت کے "گستاخ رسول" ہونے پر مختلف بریلوی علماء کی جانب سے مختلف کتب لکھی جا چکی ہیں۔ مثلاً:

(۱) لطمۃ الغیب، نصیر الدین نصیر

(۲) نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر آن ہر لحظہ

(۳) خلاصۃ الکلام

(۴) مولانا اشرف سیالوی کو دعوت رجوع

(۵) اہم شرعی فیصلہ

(۶) پیدائشی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۷) نبوت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عقیدہ جمہور اکابر امت

(۸) تجلیات علمی فی رد تحقیقات سلوی

بریلوی مسلک میں حجت اور سند کی حیثیت رکھنے والی اس شخصیت کے گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی تفصیل تو ان کتب میں دیکھی جائے۔نمونے کے طور پے ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیے!

اشرف سیالوی صاحب کے بارے میں ایک بریلوی کتاب میں لکھا ہے:

"مولوی اشرف سیالوی نے جو تقریظ لکھی ہے وہ بھی علم سے عاری ہے۔اس کی گستاخی کا پوسٹ مارٹم اگلے صفحات میں ملے گا۔کیونکہ یہ گستاخ غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہی نہیں، گستاخ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہے"

{پیر کرم شاہ کی کرم فرمائیاں اور علامہ احمد سعید کاظمی کی سعادتیں صفحہ نمبر 337، ناشر ادارہ اہل سنت وجماعت لاہور تحریر و ترتیب ،ذولفقار علیرضوی، کرنل(ر)مدنی، ڈاکٹر محمود احمد ساقی}

دیکھیے !اس عبارت میں واضح طور پر اشرف سیالوی صاحب کو گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا گیا ہے اور گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا شک وشبہ کافر ہے۔تو اس عبارت سے اشرف سیالوی صاحب کا کافر ہونا ثابت ہوا اور یہ بات متعدد بریلوی علماء نے بھی لکھی

ہے جو کافر کے کفر میں شک کرے یا اسے مسلمان سمجھے وہ بھی کافر ہے۔تو جو لوگ اشرف سیالوی کو صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ بہت بڑا علامہ، اشرف العلماء اور پتہ نہیں کیا کیا مانتے ہیں؟ وہ بھی اس فتوائے کفر کی ضد میں آئے اور اس طرح اشرف سیالوی سمیت اس کو ماننے والے تمام لوگ اپنے ہی گھر کے ایک فتوے سے کافر ٹھہرے۔اور قارئین! اسی کتاب، جس کا پیچھے حوالہ گزرا، میں احمد سعید کاظمی اور پیر کرم شاہ صاحب کو بھی گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافر اور پتہ نہیں کیا کیا کہا گیا ہے؟ اور اس کتاب کو ترتیب دینے والوں کی تصدیق بھی دورِ حاضر کے جید بریلوی علماء مثلاً ابوداؤد صادق رضوی، ضیغم بریلویت حسن علی رضوی اور مشہور بریلوی مناظر سعید اسد کے والد مفتی امین فیصل آبادی نے کی ہے ان کے تائیدی خط کا اصل عکس بھی اسی کتاب میں شامل ہے۔تو آپ نے اس ایک مثال سے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ دورِ حاضر میں تمام بریلوی علماء اپنے ہی گھر کے لوگوں کے فتوؤں سے کافر ہیں۔

دوسری مثال

مشہور بریلوی مصنف و مستند بریلوی عالم، جناب احمد سعید کاظمی صاحب، بڑے بڑے بریلوی علماء مثلاً غلام رسول سعیدی و عبد الحکیم شرف قادری، جن کے شاگردوں میں سے ہیں۔ان کے خلاف بریلوی علماء کی طرف سے مستقل کتب لکھی گئی ہیں:

(۱) پیر کرم شاہ کی کرم فرمائیاں اور علامہ احمد سعید کاظمی کی سعادتیں

(۲) مواخذہ التبیان

(۳) افضل التقریر

(۴) اظہار حقیقت

کاظمی صاحب کی حقیقت ان کے مسلک میں کیا ہے؟ اس کی تفصیل کے لئے تو ان کتب کو ملاحظہ فرمائیں۔ بہر حال نمونے کے طور پہ ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"مولوی احمد سعید کاظمی کے متعلق جب جامعہ رضویہ فیصل آباد سے فتویٰ پوچھا گیا تو انہوں نے لکھا: مسئول عنہا کافر بد مذہب فاسق ظالم ہیں"

{**پیر کرم شاہ کی کرم فرمائیاں اور علامہ احمد سعید کاظمی کی سعادتیں، صفحہ نمبر** 323}

تو پتہ چلا کہ جب کاظمی صاحب کافر ہیں تو ان کو مسلمان سمجھنے والے بھی کافر ہوں گے۔ پیچھے ان کے دو شاگردوں کے نام دے دئے گئے ہیں۔ جن سے آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ کاظمی صاحب کو مسلمان سمجھنے والوں میں کون کون شامل ہیں؟ یہ صرف دو مثالیں عرض کی گئی ہیں کہ تمام کے تمام بریلوی اپنے کسی نہ کسی مفتی کے فتوے سے کافر ہیں۔ آیئے! اب اوکاڑوی صاحب کے اعتراضات کے جوابات کی طرف۔

الزام نمبر ۳: یہ تبلیغی جماعت والے، سینما ہال کے دروازے پر، ساحل سمندر پر، کیسینو (جوا خانہ) کے دروازے پر، شراب کی دکانوں پر اور برائیوں کے راستے میں کھڑے ہو کر، بھکنے بھٹکنے والوں کو راہ راست نہیں دکھاتے، یہ منشیات کا کاروبار کرنے والوں کے لئے دیوار نہیں بنتے۔ انہیں دیکھئے! یہ سنّی مساجد میں لوگوں کو صلوۃ و سلام سے روکتے نظر آئیں گے، فاتحہ و میلاد کے خلاف برسر پیکار نظر آئیں گے۔

جواب: اوکاڑوی صاحب کا یہ الزام بھی بہتان اور جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔ اوکاڑوی صاحب کو چاہیے تھا کہ اُنہوں نے جہاں سے اہل سنت کی دیگر کتب حاصل کیں

وہیں سے "تبلیغی جماعت کی کارگزاریوں" سے متعلق کتب بھی حاصل کر لیتے تو انہیں پتہ چل جاتا کہ تبلیغی جماعت کہاں کہاں اسلام کی دعوت پہنچا رہے ہیں؟ اور دوسری بات صلوۃ وسلام یا میلا دو فاتحہ سے روکنے کی، تو یہ بھی اُن کا جھوٹ ہے۔ اس الزام کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔

الزام نمبر ۴: یہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی سے مسلمانوں کو نکال کر مسجد ضرار، (جس کا نام انہوں نے مسجد نور رکھا ہوا ہے) کی طرف لے جاتے نظر آئیں گے۔

جواب: شرم آنی چاہیے اوکاڑوی صاحب کو ایسا الزام لگاتے وقت، اوکاڑوی صاحب سے تو ہم پوچھتے ہیں کہ انہیں مسجد نبوی میں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اُن کے نزدیک آقائے دو عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصلے پہ کھڑے ہونے والا امام کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی (نعوذ باللہ) ان کے نزدیک وہاں پر نجدیوں وہابیوں کا قبضہ ہے اور ان کی ہوتے ہوئے حج کی فرضیت بھی ساقط ہے۔ ان کے نزدیک آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہر وقت یہاں حاضر (موجود) و ناظر (دیکھ رہے) ہیں تو آپ کے مسلک کے مطابق تو مسجد نبوی کو جانے کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے؟ جناب ہم پر جھوٹے الزامات لگانے کے بجائے اپنے گریبان میں جھانکیں۔

صفحہ نمبر 52 پر جناب اوکاڑوی صاحب نے چند عقائد کی جھوٹی نسبت اہل سنت کی طرف کی ہے۔ حالانکہ ہمارا ان عقائد سے دور دور کا کوئی واسطہ نہیں جبکہ اصل میں یہی عقائد اوکاڑوی صاحب اور اُن کے ہم مسلک لوگوں کے ہیں۔ جیسا کہ آپ آگے جا کر ہماری عبارات سے غلط استدلال کے جواب کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

اس سے آگے اوکاڑوی صاحب نے کہا ہے کہ میں نے پہلے اپنی کتاب ''دیوبند

سے بریلی "میں علمائے اہل سنت پر جو الزامات لگائے تھے،اس کتاب سے ان الزامات کی تصدیق خود علمائے اہل سنت سے ہو جائے گی۔جس کی بناء پر لوگ علمائے اہل سنت سے متنفر ہوں گے۔ہم اوکاڑوی صاحب سے عرض کرنا چاہیں گے کہ یہ محض آپ کی خام خیالی اور تصور ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔البتہ آپ کے علماء کی تو یہ خاص شان ہے کہ

"سب اپنے ہی علماء کے فتووں سے کافر ہیں"

جس کی دو مثالیں راقم الحروف ماقبل میں دے چکا ہے۔اور الحمدللہ جہاں تک عوام الناس کے علمائے اہل سنت سے دُور ہونے کی بات ہے تو دیکھ لیجئے! آپ کی اس مردود زمانہ کتاب کی وجہ سے کوئی سنی اپنے اکابرین سے بدظن یا دُور نہیں ہوا۔ بلکہ عوام الناس کا اکابرین اہلسنت پر اعتماد وقت کے ساتھ ساتھ مزید بڑھ رہا ہے۔اور اگر فرصت ملے تو اپنی تصوراتی دُنیا سے نکل کر رائے ونڈ میں ہونے والے عالمی تبلیغی اجتماع کو آ کر دیکھ لیجئے آپ کی عقل ٹھکانے آجائے گی اہل سنت کی تعداد میں اضافہ ہوا یا کمی؟ جناب گھر میں یا اپنے مریدوں کے حصار میں بیٹھ کر تصورات کی دنیا میں خوش ہونا آسان ہے لیکن شاید حقیقت کو قبول کرنا آپ کے بس کی بات نہیں۔

متاخرین اولیاء اللہ کون تھے سُنّی یا بریلوی؟

قارئین! اسی صفحہ سے لے کر اگلے صفحہ تک اوکاڑوی صاحب نے ایک اور بات کی ہے وہ بھی ملاحظہ فرمایئے! چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"علمائے اہل سنت ،اولیائے کرام نے لوگوں کو مسلمان کیا اور دنیا بھر میں جس قدر بھی اولیاء اللہ ہوئے وہ سب صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت ہوئے، کسی اور مسلک

میں کوئی غوث، قطب، ابدال نہیں ہوا، یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ صرف اہل سنت ہی اہل حق ہیں ورنہ انہیں ولایت کا انعام عطا نہ ہوتا۔ اور اہل سنت و جماعت ہی وہ انعام یافتہ طبقہ ہے جس کے راستے پر چلنے کی دعا، نماز کی ہر رکعت میں کی جاتی ہے، ان اہل حق ہی نے چہار سمت دین کی تبلیغ کا صحیح فریضہ انجام دیا ہے، ورنہ یہ تبلیغی وہابی دیوبندی لوگ تو سچے مسلمانوں کو مشرک و بدعتی بناتے ہیں اور خود گمراہ ہونے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔"

جواب

یہ عبارت پڑھ کر ہمیں بہت حیرانگی ہو رہی ہے۔ اس لئے کہ جہاں تک اولیاء اللہ کی خدمات اور ان کے اہل سنت والجماعت ہونے کا تعلق ہے۔ یہ بات تو بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن اوکاڑوی صاحب کا اُن اولیاء اللہ کو اپنے کھاتے میں ڈالنا کسی عجوبے سے کم نہیں۔ اس لئے کہ وہ اولیاء اللہ تو توحید کے سچے داعی تھے۔ جبکہ اوکاڑوی صاحب اور دیگر بریلوی حضرات کا توحید کو ماننا یا داعی ہونا تو درکنار انہیں تو توحید کے نام سے بھی چڑ ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں شرعی استفتاء، پیر نصیر الدین نصیر وہابی ہے؟ از مفتی اقتدار احمد نعیمی بریلوی، جس میں کہا گیا ہے کہ لفظ توحید کی ایجاد ہی توہین نبوت کے لئے کی گئی نعوذ باللہ) بلاشبہ ہر نماز میں جس راستے پر چلنے کی دعا مانگی جاتی ہے یعنی صراط مستقیم وہ مسلک اہل سنت والجماعت ہی ہے اور یہی مسلک اہل حق کا مسلک ہے۔ لیکن اوکاڑوی صاحب کہاں سے اہل سنت والجماعت بن گئے؟ وہ تو اپنے علماء کے فتوؤں سے ہی اہل بدعت اور اہل شرک ہیں۔ اگر اوکاڑوی صاحب یا کسی دوسرے بریلوی پیر میں جرأت ہے تو ذرا اولیاء اللہ کے نام اور ان کی قبروں کو "کیش" کرانے کے بجائے ان کی

تعلیمات کو عام کر کے دکھایئے! آپ کو پتہ چلے گا کہ آپ کی قوم آپ کا کیا حشر کرتی ہے؟ جب اولیاء اللہ کی تعلیمات کو عام کیا جائے گا تو جو گستاخی اور کفر کے فتوے آپ ہمارے اکابرین پر صبح وشام لگانا جز وایمان سمجھتے ہیں، آپ کی قوم انہی گستاخی اور کفر کے فتوؤں سے آپ کا استقبال کرے گی۔ جیسا کہ بقول پیر جناب نصیر الدین نصیر صاحب کے، انہوں نے جب محبوب سبحانی حضرت سید عبد القادر جیلانی حسنی وحسینی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر مشتمل ایک رسالہ "حضرت پیران پیرؒ کی شخصیت سیرت اور تعلیمات" لکھا تو انہیں بریلوی حضرات کی طرف سے وہابی اور نجدی کہا گیا (یاد رہے کہ وہابی اور نجدی بریلوی حضرات کے نزدیک گستاخ رسول کو کہا جاتا ہے)۔ جس کا شکوہ انہوں نے اپنی کتاب "لطمۃ الغیب" میں کیا ہے۔۔ اسکے علاوہ یہی پیر صاحب اپنے ایک ویڈیو بیان میں فرماتے ہیں:

"میں ذرا تفصیل آج بیان کروں تو تم کانپ اٹھو کہ غوث پاک کے نزدیک ہم سب مشرک ہیں۔ یہ جو بڑے بڑے پیر بن کے بیٹھے ہیں۔ بڑے بڑے علامے بن کے بیٹھے ہیں۔ اور ان کے سامنے لوگ اس طرح جاتے ہیں جس طرح اللہ کے سامنے بندہ حاضر ہوتا ہے۔ اور بڑا داتا اور بڑے پہنچے ہوئے اپنے آپ کو سمجھتے ہیں اور لوگوں میں کیا کیا اپنے کمالات پھیلاتے ہیں۔ ان کی کیا اوقات ہے غوث پاک کے سامنے، غوث پاک کی گرد راہ کو بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ جس مقام کا وہ شخص گزرا ہے۔ لیکن میں عرض کروں فرمایا دیکھیں اس مالک حقیقی کے سامنے (شیخ جیلانیؒ کس طرح اپنے عجز کا اظہار فرماتے ہیں)، کیا غوث پاک معاذ اللہ دیوبندی تھے، وہابی تھے۔ اگر وہابی تھے سارا وعظ اُن کا وہابیوں کا ہے تو چھوڑ دو گیارہویں منانا، ایسے پیر کو کیوں پکڑتے ہو جو وہابیوں والی بات کرتا ہے۔ یہ پیر (عبد القادر جیلانیؒ) صرف چاول کھانے کے لئے نہیں

ہے، یہ پیر(شیخ جیلانیؒ) اللہ سے ملانے والا ہے۔اس کا تو محبت اور عقیدت سے نام لے تو اللہ سے مل جائے گا۔اس کی اپنے محبوب حقیقی کی بارگاہ میں وہ مقبولیت ہے"

{**ویڈیو لنک**

ویڈیو،https://www.youtube.com/watch?v=asDQPkVya0E

ٹائٹل SHIRK (GHOS PAK) - Pir Naseeruddin Naseer (Golra Sharif)}

تو اوکاڑوی صاحب! یہ حال ہے آپ کے مسلک کا کہ اُس میں اولیاء اللہ کی تعلیمات کو عام کرنا "گستاخی رسول" ہے اور ان تعلیمات کو عام کرنے والا ''وہابی" ہے۔ تو خدا کے لئے اولیاء اللہ کا نام اور ان کی قبور استعمال کر کے "شرک و بدعت" کی تبلیغ کرنا اور اپنی اس گھناؤنی چال کے ذریعے عوام الناس کو گمراہ کرنا چھوڑ یئے! عوام کے سامنے ذرا حقیقت بیان کیجئے! تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ آپ کے مسلک میں آپ کی کیا حیثیت رہتی ہے؟ باقی یہ بات کہ ہم آپ لوگوں کو مشرک اور بدعتی بناتے ہیں۔تو یہ بات بالکل غلط ہے۔ اگر سمجھیں تو بنانے اور بتانے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔آپ خود اپنے علماء کے فتوؤں سے مشرک اور بدعتی ہیں،ہمیں کوسنے کے بجائے اپنے علماء سے جھگڑیں۔جنہوں نے آپ کو مشرک اور بدعتی بنایا۔

لینے کے باٹ اور جبکہ دینے کے باٹ اور کیوں؟

صفحہ نمبر 53 سے لے کر صفحہ نمبر 54 تک جناب اوکاڑوی صاحب نے ایک نیا شوشا چھوڑا ہے کہ علمائے اہل سنت کو چاہیے ہم نے ان کے جن عبارات کو گستاخانہ کہا ہے اور ان کے لکھنے والوں کو کافر کہا ہے وہ اُن عبارات کی وضاحت اور صفائی دینے کی بجائے۔ان عبارات کو گستاخانہ اور ان کے لکھنے والوں کو کافر مان لیں۔

جواب

تو اوکاڑوی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر ہم بھی آپ سے یہی کہیں کہ ہم نے آپ کی جن عبارات کو گستاخانہ اور خود آپ کے اپنے علماء کے فتوؤں سے ان عبارات کے لکھنے والوں کو کافر ثابت کیا ہے۔ آپ بھی ان عبارات کو گستاخانہ اور اُن کے لکھنے والوں کو کافر مان لیں۔ خاص کر "مصنف جہانس برگ سے بریلی" کے مصنف نے آپ کی جن عبارات پر اعتراضات کیا تھا آپ نے اس کتاب میں اُن کی ناکام ونامراد صفائی اور وضاحت کیوں پیش کی ہے؟ آپ بھی اُن عبارات کو گستاخانہ اور ان کے لکھنے والوں کا کافر ہونا تسلیم کرلیں۔ یہ آپ کی کیسی دوغلی پالیسی ہے کہ ایک کام کرنے کی ہمیں تو دعوت دے رہے ہیں اور اپنے بنائے ہوئے اس اصول پر خود عمل پیرا نہیں ہوتے۔ آپ کو شرم آنی چاہئے۔ اپنے اصول پر پہلے خود تو عمل کر کے دکھائیں بعد میں کسی اور کو دعوت دیں۔ ہمارے اکابر کی جن عبارات کو آپ کفریہ کہتے ہیں۔ ان عبارات میں جن عقائد کا ذکر ہے۔ وہ عقائد تمام اہل اسلام کے ہیں۔ اس لئے آپ کے مطابق ہم ساری امت کو کافر کہہ دیں۔ تو آپ اپنی یہ دعوت بد اپنے پاس ہی رکھیں۔ یہ شغل آپ ہی کے علماء کا ہے اور یہ شغل انہی کو مبارک ہو۔ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔

اکابرین اہلسنت کا کوئی فتویٰ ان کی عبارات کے خلاف نہیں

قارئین کرام! جیسا کہ پیچھے اس بات کو ثابت کیا جا چکا ہے اور اس پر دو عدد مثالیں بھی پیش کی جا چکی ہیں کہ بریلوی اپنے ہی فتوؤں سے گستاخ وکافر ہیں۔ لیکن اہل بدعت مثل اوکاڑوی صاحب نے اس حقیقت کو چھپانے کے لیے علمائے دیوبند کی کچھ عبارات کو انہی کی کچھ عبارات کے مخالف ثابت کرنے کی سعی لاحاصل وناکام کوشش کی

ہے۔حالانکہ ہم ببانگ دہل چیلنج کرتے ہیں کہ اوکاڑوی صاحب نے (اپنے زعم میں) ہمارے اکابرین کی عبارات کے مخالف جو عبارات پیش کی ہیں اُن میں سے کوئی بھی ان کے خلاف نہیں ۔آپ سوچیں گے کہ اوکاڑوی صاحب نے پھر کیا کیا ہے؟ تو قارئین کرام !اوکاڑوی صاحب نے اصل میں یہ کیا ہے کہ ایک طرف تقویۃ الایمان وغیرہ کی کوئی عبارت پیش کر کے (اپنے زعم میں)اس کے مخالف عبارت کے طور پر ''اکفار الملحدین'' وغیرہ سے حضرت کشمیریؒ کی وہ عبارت پیش کی جس میں انہوں نے گستاخ رسول کی تکفیر کی تھی (اور شور مچا دیا کہ دیکھو دیو بندی علماء اپنی عبارات پر خود ہی فتوے لگا رہے ہیں)۔اوکاڑوی صاحب کی اس حرکت سے اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ اوکاڑوی صاحب کو الزامی عبارت یا مخالف عبارت یا مخالف فتوے کا بھی نہیں پتہ، یہ عبارت مخالف تو تب بنتی جب اوکاڑوی صاحب ہماری کسی عبارت کا گستاخانہ ہونا ہمارے اکابر سے ثابت کر کے پھر''اکفار الملحدین'' سے حضرت کشمیریؒ کی یہ عبارت پیش کرتے ۔لیکن ایسا تو وہ قیامت تک کر نہیں کر سکتے تھے۔اس لیے کہ ہمارے اکابر کی عبارات کے خلاف ان کا کوئی فتویٰ موجود نہیں ۔ لہذا اُنہوں نے محض'' دھوکہ دہی '' کے لیے اس بزدلانہ ومنافقانہ طریقے کا استعمال کیا۔لیکن ہم اِس پر بھی اُن کا تعاقب کریں گے۔تاکہ عوامُ الناس کے سامنے اُن کی'' گمراہ گری '' کھل کر سامنے آجائے۔

ایک نہایت ہی اہم بات اس بحث کے ضمن میں قارئین کے لیے سمجھنا ضروری ہے کہ اوکاڑوی صاحب نے جتنی بھی عبارات نقل کی ہیں ۔تقریباً تمام ہی نامکمل نقل کی ہیں۔ جہاں سے وہ دیکھتے ہیں کہ ان کا کام خراب ہونے لگا ہے وہاں سے وہ عبارت لکھنے کی بجائے ایسا نشان لگا دیتے ہیں ......،اس لیے قارئین اگر اوکاڑوی صاحب کی نقل کردہ عبارات ہی کو اصل کتب سے دیکھ لیں تو ان کو اوکاڑوی صاحب کی خیانت و بد

دیانتی سمجھ میں آجائے گی۔اس کی کچھ مثالیں تو قارئین اگلی بحث میں ملاحظہ فرمالیں گے۔مکمل جواب سمجھنے کے لیے قارئین اوکاڑوی صاحب کی کتاب بھی اپنے سامنے رکھیں۔اس لیے کہ تمام عبارات کونقل کرنے سے کتاب کا حجم شاید بہت بڑھ جائے جوکہ ہرگز ہمارا مقصود نہیں۔ہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں ہم عبارات نقل کردیں گے۔

محترم قارئین!چونکہ ہمارے اکابر کی کوئی عبارت ان کی کسی عبارت کے خلاف نہیں اس لیے اوکاڑوی صاحب کے زعم میں ان کی پیش کی گئیں ''علمائے دیوبند کی عبارات'' اور'' علمائے دیوبند کے فتوے'' میں کوئی ترتیب نہیں۔جس کا اندازہ قارئین کو اگلی آنے والی بحث اوراصل کتاب دیکھنے سے ہوجائے گا۔تاہم پھربھی ہم نے کوشش کی ہے کچھ نہ کچھ ترتیب کے ساتھ، اوکاڑوی صاحب کی اس ناکام کوشش کا جواب دیا جائے۔عبارت کے تحت اوکاڑوی صاحب کی نقل کردہ عبارت اورمخالف فتویٰ کے تحت بقول اکاڑوی صاحب کے اس کے خلاف ان کی نقل کی گئی عبارت ہوگی اس کے بعد جواب۔

پہلی عبارت

بقول اوکاڑوی صاحب کے اس کے تحت انہوں نے''الشہاب الثاقب'' سے نجدی حضرات کے خلاف عبارات پیش فرمائیں۔

مخالف عبارت

اس کے تحت انہوں نے''لطائف رشیدیہ والشہاب الثاقب '' کی عبارات پیش کیں۔جن میں کہا گیاہے کہ گستاخ رسول کی نیت اگرچہ گستاخی کرنے کی نہ بھی ہو،تب بھی گستاخانہ الفاظ کہنے کے بعدوہ کافرہوجائے گا۔

دوسری عبارت

اس کے تحت بھی اوکاڑوی صاحب نے ،''الشہاب الثاقب" اور"نقش حیات" سے نجدی حضرات کے خلاف کچھ عبارات نقل کی ہیں۔

مخالف عبارت

اس کی مخالف عبارت کے طور پر بھی اوکاڑوی صاحب نے"الشہاب الثاقب" اور"لطائف رشیدیہ" سے گستاخ رسول کی تردید میں عبارات نقل کی ہیں۔

پہلی اور دوسری عبارت کے ضمن میں اعتراض کا جواب

قارئینِ کرام! جیسا کہ شروع والی بحث میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضرت مدنیؒ، نجدی حضرات سے متعلق اپنی اول رائے جو کہ"الشہاب الثاقب" یا"نقش حیات" میں موجود ہے(جن کو پہلی اور دوسری عبارت کے ضمن میں اوکاڑوی صاحب نے نقل کیا)۔اس سے رجوع فرما چکے ہیں۔اس لیے اوکاڑوی صاحب نے ان عبارات میں مخالفت ثابت کرنے کے لیے جو کوشش کی تھی،وہ ضائع ہو چکی۔

تیسری عبارت

اس کے تحت جناب اوکاڑوی صاحب نے"تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ" سے حجۃ الاسلام،قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل عبارت پیش کی ہے:

''انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں،باقی رہا عمل اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں۔"

مخالف عبارت

اور (اپنے زعم میں)اس عبارت کی مخالفت کے طور پر انہوں نے'' اشد العذاب" سے ابن شیر خدا حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی درج ذیل عبارت پیش کی ہے:

''دعوائے اسلام وایمان اور سعی بلیغ اور کوشش وسیع کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کو گالیاں دیتا ہواور ضرورت دین کا انکار کرے، وہ قطعاً یقیناً تمام مسلمانوں کے نزدیک مرتد ہے، کافر ہے۔"

تیسری عبارت کے ضمن میں درج "تحذیر الناس" کی عبارت کی وضاحت اور اس کو حضرت چاند پوریؒ کی عبارت کا مخالف کہنے کا جواب

ہر بندہ دونوں عبارتوں کو پڑھ کر سمجھ سکتا ہے کہ ان دونوں عبارات میں معمولی سا بھی تضاد نہیں۔لیکن لگتا ہے اوکاڑوی صاحب کی اپنی عقل میں تضاد ہے۔اِس لیے انہیں ان دونوں عبارتوں میں تضاد نظر آتا ہے۔اس عبارت میں بتلایا گیا ہے کہ انبیاء کا اصل مقام ''علم" ہوتا ہے۔جس کا واضح ثبوت حدیث مبارکہ "العلماء ورثة الانبیاء " سے ملتا ہے۔دیکھیے اس حدیث میں علماء کو انبیاء کا وارث کہا گیا ہے۔عاملین کو نہیں۔گو کہ عالم عامل بھی ہوتا ہے۔لیکن اس حدیث میں "العلماء " کہہ کر "علم" کی تخصیص کر دی گئی ہے۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء کا اصل مقام ''علم" ہوتا ہے۔یہی بات حضرت اقدس نانوتویؒ نے کہی ہے۔اور دوسری بات بعض اوقات امتی "بظاہر " عمل میں بڑھ جاتے ہیں۔اس عبارت سے اوکاڑوی صاحب اور ان کے ہم مسلک جو دھوکہ دینا چاہتے ہیں وہ عبارت میں موجود لفظ "بظاہر" سے دُور ہو جاتا ہے۔اور حضرت نانوتویؒ کی اس

بات کا ثبوت بھی حدیث سے مل جاتا ہے۔آپ دیکھیں! آقائے دو عالم، نبی مکرم ﷺ نے کتنے حج فرمائے تھے۔ ہر کوئی کہے گا کہ ''ایک حج'' فرمایا تھا اور دوسری طرف آپ دیکھیں گے کہ آقا مدنی ﷺ کے کتنے ہی اُمتی دس دس، بیس بیس بلکہ اس سے بھی زیادہ حج کر لیتے ہیں۔اب آپ اپنی عقل سے سوچیں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ یہ امتی ''بظاہر'' تو عمل میں آقا مدنی ﷺ سے بڑھ گئے۔لیکن حضرت نانوتویؒ فرما رہے ہیں کہ ہر عمل کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن، ظاہر یعنی گنتی کے لحاظ سے تو امتی بڑھ سکتے ہیں لیکن جہاں تک عمل کے باطن یعنی اُسی عمل پر ملنے والے ثواب کا تعلق ہے تو آقا ﷺ کا ایک سجدہ ہو اور دوسری طرف پوری امت کے قیامت تک آنے والے اُمتیوں کے سجدے ہوں۔تو وہ سارے سجدے آقا ﷺ کے ایک سجدے کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے۔اب بتلایئے! حضرت نانوتویؒ کی اس عبارت سے آقا مدنی ﷺ کی شان اقدس ومقدس کس طرح نکھر کر سامنے آجاتی ہے۔لیکن کیا کیا جائے اُس بغض وعناد کا جو اس ''عاشقانہ عبارت '' کو بھی ''گستاخانہ '' کہنے پر مجبور کرتا ہے۔

لہذا پتا چلا کہ اس عبارت میں گستاخی کی بو تک نہیں بلکہ اس سے تو عشق نبوی کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔اس لیے حضرت چاند پوری کی عبارت (جس میں آقا مدنی ﷺ کو گالیاں دینے والوں کو کافر کہا گیا وہ) کسی لحاظ سے بھی حضرت نانوتویؒ کی اس عبارت کے مخالف نہیں بنتی۔

چوتھی عبارت

اس کے تحت اوکاڑوی صاحب نے تقویۃ الایمان کی درج ذیل عبارات پیش کی ہیں:

جناب اوکاڑوی صاحب نے تقویۃ الایمان سے حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی تین عبارات پیش کی ہیں

پہلی عبارت:

''جیسا ہر قوم کا چوہدری اور گاؤں کا زمین دار، سو ان معنوں میں ہر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے۔''

دوسری عبارت:

''اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ نا چیز سے بھی کم تر ہیں۔''

تیسری عبارت

''ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے''

مخالف عبارت

اور ان عبارات کی مخالف عبارت کے طور پر اُنہوں نے ''اکفار الملحدین '' سے امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت پیش کی ہے:

''تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی وتوہین، بے ادبی اور تنقیص کرنے والا کافر ہے اور جو شخص اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے ......کفر کے حکم کا دارومدار ظاہر پر ہے، قصد و نیت اور قرائن حال پر نہیں ......علماء نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان میں جرأت ودلیری کفر ہے اگر چہ توہین مقصود نہ بھی ہو۔''

تقویۃ الایمان کی تینوں عبارات کی وضاحت، ان پر

اعتراض اوران کوحضرت کشمیریؒ کی عبارت کا مخالف کہنے کا جواب

ایک اہم بات قارئین کوعرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اوکاڑوی صاحب نے ”تقویۃ الایمان“ کی یہ عبارات سیاق وسباق کے بغیر پیش کی ہیں۔اس لیے سب سے پہلے اصل کتاب سے سیاق وسباق سمیت عبارات پڑھ لیں۔

پہلی عبارت کی وضاحت اوراس پر اعتراض کا جواب

تھوڑی سی سمجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ دونوں عبارتیں یعنی شاہ شہید کی پہلی عبارت اور حضرت کشمیری کی عبارت آپس میں بالکل متضاد نہیں۔اول عبارت پر اوکاڑوی صاحب اوران کے ہم مسلک افراد اکثر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو جی اس عبارت میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گاؤں کے چوہدری سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ کتنی بڑی گستاخی ہے۔تو اس کے جواب میں ہم اُن سے کہنا چاہتے ہیں کہ مثال یا تشبیہ دینے کا مقصد ہرگز مشبہ اور مشبہ بہ میں کلی موافقت یا مماثلت ثابت کرنا نہیں ہوتا بلکہ مثال یا تشبیہ صرف بات کو آسانی سے سمجھانے کے لیے دی جاتی ہے۔جیسا کہ مفتی عبد المجید خان سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

”مثال محض تفہیم کے لیے ہوتی ہے مساوات (یعنی برابری) کے لیے نہیں“

{**کنز الایمان پر اعتراضات کا آپریشن صفحہ نمبر** 186}

اسی طرح ایک اور بریلوی مولوی جناب ابوکلیم صدیق فانی صاحب لکھتے ہیں:

”مثال کے بیان سے مقصد کسی بات کو عام فہم انداز میں بیان کرنا مقصود ہوتا ہے یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ جس چیز کے لیے مثال دی جارہی ہے۔مثال اس کا عین ہے

اور ہو بہو اس پر صادق آتی ہے“

محدث حافظ ابن قیم جوزی لکھتے ہیں: انہ لا یلزم تشبیہ الشیئ بالشیئ مساواتہ لہ۔ (المنار المنیف ص60 طبع بیروت)

(یعنی کسی شے کو کسی شے سے تشبیہ دی جائے تو یہ لازم نہیں آتا کہ یہ شے اس کے برابر ہے)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”تشبیہ اور استعارہ سے مشبہ اور مشبہ بہ سے برابری سمجھنا پرلے درجے کی حماقت (بے وقوفی) ہے“

{**آئینئہ اہل سنت صفحہ نمبر** 390}

اور مشہور بریلوی مناظر جناب اشرف سیالوی صاحب کہتے ہیں:

”مثال میں صرف وجہ تمثیل کا لحاظ ہوتا ہے جملہ امور میں اشتراک نہیں ہوتا“

{**حاشیہ مناظرہ جھنگ صفحہ نمبر** 52}

تو ان بریلوی عبارات سے بھی پتا چلا کہ مثال یا تشبیہ دینے سے ہرگز مشبہ اور مشبہ بہ میں کلی مماثلت ثابت نہیں ہوتی اور تشبیہ دینے کے لیے تھوڑی سی مناسبت ہونا ہی کافی ہے۔ اب آیئے! اس عبارت میں نعوذ باللہ پیغمبروں کو زمیندار یا چوہدری نہیں کہا گیا۔ بلکہ جس طرح کہ ہم دیکھتے ہیں کہ نمبر دار وغیرہ کے پاس سب گاؤں کے لوگ اپنے فیصلے لے کر آتے ہیں، اُس کی عزت و احترام کرتے ہیں، اُس کی بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور پیغمبر بھی اپنی امت میں ایسا ہوتا ہے کہ امت اس کی بات کو مانتی ہے اُس کا احترام کرتی ہے، اس کی اتباع کرتی ہے۔ بالفرض ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسی ایک مناسبت اور مشترک بات کی وجہ سے اس عبارت میں زمیندار وغیرہ کو پیغمبر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ تو

اس میں کونسی اعتراض والی بات ہے۔اصل بات یہ ہے کہ گستاخی بریلوی حضرات کے اپنے قلوب واذہان میں بھری ہوئی ہے۔وہ یہ گستاخی خود کرنا چاہتے ہیں یعنی پیغمبر اور زمیندار کو معاذ اللہ تمام صفات میں مشترک ماننا چاہتے ہیں لیکن وہ اس کے لیے ہمارے کندھے کا سہارا لینا چاہتے ہیں۔تو ہم ایسا بالکل نہیں ہونے دیں گے۔اور گستاخوں کو معافی بھی نہیں دیں گے۔بحر حال ہم نے یہ بات ثابت کر دی کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں پیغمبر کو زمیندار سے تشبیہ دینے سے ہرگز پیغمبر کی زمیندار وغیرہ سے کلی موافقت ومماثلت ثابت نہیں ہوتی۔آیئے!اب ہم اوکاڑوی صاحب کے گھر ہی کے ایک بندے سے یہ حوالہ نقل کر دیتے ہیں کہ تشبیہ سے من کل الوجوہ مماثلت ثابت نہیں ہوتی۔

جناب امتیاز حسین صاحب کاظمی جو کہ "مناظرہ گستاخ کون؟" میں حنیف قریشی صاحب کے ساتھ بطور معاون مناظر کے رہے۔وہ اس مناظرہ کی روئیداد کے صفحہ نمبر 126 کے اندر حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"تشبیہ من کل الوجوہ ہونا لازمی نہیں"

اسی روئیداد مناظرہ گستاخ کون؟ کے صفحہ نمبر 540 پر جب طالب الرحمن غیر مقلد نے حنیف قریشی صاحب کے سامنے بریلوی حکیم الامت احمد یار نعیمی کی کتاب "جاء الحق" سے وہ عبارت پیش کی جس میں انہوں نے نبی کریم ﷺ کو شکاری سے تشبیہ دی تھی تو حنیف قریشی صاحب، طالب الرحمن کو اس کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"مناظر صاحب! میں آپ کو کہتا ہوں تم گیدڑ ہو خیر چلو تم ناراض ہو جاؤ گے تمہیں کہتا ہوں کہ تم شیر ہو اب آپ کے صدر مناظر صاحب تمہارے پیچھے دُم ڈھونڈنا شروع کر دیں یا تمہارے آگے کچا گوشت لا کر ڈالیں کیونکہ شیر کی تو دُم ہوتی ہے اور وہ کچا

گوشت کھاتا ہے تو کیا یہ درست ہوگا؟ یقیناً نہیں کیونکہ مشابہت میں مشبہ، مشبہ بہ میں تھوڑی سی مناسبت ہی تشبیہ دینے کے لیے کافی ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کہے کہ یہ گیڈر ہے تو کوئی لاکر مری ہوئی مرغیاں نہیں ڈال دے گا"

تو "جاء الحق" میں مصنف نے تشبیہ دی ہے اور تشبیہ میں من کل الوجوہ مشبہ، مشبہ بہ کا ایک جیسا ہونا لازم نہیں ہے۔

اور مزید سنو! یہ میرے پاس کتاب ہے "انفاس العارفین" شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی۔ تم انکار کیسے کرو گے جدھر جاؤ گے آگے سے وار ہوگا اس کتاب میں ان سے سوال ہوا کہ:

"اللہ تعالیٰ کی مثال کیا ہے؟ کہتے ہیں اللہ کی مثال پانی کی سی ہے جیسے ایک لوٹے میں ریت ڈالو اس میں پانی ڈالو یہی مثال اللہ کی ہے کہ وہ کائنات میں موجود ہے"

اب اگر مثال وتشبیہ دینے سے اگر من کل الوجوہ مشابہت لازم آتی ہے تو پھر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پر ہمت کر کے فتویٰ لگاؤ کہ وہ اللہ عزوجل کو پانی کہہ رہے ہیں۔

آگے جناب امتیاز حسین صاحب اسی صفحہ اور اگلے صفحے کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"اسی طرح احیاء العلوم جلد 4 صفحہ 212 پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے لکھتے ہیں:" فقد جاء فی الخبر ان اللہ تعالیٰ اوحیٰ الی داؤد علیہ السلام یا داؤد خفنی کما تخاف السبع انصاری "تحقیق روایت میں آیا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے داؤد مجھ سے اس طرح ڈرو جس طرح چیر پھاڑ کرنے والے درندوں سے ڈرتے ہو۔ اب یہاں پر درندوں سے خدا کی ذات کو تشبیہ ہے تو کیا اس کو بھی گستاخی کہا جائے گا؟ ہرگز

نہیں! اس لیے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں من کل الوجوہ مشابہت نہیں ہوتی ان میں تھوڑی سی مناسبت بھی تشبیہ کے لیے کافی ہوتی ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی اور خلیل احمد رانا جیسے بریلوی حضرات کا نظریہ ملاحظہ فرمائیں:

"مشابہت سے مساوات بھی لازم نہیں آتی چہ جائے کہ مشبّہ کی برتری کا قول کیا جائے"

{افضلیت غوث اعظم دلائل وشواھد صفحہ نمبر 86}

قارئین کرام! ہم نے یہ تمام عبارات بلاتبصرہ چھوڑ دی ہیں ورنہ ہم ان عبارات کے تبصرہ کے طور پر اوکاڑوی صاحب کو بہت کچھ سنا سکتے ہیں۔ بحر حال ہم اتنی بات ہی کہنا چاہیں گے کہ بریلوی حضرات اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (نعوذ باللہ) شکاری سے، سانپ سے، بکائن کے درخت سے، شہد کی مکھی سے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو کافروں سے تشبیہ دیں یعنی جانوروں سے تشبیہ دیں (جس کی تفصیل "حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ" صفحہ 200 تا 203 مل سکتی ہے) تو بریلوی حضرات اس کے جواب میں تاویلیں کرتے ہیں کہ تشبیہ سے کلی مشابہت لازم نہیں آتی اور اگر دوسری طرف شاہ اسمٰعیل شہید کی عبارت کو رکھیں جس میں پیغمبر کو کسی جانور سے نہیں بلکہ ایک عزت واحترام والے آدمی سے دی گئی ہے۔ تو جھٹ ان کی کفر والی مشین گن کا رخ ادھر ہو جاتا ہے۔ اوکاڑوی صاحب یہ کیسی دوغلی پالیسی ہے اگر شاہ اسمٰعیل شہید کی عبارت پر آپ کو اعتراض ہے تو اپنے بریلوی زعماء کی عبارات جو اس سے زیادہ سخت ہیں ان پر آپ نے چپ کیوں سادھ لی ہے۔ اگر آپ نے یہ کام حق کے جذبے کی خاطر کیا ہوتا تو آپ کو چاہیے تھا کہ ایک کتاب اپنے ان بریلوی علماء کے خلاف بھی لکھ دیتے۔ لیکن کیا کہیے کہ آپ کا اس

کتاب کو لکھنے کا مقصد تو علمائے اہل سنت کے خلاف اپنے دل کا بغض نکالنا تھا۔لیکن واقعی سچ کہا ہے کسی نے "جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے" علمائے اہل سنت کی براءت تو آپ ہی کے علماء کی عبارات سے ہو رہی ہے لیکن آپ اور آپ کے مسلک کا اصل کردار عوام کے سامنے آرہا ہے۔

قارئین کرام! حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی عبارت تو خود بریلوی زعماء کی عبارات سے بے غبار ثابت ہوگئی اور اس پر لایعنی اعتراض کا جواب آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔اور یقیناً آپ یہ بھی جان چکے ہوں گے کہ حضرت شاہ شہید کی اس عبارت اور امام العصر حضرت کشمیریؒ کی عبارت میں کوئی تضاد نہیں۔آیئے! اب آگے چلتے ہیں۔

حضرت شاہ شہیدؒ کی دوسری عبارت کی وضاحت اور اس پر اعتراض کا جواب

قارئین کرام! لگتا ہے بریلوی حضرات کے سامنے نعوذ باللہ اللہ کی کوئی شان نہیں ورنہ اگر اُن کے سامنے اللہ کریم کی عظمت ہوتی تو وہ اس عبارت پر ہرگز اعتراض نہ کرتے۔اس بات کی تصدیق کے لیے آپ بریلوی شیخ الحدیث جناب عبدالحکیم شرف قادری صاحب کا مکمل مضمون بنام "خدا کو یاد کر پیارے" ملاحظہ فرمائیں۔جو مقالات شرف قادری میں بھی موجود ہے اور علیحدہ بھی رسالے کی شکل میں چھپ چکا ہے۔اس میں سے صرف ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

جناب شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

"ایک دفعہ جامع مسجد عمر روڈ اسلام پورہ میں میلاد شریف کا جلسہ تھا، راقم وہاں خطیب تھا اس لیے اس محفل میں حاضر تھا، ایک عالم نے تقریر کرتے ہوئے ایک شعر

پڑھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کو نبی اکرم ﷺ کے حسن سے کیا نسبت؟

وہ محبوب زلیخا تھے یہ محبوب خدا ٹھہرے

مجھے یہ انداز گراں گزرا، تاہم خاموش رہا ان کے بعد پنجاب کونسل لاہور کے چیئرمین صاحب مائیک پر آئے اور تقریر کرتے ہوئے کہنے لگے:

"اگر نبی اکرم ﷺ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ نہ زمیں ہوتی نہ آسماں ہوتا، نہ جنت ہوتی نہ دوزخ ہوتا، یہاں تک کہ خدا بھی نہ ہوتا" (معاذ اللہ استغفر اللہ)

مزید یہ کہا:

"ہر شئے نبی اکرم ﷺ کی محتاج ہے اور آپ کی رحمت میں داخل ہے، کئی چیزوں کا نام گنوا کر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ بھی حضور کا محتاج ہے اور آپ کی رحمت میں داخل ہے" (معاذ اللہ)

{مقالات شرف قادری صفحہ نمبر 249تا 250، قسط دوم، مکتبہ قادریہ لاھور}

قارئین کرام! اس ایک عبارت سے ہی آپ پر یہ بات واضح ہو چکی ہوگی کہ بریلوی مسلک میں اللہ رب العزت کا مقام و مرتبہ کیا ہے؟ جب ان کی نظر میں خدا کا مقام و مرتبہ نہ ہونے کے برابر ہے تو انہیں تقویۃ الایمان کی، اس عبارت میں گستاخی نظر آتی ہے۔ آیئے! عبارت کی وضاحت کی طرف، اس عبارت کو ایک بریلوی عبارت کی روشنی میں سمجھنے کے لیے یہ عبارت ملاحظہ فرمائیں!

بریلوی شیخ الحدیث جناب غلام رسول سعیدی صاحب، وہ لکھتے ہیں:

"ہمارا اعتقاد ہے کہ حضور ﷺ کا علم نہ اللہ تعالیٰ کے علم کی مثل ہے نہ بعض کی

بلکہ ایک ذرّہ کے علم میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدا کے علم میں کوئی مماثلت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ایک ذرّہ کا علم بھی غیر متناہی وجوہ سے ہوتا ہے۔ اور ان غیر متناہی وجوہ میں سے ہر وجہ کا پھر غیر متناہی وجوہ سے علم ہوتا ہے۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہتا ہے......خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے اعتقاد کے مطابق تمام مخلوقات کے علم اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں وہ نسبت ہے جو سمندر کو قطرے سے ہے۔ یعنی تمام مخلوقات کا علم بمنزلہ قطرہ ہے اور ان کے مقابلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم بمنزلہ سمندر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی نسبت اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ ایسی بھی نہیں جیسے قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے یعنی **اگر اللہ تعالیٰ کے علم کو سمندر قرار دیا جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو اس کے مقابلہ میں قطرہ قرار دیا جائے تو یہ بھی درست نہیں** ہے کیونکہ قطرہ بھی متناہی ہے اور سمندر بھی اور یہ متناہی کی نسبت متناہی کی طرف ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم اور اللہ تعالیٰ کی نسبت متناہی کی نسبت غیر متناہی کی طرف ہے اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں جس طرح مقدار میں کوئی مماثلت نہیں ہے اسی طرح کیفیت اور صفت کے لحاظ سے بھی کسی مماثلت کا تصور نہیں ہے۔ **کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم حادث اور جائز الزوال ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم قدیم اور ممتنع الزوال ہے پس ظاہر ہو گیا کہ حضور کے علم کلی کو اللہ تعالیٰ کے علم کے ساتھ نہ مقدار کے اعتبار سے مماثلت ہے نہ کیفیت کے۔** اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے علمِ کلی ماننے سے آپ کے علمِ کلی کی خدا کے علم سے مساوات لازم آجاتی ہے ان کے جواب میں ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ" اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی قدر نہیں کی جیسی کرنی چاہیے تھی"

{توضیح البیان صفحہ نمبر 404 تا 405، حق پر کون؟ از ظفر عطاری

صفحہ نمبر 156 تا 157}

قارئین کرام! مذکورہ بالا عبارت میں کہا گیا ہے کہ اگر ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ہو اور دوسری طرف تمام مخلوقات کا علم ہو تو تمام مخلوقات کے علم کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے ایسی ہی نسبت ہے جیسے قطرے کو سمندر ہوتی ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم مثل سمندر کے ہے اور تمام مخلوقات کا علم مثل قطرے کے ہے۔ لیکن اگر ایک طرف اللہ تعالیٰ کا علم ہو اور دوسری طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں جو قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر ہم بھی کہہ دیں کہ ایک طرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان مبارکہ ومقدسہ ہو اور دوسری طرف تمام مخلوقات کی شان ہو تو تمام مخلوقات کی عظمتوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وعظمت سے وہ بھی نسبت نہیں جو قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے۔ لیکن اگر ایک طرف اللہ تعالیٰ کی شان عالی ہو اور دوسری طرف انبیاء واولیاء اور تمام مخلوقات کی شان ہو تو انبیاء واولیاء اور تمام مخلوقات کی عظمتوں کو اللہ تعالیٰ رب العزت کی عظمت عالی سے وہ نسبت بھی نہیں جو قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے۔ اگر کوئی ایسا نہیں مانتا تو ہم بقول سعیدی صاحب

" ان کے جواب میں ہم اس کے سوا اور کیا کہ سکتے ہیں کہ" اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی ایسی قدر نہیں کی جیسی کرنی چاہیے تھی"۔

ملاحظہ فرمایئے! حضرت شاہ شہیدؒ کی عبارت میں انبیاء کو اللہ تعالیٰ کی شان کے آگے ذرہ اور مذکورہ عبارت میں علم رسول کو علم الٰہی کے مقابلہ میں قطرہ کہنا بھی درست نہیں کہا گیا ہے۔ تو کیا اوکاڑوی صاحب یا دیگر بریلوی حضرات سعیدی صاحب کے لیے وہی فتویٰ دیں گے، جو اُنہوں نے حضرت شاہ شہیدؒ کی عبارت پر لگایا ہے۔ یقیناً ہرگز نہیں۔ اسی کو کہتے ہیں لینے کے باٹ اور دینے کے باٹ اور۔ مزید یہ بات بھی ثابت ہو

گئی کہ شاہ شہیدؒ کی اس عبارت اور حضرت کشمیریؒ کی عبارت میں کوئی مخالفت نہیں۔

حضرت شاہ شہیدؒ کی تیسری عبارت کی وضاحت اور اس پر اعتراض کا جواب

قارئین کرام! آیئے! اس جواب کے ذیل میں ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ بریلوی حضرات ایک بالکل صحیح عبارت کو گستاخانہ کیسے بناتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے! حضرت شاہ شہیدؒ کی اصل عبارت یہ ہے:

"ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے"

لیکن اوکاڑوی صاحب (اور دیگر بریلوی حضرات) نے کس طریقے سے اس عبارت کو گستاخانہ بنایا وہ بھی ملاحظہ فرمایئے۔ انہوں نے یہی عبارت اپنی کتاب میں اس طرح درج کی ہے:

"ہر مخلوق بڑا (نبی) ہو یا چھوٹا (غیر نبی) وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔"

دیکھیے! اصل عبارت میں لفظ "بڑا" کے معنیٰ میں انبیاء کو داخل نہیں کیا گیا تھا لیکن اوکاڑوی صاحب نے عبارت کے اندر اگرچہ بریکٹ ہی میں لیکن ایک غلط لفظ، جو مصنف کے مفہوم کے مخالف ہے ڈال کر، خود گستاخی کا ارتکاب کیا اور فتویٰ جھٹ سے حضرت شاہ شہیدؒ پر لگا دیا۔ اور کہہ دیا کہ اس عبارت میں انبیاء علیہم السلام کی طرف ذلت کی نسبت کی گئی ہے۔ بہر حال اوکاڑوی صاحب کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ وہ حضرت شاہ شہیدؒ کی عبارت میں لفظ بڑا میں انبیاء کو داخل کریں۔

اس عبارت کی تشریح و توضیح

دراصل اس عبارت میں بڑی مخلوق سے مراد پہاڑ، دریا، درخت، آسمان وزمین وغیرہا ہیں۔

اس تشریح وتوضیح کے بعد بھی اگر اوکاڑوی صاحب کو تقویۃ الایمان کی یہ عبارت یا دیگر عبارات سمجھ نہیں آتیں تو ہم اُن کے اپنے ہم مسلک کی ایک عبارت اُن کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

مولانا برکات احمد صاحب فرماتے ہیں:

''اکابر علماء کا یہ طریقہ ہے کہ جو کسی عالم کی تصنیف میں غلطی ہو جائے تو اس کو حتی الامکان بناتے ہیں اگر صحیح ہو تو **فھو المراد** اور اگر وہ غلطی صحیح نہ ہو سکے تو مصنف کو برائی سے یاد نہ کرے چپ جائے کہ اس کو کافر کہیں اگر تقویۃ الایمان میں کوئی غلطی نظر آئے تو اس کو حتی الامکان صحیح کرنا چاہیے اگر صحیح نہ ہو سکے تو اس کو چھوڑ دے مصنف کتاب کو کافر نہ کہے یہ متقدمین علماء کے خلاف ہے اگر تقویۃ الایمان سمجھ نہیں آتی تو اس کو نہ دیکھیں۔''

{مولانا سید برکات احمد سیرت و علوم صفحہ نمبر 190، برکات اکیڈمی کراچی 1993}

اوکاڑوی صاحب سے گزارش ہے کہ ہماری نہ مانیں اپنے بڑوں کی ہی مان لیں اور اگلا جواب بھی ملاحظہ فرمائیں کہ آپ اور آپ کے دیگر ہم مسلک علماء کہتے ہیں اس عبارت میں بڑے سے مراد انبیاء ہیں اور ان کی طرف ذلت کی نسبت کی گئی ہے۔ قارئین! یہ بات تو ہم واضح کر چکے ہیں کہ اس عبارت میں بڑے سے مراد ''انبیاء'' نہیں۔ اور اب ہم آپ کے سامنے بریلوی حضرات کے اپنے گھر سے گواہی پیش کرتے ہیں، جس میں انہوں نے خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ذلت کی نسبت کی ہے۔

جناب احمد رضا خان صاحب اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

کثرت بعد قلت پہ اکثر درود

عزت بعد ذلت پہ لاکھوں سلام

{**حدائق بخشش، حصہ دوم، صفحہ نمبر 29، مدینہ پبلشنگ کراچی**}

اس شعر پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب نصیر الدین نصیر صاحب کہتے ہیں:

''اس مندرجہ بالا شعر میں کس عزت اور کس ذلت کا ذکر فرما رہے ہیں۔ کیا ان کو شان رسالت کا علم نہ تھا کہ جنہوں نے ذلت کی نسبت آپ کی ذات عالیہ کی طرف کردی، کیا وہ آپ کے نزدیک فتوی گستاخی کی زد میں نہیں آتے؟ اگر نہیں تو کیوں؟''

{**لطمۃ الغیب صفحہ نمبر** 42}

آگے مزید لکھتے ہیں:

''اگر آپ کے نزدیک ذات انبیاء کی طرف کسی قسم کی ذلت یا رسوائی کا انتساب یا یہ عقیدہ رکھنا کہ اس طبقے پر بھی بصورت امتحان ذلت آسکتی ہے انبیاء کی گستاخی ہے تو لیجئے! سب سے پہلے آپ مولانا احمد رضا خان پر گستاخی کا فتوی داغئے اور جس بے باکی سے آپ کے اصحاب قلم نے مجھ پر وہابیت اور گمراہی وغیرہ کے الفاظ برسائے ہیں، خدارا ایسی ہی حق گوئی کا مظاہرہ ذرا فاضل بریلوی کے حق میں بھی کر دکھائیں۔ مگر وہ بھی کتابی صورت میں، اور آج کے بعد اسٹیجوں پر بھی اسی طرح فاضل بریلوی کے بے ادب اور گستاخ ہونے کا اعلان فرمائیں، جس طرح میرے لیے زحمت فرمایا کرتے تھے''

{**لطمۃ الغیب، صفحہ نمبر** 43}

(احمد رضا کے اس گستاخانہ شعر میں رضا خانی تاویلات کا جواب، محقق اہلسنت مفتی نجیب اللہ عمر صاحب نے اپنے ایک ویڈیو بیان میں دیا ہے، یوٹیوب ویڈیو لنک https://www.youtube.com/watch?v=kixebtLHf58، ویڈیو

ٹائٹل Molvi Muzafar Hussain Shah Ka Operation Part (01

قارئین کرام ! آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ جناب احمد رضا خان صاحب نے اپنے ایک شعر میں نبی مکرم ﷺ کی طرف ذلت کی نسبت کی اور جناب نصیر الدین نصیر صاحب نے بھی اس بات کو تسلیم کیا۔تو اب ہم بھی نصیر صاحب کی طرح جناب اوکاڑوی صاحب اور دیگر بریلوی حضرات سے یہ کہنا چاہیں گے کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی عبارت میں ذلت کی نسبت انبیاء کی طرف نہیں کی گئی تھی لیکن آپ نے کھینچ تان کے ان کی عبارت میں انبیاء کو داخل کر کے ذلت کی نسبت انبیاء کی طرف کی اور دوسری طرف آپ کے "آلہ حضرت" کا واضح شعر موجود ہے جس میں انہوں نے ذلت کی نسبت انبیاء کے سردار آقا مدنی ﷺ کی طرف کی ہے اور آپ کے نصیر الدین نصیر صاحب نے اس بات کو تسلیم کیا۔تو کیا آپ میں اتنی ایمانی جرأت ہے کہ آپ وہی فتویٰ جو آپ نے حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ پر لگایا تھا، اپنے "آلہ حضرت " پر بھی لگا سکیں؟

بحرحال اوکاڑوی صاحب کے چوتھے اعتراض کے ضمن میں دی گئی شاہ شہیدؒ کی تینوں عبارات سے غلط استدلال، ان پر بریلوی حضرات کے اعتراضات اور ان کو حضرت کشمیریؒ کی عبارت کا مخالف کہنے کا جواب آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔جس سے پتا چل گیا کہ یہ تینوں عبارات بھی بالکل ٹھیک اور بے غبار ہیں اور حضرت کشمیریؒ کی جس عبارت کو ان عبارات کا مخالف بتانے کی کوشش کی گئی تھی۔وہ کسی صورت بھی ان کے مخالف نہیں۔

پانچویں عبارت

اس کے تحت اوکاڑوی صاحب نے حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی درج ذیل عبارات پیش کی ہیں:

پہلی عبارت

''یعنی انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہو وہ بڑا بھائی ہے، سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے اور مالک سب کا اللہ ہے، بندگی اس کو چاہیے ''۔

دوسری عبارت

''اولیاء وانبیاء، امام وامام زادہ، پیر شہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی، مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے''

تیسری عبارت

''اگر کسی نے بوجہ بنی آدم ہونے (یعنی سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے) کے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بھائی کہا تو کیا خلاف نص کہہ دیا۔ وہ تو خود نص کے موافق ہی کہتا ہے......اس پر طعن کرنا قرآن وحدیث پر طعن ہے اور اس کے خلاف کہنا نص کی مخالفت ہے۔'' (براہین قاطعہ)

مخالف عبارت

جو اس کا قائل ہو کہ نبی کریم علیہ السلام کو ہم پر بس اتنی ہی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے تو اس کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے۔ (المہند ص ۲۳، از علمائے دیوبند، مطبوعہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

چھٹی عبارت

اس کے تحت اوکاڑوی صاحب نے تقویۃ الایمان کی یہ عبارت پیش کی ہے:

پہلی عبارت

"اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی سی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے۔" (تقویۃ الایمان)

دوسری عبارت

"رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔" (تقویۃ الایمان)

مخالف عبارت

"اگر کسی میں ایک بات بھی کفر کی ہوگی وہ بالاجماع کافر ہے۔" (افاضات یومیہ ،ص ۲۳۴، ج ۷ جناب اشرفعلی تھانوی)

تقویۃ الایمان (مصنفہ اسماعیل دہلوی بالاکوٹی) میں بعض الفاظ جو سخت واقع ہو گئے ہیں تو اس زمانہ کی جہالت کا علاج تھا...... یہ بے شک بے ادبی اور گستاخی ہے (جو اسماعیل دہلوی نے ان الفاظ میں کی)......تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کا ستعمال بھی نہ کیا جاوے گا۔" (فتاویٰ امدادیہ ص ۱۱۹، ج ۴، از تھانوی،)

پانچویں و چھٹی عبارت کے تحت درج عبارات کی وضاحت اوران پر اعتراض کا جواب

بات یہ ہے کہ جہاں بڑے بھائی کی تعظیم کی بات ہے وہاں انبیاء کا ذکر نہیں۔اور جہاں انبیاء کرام کا ذکر ہے وہاں یہ ہے کہ ان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی

چاہیے۔مزید تفصیل دست و گریبان جلد ۳ میں ملاحظہ فرمائیں!

یہ مطلب بریلوی حضرات کا اپنا ایجاد کردہ ہے جو اُنھوں نے اس عبارت کے ساتھ چسپاں کر دیا ہے۔ نیز اول عبارت جس میں تعظیم کی بات ہے اس میں انبیاء کا ذکر نہیں اور اس کے الفاظ بھی یہ ہیں ''بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجیے'' جب کہ بریلوی حضرات کہتے ہیں اس میں کہا گیا ہے''صرف بڑے بھائی جتنی تعظیم کی جائے'' دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔''بڑے بھائی کی سی تعظیم'' کا مطلب کچھ اور بنتا ہے اور''صرف بڑے بھائی جتنی تعظیم'' کا مطلب کچھ اور بنتا ہے۔قارئین! دیکھا آپ نے کس طرح بریلوی ایک گستاخانہ مفہوم اپنی طرف سے بنا کر ہماری عبارت پر لگا دیتے ہیں۔جس سے پتا چلتا ہے اصل میں یہ گستاخ خود ہیں لیکن کندھا ہمارا استعمال کر رہے ہیں۔اور اگلی نہایت ہی قابل غور بات ملاحظہ فرمایئے کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی عبارت میں اخوت''اہل ایمان '' کے ساتھ کہی ہے۔لیکن شاید یہ بات جان کر آپ کو بہت افسوس اور دکھ ہو کہ بریلوی حضرات تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار کا بھائی کہتے ہیں۔ملاحظہ فرمایئے:

بریلوی کے حکیم الامت جناب احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

'' آدم علیہ السلام ایک ہیں مگر ان کی اولاد میں مومن بھی ہے کافر بھی، مشرک بھی منافق بھی، پھر مؤمنوں میں اولیاء بھی ہیں انبیاء بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی، گویا ایک درخت میں ایسے مختلف پھل لگا دیتا ہے کہ اس میں فرعون ہے اسی میں موسیٰ علیہ السلام اسی میں ابو جہل ہے اسی میں حضور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یہ کمال قدرت ہے اور اس کی رحمت کی بھی دلیل ہے کہ سارے انسان اس رشتہ سے بھائی بھائی ہیں''

{تفسیر نعیمی، جلد 7، صفحہ نمبر 740، مکتبہ اسلامیہ}

قارئین! دیکھا آپ نے کہ بریلویوں کے حکیم الامت نے اپنی اس عبارت میں

انبیاء بشمول آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کافروں، مشرکوں، منافقوں بالخصوص فرعون اور ابوجہل کا بھائی کہا ہے۔تو کیا ہم اوکاڑوی صاحب سے پوچھ سکتے ہیں کہ اگر شاہ اسمٰعیل شہیدؒ انبیاء کو اہل ایمان کا بھائی کہہ دیں تو ان پر توفتوی کفر و گستاخی ہے۔لیکن جو انبیاء کو صراحتاً صرف کافروں ہی نہیں بلکہ کے کافروں کے سرداروں کا بھائی کہے، کیا وہ مسلمان ہے؟ اگر ہے تو شاید اسی لیے کہ فرعون اور ابوجہل سے آپ کی کوئی خاص رشتہ داری ہے۔ورنہ لگائیں وہی گستاخی اور کفر کا فتویٰ جو آپ نے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ پر لگایا ہے اپنے حکیم الامت پر بھی لگائیں تاکہ آپ کی حق گوئی کا پتا چلے۔

قارئین کرام! آپ حضرت شاہ شہیدؒ کی عبارت پر اعتراض اور اس کا جواب ملاحظہ فرما چکے ہیں۔نیز اس عبارت میں دور دور تک کوئی گستاخی نہیں یہ بات بھی آپ کے سامنے آچکی ہے اب آیئے! ملاحظہ فرمایئے! جناب اوکاڑوی صاحب نے اس عبارت کی مخالف عبارت کے طور پر المہند کی جو عبارت پیش کی ہے۔اس عبارت اور تقویۃ الایمان کی عبارت میں کوئی تضاد نہیں اور اس عبارت میں دائرہ ایمان سے خارج ہونے کا فتویٰ حضرت شاہ شہیدؒ کے لیے نہیں بلکہ جناب اوکاڑوی صاحب اور اُن کے ہم مسلک ساتھیوں کے لیے ہے۔اس لیے کہ شاہ شہیدؒ کی عبارت میں یہ بات بالکل نہیں کہی گئی کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہم پر صرف اتنی فضیلت ہے جتنی بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے نعوذ باللہ، یہ مطلب تو اوکاڑوی صاحب اور ان کے ہم مسلک ساتھیوں کا اخذ کردہ ہے اور حضرت شاہ شہیدؒ اس سے بری ہیں۔

چھٹی عبارت کے تحت درج عبارات کی وضاحت اور ان پر اعتراض کا جواب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جواب سے پہلے ہم دونوں عبارتیں جو اوکاڑوی صاحب نے نامکمل نقل کی ہیں مکمل نقل کر دیتے ہیں ملاحظہ فرمائیے ! حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ لکھتے ہیں :

چھٹی عبارت کے تحت درج اول مکمل عبارت

"مشکوۃ کے باب بدء الخلق میں لکھا ہے کہ ابوداؤد نے ذکر کیا کہ جُبیرؓ نے نقل کیا کہ آیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک گنوار، پس کہا کہ سختی میں پڑ گئیں جانیں اور بھوکے مرتے ہیں کنبے اور مر گئے مواشی ،سو مینھ مانگو اللہ سے ہمارے لیے کیونکہ ہم سفارش چاہتے ہیں تمہاری اللہ کے پاس اور اللہ کی تمہارے پاس، پیغمبر خدا نے فرمایا کہ نرالا ہے اللہ نرالا ہے، اللہ سو اللہ کی پاکی یہاں تک بولتے رہے کہ اس کا اثر ان کے یاروں کے چہروں میں معلوم ہونے لگا پھر فرمایا کہ کیا بے وقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی سے سفارش نہیں کرتا اس کی شان اس سے بہت بڑی ہے کیا بے وقوف ہے تو جانتا ہے کیا چیز ہے اللہ، بے شک تخت اس کا اس کے آسمانوں پر اسی طرح سے ہے اور بتلایا اپنی انگلیوں سے کہ قُبّہ کی طرح اور بیشک وہ چرڑ چرڑ بولتا ہے اس سے جیسا چرڑ چرڑ بولے پالان اونٹ کا سوار کے بوجھ سے،

ف :۔یعنی ملک عرب میں قحط پڑا تھا سو ایک گنوار نے آ کر پیغمبر خدا کے روبرو اس کی سختی بیان کی اور دعا طلب کی اور یہ کہا کہ تمہاری سفارش اللہ کے پاس، ہم چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہارے پاس سو یہ بات سُن کر پیغمبر خدا بہت خوف اور دہشت میں آ گئے اور اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلنے لگی اور ساری مجلس کے لوگوں کے چہرے اللہ کی عظمت سے متغیر ہو گئے، پھر اس شخص کو سمجھایا کہ کسی کو جو کسی کے پاس اپنا سفارشی ٹھہرائے تو یوں ہوتا ہے کہ اصل کاروبار اس کے اختیار میں ہو اور سفارش کرنے والے کی خاطر

سے وہ کر دے سو جب یہ کہا اللہ کو سفارشی پیغمبر کے پاس ہم نے ٹھہرایا سو گویا اصل مختار پیغمبر کو سمجھا اور اللہ کو سفارشی، سو یہ بات محض غلط ہے اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں کہ سارے آسمان وزمین کو عرش اس کا قبہ کی طرح گھیر رہا ہے اور باوجود اس بڑائی کے اس شہنشاہ کی عظمت نہیں تھام سکتا بلکہ اس کی عظمت سے چڑ چڑ بولتا ہے سو کسی مخلوق کی کیا طاقت اس کی بڑائی کا بیان بھی کر سکے اور اس کی عظمت کے میدان میں اپنا خیال اور وہم بھی دوڑا سکے پھر کسی کام میں دخل کرنے کی اور اس کی سلطنت میں ہاتھ ڈالنے کی تو کس کو قدرت وہ خود مالک الملک بغیر لشکر اور فوج کے اور بغیر کسی وزیر اور مشیر کے ایک آن میں کروڑوں کام کرتا رہتا ہے وہ کس کے روبرو سفارش کرے اور کس کا منہ کہ اس کے سامنے کسی کام کا مختار بن کے بیٹھے، سبحان اللہ اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے اور عرش سے فرش تک جو اللہ کی عظمت بھری ہوئی ہے بیان کرنے لگے پھر کیا کہئے ان لوگوں کو کہ اس مالک الملک سے ایک بھائی بندی کا رشتہ یا دوستی آشنائی کا سا علاقہ سمجھ کر کیا کیا بڑھ بڑھ کر باتیں کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ میں نے اپنے رب کو ایک کوڑی کو مول لیا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ میں اپنے رب سے دو برس بڑا ہوں، کوئی کہتا ہے کہ اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہو تو ہرگز اس کی صورت نہ دیکھوں“

{**تقویۃ الایمان صفحہ نمبر 118 تا 120**}

قارئین کرام! آپ شاہ شہیدؒ کی مکمل عبارت ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یقیناً اس پوری عبارت کو ملاحظہ فرما لینے کے بعد کسی باشعور اور باعقل کے ذہن میں وہ اشکال نہیں آتا جو اوکاڑوی صاحب یا ان کے ہم مسلک لوگ کرتے ہیں۔ لگتا ہے انہیں لفظ ”بے حواس“

سے شدید دھوکہ لگا ہے

تو عرض ہے کہ فیروز الغات میں صفحہ نمبر 246 پر "بے حواس ہونا" کا مطلب یہ لکھا ہے" پریشان ہونا " اب ہم اوکاڑوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ شاہ شہیدؒ کی عبارت میں اس لفظ کا یہ معنیٰ مراد لینے سے بتایئے کیا اعتراض نکلتا ہے۔مگر کیا کہیے کہ اوکاڑوی صاحب اوران کے ہم مسلک افراد کو اہل سنت سے دلی بغض ہے اس لیے وہ ایک صحیح معنے کے ہوتے ہوئے بھی، غلط معنیٰ ہی مراد لیں گے اور حضرت شاہ شہیدؒ کو دائرہ اسلام سے نکالنے کے لیے اپنا پورا زور لگا رہے ہیں۔مگر قربان جایئے خدا کی قدرتوں پر کہ حضرت شاہ شہیدؒ کی عظمت تو خود انہی کے گھر سے ثابت ہو چکی ہے اور وہ خود اپنے ہم مسلک افراد کے فتوؤں سے کافر ومشرک اور بدعتی ثابت ہو چکے ہیں۔اگر اس وضاحت کے بعد بھی اوکاڑوی صاحب ہماری اس وضاحت کو نہیں مانتے تو جناب کی خدمت میں عرض ہے کہ ٹھیک ہے آپ اپنی ضد پر قائم رہیں لیکن صرف اتنی سی گزراش ہے کہ یہی الفاظ ہم آپ کو آپ کے حکیم الامت کی کتاب سے دکھاتے ہیں۔ذرا ہمت فرمایئے!اور یہی فتویٰ کفر وگستاخی اُن پر بھی لگایئے۔قارئین!ملاحظہ فرمائیں اوکاڑوی صاحب کے مسلک کے "حکیم الامت" جناب احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"صرف ایک بار نہیں بلکہ بار بار جادو کیا گیا جس سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہوش وحواس بجا نہ رہے"

{**نور العرفان، صفحہ نمبر** 448**،سورہ شعراء۔نمبر** 153}

قارئین محترم!اوکاڑوی صاحب کے "حکیم الامت" کی عبارت آپ کے سامنے ہے۔بتایئے!حضرت شاہ شہیدؒ کی عبارت میں تو صرف "بے حواس" لکھا ہے۔اور بے حواس جس معنیٰ کے اعتبار سے حضرت شاہ شہیدؒ کی عبارت میں استعمال ہوا ہے ہم وہ بھی

لغت کے حوالہ سے عرض کر چکے ہیں۔لیکن جناب احمد یار نعیمی کی عبارت میں تو معنی متعین کی بھی گنجائش نہیں اس لیے کہ وہ خود فرما رہے ہیں:

''آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہوش وحواس بجا نہ رہے''

یعنی انہوں نے معنی بھی خود ہی کر دیا ہے کہ ''بجانہ رہے'' یعنی سلامت نہ رہے۔ کیا اوکاڑوی صاحب یا اُن کی کسی ہم مسلک میں اتنی جرأت ہے کہ وہ وہی گستاخی کا فتویٰ جو حضرت شاہ شہیدؒ کی عبارت پر لگاتا ہے، اپنے ''حکیم الامت '' کی اس صریح عبارت پر بھی لگا سکے؟ اس وضاحت سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ تقویۃ الایمان کی اس عبارت اور حضرت تھانویؒ کی عبارت میں کوئی مخالفت نہیں۔

چھٹی عبارت کے تحت درج دوم مکمل عبارت

مشکوۃ کے باب الاسلامی میں لکھا ہے کہ شرح السنہ میں ذکر کیا کہ نقل کیا حذیفہؓ نے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ یوں نہ بولا کرو جو چاہے اللہ اور محمد اور بولا کرو جو چاہے اللہ فقط۔

ف:۔یعنی جو اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملا دے خواہ کتنا ہی بڑا ہو اور کیسا ہی مقرب، مثلاً یوں نہ بولے کہ اللہ ورسول چاہے گا تو فلانا کام ہو جاوے گا کہ سارا کاروبار جہاں کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا یا کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلانے کے دل میں کیا ہے یا فلانے کی شادی کب ہو گی یا فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں نہ کہے کہ اللہ ورسول ہی جانے، کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر، اور اس بات کا کچھ مضائقہ نہیں کہ کچھ دین کی بات میں کہے کہ اللہ ورسول ہی جانے یا فلانی بات میں اللہ ورسول کا یوں حکم ہے، کیونکہ دین کی

سب باتیں اللہ نے اپنے رسول کو بتادی ہیں اور سب بندوں کو اپنے رسول کی فرمانبرداری کا حکم دیا،

{تقویۃ الایمان صفحہ نمبر 126}

قارئین کرام! تقویۃ الایمان کی یہ مکمل عبارت آپ کے سامنے ہے۔اس کو پڑھنے کے بعد آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اوکاڑوی صاحب اس ڈر سے پوری عبارت بھی نقل نہیں کرتے کہ اگر قارئین نے پوری عبارت دیکھ لی تو میں جو اشکال اس پر کرنے لگا ہوں وہ پہلے ہی صاف ہو جائے گا اس کے باوجود بھی وہ اہل سنت کو طعنہ زنی کرتے ہیں بحر حال عبارت کے وہ الفاظ جو اوکاڑوی صاحب نے نقل کیے اگر صرف اتنے الفاظ کو دیکھا جائے اور سیاق وسباق سے صرفِ نظر کیا جائے تو لگتا ہے یہ الفاظ مطلقاً ہیں جبکہ سیاق وسباق دیکھ لینے سے پتا چلتا ہے کہ حضرت شاہ شہیدؒ اس بات کے مطلقاً انکاری نہیں۔جیسا کہ عبارت کے آخر میں انہوں نے خود فرما دیا:

''اور اس بات کا کچھ مضائقہ نہیں کہ کچھ دین کی بات میں کہے کہ اللہ ورسول ہی جانے یا فلانی بات میں اللہ ورسول کا یوں حکم ہے، کیونکہ دین کی سب باتیں اللہ نے اپنے رسول کو بتادی ہیں اور سب بندوں کو اپنے رسول کی فرمانبرداری کا حکم دیا''

اگلی بات کہ حضرت شاہ شہیدؒ جس کا انکار کر رہے ہیں کیا وہ واقعی ٹھیک ہے؟ تو یقیناً حضرت شاہ شہیدؒ بالکل ٹھیک فرما رہے ہیں۔ان کا مطمحِ نظر بھی صرف اتنا ہے کہ مختار کل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے جس بات کی طلب کرتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو مان لیتا اگر نہیں چاہتا تو نہیں مانتا، اس میں اُسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔یقیناً ہر کام اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے، اگر ایک کام رسول اللہ چاہیں لیکن اللہ نہ چاہے تو وہ نہیں ہوتا، یہی معنی ومطلب ہے حضرت شاہ شہیدؒ کی

عبارت کا اور اس کے بہت سے ثبوت بریلوی کتب موجود ہیں۔

مثلاً مولوی احمد رضا خان صاحب قرآن پاک کی آیت " اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ " کا ترجمہ کرتے ہیں:

"بے شک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو۔ ہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے"

{القصص۔نمبر 56۔کنز الایمان}

اسی طرح کچھ اور آیات کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"اور اکثر آدمی تم کتنا ہی چاہو ایمان نہ لائیں گے"

{سورہ یوسف نمبر 103۔کنز الایمان}

"سب کام اللہ ہی کے اختیار میں ہیں"

{الرعد۔نمبر 36۔کنز الایمان}

"اگر تم ان کی ہدایت کی حرص کرو تو بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا جسے گمراہ کرے"

{النحل۔نمبر 37۔کنز الایمان}

جناب نعیم الدین مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے تین سوال کیے ان میں صرف دو قبول فرمائے گئے ایک تو یہ تھا کہ میری امت کو قحط عام سے ہلاک نہ فرمائے یہ قبول ہوا ایک یہ تھا کہ انہیں عذاب سے غرق نہ فرمائے یہ بھی قبول ہوا، تیسرا سوال یہ تھا کہ ان میں باہم جنگ وجدال نہ ہو (یہ) قبول نہیں ہوا"

{خزائن العرفان سورہ انعام، تحت آیت نمبر 65، صفحہ نمبر 175}

اسی طرح جناب احمد رضا خان صاحب ایک حدیث نقل کرتے ہیں:

"اے علی! میں نے اللہ تعالیٰ سے تین بار سوال کیا کہ تجھے تقدیم دے اللہ تعالیٰ نے نہ مانا مگر ابوبکر کو مقدم رکھا"

{**فتاویٰ رضویہ، جلد** 15، **صفحہ نمبر** 686}

اسی طرح جناب نصیر الدین نصیر صاحب لکھتے ہیں:

"اللہ کا غیر دینے پر قادر ہے نہ روکنے پر، دفع ضرر پر قادر ہے نہ تحصیل نفع پر کیونکہ وہ خود اپنی جانوں کے لیے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں"

{**اعانت و استعانت کی شرعی حیثیت، صفحہ نمبر** 94}

پیر مہر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"رسول اکرم اپنے چچا ابو طالب کے واسطے یہی چاہتے تھے کہ وہ اسلام لاویں اور ظہور میں ایسا نہ آیا جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جب نبی کو کل اختیار نہیں تو ولی کو کس طرح ہو"

{**مکتوبات طیبات، صفحہ نمبر** 127}

یہ قرآن مجید کی کچھ آیات کا رضاخانی ترجمہ اور عبارات پیش خدمت ہیں۔ جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فلاں کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے لیکن نہیں ہوا کہ اللہ نہیں چاہتا تھا اور جناب نصیر الدین نصیر کی عبارت تو واضح ہے۔ اب ہمارا اوکاڑوی صاحب سے سوال ہے کہ آپ حضرت شاہ شہیدؒ کو تو ان کی عبارت کی بناء پر خوب کوستے ہیں اور اُن پر گستاخی رسول کے فتوے لگاتے ہیں لیکن کیا فتویٰ لگائیں گے قرآن مجید کی ان آیات اور ان کا ترجمہ کرنے والے اپنے "آلہ حضرت" اور دیگر عبارات کو لکھنے والے بریلوی حضرات کے متعلق، جو حضرت شاہ شہیدؒ کی بات کی صراحتاً تائید کر رہے ہیں؟

اس عبارت کی وضاحت کے بعد پتا چل گیا کہ تقویۃ الایمان کی اس عبارت اور حضرت اقدس تھانویؒ کی عبارت میں کوئی مخالفت نہیں۔ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت شاہ شہیدؒ کی عبارت عین اسلام ہے۔ بتلایئے! اوکاڑوی صاحب اس کے بعد حضرت تھانویؒ کی عبارت اور حضرت شاہ شہیدؒ کی عبارات میں کون سا تضاد باقی رہا۔

تقویۃ الایمان کے متعلق حضرت اقدس تھانویؒ کی ایک عبارت سے غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش اور اس کا جواب

اوکاڑوی صاحب نے سفید وسیاہ صفحہ نمبر 60 پر فتاویٰ امدادیہ سے حضرت تھانویؒ کا فتوی ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

''تقویۃ الایمان (مصنفہ اسماعیل بالاکوٹی) میں بعض الفاظ جو سخت واقع ہو گئے ہیں تو اس زمانہ کی جہالت کا علاج تھا...... یہ بے شک بے ادبی اور گستاخی ہے (جو اسماعیل دہلوی نے ان الفاظ میں کی)......تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کا استعمال بھی نہ کیا جاوے گا''

قارئین محترم! جناب اوکاڑوی صاحب کے والد، جناب شفیع اوکاڑوی صاحب کے حوالے سے اقتدار نعیمی صاحب کی گزارشات پیچھے گزر چکی ہیں کہ وہ عبارات میں کتر و بیونت اور کانٹ چھانٹ کیا کرتے تھے۔ اور یہ بھی ان کے اپنوں نے کہا کہ بیٹا اپنے باپ کا مظہر ہوتا ہے۔ (جہان مفتیٔ اعظم ص: ۱۷۵) اوکاڑوی صاحب نے حضرت تھانویؒ کا نامکمل فتویٰ جو اپنے الفاظ میں پیش کیا ہے۔ اس میں انہوں نے شدید بد دیانتی کی ہے۔ شاید وہ سمجھتے ہوں گے کہ کوئی اصل کتاب اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔ اور میری یہ بد دیانتی چھپی رہے گی۔ لیکن ملاحظہ فرمایئے! حضرت تھانویؒ کا مکمل فتویٰ تا کہ آپ بھی

اوکاڑوی صاحب کو ان کی بد دیانتی پر داد دے سکیں۔

حضرت تھانوی ؒ "تقویۃ الایمان" میں مذکور "بڑے بھائی " والی عبارت کے بارے میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

" تقویۃ الایمان میں بعض الفاظ جو سخت واقع ہو گئے، تو اس زمانے کی جہالت کا علاج تھا، جس طرح قرآن مجید میں عیسیٰ علیہ السلام کو الہ ماننے والوں کے مقابلہ میں قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ بْنَ مَرْيَمَ الخ فرمایا ہے، لیکن مطلب ان الفاظ کا برا نہیں ہے جو غور سے یا سمجھانے سے سمجھ میں آسکتا ہے، لیکن اب جو بعضوں کی عادت ہے کہ ان الفاظ کو بلا ضرورت بھی استعمال کرتے ہیں یہ بے شک بے ادبی اور گستاخی ہے، اگر متنازعین میں انصاف ہوگا، تو ان سطروں سے باہم فیصلہ کرلیں گے، جس کا خلاصہ یہ ہوگا کہ تقویۃ الایمان والوں کو برا بھی نہ کہا جائے اور تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کا استعمال بھی نہ کیا جاوے گا۔" (امداد الفتاویٰ جلد 5 صفحہ نمبر 389)

حضرت تھانوی ؒ تو یہ فرما رہے ہیں کے تقویت الایمان میں بعض جگہ سخت الفاظ ہیں جو اس (انگریز اور شیعہ کے) زمانے کی جہالت کا علاج تھا لیکن انکا مطلب برا نہیں۔

قارئین کرام حضرت تھانوی ؒ کی مکمل عبارت کو بھی پڑھیے اور اوکاڑوی صاحب کی نامکمل اور بد دیانتی پر مبنی نقل کردہ عبارت کو بھی پڑھیے، پھر انصاف سے کہیے کہ کیا اس مکمل عبارت کو پڑھنے کے بعد وہ نتیجہ نکل سکتا ہے جو اوکاڑوی صاحب کی نقل کردہ عبارت کو پڑھنے سے نکلتا ہے؟

رہی بات سخت الفاظ کی تو لوگوں کے حالات و واقعات ایسے تھے کہ انکو شرکیہ

کاموں سے بچانا ضروری تھا اور شاہ شہیدؒ نے لوگوں کی اصلاح کے لیے شرک و بدعت کے خلاف تقویت الایمان لکھی جو انگریزوں کے حامی شیعہ اور ان رضاخانیوں کو آج تک یہ بات ہضم نہیں ہوتی۔ افسوس کہ شاہ شہیدؒ لوگوں کی اصلاح کے لیے قرآن اور حدیث کے حوالوں سے لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرائیں تو انکو طعن تشنیع کا نشانہ بنایا جائے اور احمد رضا خان دوسروں پر جھوٹ بول کر اللہ تعالی کو ننگی ننگی گالیاں دے، انتہائی سخت الفاظ استعمال کرے اور مخالفین کو بھی ننگی ننگی گالیاں دے تو اس فحش گو کو رضی اللہ عنہ اور امام اہلسنت اور پتا نہیں کیا کیا القاب دیے جائیں؟

شرم مگر تم کو نہیں آتی

احمد رضا کی بے ہودگیاں اور فحش کلامی سے تنگ آکر ایک دفعہ انکے شاگرد خاص خلیفہ نعیم الدین مراد آبادی صاحب نے خان صاحب کو مشورہ دیتے ہوئے کہا:

"حضور کی کتابوں میں وہابیوں، دیوبندیوں اور غیر مقلدوں۔۔۔۔کا رد ایسے سخت الفاظ میں ہوتا ہے کہ آج کل جو تہذیب کے مدعی ہیں وہ چند سطریں دیکھتے ہی حضور کی کتابوں کو پھینک دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ۔۔۔۔ان کتابوں میں تو گالیاں بھری ہیں۔۔۔۔لہٰذا اگر حضور نرمی اور خوش بیانی کے ساتھ وہابیوں کا رد فرمائیں تو نئی روشنی کی دلدادہ جو اخلاق و تہذیب والے کہلاتے ہیں وہ بھی حضور کی کتابوں کے مطالعہ سے مشرف ہوں۔

مگر اعلی حضرت نے اس مشورے کی کوئی قدر نہ کی اور اپنی اسی روش پر بضد رہے۔

(ملاحظہ ہو سوانح امام احمد رضا۔ بدر الدین احمد رضوی ص 131 مطبوعہ سکھر)

قارئین کرام! حضرت تھانویؒ کی اس مکمل عبارت کو بھی پڑھیے اور اوکاڑوی صاحب کی نامکمل اور بددیانتی پر مبنی نقل کردہ عبارت کو بھی پڑھیے۔ پھر انصاف سے کہیے کیا اس مکمل عبارت کو پڑھنے کے بعد وہ نتیجہ نکل سکتا ہے جو اوکاڑوی صاحب کی نقل کردہ عبارت کو پڑھنے سے نکلتا ہے؟

قارئین کرام! حضرت تھانویؒ کی عبارت کی مزید وضاحت یہ فقیر عرض کیے دیتا ہے۔ حضرت تھانویؒ نے جو کہا ہے کہ "تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کا استعمال بھی نہ کیا جائے" کا مطلب یہ ہے کہ تقویۃ الایمان کی بات ٹھیک ہے "قرآنی آیت اور احادیث کی رو سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مؤمنین کے ساتھ اخوت کا رشتہ ہے۔ لیکن اس بات کو دہرایا نہ جائے گا کہ حضور ہمارے بڑے بھائی ہیں۔ اور اس کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں کہ جیسا کہ بریلوی حضرات کے حکیم الامت احمد یار نعیمی صاحب کہتے ہیں:

"ہم بھی عقیدے کے ذکر میں کہتے ہیں کہ نبی بشر ہوتے ہیں۔"

اور یہ بھی کہتے ہیں:

"بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی علیہ السلام کو یہ کہنا حرام ہے عقیدہ کے بیان یا دریافت مسائل کے اور احکام ہیں" حضرت صدیقہ یا صدیق رضی اللہ عنہما عام گفتگو میں حضور علیہ السلام کو بھائی یا بشر نہ کہتے تھے یہاں ضرورۃً استعمال فرمایا ہے"

{جاء الحق صفحہ 150، مسئلہ بشریت}

بس اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ ہم ایسی احادیث جن میں "اکرموا اخاکم" جیسے الفاظ کا ذکر ہو ان کی تشریح کرتے ہوئے "بھائی" کہتے ہیں لیکن بھائی کہہ کر پکارنا یا بطور محاورہ کہنا ناجائز سمجھتے ہیں اور حضرت شاہ شہیدؒ نے اپنی عبارت میں "بڑے بھائی" کا لفظ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ضرورۃً استعمال فرمایا ہے ورنہ وہ یا کوئی سنی

دیوبندی عام گفتگو میں آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو" بھائی "نہیں کہتے۔

ارواح ثلٰثہ سے حضرت شاہ شہیدؒ کے ارشادات سے تقویۃ الایمان کے بارے میں غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش اور اس کا جواب

قارئین! اس صفحہ 60 کے حاشیہ میں اوکاڑوی صاحب نے یہ کہا ہے کہ ایک طرف دیوبندی تقویۃ الایمان میں گستاخی مان کر شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کو گستاخ مانتے ہیں اور دوسری طرف حضرت گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ میں" تقویۃ الایمان "اور" شاہ اسمٰعیل شہید" کی تعریف کرتے ہیں۔ لہذا تقویۃ الایمان کی تائید کرنے والے دیوبندی بھی گستاخ ہیں۔ اس سے آگے اوکاڑوی صاحب نے ارواح ثلٰثہ سے حضرت شاہ شہیدؒ کے" تقویۃ الایمان "سے متعلق کچھ ارشادات نقل کرکے، غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

جواب

قارئین! حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تقویۃ الایمان میں کسی عبارت کو گستاخانہ نہیں کہا یہ اوکاڑوی صاحب کی چالاکی بلکہ بددیانتی تھی، جس کا پردہ چاک کیا جا چکا ہے اور جس کی وضاحت پیچھے کی جا چکی ہے۔ آگے اوکاڑوی صاحب نے ارواح ثلٰثہ سے حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا ایک قول بھی نقل کیا ہے کہ تقویۃ الایمان میں تھوڑی سی سختی ہے یا شرک خفی کو شرک جلی لکھا ہے۔ تو عرض ہے کہ کسی کسی موقعے پر سختی کرنا پڑتی ہے اور اس سختی سے نقصان نہیں فائدہ ہوتا ہے جیسا کہ کئی جسمانی بیماریاں ایسی ہیں جن کے لیے کڑوی دوائیاں پینی پڑتی ہیں اب یہ کڑوی دوائیاں سخت ضرور ہوتی ہیں لیکن ان سے فائدہ بھی جلد اور دیرپا ہوتا ہے۔ اسی طرح شرک بھی ایک روحانی بیماری ہے جو انسان

کے ایمان کو ختم کر دیتی ہے۔ اور انسان کو ازلی جہنم کا مستحق بنا دیتی ہے۔ اس لیے ایمان جیسی قیمتی چیز کو بچانے کے لیے "تقویۃ الایمان" نقصان دہ نہیں فائدہ مند ہے اس کے ذریعے شرک کی بیماری سے نجات ملتی ہے۔ مزید اگر آپ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے حالات اور اس دور کے شرک و بدعت کے واقعات پڑھیں تو اس بات میں کوئی اشکال باقی نہیں رہتا کہ "تقویۃ الایمان" واقعی اس دور کا صحیح علاج تھا۔ اور آپ ملاحظہ فرمائیں کہ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے نمازی کے متعلق صاف ارشاد فرمایا ہے کہ بے نمازی کا اسلام میں کچھ حصہ نہیں اور اسلام اور کفر میں صرف نماز کا فرق ہے۔ لیکن اس کے باوجود کیا اوکاڑوی صاحب ہمت فرمائیں گے کہ ایک فتویٰ بے نمازیوں کے بارے میں دیں کہ بے نمازی کافر ہیں۔ اگر نہیں تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ارشادات مبارکہ کا کیا مطلب ہو گا جو جواب اوکاڑوی صاحب اس سوال کا دیں وہی جواب ہماری طرف سے ارواح ثلثہ والی عبارت سے غلط استدلال کا قبول فرمائیں۔

علم العقائد اور علم التصوف کی وضاحت، ان کی اصطلاحات میں فرق

آگے آنے والی عبارات کی وضاحت اور ان پر ہونے والے اعتراضات کے باقاعدہ جوابات ملاحظہ فرمانے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان عبارات کے متعلق کچھ بنیادی اور تمہیدی گفتگو عرض کر دی جائے۔

محترم قارئین! دو اسلامی علوم بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں:

پہلا: علم العقائد

دوسرا: علم التصوف

علم العقائد: جنہیں ضروریات دین بھی کہا جاتا ہے اور ان کی بنیاد قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ دلائل پر ہوتی ہے۔اسی وجہ سے ان کے منکر کو کافر کہا جاتا ہے۔جیسا کہ مثال کے طور پر ہمارا عقیدہ ہے کہ'' اللہ ایک ہے "اب اللہ کا ایک ہونا یہ ہمارا قطعی عقیدہ ہے اور اس پر ہمارے پاس قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ دلیل ،قرآن پاک کی آیت "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" موجود ہے۔اب جو اللہ کے ایک ہونے کا انکار کرے اُسے کافر کہا جائے گا کہ وہ ایک قطعی عقیدے کا انکار کرتا ہے۔

علم التصوف: اس سے مراد تزکیۂ نفس یعنی باطن کی صفائی کا علم ہے۔لیکن اس کی بنیاد قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ دلائل پر نہیں ، بلکہ کسی ظنی دلیل پر ہوتی ہے۔اسی بناء پر اس کے منکر کو کافر نہیں کہا جاتا۔

ان دونوں علوم کی اپنی اپنی اصطلاحات ہیں ،بعض اوقات دونوں علوم کے اندر لفظ مشترک ہوتا ہے۔لیکن عقائد کے اندر اُس کا معنیٰ اور ہوتا ہے اور تصوف کے اندر اُس کا معنیٰ اور ہوتا ہے۔اس بات کے ثبوت کے لیے ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔مشہور بریلوی پیر اور قمر الدین سیالوی کے جدامجد جناب خواجہ شمس الدین سیالوی صاحب کے ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

جناب سید محمد سعید صاحب لکھتے ہیں:

"بعد ازاں، پختہ عقیدے کا ذکر چھڑا ،خواجہ شمس العارفین نے فرمایا کہ سالک کو ہر حالت میں اپنے عقیدے کو مضبوط رکھنا چاہیئے کیونکہ سلوک کی بنیاد اعتقادِ راسخ پر ہے۔پھر آپ نے یہ شعر پڑھا

در کارخانۂ عشق از کفر ناگزیر است

آتش کرا بسوزد ر بولہب نا باشد

پھر فرمایا صوفیا کی اصطلاح میں کفر سے مراد وہ پختہ اعتقاد ہے جو کسی شک انداز کی تشکیک سے ہرگز زائل نہ ہو سکے۔آتش سے مراد دنیا کی مصیبتیں اور سختیاں ہیں اور بولہب سے مراد عاشق حقیقی ہے جو ہر حالت میں تحمل کا عادی اور ایذا کشی کا خوگر ہوتا ہے۔

{مرآۃ العاشقین۔صفحہ نمبر 56،ناشر تصوف فائونڈیشن لاہور}

محترم قارئین!اس ایک حوالہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تصوف کی اصطلاحات اور علم العقائد کی اصطلاحات کتنی مختلف ہیں۔جیسا کہ کافر سے مراد عام طور پر وہی شخص ہوتا ہے جو دائرہ اسلام سے خارج ہو لیکن مندرجہ بالا حوالہ بتاتا ہے کہ تصوف میں کفر سے مراد اسلام سے خارج ہونا نہیں بلکہ پختہ اعتقاد ہے۔اور بولہب جو کہ گستاخان رسول کی صف اول میں شامل ہے جس کے رد میں قرآن مجید کی ایک سورت نازل ہو چکی ہے تصوف میں اس سے مراد عاشق حقیقی ہے۔لہٰذا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اگر کوئی انسان ان دونوں علوم کی اصطلاحات کو نہ جانتا ہو اور ایک علم کی اصطلاحات کو اس علم کے معنی کے مطابق ،دوسرے علم کی اصطلاحات کی طرح خیال کرے تو کتنی بڑی غلط فہمی جنم لے سکتی ہے اور معاملہ کہاں تک جا سکتا ہے؟

اسی وجہ سے ان دونوں علوم میں سے کسی ایک علوم کی بنیاد پر دوسرے علم پر فتویٰ لگانا یا ایک علم کے متعلق عبارات کو دوسرے علم کی عبارات کا مخالف کہنا مناسب نہیں۔

آیئے! اس پر ایک بریلوی حوالہ جات سنتے جایئے۔جناب عبد الحکیم شرف قادری صاحب ؛علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت کا ترجمہ لکھتے ہیں:

”حاصل جواب یہ ہے کہ اعتقادی مسائل دو قسم کے ہیں: (۱) وہ مسائل جن میں یقین مطلوب ہوتا ہے جیسے واجب الوجود کا ایک ہونا اور نبی اکرم ﷺ کا سچا ہونا (۲)

وہ مسائل جن میں ظن کافی ہوتا ہے، جیسے یہ مسئلہ ہے، پہلی قسم میں ظنی دلیل کافی نہیں ہوتی، جبکہ دوسری قسم میں کافی ہوتی ہے۔

{**نبراس، صفحہ نمبر** 598، **بحوالہ عقائد و نظریات، صفحہ نمبر** 312}

آیئے! اب دیکھئے علمائے اہل سنت کا یہ خاص وصف ہے کہ وہ ان دونوں علوم کی دل وجان سے قدر کرتے ہیں اور ترویج بھی کرتے ہیں۔ پر عقائد کو اپنے مقام پر رکھتے ہیں اور تصوف کو اپنے مقام پر، بریلویوں کی طرح ان دونوں کو خلط ملط نہیں کرتے۔ لیکن بریلوی حضرات اور غیر مقلدین حضرات کا یہ خاص شغل ہے کہ وہ ایک ایسا مسئلہ جس کی بنیاد تصوف یا ظنی دلائل پر ہو، اُس کے انکار کرنے پر تکفیر کرتے ہیں۔ اور ایک ظنی مسئلے کے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ اور دوسری طرف وہ یہ کام کرتے ہیں کہ علمائے اہل سنت کی وہ عبارات یا وہ کتابیں جو عقائد کے علم پر مبنی ہیں ان سے فتوے لیتے ہیں اور علمائے اہل سنت کی ان کتابوں پر لگاتے ہیں جو تصوف پر لکھی گئی ہیں یا جن کا تعلق ظنیات سے ہے۔ ان کے اس دوسرے کرتوت کا جائزہ تو آئندہ صفحات میں لیا جائے گا؛ البتہ ان کے پہلے شغل یعنی ظنی مسئلے کے منکر کو کافر کہنے کا ثبوت ملاحظہ فرمایئے!

مسئلہ حاضر وناظر کے متعلق جناب عبدالحکیم صاحب لکھتے ہیں:

"یہ بھی پیش نظر رہے کہ یہ (حاضر وناظر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا) عقیدہ ظنّیہ ہے اور از قبیل فضائل ہے، اس کے لیے دلائل قطعیہ کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ دلائل ظنّیہ بھی مفید ہیں"

{**عقائد و نظریات، صفحہ نمبر** 312}

دیکھیے! اس عبارت میں جناب عبدالحکیم صاحب نے مسئلہ حاضر وناظر کو ظنیہ قرار دیا ہے۔ اب آیئے! بریلوی حضرات کے اسی مسئلہ حاضر وناظر اور علم غیب جو اسی کا ہم

معنی ہے کے منکر کے متعلق انہیں کے ایک جید مصنف جناب غلام مہر علی صاحب لکھتے ہیں:

''جس طرح عقیدۂ ختم نبوت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم النبین ہونے کا منکر جماعت اہل اسلام سے خارج ہے اسی طرح عقیدۂ حاضر وناظر کا منکر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطلق خداداد علم غیب کا منکر بھی اسلام سے خارج ہے''

{**دیوبندی مذہب، صفحہ** 241}

محترم قارئین! دیکھا آپ نے کہ بریلوی حضرات کس طرح ایک ظنی مسئلے کی بنیاد پر تکفیر کرتے ہیں۔ اس لیے اہل سنت ان کی تصوف والی کتب میں موجود عبارات یا ظنی مسائل کو عقائد پر منطبق کر سکتے ہیں اور ان پر عقائد کے منکر کا حکم لگا سکتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک تصوف و ظنی مسائل اور عقائد قطعیہ میں کوئی فرق نہیں۔

آیئے! ایک اور عبارت بریلوی کتاب سے سنتے جایئے جو آگے آنے والی عبارات کی تشریح اور ان عبارات میں تضاد دکھانے کا اصولی جواب ہے۔ جناب ابو کلیم صدیق فانی صاحب احمد رضا خان کی ایک عبارت کا جواب دیتے ہوئے ایک عبارت کو اپنی تائید میں نقل کرتے ہیں۔ وہ عبارت ملاحظہ فرمایئے:

''اصولی بات یہ ہے کہ دنیا کے مسلّمہ اصول کے مطابق ہر علم وفن کا موضوع، اس کی غرض وغایت، اس کی اصطلاحات اور اس کے ماہرین جدا ہوتے ہیں اور اسی اعتبار سے ہر علم وفن کا اسلوب بیان بھی الگ ہوتا ہے۔ جو شخص کسی علم وفن کا ماہر ہو اور تجربہ کار نہ ہو۔ بسا اوقات اس فن کی کتابیں پڑھ کر شدید غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی عام آدمی میڈیکل سائنس کی کتابیں پڑھ کر اس سے اپنا علاج شروع کر دے تو یہ اس کی ہلاکت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ یہی معاملہ اسلامی علوم کا ہے کہ تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد

اور تصوف میں سے ہر ایک علم کا وظیفہ، اس کی اصطلاحات اور اس کا اسلوب بالکل الگ ہے، اور ان میں سب سے زیادہ دقیق اور پیچیدہ تعبیرات ان کتابوں میں ملتی ہیں جو تصوف اور اس کے فلسفے پر لکھی گئی ہیں کیونکہ ان کتابوں کا تعلق نظریات اور ظاہری اعمال کی بجائے باطنی تجربات اور ان واردات و کیفیات سے ہے جو صوفیائے کرام پر اپنے اشغال کے دوران طاری ہوتی ہیں اور معروف الفاظ وکلمات کے ذریعے ان کا بیان دشوار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں تک دین کے بنیادی مسائل عقائد اور عملی احکام کا تعلق ہے وہ نہ تصوف کا موضوع ہیں اور نہ علمائے امت نے تصوف کی کتابوں کو ان معاملات میں کوئی ماخذ یا حجت قرار دیا ہے۔ اس کے بجائے عقائد کی بحثیں علم کلام میں اور عملی احکام وقوانین کے مسائل علم فقہ میں بیان ہوتے ہیں اور انہی علوم کی کتابیں اس معاملے میں معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ خود صوفیاء کرام ان معاملات میں انہی علوم کی کتابوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یہ تصریح کرتے ہیں کہ جو شخص تصوف کے ان باطنی اور نفسیاتی تجربات سے نہ گزرا ہو اس کے لیے ان کتابوں کو دیکھنا بھی جائز نہیں۔ بسا اوقات ان کتابوں میں ایسی باتیں نظر آتی ہیں جن کا بظاہر کوئی مفہوم سمجھ نہیں آتا۔ بعض اوقات جو مفہوم بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے وہ بالکل عقل کے خلاف ہوتا ہے۔ لیکن لکھنے والے کی مراد کچھ اور ہوتی ہے۔ اس قسم کی عبارتوں کو "شطحیات " کہا جاتا ہے۔ اس لیے کسی بنیادی عقیدے کے مسئلے میں تصوف کی کتابوں سے استدلال ایک ایسی اصولی غلطی ہے جس کا نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں"

{ملت اسلامیہ کا موقف صفحہ نمبر ۱۲۱ مطبوعہ پاکستان بحوالہ آئینہ اهل سنت صفحہ نمبر 144تا145}

آٹھویں عبارت

اول

جناب اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کو بڑے بڑے علمائے دیوبند اپنا پیرو مرشد کہتے ہیں۔ اکابر علمائے دیوبند نے اپنے ان پیر صاحب کی شان نہایت مبالغہ سے بیان کی ہے، انہیں "امیر المومنین، غوث الکاملین، منبع برکات قدسیہ، معدن معارف الٰہیہ، مظہر فیوضات مرضیہ، دنیا وآخرت میں وسیلہ، علیِّ وقت وغیرہ لکھنے کے باوجود حاجی امداد اللہ کی توصیف میں اپنے عجز کا اظہار کیا ہے۔" وہی حاجی امداد اللہ صاحب اپنے پیرو مرشد مولانا نور محمد صاحب کی وفات کے بعد ان کو امداد کے لیے اس طرح پکارتے ہیں

"تم ہو اے نور محمد خاص محبوب خدا
ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفٰے
تم مددگار، مدد، امداد کو پھر خوف کیا
عشق کی پرسن کے باتیں کانپتے ہیں دست و پا
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا
آسرا دنیا میں ہے ازبس تمہاری ذات کا "

(شمائم امدادیہ، ص و امداد المشتاق ص، مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون، از تھانوی)

{سفیدہ وسیاہ۔ صفحہ نمبر 62تا63}

دوم

اس اعتراض کے ذیل میں اوکاڑوی صاحب نے قصائد قاسمی سے حضرت

نانوتویؒ کے درج ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

"مدرسہ دیو بند کے بانی کہلانے والے جناب محمد قاسم نانوتوی کی پکار ملاحظہ ہو فرماتے ہیں

مدداے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بےکس کا کوئی حامی کار
مگر کرے روح القدس میری مددگاری
تو اس کی مدح میں بھی کروں رقم اشعار
جو جبرئیل مدد پر ہو فکر کی میرے
تو آگے بڑھ کے کہوں کہ جہان کے سردار
بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال
بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار
رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا کون ہے کچھ کسی نے جُزستار
ے وے ذرے تیرے کوچے کے
معلم الملکوت آپ کا سگ دربار "

دیوبندیوں وہابیوں کے یہی" قاسم العلوم و الخیرات " اور" حجۃ الاسلام " کہلانے والے نانوتوی صاحب مزید فرماتے ہیں

"ثنا کر اس کی اگر حق سے کچھ لیا چاہے
تو اس سے کہہ اگر اللہ سے ہے کچھ درکار
کروڑوں جرموں کے آگے یہ نام کا سلام

کرے گا یانبی اللہ کیا مرے پہ پکار
یہ کر آپ شفیع گناہ گاراں ہیں
کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا
بنے گا کون ہمارا تیرے سوا غم خوار
گناہ کیا ہے اگر کچھ گناہ کیے میں نے
تجھے شفیع کہے کون گر نہ ہوں بدکار
لگے ہے تیرے سگ کو گو میرے نام سے عیب
پر تیرے نام کا لگنا مجھے ہے عزو وقار
رجا وخوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ
جو تو ہی ہاتھ لگائے تو ہوئے بیڑا پار
تیرے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرہ طاعت
گناہ قاسم برگشت بخت بداطوار "

سوم

اس اعتراض کے ذیل میں اوکاڑوی صاحب نے حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی کی فریاد ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں

"اے رسول کبریا فریاد ہے
یا محمد مصطفٰے فریاد ہے

سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل

اے مرے مشکل کشا فریاد ہے

قیدِ غم سے اب چھڑا دیجیے مجھے

یا شہ ہر دوسرا فریاد ہے "

چہارم

اس اعتراض کے ذیل میں اوکاڑوی صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل اشعار نقل کیے ہیں:

یا شفیع العباد خُذ بیَدی

انت فی الاضطرار مُعتمدی

لیس لی ملجاء سواك اغث

مسّنی الضّر سیّدی سندی

یا رسول الله بابك لِی

من غمام الغموم ملتحدی

لیتنی کنت ترب طیبتکم

فالتثمت النعال ذاك قدی

اے بندوں کی شفاعت کرنے والے میری دست گیری فرمایئے آپ ہر مشکل میں میری آخری امید اور سہارا ہیں۔ آپ کے سوا مجھے کوئی پناہ دینے والا نہیں۔ میرے سردار، میرے آقا، میری فریاد سنئے، میں سخت تکلیف میں مبتلا ہوں۔

میں ہوں بس اور آپ کا در یا رسول

ابرِ غم گھیرے نہ پھر مجھ کو کبھی
کاش ہو جاتا مدینہ کی میں خاک
نعل بوسی ہوتی کافی آپ کی "

مخالف فتویٰ

حضرت حاجی صاحبؒ وحضرت نانوتویؒ اور حضرت تھانویؒ کے اشعار کے مخالف فتوے کے طور پے اوکاڑوی صاحب نے تقویۃ الایمان کی بے محل عبارات اور جواہر القرآن کی ایک عبارت پیش کی ہے۔

ان کو جس طرح اوکاڑوی صاحب نے نقل کیا ہے ہم اسی ترتیب کے مطابق لکھ رہے ہیں ۔لیکن قارئین اصل اور مکمل عبارت کو اصل کتاب سے دیکھیں ۔اوکاڑوی صاحب کی چالاکی تو اس سے ہی سامنے آجائے گی۔

اول مخالف عبارت

مخالف عبارت کے طور پر انہوں نے تقویۃ الایمان کی مختلف عبارات کو کانٹ چھانٹ کر یوں جمع کیا ہے:

"اکثر لوگ پیروں کو اور پیغمبروں کو اور اماموں کو اور شہیدوں کو اور فرشتوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اور ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت بر آئی کے لیے ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں ......سو وہ شرک میں گرفتار ہیں ......تمام آسمان و زمین میں کوئی کسی کا ایسا سفارشی نہیں ہے کہ اس کو مانے اور اس کو پکاریئے تو کچھ فائدہ یا نقصان پہنچے......اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی۔اور کوئی کسی کی حمایت نہیں کر سکتا ......مگر یہی پکارنا اور منتیں مانی

نذر ونیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر وشرک تھا، سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ ومخلوق ہی سمجھے سو، ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے......اور اس بات میں اولیا وانبیاء میں اور جن وشیطان میں اور بھوت وپری میں کچھ فرق نہیں یعنی جس سے کوئی یہ معاملہ کرے گا، وہ مشرک ہو جائے گا، خواہ انبیا واولیاء سے کرے خواہ پیروں شہیدوں سے خواہ بھوت و پری سے ......یعنی اللہ زبردست کے ہوتے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارے لوگوں کو ثابت کیجئے۔

دوم مخالف عبارت

اولیاء وانبیاء کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیے......جو بشر کی سی تعریف ہو، سو ہی کرو، سو ان میں بھی اختصار ہی کرو"

سوم مخالف عبارت

مخالف عبارت کے طور پر جواہر القرآن سے مولانا غلام اللہ خان کی یہ عبارت نقل کی ہے:

"کوئی کسی کے لیے" حاجت روا ومشکل کشا ودست گیر" کس طرح ہوسکتا ہے، ایسے عقائد والے لوگ پکے کافر ہیں ان کا کوئی نکاح نہیں۔ ایسے عقائد باطلہ پر مطلع ہو کر جو انہیں کافر نہ کہے وہ بھی ویسا کافر ہے۔

سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے اشعار کی تشریح اور ان کی تقویۃ الایمان سے مخالفت ثابت کرنے کا جواب

محترم قارئین! اوکاڑوی صاحب نے حضرت حاجی صاحب کے جو اشعار پیش

کیسے ان کا تعلق تصوف سے ہے۔ نیز سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام و مرتبہ اپنی جگہ لیکن حضرت حاجی صاحبؒ با قاعدہ عالم نہیں بلکہ ایک صوفی تھے اور صوفیاء کے اقوال کے متعلق بریلوی علماء کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں!

مستند بریلوی عالم جناب ابوکلیم صدیق فانی لکھتے ہیں:

"صوفیاء کی غلبہ حال واستغراق کی باتیں دین میں حجت نہیں ہیں"

{**انوار احناف۔ صفحہ نمبر** 120}

جناب شکیل عطاری صاحب لکھتے ہیں:

"حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صوفی کا عمل دین میں حجت نہیں"

{**حاشیہ انوار احناف۔ صفحہ نمبر** 120}

لہذا پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ عالم نہیں صوفی ہیں۔ اس لیے بقول بریلوی علماء کے دین کے بارے میں ان کی بات حجت نہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ تقویۃ الایمان ایک عالم نے لکھی ہے اور اس کا تعلق عقائد سے ہے۔ اس لیے حضرت حاجی صاحبؒ کے اشعار (جن کا تعلق علم التصوف سے ہے) اور شاہ شہیدؒ کی عبارات (جن کا تعلق علم العقائد سے ہے) میں کوئی تضاد ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لیے کہ دونوں کا تعلق ایک علم سے نہیں بلکہ دو مختلف علوم سے ہے۔ لہذا جب ہمارے نزدیک تصوف کی حیثیت عقائد قطعیہ کی سی نہیں۔ تو تقویۃ الایمان میں موجود شرک کے رد اور توحید (جیسے قطعی عقیدے) کے اثبات والی عبارات کو حضرت حاجی صاحبؒ کی تصوف پر مبنی اشعار پر منطبق کرنا پاگل پن کے سوا کچھ نہیں۔ یہ ایک اصولی جواب ہے۔ جو بریلویوں جیسے بے اصولوں کی سمجھ میں آنا مشکل ہے۔ لہذا ہم مزید تشریح وتوضیح عرض کر

دیتے ہیں۔

ان اشعار کو مزید سمجھنے کے لیے ایک اصول ذہن میں رکھیں! ہر لفظ کا ایک لغوی معنی ہوتا ہے اور ایک اصطلاحی معنی ہوتا ہے۔ جس طرح "لفظ رب" ہمارے معاشرے میں جب عام طور پر بولا جائے تو ہر شخص اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات کو مراد لیتا ہے حالانکہ یہی "لفظ رب" جس کا لغوی معنی پالنے والا ہے۔ قرآن پاک میں والدین کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيرًا (۲۴)

(اور جھکا دے ان (ماں باپ) کے آگے کندھے عاجزی کر کے نیاز مندی سے اور کہہ اے رب ان پر رحم کر جیسا پالا انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا)

قارئین کرام! غور فرمائیں ایک لفظ قرآن پاک میں ماں باپ کے لیے استعمال ہوا ہے لیکن ہمارے معاشرے میں عام طور پر اس لفظ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات لی جاتی ہے۔ اور قرآن پاک میں ماں باپ کے لیے اس لفظ کو "لغوی معنی" پر محمول کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مدد، فریاد اور مشکل کشا جیسے الفاظ لغوی معنی کے اعتبار سے انبیاء و اولیاء اور عام انسانوں کے لیے بھی استعمال ہو سکتے ہیں لیکن اصطلاحی معنوں میں مدد صرف اللہ سے مانگی جاتی ہے اور فریاد بھی صرف اسی سے کی جاتی ہے اور مشکل کشا بھی صرف اسی کو سمجھا جاتا ہے۔ لہذا حضرت حاجی صاحبؒ نے مدد، فریاد اور مشکل کشا جیسے لفظوں کا استعمال لغوی معنی میں کیا ہے۔ اصطلاحی معنوں میں نہیں۔ جبکہ تقویۃ الایمان میں بحث اصطلاحی حوالے سے چل رہی ہے۔ اس لیے دونوں حضرات کی باتیں اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہیں۔

مزید ان اشعار میں مدد، فریاد اور مشکل کشا کا معنی وہ نہیں جو اصطلاح عقائد یا عام ماحول میں سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ وہاں مدد اور فریاد سے زیادہ سے زیادہ "لغوی معنیٰ مراد ہے "۔ مثلاً انسان اگر ایک کام کر رہا ہو اور کوئی دوسرا اس کام میں اُس کا ہاتھ بٹاتا ہے ہے تو لغوی طور پر اِس کو بھی مدد ہی کہا جاتا ہے۔ لیکن کوئی بھی اس کو شرک نہیں کہتا اس لیے کہ اسباب کے تحت مانگی جانے والی مدد شرک نہیں بلکہ شرک اس مدد اور فریاد کرنے کو کہتے ہیں جو مافوق الاسباب مانگی اور کی جائے۔ جبکہ ان اشعار میں مدد اور فریاد ماتحت الاسباب مراد ہے۔ اس لیے کہ نبی پاک ﷺ اور شیخ کی ذات امتی اور مرید کو کمال تک پہنچانے کا سبب ہے۔ ایک اور بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ حاجی صاحبؒ کے شیخ کی وفات کے بعد، حاجی صاحب کا ان سے مدد طلب کرنے کا کیا مطلب ہوسکتا ہے۔ تو اس بات کو تصوف کی روشنی میں یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ کہ حاجی صاحب اور تمام اہل سنت دیوبند مرنے کے بعد سماع اور حیات کے قائل ہیں۔ اس لیے کہ شیخ کی وفات کے بعد ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ انسان کو جو مرتبہ دیتا ہے۔ لغوی طور پر یہ بھی "مدد " ہی کہلا تا ہے۔ اور حاجی صاحب کے اشعار میں یہی مراد ہے۔

حاجی صاحب کے اشعار میں نبی پاک ﷺ کے لیے مشکل کشا کے لفظ کی حقیقت

اسی طرح مشکل کشا اور حاجت روا کا لغوی معنی ہے مشکل کو حل کرنے والا اور حاجت پوری کرنے والا۔ مثلاً: آپ کو کوئی دنیاوی پریشانی اور مشکل پیش آگئی اب جو انسان آپ کی اس مشکل کو حل کرے اور آپ کی حاجت کو پورا کر دے، لغوی معنی کے اعتبار سے تو وہ بھی مشکل کشا ہوا۔ اسی طرح ہماری کتنی مشکلات تھیں جو نبی پاک کے

صدقے اللہ پاک نے دور فرمادیں اور اب بھی دعا میں نبی پاک ﷺ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ مشکلات کو حل فرما دیتے ہیں تو لغوی طور پر اس کو بھی مشکل کشائی ہی کہا جائے گا۔لیکن اس سے ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ حضرت حاجی صاحبؒ جس طرح اللہ تعالیٰ کو مافوق الاسباب مشکل کشا سمجھ کر مدد مانگتے ہیں۔اسی طرح نبی پاک ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرح مافوق الاسباب سمجھ کر مشکل کشا سمجھتے ہیں۔اب حاجی صاحب کی جو روحانی مشکلات ہیں، وہ ان کے بارے میں نبی پاک ﷺ سے کہہ رہے ہیں کہ آپ اللہ سے دعا کر کے میری یہ مشکلات کو حل کرا دیں یہاں بات محض لغت کے اعتبار سے ہو رہی ہے۔جبکہ "تقویۃ الایمان" عقائد کی کتاب ہے اس لیے اس کی عبارات کو حاجی صاحب یا دیگر صوفیاء یا تصوف پر مبنی باتوں پر منطبق نہیں کیا جا سکتا۔اور اس میں غیر اللہ کو پکارنے والوں کو جو مشرک کہا گیا ہے۔اُس سے یہ "لغوی یا تصوف کی زبان میں مانگی گئی مدد" مراد نہیں۔ بلکہ وہ مدد اور پکار مراد ہے جو عام طور پر مشرکین و اہل شرک و بدعت غیر اللہ سے مافوق الاسباب مانگتے ہیں۔اور حضرت حاجی صاحب نے اپنے شیخ کی تعریف انسانوں کی سی ہی کی ہے۔ بلکہ اس میں بھی اختصار ہی کیا ہے لہذا حضرت حاجی صاحبؒ کے اشعار "تقویۃ الایمان" کی عبارات سے بالکل نہیں ٹکراتے۔اگر اوکاڑوی صاحب کو انسانیت کی عظمت کا ہی نہیں پتا تو کیا کہا جا سکتا ہے۔علامہ اقبال فرماتے ہیں:

فرشتوں سے بہتر ہے انسان ہونا
مگر اس میں لگتی ہے محنت زیادہ

الحمد للہ حضرت حاجی صاحب کے شیخ مکرم اور وہ خود محنت کر کے انسانیت کی معراج کو پائے ہوئے تھے تو حضرت حاجی صاحب کے اپنے شیخ کی شان میں اشعار یا علمائے اہل سنت کی حضرت حاجی صاحب کے متعلق عبارات میں ذرا بھی مبالغہ آرائی

نہیں ؛ بلکہ حقیقت پسندی ہے۔

علمائے اہلسنت والجماعت دیوبند اور سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ وشاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

اعتراض

اسی صفحہ 62 کے حاشیے میں جناب اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”دیوبندیوں وہابیوں کے پیرومرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نے علمائے دیوبند کی کفریہ اور گستاخانہ عبارات سے آگہی کے بعد، اپنے ان مریدوں کو ناخلف قرار دیا اور اہل سنت و جماعت کے مطابق خود اپنے صحیح عقائد کو برملا بیان کیا۔اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ علمائے دیوبند نہ تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے مرید رہے نہ ہی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پیروکار ہیں کیوں کہ علمائے دیوبند کی تحریریں حضرت شاہ ولی اللہ کی تحریروں سے بھی کوئی مطابقت نہیں رکھتیں جو خود دیوبندیوں ہی نے شائع کی ہیں لہذا ان کا یہ دعویٰ بھی درست نہیں کہ علمائے دیوبند دراصل حضرت شاہ ولی اللہ کے پیروکار ہیں“

جواب

صفحہ نمبر 62 کے حاشیے کا جواب

اوکاڑوی صاحب نے یہاں بھی سفید جھوٹ بولا ہے۔سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ نے علمائے دیوبند میں سے کسی کو بھی ناخلف قرار نہیں دیا۔اور ان کی یہ بات سو فیصد جھوٹ اور دجل پر مبنی ہے۔کیا اوکاڑوی صاحب اس بارے میں بھی کوئی الزامی عبارت پیش کر سکتے ہیں؟

آیئے! پہلے بریلویوں کے گھر سے علمائے دیوبند کے حاجی صاحب کے خلیفہ ہونے کا ثبوت ملاحظہ فرمایئے۔ جناب نصیر الدین نصیر صاحب لکھتے ہیں:

"لیکن ذرا تھوڑی فرصت نکال کر علمائے دیوبند کے متعلّق مقابیس المجالس کے یہ کلمات بھی ضرور پڑھ لیں" مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی حضرت حاجی صاحب کے مرید اور خلیفۂ اکبر ہیں۔ ان کے خلفاء بھی بہت ہیں چنانچہ مولوی محمد قاسم صاحبؒ اور مولوی محمد یعقوب صاحب وغیرھم۔۔۔۔۔ اگر چہ دار العلوم دیوبند کے بانی مبانی مولوی محمد قاسم نانوتویؒ مشہور ہیں لیکن دراصل یہ دار العلوم حضرت حاجی امداد اللہ قدّس سرّہ کے حکم پر جاری ہوا" نیز اس کا حاشیہ بھی ملاحظہ ہو "خواجہ صاحب کے اس ملفوظ سے ثابت ہوا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی، مولٰنا محمد قاسم نانوتوی وغیرھم علمائے دیوبند صحیح معنوں میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ اور اہلِ طریقت تھے حالانکہ بعض صوفی اُن کو غلط فہمی سے وہابی کہتے ہیں"۔ [۱]

{[۱]: **مقابیس المجالس، ص 352 بحوالہ لطمۃ الغیب صفحہ نمبر 221**}

محترم قارئین! مندرجہ بالا عبارت میں واضح طور پر علمائے دیوبند کا سید الطائفہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا خلیفہ ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔ نیز حاجی صاحب کی طرف منسوب کتاب "فیصلہ ہفت مسئلہ" جس کا بریلوی حضرات بہت پرچار کرتے ہیں، کہ آخر میں لکھی گئی وصیت ہی کو اگر پڑھ لیا جائے تو پتا چل جائے گا کہ علمائے دیوبند کا مقام حاجی صاحب کی نظر میں کیا ہے؟ وصیت پڑھنے سے پہلے یہ بات بھی ذہن میں رکھی جائے کہ حاجی صاحب کو صرف اہل سنت ہی نہیں مانتے بلکہ بریلوی حضرات کے عبد السمیع رامپوری صاحب بھی ان کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، اور خود ان کا مرید وخلیفہ بتلاتے ہیں (ملاحظہ فرمائیں انوار ساطعہ) علاوہ ازیں پیر مہر علی شاہ صاحب

جیسی شخصیت بھی حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ ہیں (ملاحظہ فرمائیے ملفوظات مہریہ) اور اوکاڑوی صاحب نے بھی اپنی عبارت میں حاجی صاحب کے عقائد کی تصدیق کی ہے۔گویا حاجی صاحب صرف علمائے دیوبند ہی کے نہیں بلکہ بریلوی حضرات کے بھی پیر اور مصدقہ ہیں ۔لہذا ان کی بات کو ماننا صرف ہمارے لیے ہی نہیں بلکہ بریلوی حضرات کے لیے بھی ضروری ہے۔اور حضرت حاجی صاحب کی وصیت کو پڑھنے کے بعد قارئین کو اندازہ ہو جائے گا کہ بریلوی علماء مثل اوکاڑوی صاحب، کس قدر حاجی صاحبؒ کی بات مانتے ہیں۔

ملاحظہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اہل اللہ کی صحبت وخدمت اختیار کریں خصوصاً عزیزی مولوی رشید احمد صاحب کے وجود بابرکت کو ہندوستان میں غنیمت کبریٰ ونعمت عظمیٰ سمجھ کر ان سے فیوض وبرکات حاصل کریں کہ مولوی صاحب موصوف جامع کمالات ظاہری و باطنی کے ہیں ان کی تحقیقات محض للّٰہیت کی راہ سے ہیں ہرگز اس میں شائبہ نفسانیت نہیں یہ وصیت تو مولوی صاحب کے مخالفین کو ہے"

{**فیصلہ ھفت مسئلہ شامل از کلیات امدادیہ صفحہ نمبر 86**}

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"جو شخص مجھ سے عقیدت ومحبت رکھے وہ مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم کو جو کمالات ظاہری و باطنی کے جامع ہیں۔میری جگہ بلکہ مجھ سے بھی بلند مرتبہ سمجھے اگرچہ ظاہر میں معاملہ برعکس ہے کہ میں ان کی جگہ پر اور وہ میری جگہ پر ہیں اور ان کی صحبت کو غنیمت سمجھے کہ ان کے جیسے لوگ اس زمانے میں نہیں پائے جاتے ہیں اور ان کی بابرکت خدمت سے فیض حاصل کرے اور سلوک کے طریقے جو اس کتاب میں ہیں

ان کے سامنے حاصل کرے ان شاء اللہ بے بہرہ نہ رہے گا۔ خدا ان کی عمر میں برکت دے اور معرفت کی تمام نعمتوں اور اپنی قربت کے کمالات سے مشرف فرمائے اور بلند مرتبوں تک پہنچائے اور ان کے نور ہدایت سے دُنیا کو روشن کرے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں قیامت تک ان کا فیض جاری رکھے"

{**ضیاء القلوب شامل از کلیات امدادیہ صفحہ نمبر 72 تا 73**}

محترم قارئین! حضرت حاجی صاحب کی علمائے دیوبند سے متعلق ان وصیتوں کو پڑھیے۔ اور پھر بریلوی حضرات کی ان اکابرین کے متعلق استعمال کی جانے والی غلیظ زبان کو دیکھیے۔ اور پھر اپنے ضمیر سے فیصلہ فرمایئے کہ اوکاڑوی صاحب کی یہ بات " کہ حاجی صاحب نے ان مریدوں یعنی اکابرِ دیوبند کو ناخلف قرار دیا تھا " یہ صحیح ہے۔ یا حاجی صاحب کی اپنی وصیت ان اکابر دیوبند کے متعلق صحیح ہے؟

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بریلوی علماء کی نظر میں

اگلی بات جو اوکاڑوی صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہی کہ علمائے دیوبند کا ان سے بھی کوئی تعلق نہیں کہ ان کی تحریریں حضرت شاہ صاحب کی تحریروں سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ الحمد للہ اکابر اہل سنت کی کوئی عبارت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کے متضاد نہیں۔ اگر اوکاڑوی صاحب اس کی کوئی مثال پیش کر دیتے تو اس کا جواب بھی دے دیا جاتا۔ اگر اوکاڑوی صاحب کا اشارہ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ان عبارات کی طرف ہے جو وہ اپنے بریلوی عقائد کی تائید میں پیش کرتے رہتے ہیں تو ان کا جواب دیا جا چکا ہے۔ نیز اوکاڑوی صاحب پتا نہیں اپنے گھر کے بندوں کی لکھی ہوئی کتابوں کا کیوں نہیں مطالعہ کرتے۔ اگر وہ اپنے گھر کے افراد کی لکھی ہوئی کتب کا ہی مطالعہ کر لیتے تو انہیں پتا چل

جاتا کہ اکابر اہل سنت اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ میں کوئی تضاد نہیں البتہ بریلوی حضرات شاہ ولی اللہؒ کے سخت دشمن ہیں۔تفصیل کے لیے" حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ مصنفہ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ" کا مقدمہ ملاحظہ فرمائیں۔مختصراً اتنا ملاحظہ فرمائیں کہ مشہور بریلوی عالم ومصنف جناب عمر اچھروی صاحب نے" مقیاس حنفیت" میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو وہابی لکھا ہے اور وہابی بریلوی حضرات کے نزدیک گستاخ رسول کو کہتے ہیں۔نیز جناب غلام مہر علی صاحب لکھتے ہیں:

"سارے فساد کی جڑ مولوی شیخ احمد معروف بہ شاہ ولی اللہ دہلوی اور وہی سارنگی بجانے والے اس کے بیٹے رفیع الدین وعبد القادر ہیں......وہی مولوی احمد الضدان یجتمعان کا حیرت انگیز ہیولیٰ تھے اول سنی پھر نجدی"

{**معرکۃ الذنب صفحہ نمبر 7تا8**}

آگے لکھتے ہیں:

"خواجہ اللہ بخش تونسوی فرمایا کرتے تھے کہ شاہ ولی اللہ نے ہگا شاہ عبد العزیز نے اس پر مٹی ڈالی مگر اسماعیل نے اسے ننگا کر کے سارے ملک کو متعفن کر دیا"

{**معرکۃ الذنب صفحہ نمبر 8**}

محترم قارئین!ان تحریروں کو پڑھنے کے بعد آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ بریلوی علماء نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے کس قدر گرے ہوئے زبان استعمال کی ہے اور صراحتاً ان کی توہین کی ہے۔اب دیکھئے کہ حضرت شاہ صاحب کے دشمن خود بریلوی ہیں لیکن اس کے باوجود بریلوی حضرات ہمیں کہہ رہے ہیں کہ یہ شاہ صاحب کے پیروکار نہیں۔اوکاڑوی صاحب کی حق گوئی اس حاشیے کی عبارت سے اچھی

طرح سمجھ میں آسکتی ہے۔

حضرت حجۃ الاسلام وحضرت حکیم الامت کے اشعار کی تشریح اوران کی تقویۃ الایمان سے مخالفت ثابت کرنے کا جواب

حضرت نانوتویؒ وحضرت تھانویؒ کے ان اشعار سے غلط استدلال کا جواب بھی پچھلے جواب سے ہو چکا ہے۔حضرت حاجی صاحبؒ کے اکثر اشعار اپنے شیخ کی شان میں تھے جب وہ مبالغہ آرائی پر مبنی نہیں تو حضرت نانوتویؒ یا حضرت تھانویؒ کے اشعار جو محض شیخ نہیں بلکہ ان کے لیے ہیں جن کے سامنے حضرت حاجی صاحبؒ یا ان کے شیخ یا ساری کائنات ذرے کی حیثیت بھی نہیں رکھتی یعنی سرکار مدینہ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ، جو صرف انسانیت کی معراج پر ہی نہیں بلکہ جن کے صدقے انسانیت کو معراج ملی ، کے بارے میں ہیں تو یہ بھلا کب مبالغہ آرائی پر مبنی ہیں؟ اگر اوکاڑوی صاحب کو "انسانوں کی شان" کا نہیں پتا تو وہ کسی انسان کامل سے ملیں۔تو انہیں حضرت شاہ شہید کی عبارت اور حضرت حاجی صاحبؒ وحضرت نانوتویؒ اور حضرت تھانوی کے ان اشعار اور تقویۃ الایمان کی عبارات میں کوئی تضاد نظر نہیں آئے گا۔

حضرت نانوتویؒ کے اشعار میں سے ایک شعر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ندائیے جملے "یا نبی اللہ" سے اوکاڑوی صاحب غلط فہمی پھیلانا چاہتے ہیں۔جس پر اوکاڑوی صاحب نے خاص طور پے اس طرح کی " " بریکٹس بھی لگائی ہیں۔تو اوکاڑوی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ ہمارے نزدیک نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے روضۂ مبارکہ میں حاضر و ناظر ہیں۔ ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر کا گستاخانہ عقیدہ ہم نہیں رکھتے ہیں

اور ہم عرض اعمال کے بھی قائل ہیں۔اس لیے حضرت نانوتویؒ حضور پاک ﷺ کو اپنے روضے میں زندہ جان کر اور عرض اعمال کا عقیدہ رکھ کے اپنے کریم آقا مدنی ﷺ کی تعریف وثناء کر رہے ہیں اور اپنے آقا ﷺ سے مخاطب ہو کر دست بستہ کچھ التجا کر رہے ہیں۔اس لیے اس میں کوئی حرج نہیں۔باقی لفظ"یا نبی اللہ ہو یا پھر یا رسول اللہ ہو"۔ان کا کہنا اس وقت شرک کے زمرے میں آئے گا جب حضور پاک ﷺ کو نعوذ باللہ ہر وقت ہر جگہ حاضر وناظر سمجھ کر کہا جائے۔لیکن جب حضرت نانوتوی کا یہ عقیدہ نہیں۔اور اس گستاخانہ عقیدے کا صراحتاً رد بھی حضرت نانوتویؒ اپنی کتاب"فیوض قاسمی"میں فرما چکے ہیں۔لہذا بغیر حاضر وناظر جانے اس ندائیہ جملہ کے کہنے سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس میں دور دور تک شرک نہیں۔اس لیے حضرت نانوتویؒ کے یہ اشعار تقویۃ الایمان کی عبارات کے کسی صورت مخالف نہیں بنتے۔باقی اگر اوکاڑوی صاحب یا دیگر بریلوی علماء؛حضرت نانوتویؒ کے اس ندائیے جملے کو اپنے"یا رسول اللہ "یا"صلوۃ وسلام " کی طرح سمجھتے ہیں تو یہ غلط ہے۔اگر وہ بھی حضور پاک ﷺ کو ہر وقت ہر جگہ حاضر وناظر نہ مان کر یہ ندائیہ جملے کہیں تو یقیناً تقویۃ الایمان کی عبارت ان کے بھی مخالف نہیں رہے گی۔

حضرت تھانویؒ کے اشعار کی تشریح خود انہی کے قلم سے

نیز حضرت تھانویؒ کے اشعار کی تشریح خود انہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں!حضرت تھانویؒ سے ان کے انہی اشعار کے بارے میں ایک سوال پوچھا گیا۔سوال اور حضرت تھانویؒ کا جواب دونوں ملاحظہ فرمائیں:

سوال:

"کتاب نشر الطیب ورسالہ حفظ الایمان کے دیکھنے سے دوشبہے پیدا ہوئے جن کا استفسار ہے (۱) جناب کے نزدیک یا رسول اللہ جائز نہیں، جیسا کہ اسی کتاب کی فصل ۳۸ بیان توسّل سے ظاہر ہے فصل ۲۱ شیم الحبیب مصنفہ مفتی الٰہی بخش صاحب کے آخر میں جو قصیدہ نقل کیا گیا ہے اس میں چند جگہ الفاظ یا موجود ہے، اور جناب نے ہر طریقے سے منع فرمایا، واقعی عوام میں غلو ہے اور علماء کو ان کی حفاظت کے واسطے منع فرمایا یہ بھی درست ہے، پھر اس قسم کی نظمیں اس کتاب میں لکھ دی گئیں اس کو عوام پڑھیں گے اور علماء بیان کریں گے، گویا منع وجواز ایک کتاب میں جمع ہو گئے؟

الجواب:

باارادۂ استعانت واستغاثہ یا باعتقاد حاضر وناظر ہونے کے منہی عنہ ہے اور بدون اس اعتقاد کے محض شوقاً واستلذاذاً ماذون فیہ ہے چونکہ اشعار پڑھنے کی غرض محض اظہار شوق واستلذاذ ہوتا ہے۔ اس لیے نقل میں توسع کیا گیا ہے، لیکن اگر کسی جگہ اس کے خلاف دیکھا جائے گا منع کر دیا جائے گا"

(**امداد الفتاویٰ جلد 5 صفحہ نمبر 390**)

لیجیے! آپ کے اشکال کا جواب اور اپنے اشعار کی وضاحت حضرت اقدس تھانویؒ نے خود ہی فرما دی۔ بتایئے! اب ان کے اشعار اور آپ کی نقل کردہ مخالف عبارات میں کیا تضاد رہا؟ یقیناً کوئی نہیں!

حضرت شاہ شہیدؒ وحضرت گنگوہیؒ اور حضرت شیخ الہندؒ میں تضاد ثابت کرنے کا جواب

صفحہ 64 کے حاشیہ میں جناب اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”جناب اسمٰعیل دہلوی کہتے ہیں کہ نبی کی تعریف بھی بشر کی سی کرو اور اس میں بھی اختصار کرو اور گنگوہی صاحب کہتے ہیں قبلہ وکعبہ کے القاب بھی کسی کے لیے لکھنا درست نہیں مکروہ تحریمہ ہیں اور تمام علمائے دیوبند نے اپنے مذکورہ بڑوں اور ملاؤں کے لیے اپنی تحریروں میں جو القاب وآداب نہایت بے خوفی سے لکھے اور کہے ہیں، وہ یہی ظاہر کرتے ہیں کہ ان لوگوں کو قول وفعل یکساں نہیں بلکہ منافقت ان کا شیوہ وشعار ہے“

جواب

حضرت شاہ صاحبؒ کی بات بالکل ٹھیک ہے۔اور ان کی مراد یہی ہے کہ خدا کے مقابلے میں انبیاء کی تعریف بشر کی سی کرو اور مقام عبدیت ہی انبیاء کا مقام ناز ہے۔دراصل انبیاء کی تعریف بشریت سی کرنا کوئی عیب نہیں جناب احمد یار نعیمی صاحب نے بھی جاء الحق میں لکھا ہے کہ انبیاء کی بشریت ان کا کمال ہے۔اور انبیاء کی خدا کی طرح کرنا یعنی حد سے بڑھنا اور انبیاء کو بشریت سے بڑھا کر الوہیت تک پہنچانا کسی کے نزدیک بھی درست نہیں۔انسان بننا ہی سب سے بڑی بات ہے۔جو شخص صحیح انسان بن جائے اسی کو معلوم ہوتا ہے کہ بشر کی سی شان کیا ہوتی ہے۔الحمد للہ ہمارے تمام علماء نے اپنے اکابر واساتذہ اور مشائخ کی تعریف بشر سی ہی کی ہے۔اور” قبلہ وکعبہ “اور باقی عبارات میں تضاد دکھانے کا جواب انشاءاللہ اپنے اپنے مقام پر آرہا ہے۔

اعتراض

اس اعتراض کے ذیل میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”وہابیوں ،دیوبندیوں کے” شیخ الہند“ جناب محمود الحسن کی تمام حاجتیں دیوبندیوں وہابیوں کے امام رشید احمد گنگوہی صاحب سے وابستہ تھیں،وہ فرماتے ہیں

''حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب

گیا وہ قبلۂ حاجات روحانی وجسمانی "

''غوث "کے معنی" فریادرس "ہیں، چناں چہ محمود الحسن صاحب اپنے گنگوہی صاحب کو صرف غوث ہی نہیں بلکہ" غوث اعظم" قرار دیتے ہیں، ملاحظہ ہو!

''جنید و شبلی ثانی، ابومسعود انصاری

رشید ملت ودین، غوث اعظم قطب ربانی "

(گنگوہی صاحب کو محمود الحسن صاحب نے یہی نہیں بلکہ" مربی خلائق، مسیحائے زماں، قسیم فیض یزداں، بانی اسلام کا ثانی، میزبان خلق، محی الدین جیلانی، سر چشمہ احسان، لاثانی، قبلہ وکعبہ دینی وایمانی، نورمجسم "اور جانے کیا کیا کہا ہے اور اپنے کلیات میں گنگوہی ونانوتوی کے لیے فرماتے ہیں

مرے ہادی مرے مرشد مرے ماویٰ ملجا

مرے آقا مرے مولیٰ مرے سلطاں دونوں

راشد و قاسم خیرات و رشید و مرشد

قبلۂ دین ہیں اور کعبۂ ایماں دونوں"

مخالف عبارات

اول

مخالف عبارت کی طور پر تذکیر الاخوان سے درج ذیل شعر پیش کیے ہیں:

''تجھ سوا مانگے جو غیروں سے مدد

فی الحقیقت ہے وہی مشرک اشد

دوسرا اس سا نہیں دنیا میں بد

ہے گلے میں اس کے حبل من مسد

سب کی اس پہ لعنت و پھٹکار ہے "

فرماتے ہیں مردوں سے حاجتیں مانگنا اور ان کی منتیں ماننا کفار کی راہ ہے۔"

دوم

اور مخالف عبارت کے طور پر انہوں نے "بہشتی زیور " کی یہ عبارت پیش کی ہے:

"کفر کو پسند کرنا، کفر کی باتوں کو اچھا جاننا، کسی دوسرے سے کفر کی کوئی بات کرانا...... کسی نبی یا فرشتے کی حقارت کرنا، ان کو عیب لگانا...... کسی کو دور سے پکارنا اور یہ سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگی، کسی کو نفع نقصان کا مختار سمجھنا، کسی سے مرادیں مانگنا، روزی، اولاد مانگنا...... کسی بزرگ کا نام بطور وظیفہ کے جپنا...... کسی بزرگ سے منسوب ہونے کو نجات کے لیے کافی سمجھنا ...... حد سے زیادہ کسی کی تعریف کرنا...... اس قسم کی اور بہت سی باتیں (سب کفر و شرک اور بری) ہیں۔"

سوم

اس کے علاوہ تذکرۃ الرشید اور تالیفات رشیدیہ سے درج ذیل عبارات نقل کی ہیں:

"قبلہ کعبہ، قبلۂ حاجات، قبلۂ دینی و دنیوی وغیرہ ایسے کلمات مدح کے کسی کی نسبت کہنے اور لکھنے مکروہ تحریمہ ہیں"

"قبلہ و کعبہ کسی کو لکھنا درست نہیں ہے۔"

مزید اسی صفحہ نمبر 68 کے حاشیہ میں جناب اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"مرثیہ کے مزید اشعار اور ان کی شرح میرے والد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی کتاب "تعارف علمائے دیوبند" میں ملاحظہ فرمائیں"

مرثیہ گنگوہیؒ کے اشعار کی تشریح وتوضیح، ان کی شاہ شہیدؒ، حضرت تھانویؒ وحضرت گنگوہیؒ سے مخالفت ثابت کرنے اور غوث اعظم اور قبلہ وکعبہ کے الفاظ سے غلط فہمی پیدا کرنے کا جواب

جواب

الحمد للہ مرثیہ کے تمام اشعار جن پر بریلوی حضرات اعتراض کرتے ہیں ان کا جواب "ہدیہ بریلویت" "دوماہی مجلہ نور سنت" اور "مرثیہ گنگوہی پر اعتراضات کا جائزہ" میں دیا جاچکا ہے۔ قارئین اسے بھی ملاحظہ فرمائیں!

آپ کا پہلا اعتراض کہ حضرت شیخ الہندؒ کی تمام حاجتیں حضرت گنگوہیؒ سے وابستہ ہیں۔ آپ کی اپنی جہالت کا شاخسانہ ہے۔ "حوائج دین و دنیا کے" یا حاجات روحانی وجسمانی " سے مراد علم شریعت وعلم طریقت ہے، حضرت شیخ الہندؒ کہہ رہے ہیں کہ ہم حضرت گنگوہیؒ کے ذریعے ان دونوں علوم کی پیاس بجھایا کرتے تھے اور حضرت شیخ الہندؒ کے شعر کا مطلب صرف اتنا ہے اور وہ اللہ سے ہی فریاد کر رہے ہیں اور کہہ رہیں کہ یا اللہ پہلے کوئی بھی دینی یا دنیاوی پریشانی ہوتی تو ہم حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور حضرت گنگوہیؒ کے مشوروں سے، دعاؤں سے اور برکت سے وہ پریشانی دُور ہوجاتی۔ لیکن اب حضرت گنگوہیؒ کے جانے کے بعد ہمیں ایسا کوئی نظر نہیں آتا۔

مرثیہ میں موجود قبلہ و کعبہ کے الفاظ کا صحیح مفہوم اور ان سے غلط فہمی پیدا کرنے کا جواب

اور شعر میں حضرت گنگوہیؒ کے لیے "قبلہ" کا لفظ بھی صرف لغوی معنی میں استعمال کیا گیا ہے نہ کہ بطور عقیدہ اور فیروز الغات صفحہ نمبر 948 پر قبلہ و کعبہ سمجھنا کا معنیٰ یہ لکھا ہے "لائق تعظیم سمجھنا" حضرت شیخ الہندؒ، مولانا گنگوہیؒ کو لائق تعظیم سمجھتے ہیں، اس لیے اُنہوں نے حضرت کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اور فتاویٰ رشیدیہ کا فتویٰ اہل شرک و بدعت کے لیے ہے۔ اس لیے کہ ان کے "کلام مدح" کا تعلق بھی عقائد سے ہوتا ہے۔ وہ بزرگوں کی تعظیم ایسی کرتے ہیں جیسی خدا کی کی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اہل سنت کے ہاں کوئی بھی عرف عام میں یعنی عام طور پر علماء و اولیاء کو ان القاب سے نہیں پکارتا، جبکہ بریلوی تو اکثر اپنے پیروں کو انہی القابات سے یاد کرتے ہیں اور ان سے گفتگو میں ان کے انہی القاب سے مخاطب کرتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اہل سنت کے ہاں بھی اگر ان القابات کی وہی حیثیت ہوتی جو اہل بدعت کے ہاں ہے، تو وہ بھی اپنے علماء کو انہی القاب سے مخاطب کرتے۔ جبکہ ایسا بالکل نہیں ہے۔ لہذا حضرت شیخ الہندؒ کے شعر اور حضرت گنگوہیؒ کی عبارت میں کوئی تعارض نہیں۔ اِس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت گنگوہیؒ کے لیے صرف "قبلہ" کا لفظ استعمال کیا ہے اور حضرت گنگوہیؒ نے جس بات سے منع کیا ہے وہ صرف قبلہ کہنے سے منع نہیں کیا بلکہ "قبلہ و کعبہ" کہنے سے منع کیا ہے اس لیے دونوں باتوں میں کوئی بھی تضاد نہیں۔ لیکن بریلوی علماء کے ہاں اس بارے میں صریح تضاد موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں!

قبلہ وکعبہ کے الفاظ پر بریلویوں کی آپس میں جنگ

بریلوی حضرات کے قائد اہل بدعت جناب شاہ احمد نورانی صاحب کے والد جناب عبدالعلیم صدیقی صاحب، مولوی احمد رضا خان کے متعلق کہتے ہیں:

حرم والوں نے مانا جن کو اپنا قبلہ و کعبہ

جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو

{یاد اعلیٰ حضرت۔ صفحہ نمبر 3۔ مصنف عبدالحکیم شرف قادری}

بریلوی حضرات کے حکیم الامت جناب احمد یار نعیمی صاحب احمد رضا خان کے متعلق ایک شعر نقل کرتے ہیں:

قبلہ و دین کعبہ ایمان اعلیٰ حضرت مجدد ملت

راحت قلوب ورحمت یزداں اعلی حضرت مجدد ملت

{سیرت اعلیٰ حضرت}

اسی طرح جاوید اقبال مظہری صاحب نے اپنے پیر اوراوکاڑوی صاحب کے ممدوح جناب ڈاکٹر مسعود صاحب کے والد جناب مفتی مظہر اللہ کے متعلق " قبلہ دین کعبہ جان " کے الفاظ نقل کیے ہیں۔

{مناقب مظہری۔ صفحہ نمبر 31، مطبوعہ ادارہ مسعودیہ کراچی}

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ بریلوی اکابرین نے اپنے بزرگوں کے متعلق " قبلہ و کعبہ " کے الفاظ لکھے۔ اب آیئے اس پر فتویٰ بھی انہی کے گھر سے ملاحظہ فرمایئے۔ جناب اقتدار احمد نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

''عوام میں تو بعض بے وقوف لوگ اپنے بزرگوں کو قبلہ و کعبہ، مکہ مدینہ منورہ بھی کہہ دیتے ہیں، مگر یہ سب احمقانہ جہالتیں ہیں"

{تنقیدات علیٰ مطبوعات۔ صفحہ نمبر 53}

لہذا یہ سب بریلوی اکابرین (نوارنی کے والد،شرف قادری،اور احمد یار نعیمی) جنہوں نے اپنے بزرگوں کے لیے" قبلہ وکعبہ " کے الفاظ استعمال کیے۔اقتدار احمد نعیمی صاحب کے فتوے کی روشنی میں'' بے وقوف ،احمق ،جاہل" قرار پائے۔لہذا اوکاڑوی صاحب ہماری فکر کرنے کے بجائے اپنی اور اپنے علماء فکر کریں۔

غوث اعظم کے لفظ سے غلط فہمی پیدا کرنے کا جواب مع غوث اعظم کا مفہوم بریلوی پیر سے

ایک اعتراض جناب اوکاڑوی صاحب نے یہ بھی کیا ہے کہ غوث کے معنی فریاد رس کے ہیں اور حضرت شیخ الہند نے حضرت گنگوہیؒ کو غوث اعظم کہا ہے۔اس کا جواب ہم اوکاڑوی صاحب کو جناب نصیرالدین نصیر کے الفاظ میں دیتے ہیں۔جب ان سے بھی کسی نے اسی طرح کا سوال کیا تو وہ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

غوثِ اعظم کے حقیقی معنیٰ اور مفہوم

حضرت پیران پیرؒ کے مشہورِ زمانہ القاب میں سے ایک لقب غوث اعظم بھی ہے،جس کے معنیٰ ہیں بہت بڑا امداد کرنے والا ، یہ لقب آپؒ کے لیے بطور علَم بھی استعمال ہوتا ہے۔ہم بھی اپنی تحریروں اور اشعار میں اِسے استعمال کرتے ہیں۔ ہمارے معترض فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے سوا کسی سے استعانت کرنا شرک ہے اور اعانت کرنا اللہ ہی کا کام ہے تو پھر پیران پیر کو غوث اعظم کیوں کہتے ہو؟

جواباً گزارش ہے کہ اگر غوث اعظم کا جو مفہوم لُغوی ہے اُس کا خیال رکھا جائے تو متعدّد خرابیاں لازم آتی ہیں۔

1۔رسالہ غوث اعظم میں جب اللہ تعالیٰ نے شیخ عبد القادر جیلانیؒ کو یا غوث

الاعظم فرمایا تو کیا آپؒ اللہ کے لیے بھی غوث اعظم ہیں؟ آپؒ اللہ کی بھی بہت مدد فرمانے والے ہیں؟ کیا اللہ بھی آپؒ کی مدد کا محتاج ہے؟ اور کیا اللہ بھی وقت مشکل آپؒ کو یا غوث الاعظم کہہ کر پکارتا ہے اور آپؒ سے دستگیری کا طلبگار رہتا ہے؟ یہ سب باتیں صریح کفر و شرک ہیں۔ بلکہ اللہ کی طرف سے یا غوث الاعظم کہنے کی تاویل یہ کرنا پڑے گی کہ اللہ فرماتا ہے اے میرے وہ بندے! جو انبیاء ومُرسلین اور صحابہ کرام کے بعد اپنی کوشش و کاوش، جدو جہد، تبلیغ اور تعلیم کے ذریعے میرے دینِ متین کی بہت مدد کرنے والا ہے یا اپنی تبلیغ و تعلیم اور مواعظ وخطبات کے ذریعے میرے بندوں کو مُشرکانہ عقائد سے بچا کر صراطِ مستقیم اور عقائدِ صحیحہ پر قائم رکھنے میں تُو نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے اور ہر قسم کی شرک کی نفی کر کے میرے بندوں کے قُلوب واذہان سے شرکیہ جراثیم کے نکلنے کا ذریعہ بنا ہے تو یوں اس معاملے میں بعد از انبیاء ومرسلین وصحابہ کرام تُو میرے بندوں کے لیے بہت مدد کرنے والا یعنی غوث اعظم ہے۔ یہ تاویل کرنا ضروری ہے ورنہ معاملہ مزید اُلجھ جائے گا۔

2۔ حقیقی معنیٰ کے لحاظ سے غوث اعظم اللہ کی ذات ہے کسی اور کو یہ لقب دینا شرک ہے بلکہ حقیقی غوث اعظم بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اِسی طرح حقیقی معنیٰ کے لحاظ سے حضرت امام ابو حنیفہؒ کو امامِ اعظم کہنا اور مسٹر محمد علی جناح کو قائدِ اعظم کہنا بھی صریح کُفر ہے۔

{اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت، صفحہ نمبر 17 تا 18}

محترم قارئین! جناب نصیر الدین نصیر صاحب کی عبارت آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ انہوں اسی موضوع پر مزید کلام بھی کیا ہے۔ اب اگر حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت گنگوہیؒ کے لیے غوث اعظم کا اس معنیٰ کے لحاظ سے استعمال کر دیا کہ وہ اپنے دور میں

دینِ متین کی سب سے زیادہ خدمت کرنے والے اور شرک و بدعت کے جراثیم کو لوگوں میں سے نکالنے تھے۔ تو اوکاڑوی صاحب اس سے کون سا شرک لازم آتا ہے؟ آپ کیا سمجھتے ہیں اہل سنت پر اس طرح کے کھوکھلے اعتراض کر کے آپ کی جان چھوٹ جائے گی اور آپ اپنے آپ کو شرک سے بری کرالیں گے۔ یہ ہر گز ممکن نہیں۔

تذکرۃ الرشید اور تقویۃ الایمان میں "تصرف" کے حوالے سے مخالفت ثابت کرنے کا جواب

اعتراض

اس کے ذیل میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"ان ہی گنگوہی صاحب کی مزید "خصوصیات " کا تذکرہ ملاحظہ ہو۔" امام ربانی کے "تصرفات باطنیہ" ایسے قوی ظاہر ہوئے کہ ان کی کُنہ کا ادراک دشوار ہے اور چوں کہ اس میں زیادہ دخل "متوسل" کی مناسبت و تعلق مودت کو ہے اس لیے آپ کی "قوت قدسیہ " کے سامنے "قریب و بعید اور حاضر و غائب "اس "انتقاع "میں یکساں تھے ...... جب تک قلب کی پوری اصلاح نہیں ہوگئی اس وقت تک حضرت نے بیعت بھی نہیں فرمایا اور بیعت کے بعد تو حضرت کے "تصرفات" نے جو کچھ کیا وہ بیان کے قبل بیان نہیں......دل میں درد آخرت کا پیدا ہو جانا جو ادراک باطنی کا پیش خیمہ ہے آپ کے "تصرفات" میں وہ معمولی "تصرف" ہے جس سے میرے خیال میں آپ کا ایک متوسل بھی خالی......راہ روندگان راہ حق کی ایک دامن کے ظل عاطفت میں وہ وہ "مشکل کشائی اور حاجت روائی " ہوئی کہ بال بال اور رواں رواں شکریہ ادا کرے تو ادا نہیں ہوسکتا ......حضرت امام ربانی کا ہر خادم آپ کے "فیضان" کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور لیے ہوئے ہیں

اور ہر شخص پر آپ کے" تصرفات " کا اثر کبھی نہ کبھی لابد ہوا ہے......آپ کا" وجود باوجود ظاہراً و باطناً " اس زمانہ میں عالم کے لیے" رحمت خداوندی " تھا کہ اپنی استعداد کے موافق سب ہی آپ کے فیضان سے" مستفید " ہوئے......آپ دنیا سے تشریف لے گئے مگر" آپ کے تصرفات " عالم میں اپنا کام برابر کر رہے ہیں......حضرت کا مریدین کی جانب متوجہ ہو کر استفراغ کرنا مریدین کے مفاسد باطنیہ کا وہ اخراج ہے جس کو" توجہ اور تصرف " سے تعلق ......حضرت" مرجع عالم " تھے صغار و کبار اپنے اپنے" حاجات ظاہری و باطنی " آپ کی خدمت میں پیش کرتے تھے......اور تصرفات کا دارومدار چوں کہ" روحانی طاقت " پر ہے اس لیے بعض اہل اللہ کے" تصرفات " اس درجہ بڑھ گئے ہیں کہ جو افہام اس مضمون سے بالکل بے بہرہ ہیں ان کو یقین بھی آنا محال ہے اور بات بھی درست ہے جو شخص حواس خمسہ کے علاوہ اس اندرونی چھٹے حاسہ سے آگاہ ہی نہیں وہ اس تصرفات کو کیا جانے اور سنے تو کیوں کر یقین کرے ......غیر معتقدین پر" تصرف " کرنے کی قوت حق تعالیٰ نے اسی مقدس گروہ کو عطا فرمائی ہے......اہل اللہ کی قوتوں اور تصرفات کا اثر امور باطنیہ پر بھی پڑتا ہے......" آپ کے باطنی تصرف اور قلبی توجہ کے سامنے کشف کونی و زمانی کا ایسا مرتبہ نہیں جس کا لذت کے ساتھ بیان کیا جائے......سرتاپا آپ کا" وجود باوجود مستقل طور پر " راہبر و راہنما تھا...... باطنی تصرف و توجہ سے خدام کی معاونت فرمایا کرتے تھے۔" (تذکرۃ الرشید)

مخالف عبارت کے طور پر تقویۃ الایمان کی درج ذیل عبارت:

جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں" تصرف " ثابت کرے......اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس نہ ثابت کرے "۔

جواب

یہ اعتراض بھی پہلے اعتراضات کی طرح نہایت ہی جاہلانہ ہے۔اوکاڑوی صاحب کا اعتراض یہ ہے کہ تذکرۃ الرشید کی عبارت میں حضرت گنگوہی کے لیے "تصرف" ثابت کیا گیا ہے اور تقویۃ الایمان میں اِسے شرک کہا گیا ہے۔تو گزارش ہے کہ" تقویۃ الایمان "عقائد کی کتاب ہے اور تذکرۃ الرشید عقائد کی کتاب نہیں۔لہذا عقائد کی کتاب سے ایک فتویٰ اٹھا کر کسی دوسرے فن پر لگانا،آپ کے صدیق فانی کی پیچھے نقل کردہ عبارت کے مطابق بھی درست نہیں۔مزید وضاحت ملاحظہ ہو!

تذکرۃ الرشید کی عبارت میں "تصرف" کا مطلب صرف یہ ہے کہ جو لوگ بھی حضرت کے ساتھ جڑے،حضرت کی کوششوں سے اُن کی اصلاح ہوئی اور ان کا باطنی سفر آسان ہوا اور وہ "وصل الی اللہ" کی منزل تک پہنچے۔اس طرح ان کی مشکلات حل ہوئیں اور ان کی حاجات پوری ہوئیں۔اور یہ سب کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے،نہ کہ حضرت گنگوہی، حضرت نے تو صرف محنت کی اور وسیلہ بنے۔اور عبارت میں اسی معنیٰ میں "مشکل کشا اور حاجت روا" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔تو معلوم ہوا تذکرۃ الرشید کی عبارت کا تعلق تصوف سے ہے نہ کہ عقائد سے،اور اس سے کسی کو یہ شبہ پیدا نہیں ہوتا کہ حضرت گنگوہی "مشکل کشا اور حاجت روا" ہیں یا ہماری تمام مشکلیں حل کرتے ہیں۔ جبکہ بریلوی حضرات اپنے پیروں فقیروں کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ عالم میں بایں معنیٰ تصرف کرتے ہیں کہ وہ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔اور وہ "مشکل کشا اور حاجت روا" ہیں۔اور ان کے پاس خدائی اختیارات ہیں۔ ان کے اس عقیدے کی وجہ سے تقویۃ الایمان کی بات ان کے لیے ہے نہ کہ مصنف تذکرۃ الرشید کے لیے، جو ایسا اعتقاد

نہیں رکھتے۔لہذا تذکرۃ الرشید اور تقویۃ الایمان کی عبارت میں کوئی تضاد نہیں اور تقویۃ الایمان کا فتویٰ بریلوی حضرات کے لیے ہے اہل سنت کے لیے نہیں۔اور اس کی وجہ بتلا دی گئی ہے۔

بزرگوں کی قبروں پر جانے کے حوالے سے سوانح قاسمی اور تقویۃ الایمان میں مخالفت ثابت کرنے کا جواب

اعتراض

اس اعتراض کے ذیل میں جناب اوکاڑوی صاحب نے سوانح قاسمی سے درج ذیل عبارات نقل کی ہیں:

"(حضرت اقدس نانوتویؒ) کلیر تشریف لے جاتے تو رڑکی سے پیدل، ننگے پاؤں ہو لیتے اور شب کو روضہ میں داخل ہو کر کواڑ بند کر دیتے تھے اور تمام رات حضرت صابر صاحب کے مزار پر تنہائی میں گزارتے تھے"

شاہ صاحب کے مزار کے پاس ایک دفعہ حکیم صاحب نے دیکھا کہ محمد قاسم نانوتوی تشریف فرما ہیں۔حکیم صاحب بھی مزار کے قریب پہنچے اور بے خیالی میں ان کا پاؤں مزار شریف سے چھو گیا،حکیم صاحب کا بیان ہے کہ حضرت والا کو دیکھا کہ بے ساختہ دونوں ہاتھوں سے میرے پاؤں کو پکڑے ہوئے مزار سے الگ کر رہے ہیں۔"

''حق تعالیٰ کی طرف سے جب رحمت و مغفرت کی ہوائیں چلتی ہیں،تو مقصود وہی بزرگ ہوتے ہیں،مگر حسب قُرب و بُعد پہنچتی ہیں،سب آس پاس والوں کو بھی ...... بزرگوں کے جوار اور قرب مکانی کا کوئی فائدہ اگر نہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روضۂ پاک میں دفن ہونے کی آرزو کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی آرزو قرار نہ

دیتے ......اللہ والے لوگ ایسی قوم کے لوگ ہیں ،جن کا ہم نشیں ناکام نہیں ہوسکتا ...... بزرگوں کے قریب دفن ہونا مردے کے لیے فائدہ بخش ہے۔" (سوانح قاسمی)

مخالف عبارت کے طور پر انہوں نے تقویۃ الایمان کی درج ذیل عبارت نقل کی ہے:

"کسی پیر پیغمبر کو...... یا کسی سچی قبر کو...... یا کسی تھان کو، یا کسی کے چلہ کو کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو یا نشان کو...... یا ہاتھ باندھ کر کھڑا ہووے یا ایسے مکانوں میں دور دور سے قصد کر کے جاوے ...... یا وہاں روشنی کرے،غلاف ڈالے، چادر چڑھاوے......رخصت ہوتے وقت الٹے پاؤں چلے،ان کی قبر کو بوسہ دیوے......وہاں کے گرد وپیش کے جنگل کا ادب کرے اوراسی قسم کی باتیں کرے،سو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے"

جواب

اوکاڑوی صاحب ہمارے اکابر؛ بزرگان دین کی قبروں پر جانے یا ان سے فیض حاصل کرنے سے منع نہیں کرتے ۔ بلکہ وہاں جا کے شرکیہ افعال کرنے سے منع کرتے ہیں ۔جیسا کہ آپ نے شاہ شہیدؒ کی جو عبارت پیش کی ہے اُس سے ظاہر ہے۔اس لیے دو الگ الگ باتوں کو ایک کہہ کر ان پر فتویٰ لگانا بریلوی علماء کا ہی کام ہوسکتا ہے۔سنی علماء کا نہیں ۔دوسری بات یادرکھیں کہ جو کچھ آپ لوگ قبروں پر شرک وغیرہ کرتے ہیں اس کے لیے اسفار کرنا واقعۃً غلط ہے حضرت نانوتویؒ کا سفر اس کیلیے تو نہ تھا لہذا وہ تقویۃ الایمان کی زد میں نہیں آتا۔

اول

اس اعتراض کے ذیل میں جناب اوکاڑوی صاحب نے ،حضرت تھانوی کی درج ذیل عبارت نقل کی ہے:

"جو استعانت و استمداد بالمخلوق علم و قدرت مستقل مستمد منہ ہو ،شرک ہے ......اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہواور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت ،اور جو استمداد بلا اعتقاد علم وقدرت ہو، نہ مستقل، پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے"

دوم

''ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ سے ہی استعانت ہے۔"(حاشیۂ قرآن،علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)

جواب

اول تو اوکاڑوی صاحب نے ان دونوں عبارات کی مخالف عبارت کے طور پے کوئی عبارت پیش نہیں کی ۔مزید اگر اوکاڑوی صاحب (اس صفحہ جس پے یہ عبارت نقل کی اس سے اگلے صفحے پر پیش کی گئی) تقویۃ الایمان کی عبارت کو اس کا مخالف کہتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک توسل اور اور واسطہ بھی" مدد " اور" پکار " ہے؟ لہٰذا اس عبارت میں مقبولان خدا سے نہ ہی پکار کا کہا گیا ہے ،نہ ہی ان کو'' مشکل کشا "اور" حاجت روا " کہا گیا ہے۔اوکاڑوی صاحب نے مقبولان خدا کے واسطے سے بھی" مدد" اور" پکار" کہہ کر خواہ مخواہ الجھن پیدا کرنے کی کوشش کی ،لہٰذا دونوں عبارات میں کوئی تضاد نہیں۔ نیز یہ عبارات تو ہمارے عقیدے کی وضاحت کر رہی ہیں۔ کہ اولیاء

اللہ کا واسطہ اور ان کا توسل ہمارے نزدیک صحیح ہے۔

دوم عبارت کی مزید تشریح

تفسیر عثمانی سے استعانت لغیر اللہ کے اثبات کا جواب

اوکاڑوی صاحب اپنے شرکیہ افعال کے دفاع کے لیے اس عبارت کو خاص طور پے استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ سماء ٹی وی کے ایک پروگرام TO NIGHT WITH JASMEEN جس کے شروع میں واضح طور پے ایک رپوٹ دکھائی گئی جس میں ایک خاتون ایک مزار پر کھڑے ہوکر واضح الفاظ میں کہہ رہی ہیں کہ ”میرے پاس بچے نہیں ہیں اس لیے میں یہاں آتی ہوں، اولاد کی خاطر“

اس کے علاوہ ایک اور خاتون کہہ رہی ہیں:

”اللہ اللہ کرنے سے اللہ نہیں ملتا اللہ والے ہی اللہ سے ملاتے ہیں“۔ مزید اس رپورٹ میں مزارات پر ہونے والے شرکیہ افعال مثلاً مزارات پر سجدہ وغیرہ بھی دکھایا گیا اور ناچ گانے بھی دکھائے گئے۔ اس کے بعد اس سب سے متعلق اوکاڑوی صاحب سے سوال کیا گیا۔ جس کے جواب میں اوکاڑوی صاحب نے انتہائی دجل سے کام لیا اور تفسیر عثمانیؒ کی اس عبارت کے ذریعے اپنے شرکیہ عقائد کو کندھا دینے کی کوشش کی ہے۔ لہذا سب سے پہلے تو مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں ۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ تفسیر عثمانی میں آیت ”اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ“ کے تحت لکھتے ہیں:

”اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطۂ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق

تعالیٰ سے ہی استعانت ہے"

محترم قارئین! حضرت عثمانیؒ کے یہ الفاظ اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں اور ان میں بھی اللہ کے سوا کسی سے مدد مانگنے کو صراحتاً ناجائز کہا گیا ہے۔لیکن اوکاڑوی صاحب نے دجل کا مظاہرہ کرتے ہوئے عبارت نقل کرتے وقت عبارت کے پہلے جملے لکھے ہی نہیں (اگر چہ مذکورہ چینل میں کہے ہیں۔) اس سے اگلے الفاظ حضرت نے وسیلے کے متعلق کہے ہیں اور وسیلہ ہمارے نزدیک بلاشک وشبہ جائز ہے جیسا کہ فخر المحدثین خلیل الملۃ والدین علامہ خلیل احمد سہارنپوریؒ نے لکھا ہے:

"ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء وصُلحاء و اولیاء وشہداء وصدیقین کا توسل جائز ہے۔ان کی حیات میں یا بعد وفات، بایں طور کہ کہے یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تُجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں اسی جیسے اور کلمات کہے، چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے ہمارے مشائخ مولانا شاہ محمد اسحٰق دہلوی ثم المکی نے، پھر مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا ہے جو چھپا ہوا آج کل لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے"

{المھند علی المفند یعنی عقائد علماء اھل سنت دیوبند۔صفحہ نمبر 37،ادارہ اسلامیات انار کلی لاھور}

علامہ سہارنپوریؒ کی عبارت سے صراحتاً یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہمارے نزدیک وسیلہ جائز ہے۔

علامہ عثمانیؒ کی عبارت میں اگلی بات وسیلہ کے متعلق ہے جیسا کہ عبارت میں" واسطہ " کا لفظ اس بات کو ثابت کر رہا ہے۔وسیلہ میں انسان اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اپنے فلاں نیک بندے کے وسیلہ میں میری فلاں دعا کو قبول فرمالے۔" استعانت

ظاہری " کا یہی مفہوم ہے۔ظاہری سی بات ہے کہ وسیلہ میں انسان دعا اور استعانت اللہ تعالیٰ ہی سے کرتا ہے۔لہذا حضرت کی عبارت سے اوکاڑوی صاحب اور مزارات پے ہونے والے شرکیہ افعال ہرگز ثابت نہیں ہوتے۔اس لیے کہ مزارات پر لوگ استعانت ظاہری نہیں کرتے نہ ہی محض بزرگوں کے وسیلہ اور واسطہ سے مانگتے ہیں بلکہ بلا واسطہ صاحب قبر سے مانگتے ہیں۔جیسا کہ پروگرام میں پیش کی گئی رپورٹ سے ظاہر ہے۔اور یہ بات صرف بریلوی عوام تک محدود نہیں بلکہ بریلوی عالم بھی اس کا صراحتاً اقرار کرتے ہیں۔جید بریلوی عالم وشیخ الحدیث جناب عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

قول فیصل

اس تفصیل سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ "انبیاء واولیاء سے حصول مقاصد کی درخواست کرنا شرک وکفر نہیں"

{**عقائد ونظریات۔صفحہ نمبر** 186}

اس عبارت سے صراحتاً یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ بریلوی محض کسی بزرگ کے وسیلہ سے نہیں بلکہ براہ راست اور بلا واسطہ اس بزرگ سے اپنی مرادیں مانگتے ہیں۔جو کہ استعانت ظاہری نہیں بلکہ حقیقی استعانت ہے۔اور اس کے بارے میں پیر مہر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص قبروں کا طواف کرے یا سجدہ کرے یا اس قسم کی دعا مانگے کہ اے صاحب مزار! میرا فلاں کام سرانجام دو۔تو بتوں کے پجاریوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جائے گی جو ناجائز ہے"

{**اعلاء کلمۃ اللہ۔صفحہ نمبر** 67}

سید احمد کبیر رفاعیؒ لکھتے ہیں:

”جب تم اولیاء کرام سے تعاون چاہو تو اولیاء سے مدد نہ مانگو اور نہ ہی ان سے فریاد کرو اس لیے کہ یہ شرک ہے البتہ ان کی محبت کے طفیل اللہ سے مانگو“

{**البرھان المؤید۔ صفحہ نمبر** 144}

مولانا احمد الدین بگوی صاحب جن کو بریلویوں نے اپنے اکابر میں شمار کیا ہے (تذکرہ اکابر اہلسنت) وہ غیر اللہ سے استعانت کے متعلق لکھتے ہیں:

”شرک فی الاستعانۃ: مردوں سے استعانت اور حاجتیں طلب کرنے اور ان کی توجہ مبذول کرنے میں شرک کا ارتکاب کرنا شرک کی قبیح ترین صورت ہے حالانکہ عبادت اور استعانت تو صرف الہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے“

{**تذکار بگویہ۔ جلد 1۔ صفحہ نمبر** 115}

یہی بات خواجہ غلام فرید صاحب نے ”مقابیس المجالس “ میں لکھی ہے۔

”مذکورہ پروگرام میں جب اوکاڑوی صاحب سے ”قبروں پر سجدوں “ کے متعلق سوال کیا گیا کہ بعض افراد قبروں پر سجدہ بھی کرتے ہیں تو اوکاڑوی صاحب نے اس کا ناکام جواب دیتے ہوئے کہا کہ وہ قبر کو بوسہ دیتے یعنی وہ حقیقی سجدہ نہیں ہوتا بلکہ سجدے کی سی صورت ہوتی ہے۔ حالانکہ مزارات پر جا کے ہر انسان دیکھ سکتا ہے لوگ وہاں سجدہ ہی کر رہے ہوتے ہیں نہ کہ بوسہ دیتے ہیں بہر حال اوکاڑوی صاحب دبے لفظوں میں ہی سہی لیکن مزارات پر سجدہ ہونے کو تو مان گئے اور مختلف باطل تاویلات کے ذریعے، اس کا ناکام دفاع بھی کر رہے ہیں۔ لہذا پیر مہر علی شاہ صاحب اور دیگر مذکورہ بزرگوں کی تحریرات میں قبروں پر سجدہ کرنے اور صاحب قبر سے اپنی مرادیں مانگنے کو صاف اور صریح الفاظ میں شرک اور بت پرستوں کے مشابہ کہا گیا۔ جس سے اوکاڑوی صاحب اور تمام بریلویوں کا مشرک ہونا خود پیر مہر علی شاہ صاحب کی عبارت سے ثابت

ہوا۔

بوسۂ قبر سے متعلق اوکاڑوی صاحب کا دفاع اور اس کی حقیقت

اس کے علاوہ اسی مذکورہ ٹی وی پروگرام میں "قبروں پر بوسہ دینے کو اوکاڑوی صاحب نے مانا اور دفاع بھی کیا۔ حالانکہ وہ تو عام مزارات کو بوسہ دینے کو جائز کہہ رہے ہیں جبکہ ان کے آلہ حضرت لکھتے ہیں:

"خبردار جالی شریف (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار کی سنہری جالیوں) کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے"

{فتاویٰ رضویہ جلد 10۔ **صفحہ نمبر** 765، **مطبوعہ جامعہ نظامیہ لاہور}**

احمد رضا خان کے اس فتوے سے اوکاڑوی صاحب کا بے ادب ہونا صراحتاً ثابت ہوا کہ اوکاڑوی صاحب بوسۂ قبر کا دفاع کر رہے ہیں اور ان کے آلہ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ مبارکہ کی جالی مبارکہ تک کو بوسہ دینے کو خلاف ادب کہہ رہے ہیں۔

اسی طرح مجالس الابرار جس کی تائید وتصدیق شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے کی ہے اس میں لکھا ہے:

"زیارت بدعی یہ ہے کہ قبروں کے پاس نماز پڑھنے، طواف کرنے اور بوسہ دینے اور چومنے اور قبروں پر منہ ملنے اور وہاں کی مٹی لینے اور اہل قبور کو پکارنے، اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ان سے مدد اور رزق اور عافیت اور اولاد اور ادائے قرض کا سوال کرنے اور سختیوں کے دور ہونے اور لاچاروں کی امداد اور اس کے سوا دوسری ان حاجتوں کے

لیے جن کو بت پرست اپنے بتوں سے مانگتے تھے قبروں کی زیارت کرنا۔اس میں شک نہیں کہ اس زیارت بدعی شرکی اصل ان ہی بت پرستوں سے لی ہوئی ہے“

{مجالس الابرار۔مجلس نمبر 57}

محترم قارئین !اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہوئے کسی اللہ والے کا وسیلہ پیش کرنا اور براہ راست کسی اللہ والے سے مانگنا۔ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ہمارے اکابر کے یہاں وسیلہ جائز ہے اور اسی کو علامہ عثمانیؒ نے ”استعانت ظاہری“ سے تعبیر کیا ہے ۔لیکن بلا واسطہ اللہ والوں سے مانگنا جس کے بریلوی علماء قائل ہیں (جیسا کہ شرف قادری صاحب کی عبارت میں اس بات کو تسلیم کیا گیا اور مذکورہ پروگرام میں پیش کی گئی رپوٹ میں مزارات پر آنے والوں کے تاثرات سے بھی واضح طور پے پتا چلتا ہے)۔یہ ناجائز اور شرک ہے۔لہذا علامہ عثمانیؒ کی عبارت اور تقویۃ الایمان میں کوئی بھی تضاد نہیں۔جبکہ اوکاڑوی صاحب اور بریلوی مسلک کے دیگر علماء خود پیر مہر علی شاہ صاحب اور دیگر مذکورہ بزرگوں کی تحریرات کی روشنی میں مشرک ثابت ہوئے۔اس لیے اوکاڑوی صاحب اور تمام بریلوی؛ علمائے اہلسنت کو کوسنا بند کردیں کہ اُنھوں نے بریلویوں کو مشرک بنایا۔

اس سے آگے اوکاڑوی صاحب نے اکابر کی کچھ عبارات پیش کرکے ان کی تقویۃ الایمان سے مخالفت ثابت کرنے کی کوشش کی۔ہم پہلے اوکاڑوی صاحب کی پیش کی گئی تقویۃ الایمان کی عبارت کو انہی کے الفاظ میں نقل کرکے اس کا مفہوم عرض کردیتے ہیں۔اس کے بعد اوکاڑوی صاحب نے تقویۃ الایمان کی عبارت کی جن عبارات سے مخالفت ثابت کرنے کی کوشش کی ان کا صحیح مفہوم عرض کردیں گے۔جس سے ثابت ہو جائے گا کہ تقویۃ الایمان کی عبارت اور اکابرین اہلسنت کی دیگر عبارات میں کوئی تضاد

نہیں۔

اوکاڑوی صاحب کی پیش کی گئی تقویۃ الایمان کی عبارت ”سو کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے اور دور ونزدیک سے پکارا کرے اور بلا کے مقابلے میں اس کی دُہائی دیوے اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے اور اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے یا اس کی صورت کا خیال باندھے......اور (یوں سمجھے کہ) جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے، سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے......خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے خواہ پیر و شہید سے، خواہ امام و امام زادہ سے، خواہ بھوت و پری سے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے، خواہ اللہ کے دینے (عطا) سے، غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔“ (تقویۃ الایمان)

(**سفید وسیاہ۔ص ۷۳**)

عبارت بالا کی تشریح وتوضیح

اس عبارت میں درج ذیل امور کا ذکر ہے:

(۱) اٹھتے اور بیٹھتے ہر حال میں بطور مالک والہ کے کسی کا نام لیا جائے اور مافوق الاسباب کسی کو مدد کے لیے پکارا جائے یہ حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حق میں کسی اور کو شریک کرنا شرک ہے۔

قارئین! شاہ شہیدؒ نے تو مطلقاً بات کہی تھی لیکن آیئے ہم اس کو صراحت کے ساتھ بریلوی عالم سے ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ بریلوی فقیہ الہند جناب شاہ مسعود محدث دہلوی لکھتے ہیں:

”واضح ہو کہ یا رسول اللہ کہنا وقت سونے اور نشست اور ہر کار وغیرہ کے وقت ممنوع ہے اور بہ نیت حاضر وناظر کہنا موجب شرک کا ہے کہ یہ ہر دو صفت خاص واسطے

خدا کے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ یہ صفت حضوری کی بندے میں نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں دوسرے کو شریک کرنا شرک ہے کما قال اللہ تعالیٰ: ۔لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ"

{فتاویٰ مسعودی ۔صفحہ نمبر 529۔سرھند پبلی کیشنز ،کراچی پاکستان، مرتب پروفیسر مسعود}

محترم قارئین! دیکھیے شاہ شہیدؒ نے جو بات مطلقاً کہی تھی بریلوی مفتی نے وہی بات صراحت کے ساتھ کہہ دی۔

(۲) ہر قت ہر انسان کے دل و دماغ میں کیا بات چل رہی ہے۔اس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا واضح اعلان ہے: یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ترجمہ: وہ آنکھوں کی خیانت اور سینوں میں چھپے ہوئے بھید کو جانتا ہے"

{سورہ مومن سورہ نمبر ۴۰۔آیت نمبر ۱۹۔پارہ فمن اظلم پارہ نمبر ۲۴}

جیسا کہ اس آیت سے صراحتاً ثابت ہورہا ہے کہ دل میں چھپی ہوئی بات کو جاننا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔لہذا شاہ شہیدؒ نے یہی بات کہی ہے کہ کوئی انسان بھی اگر کسی کا ختم پڑھتے یا خیال باندھتے ہوئے یہ عقیدہ رکھے کہ میں جس کا ختم پڑھ رہا ہوں یا خیال باندھ رہا ہوں وہ میری ہر بات سے واقف ہے۔تو یہ اس وجہ سے شرک ہے کہ ہر وقت ہر کسی کے دل کی بات جاننا یہ صرف اللہ کی شان ہے۔جیسا کہ مذکورہ پیش کی گئی آیت سے ظاہر ہے۔

شاہ شہیدؒ کی عبارت کا مفہوم جاننے کے بعد آیئے اکابرین کی ان عبارات کی طرف جو اوکاڑوی صاحب کے نزدیک تقویۃ الایمان کی اس عبارت سے ٹکراتی ہیں۔ہم

نے یہ عبارات اوکاڑوی صاحب کے الفاظ ہی میں نقل کی ہیں۔اس لیے قارئین اگران عبارات کواصل کتب سے ملاحظہ فرمالیں گےتو شاید تشریح کے بغیر ہی انہیں پتا چل جائے گا کہ یہ عبارات تقویۃ الایمان سے کسی صورت نہیں ٹکراتیں۔

(۱) پہلی عبارت اور تشریح

’’جس طرح توسل کسی کی دعا کا جائز ہے،اسی طرح توسل دعا میں کسی کی ذات کا بھی جائز ہے.....توسل بعد الوفات بھی ثابت ہوا،اور علاوہ ثبوت بالروایۃ کے درایۃً بھی ثابت ہے......غیر نبی کے ساتھ توسل جائز نکلا جب کہ اس کو نبی سے کوئی تعلق ہو قرابت حسیہ کا یا قرابت معنویہ کا......توسل بالفعل بھی جائز ثابت ہوا۔‘‘(نشر الطیب)

عبارت کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

اس عبارت میں توسل یعنی وسیلے کا ذکر ہے۔جس پر اعتراض کا جواب پیچھے گزر چکا ہے۔اور ہمارے کسی اکابر نے توسل کا انکار نہیں کیا بلکہ وسیلے کے متعلق ’’المھند علی المفند‘‘ میں فخر المحدثین خلیل الملۃ والدین علامہ خلیل احمد سہارنپوریؒ نے لکھا ہے:

’’ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء وصُلحاء و اولیاء وشہداء وصدیقین کا توسل جائز ہے۔ان کی حیات میں یا بعد وفات،بایں طور کہ کہے یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجُھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت براری چاہتا ہوں اسی جیسے اور کلمات کہے چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے ہمارے مشائخ مولانا شاہ محمد اسحٰق دہلوی ثم المکی نے،پھر مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا ہے جو چھپا ہوا آج کل لوگوں کے ہاتھوں میں موجود ہے‘‘

{المھند علی المفند یعنی عقائد علماء اہل سنت دیوبند۔صفحہ نمبر 37،ادارہ اسلامیات انار کلی لاہور}

لہذا اگر اوکاڑوی صاحب توسل کو "مدد" اور "پکار" سمجھتے ہیں۔ تو اِس میں ہمارے اکابر کا کوئی قصور نہیں۔ قصور آپ کی عقل کا ہے۔ جس کے علاج کی سخت ضرورت ہے۔

محترم قارئین! اس ایک عبارت کی تشریح سے آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ اوکاڑوی صاحب نے دونوں قسم کی عبارات میں مخالفت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اس کی کیا حیثیت ہے؟

(۲) دوسری عبارت اور تشریح

سید صاحب کے دیگر ظاہری و باطنی کمالات کے ساتھ ساتھ ان میں ادنیٰ تعویذ و گنڈہ ہے جس کے سبب اہل دیوبند اور نواح دیوبند کے ہر قسم کے دکھ درد دور ہوتے ہیں"......آپ کی ذات فیض آیات سے خلائق کو بہت طرح کا نفع حاصل ہے۔" (سوانح قاسمی)

عبارت کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

یہ عبارت بھی واضح ہے اس میں ذکر ہے کہ سید صاحب کے ذریعے لوگوں کو برکت حاصل ہوئی۔ اس میں سید صاحب سے "مدد" اور "پکار" کا نہیں کہا گیا یا انہیں "مشکل کشا" اور "حاجت روا" نہیں کہا گیا۔ اور ہمارے اکابر بزرگوں سے حصول فیض کے قائل ہیں۔ لہذا اس عبارت اور تقویۃ الایمان کی عبارت میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔

(۳) عبارت کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

''غلاف کعبہ زادھا اللہ تنویرا کے تبرک ہونے اور اس کی تقبیل تبرک کے جواز میں تو کوئی کلام نہیں، اگر بوسہ دینے میں صرف اسی قدر اعتقاد ہو اور کسی کو ایذا بھی نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں موجب ثواب و برکت ہے۔" (فتاویٰ امدادیہ)

جواب

اس میں بھی برکت کا ذکر ہے جس کے بارے میں پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ہمارے کسی اکابر نے اس کا انکار نہیں کیا۔اب اگر آپ اس کو بھی مشکل کشائی یا حاجت روائی سمجھیں۔تو یہ آپ کی اپنی سوچ ہے اس کا ہمارے اکابر کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔

(۴) عبارت کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

’’حضرت مولانا گنگوہی نے خود مجھ سے بیان فرمایا کہ جب میں ابتداء گنگوہ کی خانقاہ میں آکر مقیم ہوا ہوں تو خانقاہ میں بول و براز نہ کرتا تھا بلکہ باہر جنگل جاتا تھا کہ شیخ کی جگہ ہے، حتی کہ لیٹنے اور جوتے پہن کر چلنے پھرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی‘‘ (آپ بیتی)

اس میں بھی شیخ کے ادب کا ذکر ہے۔جس میں کوئی حرج نہیں۔ ہمارے اکابر ادب سے نہیں روکتے بلکہ اس تعظیم سے روکتے ہیں جو انسان کو شرک تک پہنچاتی ہے۔جو آپ لوگ اپنے پیروں کی کرتے ہیں جس کا ذکر پیر نصیر الدین نصیر صاحب کی اکثر تحریروں میں ہے۔

(۵) عبارت کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

’’میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ دونوں کی جوتیوں کی خاک اپنے سر ڈالنا باعث نجات اور فخر اور موجب عزت سمجھتا ہوں۔‘‘ (آپ بیتی)

اس عبارت میں بھی اپنے مشائخ کی عزت وتکریم کا ذکر ہے۔جس کے ہمارے اکابر قائل ہیں لہذا اس عبارت اور تقویۃ الایمان کی عبارت میں کوئی مخالفت نہیں۔

(۶) عبارت کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

’’والد صاحب کے حجرے سے زینہ میں آنے کے لیے حضرت کے حجرہ کی

چھت پر آنا پڑتا تھا تو میں بجائے اس چھت کے برابر کی منڈیر پر کو ہمیشہ گزرتا تھا، تھی تو ریا کاری اس لیے کہ حقیقی ادب تو اب تک بھی نصیب نہیں ہوا۔" (آپ بیتی)

اس میں بھی والد کی محبت یا تعظیم کا ذکر ہے۔ جس میں کوئی حرج نہیں۔

(۷) عبارت کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

''ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑا بخار کی بہت کثرت ہوئی سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہو جاتا۔" (آپ بیتی)

اس عبارت میں قبر پرستی کا ذکر نہیں قبر سے برکت حاصل کرنا اور چیز ہے اور قبر یا قبر والوں کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ کر اپنی تمام حاجتیں ان سے مانگنا اور چیز ہے جس میں آپ گرفتار ہیں۔

(۸) اشعار کی تشریح اور ان کی تقویۃ الایمان سے مخالفت ثابت کرنے کا جواب

مولانا حسین احمد مدنیؒ کے والد گرامی فرماتے ہیں:

"اے بہار باغ رضواں کوئے تو
بلبل سدرہ اسیر موئے تو
سجدہ ریزاں آمدہ سویت حبیب
اے ہزاراں کعبہ در ابروئے تو"
زن و فرزند میں خود بھی دل و جاں بھی سبھی تجھ پر
تصدق یا نبی اللہ تو محبوب یگانہ ہے

(نقش حیات)

دیکھیں! ہمارے اکابر جو نداء سے منع کرتے ہیں وہ صرف بہ نیت حاضر و ناظر کرنے اور اس نیت سے کہ وہ ہر جگہ سے ہماری پکار سنتے ہیں، سے منع کرتے ہیں۔ جب یہ دونوں باتیں ہمارے عقائد میں نہیں ہیں یعنی ہم نہ ہی "ہر جگہ حاضر و ناظر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کا گستاخانہ عقیدہ رکھتے ہیں اور نہ ہی اس بات پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ ہر جگہ سے ہماری پکار سن کر ہماری مشکل حل کرتے ہیں۔تو ہمارا "یہ ندا کرنا" شرک نہیں۔آپ کہیں گے یہ کیا ہوا ایک چیز ہمارے لیے شرک اور تمہارے لیے نہیں۔تو جواب ہے کہ ڈاکٹر صاحب خود مٹھائی کھاتے ہیں لیکن آپ کو منع کرتے ہیں اس لیے کہ آپ کو شوگر کی بیماری ہے اسی طرح ہم ندا کر سکتے ہیں لیکن آپ نہیں کیونکہ آپ کو حاضر و ناظر کے عقیدے کی وجہ سے شرک کی بیماری ہے۔مزید ان اشعار میں آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت بیان کی گئی ہے جو کسی طرح شرک نہیں۔لہذا جب حضرت مدنیؒ کے والد گرامیؒ کے اشعار میں شرک نہیں تو تقویۃ الایمان کی عبارت اور ان اشعار میں کوئی مخالفت نہیں۔

(۹) عبارت کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

"مردوں کا زندہ کرنا، اکمہ وابرص وغیرہ مریضوں کا صحت یاب ہونا غیب کی خبریں بتانا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کھلے معجزے ہیں "۔(تفسیر عثمانی)

جب حضرت عثمانیؒ نے معجزہ کہہ دیا تو اعتراض تو خود بخود ہی صاف ہو گیا اس لیے کہ معجزے کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ معجزہ اگرچہ نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے لیکن اس میں طاقت اللہ ہی کی ہوتی ہے۔اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جن معجزات کا پیچھے ذکر گزرا۔ان میں اصل طاقت اللہ ہی کی تھی۔ہاں ظاہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ہوئے تھے۔لہذا اس عبارت اور تقویۃ الایمان کی عبارت میں کوئی تضاد نہیں۔

(۱۰) عبارت کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

’’(مولانا نانوتویؒ) سماع اولیاء اللہ کے قائل تھے......(قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں کہ) ہمارا اور ہمارے بزرگوں کا یہی مسلک ہے کہ سماع موتی ثابت ہے۔‘‘(سوانح قاسمی)

یہ بات بھی بالکل صحیح ہے ہمارے تمام اکابرین سماع اولیاء اللہ ہی نہیں بلکہ سماع الموتیٰ کے قائل ہیں اوراس کے ساتھ ساتھ وہ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ قبر والے سن کر بھی کچھ نہیں دیتے ، دینے والی ذات صرف اللہ ہی کی ہے۔لہذا جب ہم نے سماع کا انکار کیا ہی نہیں تو اس عبارت کو پیش کرنے کا کیا مطلب؟اور جب ہم دینے والا صرف اللہ کو مانتے ہیں تو اس عبارت اور تقویۃ الایمان کی عبارت میں کوئی تضاد نہیں رہا۔

(۱۱) عبارت کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

’’(بانی تبلیغی جماعت مولانا الیاسؒ نے حضرت رائپوریؒ سے فرمایا) حضرت! میری نفلوں سے تو آپ کے پاس بیٹھنا زیادہ افضل ہے۔‘‘(سوانح مولانا عبد القادر رائپوریؒ)

یہ بات بھی بالکل ٹھیک ہے۔اس میں کوئی مبالغہ آرائی نہیں۔

جیسا کہ حضرت رومی کا شعر بھی ہے

یک زمانہ صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

ترجمہ:اللہ کے ولی کے پاس ایک گھڑی بیٹھنا سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔

اس لیے کہ اولیاء اللہ کے پاس بیٹھ کر انسان کا ایمان محفوظ رہتا ہے اور مختصر عبادت بھی مقبول ہوتی ہے۔ لہذا اس عبارت اور تقویۃ الایمان کی عبارت میں کوئی تضاد نہیں

(۱۲) شعر کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

اکابر علمائے دیوبند اور ان کے پیروکار کا روز کا وظیفہ ملاحظہ ہو

"کھول دے دل میں درِ علم حقیقت میرے رب
ہادئ عالم علیؓ مشکل کشا کے واسطے"

(تعلیم الدین، سلاسل طیبہ)

اس میں بھی "مشکل کشا" کا لفظ تصوف کے اعتبار سے استعمال ہوا ہے نہ کہ عقیدہ کے لحاظ سے، اور یہ علمائے اہل سنت یا کسی دوسرے سنی دیوبندی کا روزمرہ کا وظیفہ نہیں۔ اس کی مکمل وضاحت کے لیے پیچھے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ علیہ کے اشعار کے تحت گزر چکی ہے لہذا اس سے غلط فہمی پیدا کرنے کا جواب اور اس کی تشریح وہیں پر ملاحظہ فرمائیں۔ جس کے بعد قارئین کرام یہ بات جان جائیں گے کہ اس شعر اور تقویۃ الایمان کی عبارت میں کوئی تضاد نہیں۔

(۱۳) عبارت کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

''چوں کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت امام ربانی کو اپنی پریشان حال و مصیبت زدہ مخلوق کے لیے "پشت پناہ" بنا کر بھیجا تھا "غوثیت" کا خلعت فاخرہ آپ کو زیب تن کیا گیا تھا اس لیے مضطرب و بے چین ہو جانے والے آفت رسیدہ لوگوں اور مایوس و ناامید بن جانے والے بیماروں اور فکرمندوں کی بھی "دست گیری" فرمایا کرتے......آپ

کی دعا دینے والی وہ زبان جس کی حفاظت حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہوتی تھی آپ کی "ولایت وغوثیت" کا ہر وقت ثبوت دیتی تھی اور آپ کا "ظل عاطفت وتوسل " جس کے ذریعے سے ہزار ہا انسان کی "حاجت براری" ہوئی۔" (تذکرۃ الرشید)

اس سے غلط استدلال کا جواب بھی پیچھے مرثیہ کے شعر کی وضاحت کے تحت، جناب پیر نصیر الدین نصیر کی عبارت سے دیا جا چکا ہے۔لہذا اسی کی طرف مراجعت فرمائیں۔

(۱۴) اشعار کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

"نانوتہ اور گنگوہ کو گنگوہی ونانوتوی کی نسبت سے کیا سمجھا جاتا ہے؟

یہ بھی ملاحظہ ہو:

"بن گئے ان کے تصدق سے مقام محمود
کیوں نہ نانوتہ وگنگوہ ہوں نازاں دونوں

کعبۃ اللہ میں جا کر بھی گنگوہ کو یاد کرنا فضیلت رکھتا ہے؟ ملاحظہ ہو:

"پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق وشوق عرفانی "

(کلیات شیخ الھند)

جواب

جناب اول شعر میں مقام محمود سے مراد وہ نہیں جو اوکاڑوی صاحب سمجھ رہے ہیں۔اس شعر میں صرف آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کی نسبت کی وجہ سے ان دونوں شہروں کو "مقام محمود" سے تشبیہ دی گئی ہے۔اور پیچھے آپ کے علماء کی عبارات گزر چکی ہیں

جن میں یہ کہا گیا ہے" تشبیہ اور استعارہ سے مشبہ اور مشبہ بہ میں کلی موافقت ومماثلت ثابت نہیں ہوتی نیز آپ کی وجہ سے آپ کے شہر بھی مشہور ومعروف ہوئے۔

دوم شعر پر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی مجاہد حفظہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

"اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب ہم فریضۂ حج ادا کرنے گئے تو روانگی سے قبل ہمارے شیخ ومرشد کامل حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب تربیت فرمائی تھی کہ حج کے تمام ارکان سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ادا کرنا تاکہ حق تعالیٰ شانہ تمہیں حج مبرور کا ثواب عطا فرمائے اور حج مبرور کا ثواب تب ملے گا جب حج کے تمام ارکان سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ادا کئے گئے ہوں۔تو ہم نے جب وہاں جا کر مقامات مقدسہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ارکان کو ادا کیا تو ہمیں اپنے مرشد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آئی کہ انھوں نے اسی طرح حج کی ادائیگی تعلیم فرمائی تھی۔

احمد رضا خان کا حوالہ

بیعت کے معنی بک جانے کے (ہیں) سبع سنابل شریف میں ہے کہ ایک صاحب کو سزائے موت کا حکم بادشاہ نے دیا جلاد نے تلوار کھینچی یہ اپنے شیخ کے مزار کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے جلاد نے کہا اس وقت قبلہ کو منہ کرتے ہیں فرمایا تو اپنا کام کر میں نے قبلہ کی طرف منہ کر لیا ہے اور ہے بھی یہی بات کہ کعبہ قبلہ ہے جسم کا اور شیخ قبلہ ہے روح کا اس کا نام ارادات ہے اگر اس طرح صدق عقیدت کے ساتھ ایک دروازہ پکڑ لے تو اس کو فیض ضرور آئے گا"

{ملفوظات، حصہ دوم، ص ۱۸۹، فرید بک سٹال}

بریلوی حضرات اپنے اعلیحضرت کے اس ملفوظ کی روشنی میں مرثیہ کے شعر کو خوب

اچھی طرح سمجھ گئے ہونگے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے یہی فرمایا کہ کعبہ جو قبلۂ اجسام تھا وہاں گئے اور حاضری کا حق ادا کیا اس کے بعد اپنے سینے میں جو عرفانی ذوق اور روحانی شوق کے شعلے بھڑک رہے تھے اس کے لیے (اپنے شیخ ومرشد) حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اپنی توجہ (یعنی فکر) کو مبذول کیا۔

احمد رضا خان کو قبلہ وکعبہ کہنا

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ وکعبہ
جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے قبلہ نما تم ہو
عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صورت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

{مدائح اعلیحضرت مع نغمة الروح ، ص30، رضوی کتب خانه ، بریلی شریف اشاعت اول}

بریلوی عالم کہتا ہے:

"ونجٹن کعبہ تے کرن حجاں میں سیال دے ول بھجاں"

{فوز المقال ج2ص378}

یعنی لوگ حج کرنے کعبہ کی طرف جاتے ہیں جبکہ میں سیال شریف کی طرف بھاگتا ہوں۔ بریلویوں کو دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لینی چاہیے جہاں حج کو چھوڑ کر اور کعبے کو چھوڑ کر اپنے پیروں کے طواف کئے جاتے ہیں۔

{هدیه بریلویت، صفحه نمبر 438تا439}

(۱۵) عبارت کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کے بیٹھنے کی جگہ کے بارے میں تھانوی

صاحب لکھتے ہیں:

”غدر (جنگ آزادی ۱۸۵۷ء) کے زمانے میں اس سہ دری میں آگ لگا دی گئی تھی۔ اس حجرے کا در اور کواڑ پر اب تک جلے ہوئے کا اثر ہے۔ یہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے ہی کے ہیں، لوگوں نے مجھ سے کہا بھی کہ ان کو نکلوا دو، میں نے کہا کہ نہ بھائی، اس کو میں نہ نکلواؤں گا اور یہ اس خیال سے کہ ان کو حضرت کا ہاتھ بھی لگا ہوگا کبھی اس چوکھٹ کو سر بھی لگا ہوگا...... ایک مولوی صاحب نے عرض کیا جس جگہ بزرگ رہتے ہیں، اس جگہ ایک خاص برکت اور نور رہتا ہے۔ (حضرت تھانویؒ نے فرمایا): میں نے خود حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ سنا ہے، فرمایا کرتے تھے، جائے بزرگان بجائے بزرگاں، واقعی برکت ضرور ہوتی ہے۔ (حضرت تھانویؒ نے فرمایا) کہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب حج کو تشریف لے گئے تھے، ان کی جگہ بیٹھ کر ذکر کرتا ہوں تو زیادہ انوار و برکات محسوس ہوتے ہیں اور جگہ میں یہ بات نصیب نہیں ہوئی، یہ تو مشاہدہ ہے۔“ (قصص الاکابر)

جواب

اس میں کون سی اعتراض والی بات ہے۔ اولیاء اللہ چونکہ خود رحمت الٰہیہ کے سمندر میں غوطہ زن ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ جگہ جہاں بیٹھ کر وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت برستی ہے۔ اگر اوکاڑوی صاحب اس کو بھی مبالغہ آرائی سمجھتے ہیں۔ تو اس میں ان کی عقل کا ہی قصور ہے۔

(۱۶) عبارت کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

''یہی میرا ناز و نیاز ہے کہ اسیر زلف رشید ہوں
اسی سلسلے کا مرید ہوں مرا اس پر دار و مدار ہے ''

(تالیفات رشیدیہ)

جواب

یہ شعر بھی اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے۔کسی ولی سے پیار شرک یا مبالغہ آرائی نہیں۔انہیں پوجنا اور ان کی خدا جیسی تعظیم مبالغہ آرائی اور شرک ہے جس میں آپ مبتلا ہیں اور اس قسم کی عبارات وشعر پیش کر کے بچنا چاہتے ہیں۔تو ایسا ہرگز ممکن نہیں جب تک حقیقت میں شرک کو نہیں چھوڑ دیتے۔اس شعر کو تقویۃ الایمان کی عبارت کے مخالف کہنا بے وقوفی کے سوا کچھ نہیں۔

(۱۷) عبارت کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

''اور جو اہل حاجت تعویذ ونقش کے طالب ہو کر آتے ،ان کی حاجت روائی بھی کرتے جاتے۔''(حکیم الامت)

جواب

یہ عبارت بھی اپنے مفہوم میں واضح ہے۔اور اس میں بھی حاجت روائی کا لفظ لغوی معنی میں استعمال کیا گیا ہے کہ لغوی طور پر حاجت ضرورت کو کہتے ہیں اور حاجت روائی کی یعنی ضرورت پوری کی ،یعنی عبارت میں کہا جا رہا ہے کہ جو لوگ تعویذ لینے آتے تھے،ظاہر ہے وہ کسی حاجت کے پیش نظر ہی آتے تھے۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ان کو تعویذ دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کی حاجتوں کو پورا کرتے تھے اس طرح ان کی حاجت پوری ہوتی تھی۔اور یہی چیز حاجت روائی ہے۔جناب ایسی عبارات پیش کر کے

جن میں مشکل کشا یا حاجت روا کا استعمال صرف لغوی معنوں میں ہوا ہو، آپ ہمیں دھوکہ نہیں دے سکتے۔ اس عبارت میں "حاجت روا" کا لفظ لغوی معنوں میں آیا ہے اور دوسرا ماتحت الاسباب مراد ہے لیکن آپ تو غیر اللہ سے مافوق الاسباب مدد مانگتے ہیں اور انہیں حاجت روا کہتے ہیں۔ لہذا یہ عبارت بھی بالکل بے غبار ہے اور اس کی تقویۃ الایمان کی عبارت سے کسی طرح مخالفت ثابت نہیں ہوتی۔

(۱۸) عبارت کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

دیوبندیوں وہابیوں تبلیغیوں کے وہ "دینی آقا (دیوبندیوں کے نزدیک) جن کے دو پاؤں دھو کر پینا نجات اُخروی کا سبب ہے۔" جناب اشرف علی تھانوی کی وہ تحریر جو بقول عاشق الٰہی میرٹھی "قیامت کو ہولناک دن میں مغفرت کی دستاویز اور قلبی سلامتی وایمان کی مہری سند بنا کر علی رؤس الاشہاد تھانوی کے ہاتھ میں دی جائے گی" ملاحظہ ہو!

ترجمہ: اللہ کے لیے ہے سب تعریف اور سلام اس کے افضل واعلیٰ پیغمبر پر۔ اس کے بعد از بندہ ذلیل بخدمت "مخدوم ومطاع جلیل۔"

السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور مشتاق دل کے اظہار شوق کے بعد عرض ہے کہ دریں ایام مولوی منور علی صاحب سے ملنے کا بندہ کو اتفاق ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت مولانا (گنگوہی) تم (حضرت تھانوی) سے ناراض ہیں کیوں کہ تم نے اپنے بعض اقارب کا وہ طرز عمل اختیار کر لیا ہے جو حضرت کے طریق عمل کے خلاف ہے۔ پس ضرور ہے کہ آپ معذرت کریں اور مولانا کو راضی کریں۔ یہ خبر سن کر مجھے نہایت صدمہ اور بہت رنج ہوا، اپنے آپ کو میں نے ملامت کی اور سچ کے سوائے کسی شے کو نجات دینے والا نہ سمجھا۔ پس اے میرے آقا! میں اس وقت حیرت اور طلب کے دریا میں ڈوبا ہوا تھا

اور اس بات کا متجسس تھا کہ کوئی مجھ کو اس رنج وفکر سے چھڑا لے۔ ناگاہ میرے قصد وارادہ کے بغیر قریب سے ایک منادی نے مجھے پکارا، کہ "لا! اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے، تجھے اس گہرے سمندر سے نجات دوں گا" اور ظاہر ہے کہ ڈوبتا ہوا شخص تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہو کیوں کہ وہ اپنی پریشانی وتشویش میں مبتلا ہے اور میرا تو یہ حال تھا کہ "اپنے پیارے فریادرس (حاجی صاحب) سے کئی دریا ورے پڑا تھا (پس اس نداء کی طرف جھک گیا) مگر باوجود اس کے میں نے بزرگوں کی اس نصیحت کو ایک دن بھی نہ چھوڑا کہ "صفا صفا لے لو اور گدلا گدلا چھوڑ دو" پھر جب بھی میری سعی نے اس نداء کنندہ کی "خاک بوسی نعلین " تک مجھ کو پہنچا دیا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ارادات تجدید کر لی، اس امید پر کہ شاید مافات کی مکافات ہو جائے مگر جب واپس ہوں تو پیاس بڑھی ہوئی پائی قریب تھا کہ سپید ریت کو بہتا ہوا پانی سمجھ جاؤں اور میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ سوائے حیرت وتوحش کی زیادتی اور تنگ دلی ودہشت کی ترقی کے کچھ نہ پایا، تب میں نے اپنے پیارے کو سارا حال لکھ کر بھیجا اور دل سے یوں عرض کیا ؎

میرے مرشد میرے مولیٰ مری وحشت کے انیس
مری دنیا کے مرے دین کے اے جائے پناہ
میرے فریاد رسا مجھ پہ ترس کھاؤ کہ میں
آپ کی حب کے سوا رکھتا نہیں توشہ راہ
خلق فائز ہو شہا آپ سے اور میں حیران
رحم کی ہادیٔ من اب تو ادھر کو بھی نگاہ
میرے سردار خدا واسطے کچھ تو دیجیے
آپ معطی ہیں مرے میں ہوں سوالی الی اللہ

پس اعلیٰ حضرت نے میری معذرت فرمائی اور مدد کی اور محبت و بزرگی کے ساتھ لیا اور سلامتی کے کنارہ پر لا کھڑا کیا، جس کے سبب بہ شوق میں نے اس طرح نغمہ سرائی کی اور بہ ذوق یہ ابیات پڑھیں

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند
واندران ظلمت شب آب حیاتم دادند
کیمیائیست عجب بندگی پیر مغاں
خاک او گشتم و چندیں در جاتم دادند
ڈس لیا عشق کی ناگن نے کلیجہ میرا
کون منتر پڑھے اور کس سے رکھوں جان کی آس
ہاں وہ جاناں کہ مری جان ہے جس پر قربان
جھاڑنا جانتا ہے رکھتا ہے تریاق کو پاس

اور میں بخدا راضی ہوں اللہ کو رب سمجھنے سے اور اسلام کو دین بتانے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی ماننے اور اپنے شیخ حضرت امداد اللہ کو عالم کا مرشد اور ولی اور آپ (حضرت گنگوہیؒ) کو، اے ہمارے آقا! راہبر اور ہدایت یاب سمجھنے سے، سو کچھ عرض ہوا ہے یہ ہے میرا قصہ اور حقیقۃ الامر جو بخدا عین صدق اور محض حق ہے، جس میں نہ جھوٹ ہے نہ افترا اور نہ دھوکا ہے نہ مزاح۔ پس اے میرے سردار! اللہ واسطے میرا عذر اپنے اخلاق سے قبول فرما اور کان بھی نہ لگایئے کسی بدگو عیب چیں چغل خور کی طرف، مجھے اپنی جماعت سے ہرگز خارج نہ سمجھئے میں تو واقعی امید رکھتا ہوں کہ آپ کے ساتھ محشور ہوں گا قیامت کے دن، ولیکن میری ہمت اس کی متحمل نہیں ہوسکتی کہ کھلم کھلا (ندا کنندہ کی) مخالفت کرنے لگوں کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ شخص خدا کے نزدیک بارتبہ ہو، پس اس کو

ایذا پہنچانی موجب ذلت وخسارہ بن جائے اس میں شک نہیں کہ میں اس کو مستحق ملامت گروہ میں سمجھتا ہوں ولیکن امامت کا منصب نہیں (کہ روک سکوں) ہاں اپنے نفس پر میں نے لازم سمجھ لیا ہے کہ جو طریق سنت وکتاب اللہ کے مخالف ہو، اس کا انکار بالائے ممبر اور اندرون محراب کرتا رہوں اور میری مصلحت اس کو متقضی ہے کہ یہ راز مخفی رہے، تا کہ مجھے کوئی ضرر یا شر نہ پہنچے اور اسی کی آپ کی جناب سے اور نیز خطوط کے پڑھنے سے امید بھی ہے، کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ اس کے بعد کوئی بات پیدا فرما دیں اور یہ راز آشکارا ہو جاوے، مجھے سرتا پا انتظار تصور فرما دیں اس کا کہ آں حضرت (گنگوہیؒ) کے مجھ سے راضی ہو جانے کا مژدہ مجھ تک پہنچے، حق تعالیٰ سدا راضی رہیں ہم سے اور آپ سے اور تمام مسلمانوں سے بطفیل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۱۴ ہجری۔" (تذکرۃ الرشید)

جواب

یہ عبارت بھی بالکل ٹھیک ہے نہ ہی یہ ہماری کسی عبارت کے مخالف ہے نہ ہی اس پر کسی قسم کا اعتراض صحیح ہے۔ دراصل اوکاڑوی صاحب نے یہ عبارت تو لکھ دی۔ لیکن عبارت کا موضوع نہیں بتایا۔ جس سے قارئین اصل مسئلے کو نہیں سمجھ پائیں گے۔ دراصل بات یہ ہے کہ محفل مولود کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ میں خط و کتابت ہوتی رہی اور بالآخر حضرت تھانویؒ نے اپنے سابق موقف سے رجوع فرما لیا تھا۔ اور یہ عبارت اسی سے متعلق ہے۔ اور اس بات کو قطعی عقیدہ کے طور پر نہیں بیان کیا جا رہا بلکہ صرف پروردگارِ عالم سے اُمید کی جا رہی ہے۔ کہ وہ قیامت کے دن حضرت تھانویؒ کے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیں گے۔ اور یہ تحریر بھی عنایت فرمائیں گے۔ بتایئے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی امید وابستہ کرنا کیا گناہ اور مبالغہ آرائی ہے؟ یہ بات

تو حدیث مبارکہ میں بھی آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ ان سے ظن (یعنی گمان) کے مطابق فیصلہ فرماتے ہیں۔تو اگر مولانا عاشق الٰہی صاحب بھی یہ لکھ رہے ہیں کہ ہمیں امید ہے کہ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن یہ تحریر یعنی رجوع نامہ ان کو عطا فرمائیں گے تو اس میں کیا اعتراض ہے؟ لہٰذا اس عبارت کا بھی تقویۃ الایمان کی عبارت سے کسی قسم کا کوئی تضاد نہیں۔ دوسرا اس کا مجازی معنی مراد ہے یعنی ان کے رجوع کو قبول فرمائیں گے اور اس کا بدلہ ان کو قیامت میں ملے گا۔

(۱۹) عبارت کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

"اصحاب این مراتب عالیہ و ارباب ایں مناصب رفیعہ ماذون مطلق در تصرف عالم مثال وشہادت می باشند و ایں کبار اولی الایدی والابصار رامی رسد کہ تمامی کلیات را بسوئے خود نسبت نمایند مثلاً ایشاں رامی رسد کہ بگویند کہ از عرش تا فرش سلطنت ما است۔"

(ترجمہ: اس اعلیٰ رتبے اور اس بلند منصب (ولایت) کے لوگ عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کرنے کا اختیار کامل رکھتے ہیں، مطلق ماذون ومجاز (کھلی قطعی اجازت دیے گئے) ہیں، ان بڑی قدرت اور علم والوں کو حق پہنچتا ہے کہ تمام کائنات کو اپنی طرف نسبت کریں، مثلاً ان (اولیاء) کو جائز ہے کہ یہ کہیں کہ عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے، تو ان کو ایسا کہنے کا حق ہے۔(صراط مستقیم)

تشریح وجواب

یہ عبارت بھی بالکل ٹھیک ہے۔الحمد للہ ہم اولیاء اللہ کی عظمت وتوقیر کے قائل ہیں۔ہم صرف ان کی اس تعظیم سے روکتے ہیں جو انسان کو شرک تک پہنچائے۔اور عبارت میں تصرف سے یہی مراد ہے کہ اولیاء اللہ کو اپنے پروردگار کی ذات پر پورا یقین

ہوتا ہے کہ ہم اس سے جو دعا مانگیں گے وہ قبول فرمائے گا اس لیے انہیں یا ان کے متعلقین کو اگر حاجت یا مشکل پیش آتی ہے تو وہ اللہ سے دعا کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی حاجتیں پوری فرماتے ہیں اور مشکلیں حل فرماتے ہیں۔ بتایئے! اس مفہوم کے بعد اب اس عبارت پر کیا اعتراض باقی رہتا ہے اور اس کی تقویۃ الایمان کی عبارت سے کون سی مخالفت سامنے آتی ہے؟

(۲۰) عبارت کی تشریح اور مخالفت ثابت کرنے کا جواب

دیوبندیوں وہابیوں کے یہی امام اسماعیل دہلوی صاحب فرماتے ہیں:

"ونیز سالک ایں سلوک را باید کہ در ادائے حقوق انبیاء و اولیاء بلکہ سائر مومنین و تعظیم ایشاں کوشش بلیغ کند کہ ہمہ ایشاں ساعی و شافع وے شوند و سعی و شفاعت انبیاء و اولیاء پر ظاہر است"۔۔۔۔ وقومے دیگر در عرض حاجات و استحلال مشکلات وطلب و مرغوبات و استرداد مکروہات و سعی در شفاعات بنا بر استحکام علاقہ عبودیت و اظہار حاجت کہ شعار بندگی است و بنا بر حمت بر اہل اضطراب ذو الحاجات چالاک و سرگرم می باشند"۔۔۔ "وہم چنیں قوم ثانی را بنظر ظہور مقتضیات علاقہ عبودیت وحصول مقام وسالت فی ما بین الرب و خلقہ در وصول فیوض غیبیہ بجمہور ناس بسبب سعی ایشاں در شفاعات برقوم اول فضیلتے کہ ہست بر ہیچ یکے از عقلا پوشیدہ نیست۔" (صراط مستقیم فارسی)

ترجمہ: (نیز اس سلوک کے سالک کو چاہیے کہ انبیاء اور اولیاء بلکہ تمام مومنین کے حقوق اور "تعظیم" کے ادا کرنے میں نہایت کوشش کرے کہ وہ سب اس کے واسطے "کوشش اور شفاعت" کرنے والے ہیں اور "انبیاء و اولیاء کی سعی اور سفارش " تو

نہایت ظاہر ہے ......اور دوسری قوم عرض حاجات و مشکلات وطلب مرغوبات و دفع مکروہات اور شفاعات میں سعی وکوشش کرنے میں بنا پر استحکام علاقہ عبودیت و اظہار حاجت کے جو بندہ ہونے کا شعار ہے اور اہل اضطراب اور حاجت مندوں پر رحمت کرنے کے لیے چست و چالاک اور سرگرم ہوتا ہے..اور اسی طرح دوسرے طبقے کے لیے علاقۂ عبودیت کے مقتضیات ظاہر ہیں اور" ان کو رب تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان وسیلہ ہونے کا مقام حاصل ہے "اور ان کی "سعی اور شفاعات" سے عام لوگوں کو فیوض غیبیہ پہنچتے ہیں اس لحاظ سے دوسرے طبقہ کو پہلے طبقہ پر فضیلت حاصل ہے جو کسی بھی عاقل سے پوشیدہ نہیں۔)

جواب

اس عبارت پر اعتراض کا جواب بھی پچھلے جوابات سے ہو چکا ہے۔اس عبارت میں انبیاء و اولیاء کی سفارش اور وسیلے کا ذکر ہے۔ہمارے تمام اکابرین جس کے قائل ہیں۔لہذا اس عبارت کی بھی تقویۃ الایمان کی عبارت سے کوئی مخالفت نہیں۔

عرس کے حوالے سے صراط مستقیم اور فتاویٰ رشیدیہ میں مخالفت ثابت کرنے کا جواب

اسی کتاب میں فرماتے ہیں:

"پس درخوبی ایں قدر امر از امور مرسومہ فاتحہ ہا و اعراس و نذر و نیاز اموات شک وشبہ نیست"۔(صراط مستقیم فارسی)

ترجمہ :(پس مرسومہ(رسم و رواج کے مطابق)امور میں اس قدر امر یعنی"اموات کے لیے فاتحہ ہا(ہر فاتحہ)اعراس (ہر عرس)اور نذر و نیاز "کرنے کی

خوبی میں (کوئی) شک وشبہ نہیں ہے (یہ امور بہت اچھے ہیں) (واضح رہے کہ "سوئم، دہم ،چہلم" اموات کو ایصال ثواب کے لیے مروجہ، مرسومہ نام اور عنوان ہیں اور اسماعیل دہلوی صاحب کی تحریر میں "فاتحہ ہا" کے الفاظ میں ان ہی مروجہ عنوانات کی طرف اشارہ ہے)

مخالف عبارت کے طور پر فتاویٰ رشیدیہ کا حسب ذیل فتویٰ پیش کیا ہے:

"سوال: جس عرس میں صرف قرآن شریف پڑھا جاوے اور تقسیم شرینی ہو (اس عرس میں) شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کسی عرس اور مولود میں شریک ہونا درست نہیں اور کوئی سا عرس اور مولود درست نہیں۔

''اور سویم، دہم، چہلم جملہ رسوم ہنود کی ہیں۔"

جواب

صراط مستقیم کی عبارت میں بھی مروجہ عرسوں کو صراحۃً ناجائز کہا گیا تھا لیکن اوکاڑوی صاحب نے بد دیانتی کرتے ہوئے پوری عبارت ہی نہیں لکھی۔ آیئے! پہلے صراط مستقیم کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"جو عبادت کہ مسلمان سے ادا ہو اس کا ثواب کسی فوت شدہ کی روح کو پہنچائے اور جناب الٰہی میں دعا کرنا۔ اس کے پہنچانے کا طریق ہے اور یہ بہت بہتر اور مستحسن طریقہ ہے اور وہ شخص کہ جس کے روح کو ثواب پہنچا رہا ہے اگر اس کے حق داروں میں سے ہے اس کے حق کے برابر ثواب پہنچانے کی خوبی بہت زیادہ ہوگی۔ پس امور مروجہ یعنی اموات کے فاتحوں اور عرسوں اور نذر و نیاز سے اس قدر امر کی خوبی میں کچھ شک و

شبہ نہیں اور وقتوں اور طعام کی قسموں اور اس کی وضعوں اور کھانے والوں کی تعیین قباحت سے خالی نہیں۔ ہاں بفحوائے "ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ" قباحت کے مرتبوں میں تفاوت بہت ہے صرف تعیین ہی التزام مالایلتزم کی قسم سے ہے جس کا حال شرح کے ساتھ بیان ہو چکا ہے اور وقت کی تعیین کی وجہ سے بہت سے خلل کیا دینی کیا دنیوی پیش آتے ہیں اور خالص نیت باقی نہیں رہتی ہے بلکہ اکثر اوقات میں تو مطلقاً عبادت کی نیت بھی نہیں ہوتی صرف دنیاوی نام و ناموس یا لوگوں کے طعن و تشنیع کے دفع کرنے کے لیے یا ہم چشموں کے سامنے خفت اور عار کے لاحق ہونے کے ڈر سے یہ کام کیا جاتا ہے"

{صراط مستقیم۔ صفحہ نمبر 76، ناشر ادارۃ الرشید دیوبند، صراط مستقیم۔ صفحہ نمبر 93 تا 94، دار الکتاب دیوبند یوپی}

محترم قارئین! صراط مستقیم کی مکمل عبارت آپ کے سامنے ہے جس سے واضح طور پے معلوم ہوتا ہے کہ اس عبارت میں بھی بریلویوں کے مروجہ عرسوں کو ناجائز بتایا گیا ہے اور ان کی قباحت بھی بتلائی گئی ہے۔ اور عرسوں میں سب سے بڑے قباحت اور برائی شرکیہ افعال ہیں۔ اور اس کی صراحت بریلوی حضرات سے ملاحظہ فرمایئے! پروفیسر مسعود صاحب جن کی تصدیق خود اوکاڑوی صاحب کی اس کتاب میں موجود ہے وہ لکھتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ اعراس میں بالعموم افعال شرکیہ کا ارتکاب اس کثرت سے ہونے لگا کہ عرس کے نام سے بعض حضرات کو چڑسی ہوگئی ہے"

{فاضل بریلوی علماء حجاز کی نظر میں۔ صفحہ نمبر 53}

نیز اوکاڑوی صاحب! آپ جو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ بحمد للہ تعالیٰ ہم اس میں آنے والے نہیں۔ صراط مستقیم کی عبارت میں فاتحہ سے مراد آپ کے سوئم، دہم اور

چالیسویں نہیں بلکہ ایصال ثواب ہے۔جس کے الحمدللہ ہم قائل ہیں اور’’ فاتحہ ہا‘‘ سے مراد ہر قسم کا ایصالِ ثواب ہے۔ ہماری عبارات کا اپنی طرف سے غلط مفہوم جوڑنے کے بجائے اپنے مفہوم کو اپنے پاس سنبھال کر رکھیں۔لہذا صراط مستقیم اور فتاویٰ رشیدیہ دونوں کی عبارات سے آپ کے مروجہ عروس کا ناجائز ہونا ہی ثابت ہوتا ہے۔اس لیے ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں۔ان دونوں کتب کی عبارات ایک دوسرے کی مؤیدہ ہیں۔

ذکر رسول اور ذکر ولادت رسول کے متعلق اکابر کی عبارات میں مخالفت ثابت کرنے کا جواب

اعتراض

اس کے ذیل میں جناب اوکاڑوی صاحب نے درج ذیل عبارات نقل کی ہیں:

’’وہ جملہ حالات جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذرا بھی علاقہ ہے اور ان کا ذکر ہمارے نزدیک نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے خواہ ذکر ولادت شریفہ ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بول براز اور نشست و برخاست اور بیداری وخواب کا تذکرہ ہو‘‘

مخاطبات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب وعظمت کا پورا خیال رکھنا چاہیے ،عام لوگوں کی طرح ’’یا محمد‘‘ وغیرہ کہہ کر خطاب نہ کیا جائے بلکہ ’’یا نبی اللہ‘‘ اور یا رسول اللہ‘‘ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے تعظیمی القاب سے پکارنا چاہیے۔‘‘(حاشیۂ قرآن حضرت عثمانیؒ)

جناب اسماعیل دہلوی فرماتے ہیں:

’’ہردم نام محمد کا لے‘‘۔(ارواح ثلثہ)

مخالف عبارات

''پس یہ ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے سانگ کنہیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں۔'' (براہین قاطعہ)

(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا) ذکر ولادت شریفہ فعل کفار کے مشابہ ہے کہنے والا مسلمان نہیں''۔(المہند)

سوال: انعقاد مجلس میلاد بدون ایام بروایات صحیح درست ہے یا نہیں؟

جواب: انعقاد مجلس مولود ہر حال میں ناجائز ہے، تداعی امر مندوب کے واسطے منع ہے۔'' (فتاویٰ رشیدیہ)

تشریح عبارات ومخالفت ثابت کرنے کا جواب

محترم قارئین! براہین قاطعہ میں ذکر رسول کو مثل ہنود نہیں کہا گیا۔ بلکہ بریلوی حضرات کی مروجہ ترتیب کو مثل ہنود کہا گیا ہے۔ پتا نہیں عبارت کو پڑھتے وقت بریلوی حضرات کی عقل کہاں کی سیر کر رہی ہوتی ہے۔اور فتاویٰ رشیدیہ میں ذکر رسول یا ذکر ولادت رسول کو ناجائز نہیں کہا گیا بلکہ بریلوی حضرات کی شرک و بدعات پر مشتمل مروجہ ''مجلس مولود'' کو ہر حال میں ناجائز کہا گیا ہے۔اس لیے المہند اور براہین قاطعہ و فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت میں کوئی تضاد نہیں۔اگر بریلویوں کو عبارت سمجھنے کا سلیقہ نہیں آتا تو انہیں چاہیے کہ وہ پہلے عبارت کو سمجھنے کا سلیقہ سیکھیں اور پھر اعتراض کریں۔

مندرجہ ذیل عبارت کے مخالف عبارت کے طور پر کوئی عبارت پیش نہیں کی، لہذا ہم عبارت کی مختصر وضاحت اور اس پر ہونے والے ممکنہ اعتراضات کے جوابات دیدیتے ہیں۔

''حضرت (عبدالقادر رائپوریؒ) کی زندگی کے آخری ۵،۶ سال ''ختم خواجگان''

کی بڑی پابندی رہی"۔

جواب

جناب ختم خواجگان سے مراد عرس وغیرہ نہیں بلکہ اللہ کے ذکر کی محفل ہے، جو کہ سلسلہ ہائے تصوف کی ترتیب کے مطابق کی جاتی ہے۔اور اس میں کوئی اعتراض والی بات نہیں اور نہ ہی اس محفل کو اتنا ضروری خیال کیا جاتا ہے جس طرح آپ اپنے عرس یا میلاد وغیرہ کو خیال کرتے ہیں۔

اکابرین اہل السنۃ والجماعۃ کی عبارات کے غلط مفہوم کا جواب

صفحہ نمبر 91 تا 92 کے حاشیہ میں جناب اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"قارئین کرام! تصور شیخ، مرشد کے نام کی دُہائی، نام جپنا، مرشد کا مرید کے ظاہری و باطنی احوال سے بہ کمال واقف ہونا، مشکل میں بنام مرشد دُہائی دینا، وفات کے بعد مرشد سے استمداد، شیخ کے مکان کا احترام، آستانۂ شیخ کے اطراف و اکناف کا بہت ادب قوت تصرف و مشکل کشائی، کشف و الہام، پوشیدہ باتوں (غیب) کا علم، ماضی و مستقبل کی باتوں کو جان لینا، دور و قریب دیکھنا، سننا، مدد کرنا، اموات کی تاریخ کے تعین کے ساتھ فاتحہ، برسی، میلاد اور مجالس شہادت، آستانوں اور مزارات کی زیارت کی نیت سے سفر، تبرکات کو چومنا اور ان کا بے پناہ ادب، حد سے زیادہ اپنے مشائخ کی تعریف، اپنے مشائخ سے نسبت کو نجات کے لیے یقینی، لازمی اور کافی سمجھنا، ان سے منتیں مانگنا اور ان کے لیے نذر و نیاز کرنا مشائخ سے ان کی زندگی اور بعد وفات نفع و نقصان کی امید ہی نہیں بلکہ یقین رکھنا۔ اولاد، روزی وغیرہ کے لیے اولیاء سے سوال کرنا، مانگنا، وسیلہ اختیار

کرنا، بزرگوں سے سفارش وشفاعت کی امید رکھنا اور گزارش کرنا" یا" کے الفاظ سے ندا کرنا وغیرہ کی تمام باتوں کے لیے دیو بندی وہابی تبلیغی علماء کی تحریروں سے تمام عبارات نقل کی جائیں تو نہایت ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔قسط اول کے طور پر چند عبارات نقل کر دی گئی ہیں تاکہ قارئین اندازہ کرلیں کہ ہر وہ بات جو دیو بندیوں وہابیوں تبلیغیوں کے نزدیک کفر وشرک یا حرام و ناجائز ہے، وہی سب خود ان کی اپنی تحریروں سے ثابت ہے۔ بلاشبہ یہ دیو بندی وہابی گروہ کو، اللہ تعالیٰ پر افترا باندھنے اور انبیاء واولیاء کی گستاخی کرنے کی یہ بھی سزا ہے کہ جو نیک اور جائز امور ہیں، ان کو کفر وشرک اور غلط کہہ کر، یہ لوگ خود اپنے ہی فتوؤں سے غلط ثابت ہوتے ہیں اور عذاب کماتے ہیں۔اللہ کریم ہمیں ان سے اپنی پناہ میں رکھے۔

جواب

محترم قارئین !اوکاڑوی صاحب نے جن عبارات کی بناء پر مندرجہ بالا عقائد میں سے بعض غلط عقائد کو اہل سنت کے سر تھوپا ہے۔ان کی وضاحت اپنے اپنے مقام پر آچکی ہے۔اوران عبارات کی بناء پر کیے گئے الزام کا جواب ہو چکا ہے لہذا ان سے ہرگز وہ مفہوم نہیں نکلتا جو اوکاڑوی صاحب نے نکالا ہے۔اور اوکاڑوی صاحب کی اگلی بات کہ وہ اس طرح کی عبارات اکٹھی کریں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جائے۔تو عرض ہے اگر اوکاڑوی صاحب اسی طرح کی کتاب تیار کرنا چاہتے ہیں ۔جس میں ان کی موجودہ کی طرح لایعنی اعتراضات ہوں اور تضادات دکھانے کی کوشش کی گئی ہو۔تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ۔ الحمد للہ اہل سنت کسی جائز امر کو کفر وشرک نہیں کہتے ۔لیکن کسی کفر و شرک کو جائز بھی نہیں کہتے۔اور جن امور کو اہل سنت کفر وشرک کہتے ہیں ، وہ ان کی کسی

کتاب سے ثابت نہیں۔ اوکاڑوی صاحب نے اہل سنت کی جن عبارات سے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ان کی وضاحت ہو چکی ہے۔اہل سنت کا کوئی فتویٰ ان پر نہیں لگتا ۔لیکن دور حاضر کا ہر بریلوی عالم اپنے ہی عالم کے فتوے سے کافر ہے ۔جس کی تفصیل"دست وگریباں "میں گزر چکی ہے۔اسی لیے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کو بریلویوں کے شر سے بچائے۔

براہین قاطعہ کی عبارات پر بریلوی اعتراضات کے جوابات اور براہین قاطعہ کی عبارت کی دیگر عبارات سے مخالفت ثابت کرنے کا جواب

معترضہ عبارات

دیوبندیوں وہابیوں تبلیغیوں کے" آیت اللہ، مطالع العالم اور ماورائے جہاں" جناب رشید احمد گنگوہی کی مصدقہ کتاب براہین قاطعہ میں ہے کہ:

"الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان وملک الموت کا حال دیکھ کر، علم محیط زمین کا فخر عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل، محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا، شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت علم نص سے ثابت ہوئی۔فخر عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وسعت علمی کی کون سی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"

"اور ملک الموت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا، ان امور میں ملک الموت کے برابر بھی ہو، چہ جائیکہ زیادہ۔" (براہین قاطعہ)

ایک خاص علم کی وسعت آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو نہیں دی گئی اور ابلیس لعین کو دی گئی ہے۔" (شہاب الثاقب)

اوکاڑوی صاحب کے زعم میں مخالف عبارات

"ہمارا یقین ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں نبی کریم علیہ السلام سے اعلم (زیادہ جاننے والا) ہے وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات اس شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو یوں کہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ ہے۔"

حضرت مولانا گنگوہی نے متعدد فتاویٰ میں یہ تصریح فرمائی کہ جو شخص ابلیس لعین (کو) رسول مقبول علیہ السلام سے اعلم اور اوسع علماً کہے وہ کافر ہے۔" (شہاب الثاقب)

"میں اور میرے اساتذہ ایسے شخص کو کافر و مرتد و ملعون جانتے ہیں جو شیطان علیہ اللعنۃ کیا، کسی مخلوق کو بھی جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے علم میں زیادہ کہے۔" (الختم علی لسان الخصم)

(جناب خلیل احمد انبیٹھوی کی کفریہ عبارت پر کفر کا فتویٰ لگا تو اشرفعلی صاحب تھانوی اور منظور احمد سنبھلی صاحب نے کفر کے فتوے سے علمائے دیوبند کو بچانے کے لیے جو فرمایا وہ ملاحظہ ہو)

میرا اور میرے سب بزرگوں کا عقیدہ ہمیشہ سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے افضل المخلوقات فی جمیع الکمالات العلمیہ والعملیہ ہونے کے باب میں یہ ہے

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(بسط البنان)

"ہمارا اور ہمارے تمام اکابر کا عقیدہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جس قدر علوم کمالیہ عطا فرمائے اتنے ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین کی پاک جماعت میں

کسی کونہیں دیئے۔" (سیف یمانی)

"جوکوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنقیص شان کرے، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے علم سے علم شیطان لعین کوزیادہ کہے یا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے علم کے برابر صبیان ومجانین و بہائم کو کہے، وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے، جہنمی ہے۔ فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعلم الخلق ہیں۔ زیادہ کیا معنی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے علم کے کوئی برابر بھی نہیں ہوسکتا بلکہ علم نبوی سے کسی کے علم کو نسبت ہی نہیں۔" (اشد العذاب)

اوکاڑوی صاحب کا ان عبارات پر تبصرہ

(قارئین کرام! کتاب براہین قاطعہ کی جناب گنگوہی نے تصدیق اور جناب ٹانڈوی مدنی نے تائید فرمائی، اگر انبیٹھوی صاحب کی عبارت کوتمام دیوبندی وہابی تبلیغی درست مانیں تو تھانوی صاحب اور سنبھلی صاحب اور المہند پر دستخط کرنے والے تمام دیوبندی وہابی علماء سب کافر ومشرک قرار پائیں گے اور اگر ان تمام علماء کی مصدقہ عبارت درست مانی جائے گی تو انبیٹھوی صاحب وگنگوہی اور حسین احمد ٹانڈوی مدنی، کافر ومرتد وملعون قرار پائیں گے۔ یعنی ان علماء میں سے جس کسی کی تائید، یہ دیوبندی وہابی کریں گے اس کوکفر سے کیا بچائیں گے بلکہ خود اپنا ایمان بھی ضائع کربیٹھیں گے)

براہین قاطعہ کی عبارت کی وضاحت، اس پر بریلوی اعتراضات اور دیگر اکابر کی عبارات سے مخالفت ثابت کرنے کا جواب

الحمد للہ! ہمارے تمام اکابرین نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ شیطان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ماننے والا شخص کافر ہے۔ مگر چونکہ آپ چور اور بددیانت ہیں۔ اس

لیے بات کو بالکل واضح نہیں کیا۔ ورنہ یہ اشکال بالکل باقی نہ رہتا کہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے نزدیک نعوذ باللہ شیطان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ہے۔

قارئین کرام! دراصل براہین قاطعہ بریلوی حضرات کی جانب سے شرک و بدعات کی تائید میں لکھی جانے والی کتاب انوار ساطعہ کا جواب ہے۔ اور اوکاڑوی صاحب نے حضرت سہانپوریؒ کی جو عبارت پیش کی وہ انہوں نے انوار ساطعہ کی جس عبارت کے رد میں لکھی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔

جناب عبدالسمیع رامپوری بریلوی لکھتے ہیں:

"تفسیر معالم التنزیل اور برزخ جلال الدین سیوطی اور شرح مواہب علامہ زرقانی میں ہے کہ ملک الموت قابض ہے جمیع ارواح جن وانس و بہائم اور جمیع مخلوقات کا، اور اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے دنیا کو اس کے آگے مثل چھوٹے خوان کے۔ ایک روایت میں آیا ہے مثل طشت کے فیقبض من ھھنا ھھنا فی اٰن واحد یعنی اِدھر سے لیتا ہے جان کو اور اُدھر سے۔ اب خیال کرو کہ ایک آن میں مشرق سے مغرب تک کس قدر چیونٹی مچّھر کیڑے مکوڑے اور چرند پرند درند اور آدمی مرتے ہیں ہر جگہ ملک الموت موجود ہوتا ہے۔ اور مشکوۃ میں ہے: "ملک الموت وقت موت میّت کے سرہانے ہوتا ہے مومن کے بھی اور کافر کے بھی۔" یہ حدیث طویل ہے۔ اور قاضی ثناء اللہ نے تذکرۃ الموتیٰ میں نقل کیا ہے ایک حدیث کو طبرانی اور ابن مندہ سے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ: "ملک الموت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا کہ ایسا کوئی گھر نیک یا بد نہیں آدمیوں کا جس طرف مجھ کو توجہ نہ ہو رات دن دیکھتا رہتا ہوں اور ہر چھوٹے بڑے کو ایسا پہچانتا ہوں کہ وُہ خود بھی اپنے کو اس قدر پہچانتے نہیں۔

اور یہ بھی روایت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے کی ہے کہ ملک الموت نمازوں

کے وقت آدمیوں کو دیکھتا ہے کہ یہ ہمیشہ نماز پڑھتا رہا اُس سے شیاطین کو دفع کرتا ہے اور کلمہ طیبہ تلقین کرتا ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر بھلا ملک الموت علیہ السلام تو ایک مقرب فرشتہ ہے۔ دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے درمختار کے مسائل نماز میں لکھا ہے کہ شیطان تمام بنی آدم کے ساتھ رہتا ہے مگر جس کو اللہ نے بچالیا بعد اس کے لکھا ہے۔ **وقدرہ علی ذلك کما اقدر ملك الموت علی نظیر ذلك** یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دے دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کیا......اب فکر کرنا چاہئے جب چاند سورج ہر جگہ موجود اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہے تو یہ صفت خاص خدا کی کہاں ہوئی جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شریک کرنے سے مشرک اور کافر ہو جائیں معاذ اللہ اور تماشا یہ کہ اصحابِ محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیرہ میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہیں دعویٰ کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس میں بھی زیادہ تر مقامات پاک وناپاک کفر وغیر کفر میں پایا جاتا ہے۔“

{انوار ساطعہ صفحہ نمبر 356 تا 359، مکتبہ حامدیہ لاہور}

محترم قارئین! مندرجہ بالا عبارت کے آخری الفاظ توجہ سے پڑھیں! جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کم جگہوں پر حاضر مانا گیا ہے اور ملک الموت اور شیطان کو زیادہ جگہوں پر حاضر مانا گیا ہے۔ اور ان دونوں کے حاضر ہونے پر احادیث اور فقہ سے دلائل پیش کیے گئے ہیں جبکہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر ہونے پر دلائل نہیں پیش کیے گئے بلکہ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شیطان پر قیاس کیا گیا ہے۔ اب آیئے! ہم اس عبارت کا مفہوم عرض کرتے ہیں۔

جب ملک الموت اور شیطان بقول بریلویوں کے زیادہ جگہوں پر حاضر ہیں اور آقا ﷺ کم جگہوں پر، تو ظاہر ہے بقول بریلویوں کے ملک الموت اور شیطان کے زیادہ جگہوں پر حاضر ہونے اور آقا ﷺ کے کم جگہوں پر حاضر ہونے سے ملک الموت اور شیطان کا علم نعوذ باللہ آقا ﷺ سے زیادہ ہوگا۔

اب آیئے! حضرت سہانپوریؒ کی عبارت کی طرف، حضرت سہارنپوریؒ کی وہ عبارت جو اوکاڑوی صاحب نے نقل کی اُس میں وہ رامپوری صاحب کی اسی عبارت کا جواب دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ رامپوری صاحب ملک الموت اور شیطان کو زیادہ جگہوں پر اور آقا ﷺ کو کم جگہوں پر حاضر مان کر ملک الموت اور شیطان کا علم آقا ﷺ سے زیادہ مان رہے ہیں اور وہ ملک الموت اور شیطان کے حاضر ہونے پر احادیث اور فقہ سے دلائل پیش کر رہے ہیں جبکہ آقا ﷺ کے حاضر ہونے پر کوئی دلیل نہیں صرف قیاس سے کام لے رہے ہیں۔ اس وضاحت کے بعد آیئے دوبارہ حضرت سہانپوریؒ کی عبارت ملاحظہ فرمایئے جو اوکاڑوی صاحب نے نقل کی ہے:

"الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر، علم محیط زمین کا فخر عالم (ﷺ) کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل، محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا، شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت علم نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم (ﷺ) کی وسعت علمی کی کون سی نص قطعی ہے؟ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔"

بریلوی حضرات اس حصہ سے دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ حضرت سہانپوریؒ تو شیطان کے علم کو آقا ﷺ کے علم سے زیادہ نہیں مان رہے بلکہ رامپوری صاحب کی گستاخانہ عبارت جس میں انہوں نے ملک الموت و شیطان کا علم حضور ﷺ

سے زیادہ مانا ہے اس پر تبصرہ کر رہے ہیں کہ انہوں نے ملک الموت اور شیطان کے حاضر ہونے پر تو نص پیش کی لیکن آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر ہونے پر کوئی نص پیش نہیں کی ۔اب ملک الموت کے علم کا حال دیکھ کر یا شیطان کا حال دیکھ کر کوئی یہ کہے کہ اگر سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شیطان کی شیطانی معلومات کا علم نہ ہو تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم تو شیطان سے کم ہو گا، تو یہ بات غلط ہے۔اس لیے کہ جُزوی طور پر کسی کو ایک چیز کا علم ہو اور دوسرے کو نہ ہو تو پہلے کا دوسرے سے اعلم ہونا ضروری نہیں ہوتا۔اس کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں مثلاً:

پہلے ایک مثال قرآن سے ملاحظہ فرمایئے! حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اور ہُد ہُد کے واقعے پر غور کریں ۔حضرت سلیمانؑ ہُد ہُد کو طلب کر رہے ہیں اور ہُد ہُد غائب ہے۔لیکن جب ہُد ہُد واپس آتا ہے تو کہتا ہے" میں آپ کے پاس قوم سبا کی ایک ایسی خبر لایا ہوں جسے آپ بھی نہیں جانتے "اب ہُد ہُد کی اس بات کی قرآن نے یا آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تردید نہیں کی ۔اب بتایئے کیا اس جزوی علم کے مل جانے سے ہُد ہُد حضرت سلیمانؑ سے اَعلَم ہو گا (نعوذ باللہ)؟ اگر بریلوی ذہن کو سامنے رکھ کر سوچا جائے تو یہی مفہوم نکلے گا کہ جب ایک بات کا علم ہُد ہُد کو ہے اور حضرت سلیمانؑ کو نہیں تو لہذا ہُد ہُد حضرت سلیمانؑ سے اعلم ہے،(نعوذ باللہ)

ایک مزدور کو، بڑھئی کو، ترکھان کو اپنے فن کا علم ہے لیکن مسجد کے مولوی صاحب کو نہیں تو کیا وہ مستری، بڑھئی، اور ترکھان مولوی صاحب سے زیاہ علم والے ہیں؟

ایک مستری اور کاریگر کو سائیکل، موٹر سائیکل یا کار وغیرہ کو صحیح کرنے کے طریقے کا علم ہے، لیکن عالم کو نہیں تو کیا کہا جائے گا کہ یہ مستری اور کاریگر عالم سے اعلم ہے؟

اس طرح ایک رقاصہ اور زانیہ کو کچھ غلط چیزوں کا علم ہے لیکن اوکاڑوی صاحب، ان کے آلہ حضرت اور ان کے دیگر مسلکی علماء کو نہیں تو کیا یہ رقاصہ اور زانیہ اوکاڑوی

صاحب، ان کے آلہ حضرت اور ان کے دیگر مسلکی علماء سے اعلم ہے؟ اوکاڑوی صاحب کے ہم مسلک افراد کی براہین قاطعہ کی عبارت کے متعلق سوچ کے مطابق تو ایک رقاصہ اور زانیہ کو اوکاڑوی صاحب سے اعلم ہونا چاہیے۔ لیکن اگر وہ اس کو اپنی توہین سمجھتے ہیں اور غصے سے لال پیلے ہو رہے ہیں تو ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ جب ایک چیز کا علم آپ اپنے لیے اور اپنے مسلکی علماء کے لیے ماننا اپنی گستاخی سمجھتے ہیں تو ہم سُنّی وہی علم اور دیگر شیطانی علوم کو اُس ہستی کے لیے کیسے مان لیں جس کے صدقے ہم سب کو عزتیں ملی ہیں۔

محترم قارئین! حضرت سہانپوریؒ کی عبارت کو دیکھیں اُس میں مطلق علم کی بات نہیں بلکہ صرف شیطان کے دائرۂ کار کی بات ہے۔ اور ظاہر ہے جس علم کی نسبت شیطان کی طرف ہے وہ شیطانی علم ہی ہے۔ اور ہم اس کو آقا مدنی ﷺ کے لیے ہرگز نہیں مانتے ۔نہ ہی کوئی عاشق مان سکتا ہے لیکن بریلوی حضرات کا کیا کہنا کہ وہ سارے معاشرے میں اپنے عاشق ہونے کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اور کام سارے گستاخوں والے کرتے ہیں۔

جناب اوکاڑوی صاحب یا ان کے ہم مسلک افراد سے ہماری درخواست ہے کہ آپ اپنے اصول کو اپنے پاس ہی رکھیں اور اگر اسے لاگو ہی کرنا ہے تو پہلے اپنے اور اپنے ہم مسلک افراد پے کر کے دکھائیں۔ اور اگر آپ اس شیطانی اصول کو صحیح مانتے ہیں تو رامپوری صاحب اور ساتھ ساتھ اپنے آلہ حضرت جنہوں نے رامپوری صاحب کی کتاب کی تائید کی ہے اُنہیں بچا کر دکھائیں کہ آپ کے ذہن اور سوچ کے مطابق تو انہوں نے ملک الموت اور شیطان کا علم حضور اقدس ﷺ سے زیادہ مانا ہے۔ اب ظلم کی حد ہے کہ جس بندے کی اصل عبارت ہے جو بندہ اصل میں شیطان کا علم حضور ﷺ سے زیادہ مان رہا ہے۔ اُسے چھٹی ہے اور جو بندہ اُس گستاخانہ عبارت پر اُس گستاخ مصنف کی

کلاس لے رہا ہے۔اس پر فتویٰ لگایا جا رہا ہے۔

محترم قارئین ! یہاں تک تو براہین قاطعہ پر اعتراض کا تحقیقی جواب تھا۔جس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ براہین قاطعہ کی عبارت سے ہرگز یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ شیطان کا علم ،آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔اس لیے اوکاڑوی صاحب نے اس کے مخالف جو ہماری عبارات پیش کی تھیں جن میں شیطان کے علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ماننے والے شخص کو کافر کہا گیا تھا۔حضرت سہارنپوریؒ ان کی زد میں ہرگز نہیں آتے۔آیئے !ہم بتاتے ہیں کہ ان فتووں کی زد میں کون آتے ہیں اور کون شیطان کا علم آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ مانتے ہیں۔

مشہور بریلوی مناظر جناب اشرف سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

”جو شخص حضور کے علم کو عزرائیل اور شیطان کے علم کے برابر بھی نہ جانے وہ جاہل وغبی یا گمراہ وغوی ہے“

{کوثر الخیرات، صفحہ نمبر 94}

یعنی جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو شیطان اور عزرائیل کے علم کے برابر نہیں مانتا وہ جاہل وغبی اور غوی ہے لیکن جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو شیطان اور عزرائیل کے برابر مانتا ہے وہ نہ جاہل ہے نہ غوی ہے۔دیکھیے !اس عبارت میں اشرف سیالوی صاحب واضح طور پر عزرائیل اور شیطان کے علم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے برابر مانا ہے۔لیکن کیا اوکاڑوی صاحب جو حق گوئی کا دعویٰ کرتے ہیں، میں اتنی جرأت ہے کہ وہ وہی فتویٰ جو انہوں نے براہین قاطعہ کی صاف عبارت پر لگایا تھا وہی فتویٰ اشرف سیالوی صاحب پر بھی لگا سکیں۔

شاید اوکاڑوی صاحب کہیں کہ یہاں آپ نے مفہوم مخالف کیوں مراد لیا ہے تو

ہم ان کے سامنے ان کے آلہ حضرت کی عبارت رکھتے ہیں ۔جناب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

"مفہوم مخالف حنفیہ کے نزدیک عبارات شارع غیر متعلقہ بعقوبات میں معتبر نہیں کلام صحابہ ومن بعدہم میں معتبر ہے"

{**فهارس فتاویٰ رضویه، صفحه** 105}

نیز یہی آلہ حضرت صاحب اپنی ایک اور کتاب میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شیطان کے علم کے متعلق لکھتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اوروں سے زائد ہے ابلیس کا علم معاذ اللہ علم اقدس سے ہرگز وسیع تر نہیں"

{**خالص الاعتقاد، صفحه** 6}

نیز یہی عبارت رسائل اویسیہ میں جناب فیض احمد اویسی کے رسالہ "عقائد صحابہ"، مولوی نعیم اللہ صاحب کی کتاب "شرک کی حقیقت" اور جناب الیاس قادری صاحب کی کتاب "کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب" میں موجود ہے۔

اتنی زیادہ بریلوی کتب میں موجود اس عبارت میں واضح طور پر یہ کہا گیا ہے کہ شیطان کا علم معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے لیکن بہت زیادہ نہیں۔اگر یقین نہیں آتا تو عبارت کے لفظ "وسیع تر" پر غور کریے۔''وسیع" کہتے ہیں "زیادہ" کو اور "وسیع تر" کہتے ہیں "بہت زیادہ" اور آلہ حضرت کی عبارت میں وسیع تر کا لفظ ہے یعنی وہ کہہ رہے ہیں شیطان کا علم معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے زیادہ تو ہے لیکن بہت زیادہ نہیں۔

اسی طرح جناب احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

" آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور سارے نوریوں کا انہیں خلیفہ بنایا اور پیدا فرماتے ہی انہیں تمام ناموں کا علم دیا وہ فرشتے اور ابلیس جو لاکھوں برس سے تھے انہیں اس نئی مخلوق کا استاد بنایا"

{**معلم التقریر، صفحہ نمبر 95**}

اس عبارت میں واضح طور پر شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام کا استاد کہا گیا ہے۔اب میں اوکاڑوی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ استاد علم میں زیادہ ہوتا ہے یا شاگرد؟ اب بتایئے !اس عبارت میں نعیمی صاحب شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام کا استاد مان کر شیطان کا علم حضرت آدم علیہ السلام سے زیادہ نہیں مان رہے؟

محترم قارئین !ان عبارات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ بریلوی حضرات کے نزدیک معاذ اللہ شیطان کا علم ،حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ ہے، لیکن اس کے باوجود بھی یہ اپنے گھر کی صفائی کرنے کے بجائے اہل سنت پر انگلی اٹھاتے ہیں۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی

صفحہ نمبر 93 کے حاشیہ میں "الشہاب الثاقب" کی ایک کتابت کی غلطی پر اعتراض کا جواب

اسی صفحہ 93 کے حاشیہ میں ہے:

اس خادم اہل سنت کے پاس "الشہاب الثاقب" کتب خانہ اشرفیہ ،راشد، دیوبند ضلع سہارن پور کی شائع کردہ موجود ہے،اس کتاب کے ص ۸۸ کی یہ عبارت آپ نے ملاحظہ فرمائی ۔کتاب میں "ابلیس لعین" کے الفاظ کے بعد "کو" کا لفظ نہیں ہے بلکہ

یوں ہے "ابلیس لعین رسول مقبول علیہ السلام" یہ خادم اہل سنت تمام دیوبندیوں وہابیوں تبلیغیوں کو آگاہ کر رہا ہے کہ اگر ان دیوبندیوں وہابیوں ہی کی عادتِ بد کے مطابق کتابت وطباعت کی کسی غلطی یا کسی عبارت کا غلط مفہوم ومطلب پیش کر کے شرک و بدعت وغیرہ کے فتوے داغنے کی پیروی کرتے ہوئے کوئی شخص جناب حسین احمد مدنی کی نقل کردہ گنگوہی صاحب کی اس عبارت کے ان الفاظ پر کوئی شدید فتویٰ جاری کر دے تو دنیائے دیوبندیت تلملا اٹھے گی اور ان میں بپا ماتم دیدنی ہوگا۔اس انکشاف کا مقصد یہ ہے کہ دیوبندی وہابی ازم کا ہر فرد جان لے کہ ہم اہل سنت وجماعت (سنّی بریلوی) کسی بے بنیاد اختلاف نہیں رکھتے اور کوئی اہم فتویٰ کمال تحقیق اور اتمام حجت وغیرہ کے بغیر ہرگز جاری نہیں کرتے، کیوں کہ ہمارا مقصد احقاق حق اور ابطال باطل ہے،ایمان سے ہماری محبت اللہ کے لیے ہے اور ہر باطل سے ہمارا بغض بھی اللہ کے لیے ہے۔

جواب

حضرت مدنیؒ کی عبارت میں جس کتابت کی غلطی کا آپ نے ذکر کیا اور کہا کے اگر میں بھی چاہتا تو اس عبارت کی بناء پر دیوبندیوں کی طرح اعتراض کر سکتا تھا لیکن میں نے نہیں کیا۔تو جواباً عرض ہے جناب عبارت میں کتابت کی غلطی ہے جس کی تصحیح جدید ایڈیشن میں کر دی گئی ہے۔ ہر پڑھنے والے کو اس میں کتابت کی غلطی پتا چل جاتی ہے۔ اس لیے اگر آپ چاہتے بھی تو اس پر اعتراض نہیں کر سکتے تھے۔ ورنہ آپ اپنی عادت بد کے مطابق جس طرح آپ نے کتاب کے شروع میں حضرت گنگوہیؒ کی ایک عبارت جس میں کتابت کی غلطی تھی، پر اعتراض کیا یہاں بھی ضرور اعتراض کرتے۔اور جہاں تک دنیائے دیوبندیت کے تلملانے کی بات ہے تو یہ آپ کی بھول ہے۔الحمدللہ تلملانے کی

نوبت آج تک ہم پر نہیں آئی۔آج تک بریلوی حضرات نے ہمارے اکابر کی عبارات پر اعتراض کیا ہے ان کا جواب دیتے ہوئے ہمیں کبھی پریشانی نہیں ہوئی۔ہم تو بہت کھلے دل کے ساتھ، بغیر جذباتی کیفیت کے، بریلوی حضرات کے اعتراضات کا جواب دیتے ہیں۔لیکن یہ بات بھی عرض کر دینا ضروری ہے کہ جب سے بریلوی علماء نے اکابر اہل سنت پر کیچڑ اچھالنا شروع کیا ہے۔یہ خود ہی ایک دوسرے کے دشمن بن گئے۔اور ایک دوسرے کے گلے میں گستاخی اور کفر کا ہار ڈالتے رہتے ہیں۔تفصیل کے لیے"دست و گریباں" ملاحظہ فرمائیں۔ہم سب سنی جانتے ہیں کہ آپ بریلویوں کا ہم سے اختلاف محض تعصب اور کینہ پروری اور احمد رضا خان کی باتوں کو بغیر تحقیق کے اندھا مقلد بن کر ماننے کی وجہ سے ہے۔احقاق حق یا ابطال باطل کا تو آپ سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ بات کو کہنا اور بات ہے لیکن اس پر عمل پیرا ہونا اور بات ہے۔اگر آپ کا ہم سے بغض اللہ کے لیے ہے تو آپ کو چاہیے کہ اپنے علماء پر بھی وہی فتوے لگائیں، جو آپ نے ہمارے اکابر پر لگائے ہیں کہ ہماری عبارات کی صفائی خود انہوں نے دی ہے، ہمارے اکابر کی تعریف خود انہوں نے کی ہے،اور ہمارے اکابر کی عبارات جن پر آپ کو اعتراض ہے ویسی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر سخت عبارات خود انہوں نے لکھی ہیں۔

معترضہ عبارت

دیوبندیوں، وہابیوں، تبلیغیوں کے دینی آقا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں:

"پھر یہ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب؟ اگر

بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ''ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع وحیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے'' (حفظ الایمان)

حفظ الایمان کی مکمل عبارت اور اس کی تشریح و وضاحت

محترم قارئین ! دراصل اوکاڑوی صاحب کو پتا نہیں کیوں اتنا ڈر لگتا ہے کہ وہ پوری عبارت ہی نہیں نقل کرتے ،انہیں پتا ہوتا ہے کہ عبارت کا یہ حصہ اگر میں نے نقل کر دیا تو وہ اعتراض جو میں اس عبارت پر کر رہا ہوں خود بخود ہی دور ہو جائے گا۔لہذا اس پریشانی سے بچنے کے لیے وہ پوری عبارت نقل ہی نہیں کرتے ۔اوکاڑوی صاحب کی مثال اس کبوتر کی سی ہے جو بلی کے سامنے اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہے کہ شاید جیسے میں بلی کو نہیں دیکھ رہا تو بلی بھی مجھے نہیں دیکھ رہی ،اوکاڑوی صاحب بھی سمجھتے ہیں کہ میرے مسلک کی جاہل عوام کونسا مکمل عبارت دیکھنے کی زحمت گوارا کرے گی بس وہ میری ہر بات کو بلا شک وشبہ مانتی جائے گی ،لیکن اوکاڑوی صاحب ہر قاری جاہل و غالی اور آپ کا بصارت وبصیرت سے اندھا مقلد نہیں الحمد اہل سنت آپ کی ہر بات کو سچ اور جھوٹ ،حق اور باطل کی کسوٹی پر پرکھنا جانتے ہیں۔محترم قارئین ! آیئے ! ہم جواب دینے سے پہلے ''حفظ الایمان'' کی مکمل عبارت آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔تا کہ بات کھل کر سامنے آجائے۔اور اوکاڑوی صاحب نے عبارت ''حفظ الایمان'' کے جس ایڈیشن سے پیش کی ہے ''حفظ الایمان'' کے اگلے ایڈیشن میں خود حضرت تھانوی ؒ نے بعض الفاظ کی ترمیم فرما دی ہے اور یہ ترمیم اس لیے نہیں کہ پہلے اس میں گستاخی تھی اس لیے ترمیم کی گئی۔اس بناء پر ہم کچھ الفاظ ترمیم شدہ بھی صرف اس غرض سے نقل کر دینا ضروری سمجھتے ہیں تا کہ اوکاڑوی صاحب عوام الناس کو یہ تاثر نہ دیں کہ دیکھو یہ بھی اپنی عبارت میں گستاخی مان

گئے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے ترمیم کی ہے۔ محترم قارئین! "حفظ الایمان" تین مسائل کے جواب میں لکھی گئی ہے پہلا سوال سجدۂ قبر دوسرا طواف قبر اور تیسرا علم غیب کے مسئلے سے متعلق ہے۔ چونکہ یہاں موضوع صرف "علم غیب " کا چل رہا ہے اس لیے ہم صرف علم غیب والا جواب آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ پہلے سوال اور پھر جواب ملاحظہ فرمائیے:

"سوال:۔ کیا فرماتے ہیں حامیانِ دین و ناصران شرع متین اس بارہ میں کہ زید کہتا ہے کہ سجدہ کی دو قسم ہیں تعبدی اور تعظیمی۔ تعبدی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے لہذا تعظیماً سجدۂ قبور جائز ہے اور کہتا ہے کہ طواف قبور جائز ہے۔ دلیل جواز حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کا مقولہ ہے۔ انتباہ فی سلال اولیاء اللہ صفحہ (۱۰) سطر ۱۲ بیان ذکر کشف وقبور فرماتے ہیں وبعدہ ہفت کرۃ طواف کند ودران تکبیر بخواند وآغاز از راست کند بعدہ طرف پایاں رخسارہ نہد انتہی، اس سے طواف اور سجدہ اور بوسۂ قبور سب کچھ جائز ہو گیا اور کہتا ہے کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں، بالذات اس معنی کر عالم الغیب خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور بواسطہ اس معنی کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم الغیب تھے، زید کا یہ استدلال اور عقیدہ وعمل کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب سوال سوم:۔ مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو اور اس کے ادراک کے لیے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو اسی بنا پر **لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ** اور **ولو کنت اعلم الغیب** وغیرہ فرمایا گیا ہے اور جو علم بواسطہ ہو اس پر غیب کا اطلاق محتاج قرینہ ہے تو بلا قرینہ مخلوق پر علم غیب کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اطلاق موہم شرک ہونے کی وجہ سے ممنوع و ناجائز ہوگا قرآن مجید میں لفظ راعنا کی ممانعت اور حدیث مسلم میں **عبدی وامتی**

ود بی کہنے سے نہی اسی وجہ سے وارد ہے اس لیے حضور سرور عالم ﷺ پر عالم الغیب کا اطلاق جائز نہ ہوگا اور اگر ایسی تاویل سے ان الفاظ کا اطلاق جائز ہو تو خالق اور رازق وغیرہما بتاویل اسناد الی السبب کے بھی اطلاق کرنا جائز ہوگا کیونکہ آپ ایجاد اور بقائے عالم کے سبب ہیں بلکہ خدا بمعنی مالک اور معبود بمعنی مطاع کہنا بھی درست ہوگا اور جس طرح آپ پر عالم الغیب کا اطلاق اس تاویل خاص سے جائز ہوگا اسی طرح دوسری تاویل سے اس صفت کی نفی حق جل وعلا شانہ سے بھی جائز ہوگی یعنی علم غیب بالمعنی الثانی بواسطہ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت نہیں پس اگر اپنے ذہن میں معنی ثانی کو حاضر کر کے کوئی کہتا پھرے کہ رسول اللہ ﷺ عالم الغیب ہیں اور حق تعالیٰ شانہ عالم الغیب نہیں (نعوذ باللہ منہ) تو کیا اس کلام کو منھ (منہ) سے نکالنے کی کوئی عاقل متدین اجازت دینا گوارا کر سکتا ہے اس بنا پر تو بانوا فقیروں کی تمام تر بیہودہ صدائیں بھی خلاف شرع نہ ہوں گی تو شرع کیا ہوا بچوں کا کھیل ہوا کہ جب چاہنا بنا لیا جب چاہا مٹا دیا۔ پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمر بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے پھر اگر زید اس کا التزام کرلے کہ ہاں میں سب کو عالم الغیب کہوں گا تو پھر علم غیب کو منجملہ کمالات نبویہ شمار کیوں کیا جاتا ہے جس امر میں مؤمن بلکہ انسان کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات نبوت سے کب ہو سکتا ہے اور التزام نہ کیا جاوے تو نبی غیر نبی میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اگر تمام علوم غیب مراد ہیں اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی وعقلی سے

ثابت ہوتا ہے دلائل نقلیہ بے شمار ہیں، خود قرآن مجید میں آپ سے نفی کرنا علم غیب کی آیۃ ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر میں اور نفی کرنا آپ سے علم تعین قیامت کی اور بہت سے علوم کی نفی صاف صاف مذکور ہے، احادیث میں ہزاروں واقعات آپ کے کتب ورسائل روانہ فرمانے کی مخبروں اور جاسوسوں سے اخبار غائبہ دریافت فرمانے کے مذکور ہیں اگر یہ کہا جاوے کہ علوم غیبیہ تو آپ کو سب حاصل ہیں مگر استحضار ان کا آپ کی توجہ پر موقوف ہے چونکہ بعض امور میں بوجہ تام نہ فرماتے تھے اس لیے بعض واقعات حاضر نہ ہوتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سے امور میں آپ کا خاص اہتمام سے توجہ فرمانا بلکہ فکر و پریشانی واقع ہونا باوجود اس کے پھر مخفی رہنا ثابت ہے قصہ افک میں آپ کی تفتیش واستکشاف بابلغ وجوہ صحاح میں مذکور ہے مگر صرف توجہ سے انکشاف نہیں ہوا بعد ایک ماہ کے وحی کے ذریعہ سے اطمینان ہوا، دلیل عقلی یہ کہ علوم غیر متناہی ہیں اور امور غیر متناہیہ کا اجتماع محال ہونا ثابت ومقرر ہو چکا ہے اگر کسی کو ایسے الفاظ سے شبہ واقع ہو جیسا مشکوۃ میں دارمی کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مذکور فعلمت ما فی السموات والارض یا مثل اس کے تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہاں عموم و استغراق حقیقی مراد نہیں کیونکہ اس کا استحالہ اور رد دلیل عقلی ونقلی سے ثابت ہو چکا بلکہ عموم استغراق اضافی مراد ہے یعنی باعتبار بعض علوم کے کہ وہ علوم ضروریہ متعلقہ بہ نبوت عموماً فرمایا گیا پس اس کا مقتضا صرف اس قدر ہے کہ نبوت کے لیے جو علوم لازم وضروری ہیں وہ آپ کو بتمامہا حاصل ہو گئے تھے۔ الفاظ عموم کا عموم اضافی میں استعمال ہونا محاورات جمیع السنہ میں بلانکیر جاری ہے اور خود قرآن مجید میں مذکور بالقیس کی نسبت فرمایا گیا ہے۔ واوتیت من کل شیئ یعنی اس کے پاس چیزیں تھیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اس کے پاس اس زمانہ کی ریل اور تار برقی اور لمپ وگیس اور فوٹو وغیرہ ہرگز نہ تھے وہاں بھی

اشیائے ضرور یہ لازمۂ سلطنت کا عموم مراد ہے۔پس ایسا عموم مثبت مدعائے زید ہرگز نہیں اجوبۂ مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ زید کا عقیدہ اور قول سرتا سر غلط اور خلاف نصوص شرعیہ ہے ہرگز ان کا قبول کرنا کسی کو جائز نہیں۔زید کو چاہیے کہ توبہ کرے اور اتباع سنت اختیار کرے۔

{**حفظ الایمان صفحہ نمبر 4تا12**}

محترم قارئین! حفظ الایمان کی اس مفصل عبارت ملاحظہ فرمانے کے بعد آپ خود بتایئے کیا اس عبارت سے وہ نتیجہ نکلتا ہے جو اوکاڑوی صاحب نے نکالا ہے؟ حضرت تھانویؒ نے ہرگز حضور ﷺ کے علم مقدسہ کو جانوروں کے علم سے تشبیہ نہیں دی۔ بلکہ حضرت تھانویؒ تو زید کے عقیدے کی وضاحت مانگتے ہوئے اس سے سوال کر رہے ہیں (جس کی دلیل عبارت کے یہ الفاظ ہیں ''آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے") کہ اگر اس کا عقیدہ بواسطہ علم غیب سے یہ ہے تو اس کا یہ مطلب بنتا ہے۔واقعی بریلوی علماء کو اپنی عقل پر ماتم کرنا چاہیے کہ وہ زید سے پوچھے گئے سوال کو حضرت تھانویؒ کا عقیدہ قرار دے کر ان پر فتویٰ بازی کر رہے ہیں۔اور جب وہ زید کے عقیدے کی وضاحت پوچھنے پر حضرت تھانویؒ پر گستاخی کا فتویٰ لگا رہے ہیں تو یہ فتویٰ خود انہی کے عقیدے "علم غیب " پر لگ رہا ہے اور یہ عقیدہ گستاخانہ ثابت ہو رہا ہے

محترم قارئین! حضرت تھانویؒ نے اس جواب کے اندر بریلویوں کے عقیدۂ علم غیب پر جو ضرب کاری کی وہ ناقابل تردید ہے۔جس کا جواب کسی بریلوی کے بس کی بات نہیں لہذا وہ اس چور طریقے سے حضرت تھانویؒ پر اعتراض وارد کر کے اس کے جواب سے بچنا چاہتے ہیں تو یہ ان کی خام خیالی کے علاوہ کچھ نہیں۔

ایں خیال است ومحال است جنوں

بحرحال یہ بات بالکل جھوٹ ہے کہ حضرت تھانوی ؒ حضور ﷺ کا علم جانوروں کے علم کے برابر مانتے ہیں۔ نیز اس کی وضاحت خود انہوں نے ”بسط البنان“ میں فرمادی ہے۔لہذا حضرت تھانوی ؒ کی کسی عبارت کا مطلب ان کی مراد کے خلاف لینا ہرگز صحیح نہیں۔جیسا کہ مشہور بریلوی عالم جناب عبدالستار خان نیازی صاحب لکھتے ہیں:

”اگر کسی کتاب میں قابل اعتراض عبارت نظر آئے تو اس کی مراد متعین کرنے کا حق مصنف کو ہو“

{**اتحاد بین المسلمین وقت کی اہم ضرورت، صفحہ نمبر** 116}

حفظ الایمان کی عبارت کے حوالے سے حضرت چاند پوری ؒ اور حضرت مدنی ؒ میں مخالفت ثابت کرنے کا جواب

واضح ہو کہ ”ایسا “ کا لفظ فقط مانند اور مثل ہی کے معنی میں مستعمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے معنی ”اس قدر“ اور ”اتنے“ کے بھی آتے ہیں جو اس جگہ متعین ہیں ۔۔۔”عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ ”ایسا “ بمعنی ”اس قدر اور اتنا“ ہے پھر تشبیہ کیسی“؟ (توضیح البیان)

”حضرت تھانوی (اس) عبارت میں لفظ ”ایسا“ فرما رہے ہیں ،لفظ ”اتنا“ تو نہیں فرما رہے ہیں ،اگر لفظ ”اتنا “ ہوتا ،تو اس وقت البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کو برابر کر دیا۔۔۔لفظ ”ایسا“ تو کلمہ تشبیہ کا ہے۔“ (الشہاب الثاقب)

(مرتضیٰ حسن صاحب لفظ ”ایسا“ کو ”تشبیہ“ کا کلمہ نہیں مانتے کہ اگر تشبیہ کا مانیں تو کفر لازم آئے گا اور حسین احمد مدنی صاحب ،لفظ ایسا کو ”تشبیہ“ کا فرما رہے ہیں اور حسین

احمد صاحب نزدیک جو "معنی" کفر ہے وہ مرتضیٰ صاحب (تھانوی صاحب کی عبارت میں) ثابت کر رہے ہیں لہذا تھانوی صاحب کو بچاتے بچاتے یہ دونوں بھی ایک دوسرے کے فتوے سے خود کافر ثابت ہو گئے)

جواب

اوکاڑوی صاحب! آپ کو اپنی عقل کے علاج کی ضرورت ہے۔ الحمد للہ آقا مدنی ﷺ کے ایک عاشقِ صادق حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا دفاع کرتے ہوئے نہ ہی ابن شیر خدا حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ کافر ہوئے اور نہ ہی شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کافر ہوئے۔ (البتہ آپ خود اپنے علماء کے فتوؤں سے مشرک اور کافر بن چکے ہیں جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے فتوائے گستاخی خود بریلوی حضرات پر ہی آتا ہے۔) دراصل لفظ ایسا سے مراد "اتنا" "اس قدر" ہو یا "تشبیہ" حضرت تھانویؒ پر کوئی زد نہیں پڑتی۔ اس لیے کہ عبارت معترضہ میں حضرت تھانویؒ اپنا عقیدہ نہیں بیان فرما رہے۔ بلکہ زید جو کہ بریلوی ہے اس کے عقیدے کی وضاحت فرما رہے ہیں۔ لہذا اوکاڑوی صاحب کو جو معنی پسند آئے ان کی مرضی، فتوائے گستاخی خود بریلوی حضرات پر ہی آتا ہے۔ نیز حضرت چاند پوریؒ وحضرت مدنیؒ کی عبارات میں تضاد دکھانے کی جو کوشش کی ہے۔ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ اس کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری اور مولانا منظور احمد نعمانی رحمہم اللہ نے جو یہ کہا کہ "ایسا" کو تشبیہ کے لیے ماننا کفر ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مقدار کو تشبیہ دینا جو آپ علیہ السلام کے علم کی مقدار ہے۔ چوپاؤں وغیرہ کے علم سے تو یہ برا ہے۔

یعنی وہ مقدار جو آپ کے علم مبارک کی ہے ویسی مقدار تو چوپاؤں کو بھی حاصل ہے کہنا تو یقیناً کفر والحاد ہے۔

اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ نے لفظ ''ایسا'' کو جو اتنے اور اس قدر کے معنی میں لینا کفر بتایا ہے تو ان کی مراد بھی یہی ہے کہ جو یہ کہے کہ جتنا علم سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے اتنا اور اسی قدر اور اسی مقدار میں چوپاؤں کو بھی حاصل ہے۔تو یہ کفر وتوہین ہے اب سب حضرات کی باتوں کا نتیجہ ومقصد یہ ہے کہ لفظ ''ایسا'' کو تشبیہ کے لیے مانو یا ''اتنا'' اور ''اس قدر'' کے معنی میں مانو اگر مقصد یہ ہے کہ جتنی مقدار نبی پاک علیہ السلام کے علم مبارک کی ہے ویسی مقدار جانوروں کے علم کی ہے یا جتنی مقدار نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارک کی ہے اتنی مقدار جانوروں وغیرہا کے علم کی ہے تو کفر ہے۔

اب آپ دیکھیے! کہ نہ تو فتویٰ شیخ العرب والعجم حضرت مدنی پر آیا اور نہ ہی حضرت چاند پوری ونعمانی رحمہم اللہ پر لگتا ہے بلکہ دھوکہ دینے والے رضا خانی حضرات پر لگتا ہے۔

{حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ ،صفحہ نمبر 204 تا205،مکتبہ اهل السنة والجماعة}

محترم قارئین! جیسا کہ آپ نے حضرت متکلم اسلام کی عبارت ملاحظہ فرمائی کہ الحمد للہ حضرت چاند پوریؒ اور حضرت مدنیؒ ان دونوں کی عبارات بالکل ٹھیک ہیں اور ان میں کوئی تضاد نہیں۔الحمد للہ ہم اس بات کو دل وجان سے مانتے ہیں کہ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اللہ کے بعد سب زیادہ ہے۔اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سے غیوب پر مطلع فرمایا ہے۔لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیب کا پردہ مکمل طور پر نہیں اٹھایا گیا۔ایسی ایک نہیں بہت سی چیزیں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں جانتے۔اسی

بناء پر آپ کو عالم الغیب کہنا ٹھیک نہیں کہ عالم الغیب سے مراد ایسی ذات ہے جس سے غیب کی کوئی بات پوشیدہ نہ ہو۔ اور وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور یہ بات بریلوی مصنفین نے بھی لکھی ہے کہ جیسا کہ توضیح البیان کی عبارت پیچھے گزر چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم سے وہ مناسبت بھی نہیں جو قطرے کو سمندر سے ہے۔ یعنی بہت سی ایسی باتیں ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے غیب ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوشیدہ ہیں اور اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ لہذا جن عبارات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیوب پر مطلع مانا گیا ان سے مراد وہی غیب کی خبریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائیں اور جن عبارات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم غیب کی نفی یا مطلع ہونے کی نفی کی گئی ہے ان سے مراد یہی ہے کہ اللہ کے مقابلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت ساری باتیں پوشیدہ ہیں یعنی اللہ تعالیٰ بہت سی باتوں کو جانتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں جانتے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان غیب کی باتوں پر مطلع نہیں فرمایا۔

حفظ الایمان کی بحث کے تحت پیش کی گئی دیگر عبارات کی وضاحت

محترم قارئین! اس گفتگو کے بعد گویا آگے آنے والے اعتراضات جو اوکاڑوی صاحب نے علم غیب کے موضوع کو لے کر اٹھائے ہیں، کا رد ہو جاتا ہے۔ لیکن ہم پھر بھی ایک ایک عبارت کی الگ سے وضاحت کر دیتے ہیں۔

(۱) عبارت

اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا تخصیص ہے، مطلق بعض

علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں۔" (تغییر العنوان)

وضاحت

واقعی یہ بالکل ٹھیک ہے۔ دیکھیے! غیب سے مراد ہے چھپی ہوئی بات اور ہر انسان کو ایسی کوئی نہ کوئی بات معلوم ہوتی ہے جو وہ کسی اور کو نہیں بتاتا صرف اپنے تک محدود رکھتا ہے۔ لہذا باقی انسانوں کے لیے تو وہ بات غیب ہی کہلائے گی۔ لیکن اس بات کی بناء پر اس انسان کو عالم الغیب نہیں کہا جائے گا کہ وہ نام ہے غیب کی ایک بات نہیں بلکہ تمام باتوں پہ مطلع ہونے کا، جو خدا کے سوا کوئی نہیں۔

(۲) عبارت

"علم غیب جو بلا واسطہ ہو وہ تو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ اور جو بواسطہ ہو وہ مخلوق کے لیے ہو سکتا ہے۔" (بسط البنان)

وضاحت

یہ بات بھی بالکل ٹھیک ہے۔ ایسا علم جو بغیر واسطے کے حاصل ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اور جو کسی واسطے خواہ وہ کسی بھی قسم کا ہو، سے حاصل کیا جائے وہ مخلوق کے لیے بھی ہو سکتا ہے۔ اس میں کوئی اشکال نہیں اور نہ ہی اس سے مراد علم غیب ہے۔

(۳) عبارت

حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب بعطائے الٰہی حاصل ہے۔" (توضیح البیان)

وضاحت

پہلے بھی یہ بات بتائی جا چکی ہے کہ ہم بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو اللہ تعالیٰ نے باقی مخلوقات کے مقابلے میں بہت سے مغیبات پر مطلع فرمایا ہے۔ لیکن پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "عالم الغیب" نہیں کہا جا سکتا کہ وہ نام ہے تمام مغیبات کو جاننے کا ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ یہاں علم غیب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اطلاع غیب کے معنی میں یا لغوی طور پر ہے۔

(۴) عبارت

"اسی طرح نصوص کے اندر بعض مغیبات کے متعلق یہ ثابت ہے کہ ان کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ہے اور ایسے علم کی نسبت حضور کی طرف جائز ہے۔" (افاضات یومیہ)

وضاحت

اس کی وضاحت بھی پیچھے ہو چکی ہے۔

(۵) عبارت

"اس میں کلام ہی نہیں کہ حضور کے علوم غیبیہ کمالات نبویہ میں داخل ہیں، اس کا انکار کون کرتا ہے۔" (ترجیح الراجح)

وضاحت

اس کی وضاحت بھی پیچھے ہو چکی ہے۔

(۶) عبارت

"کسی کو شبہ نہ ہو کہ جو علم غیب خصائص باری تعالیٰ سے ہے، اس میں رسل کی شرکت ہو گئی کیوں کہ خواص باری تعالیٰ سے دو امر ہیں، اس کا علم ذاتی ہونا اور اس کا محیط بالکل ہونا۔ یہاں ذاتی اس لیے نہیں کہ وحی سے ہے اور محیط اس لیے نہیں کہ بعض امور

خاص مراد ہیں، پس یہ بالمعنی الاعم غیب ہے نہ کہ بالمعنی الاخص۔" (بیان القرآن)

وضاحت

یہ بات بھی بالکل ٹھیک ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے "غیبی خبروں" کو بذریعہ وحی مانا گیا ہے۔

(۷) عبارت

"لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء اور اولیاء کو نہیں ہوتا، میں (حاجی امداد اللہ) کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت وادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے" (شمائم امدادیہ، امداد المشتاق)

وضاحت

بریلوی حضرات اس عبارت سے اکثر دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ دیکھو دیوبندیوں کے پیر حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب نے انبیاء کے لیے علم غیب مانا ہے۔ جو کہ جھوٹ اور دھوکے کے علاوہ کچھ نہیں۔ حاجی صاحب نے بالکل یہ فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں "علم غیب انبیاء کو نہیں ہوتا" لیکن پوری عبارت پڑھنے سے بات معلوم ہو جاتی ہے کہ انہوں نے یہ بات کہنے کے باوجود ان لوگوں کو کچھ نہیں دیا کیونکہ انبیاء کے لیے علم غیب کا اثبات نہیں کیا بلکہ کہا ہے" دریافت وادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے" اور یہ ہم بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کو بعض غیوب کی خبریں دیتا ہے۔ لیکن اس سے مراد علم غیب نہیں۔ اور نہ ہی اس بناء پر حاجی صاحب نے انبیاء کو عالم الغیب نہیں کہا۔ کہ ادراک و دریافت میں "واسطہ" ہوتا ہے جبکہ "عالم الغیب" واسطے کا محتاج نہیں ہوتا۔

(۸) عبارت

"قرآن مجید میں ایک سے زیادہ جگہ پر فرمایا ہے کہ "الغیب" کا علم حق تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں ہے،۔۔۔لیکن اسی کے ساتھ قرآن ہی میں ہے کہ اپنے رسولوں میں جسے چاہتا ہے، اللہ غیب سے مطلع فرماتا ہے، اب سوال یہی ہے کہ غیر اللہ کو غیب کا علم جو عطا ہوتا ہے اس پر بھی "علم الغیب" کا اطلاق ہوسکتا ہے یا نہیں؟ حضرت والا (مولانا قاسم نانوتویؒ) نے ارقام فرمایا ہے کہ۔۔۔پس غیر اللہ کی طرف علم غیب کو منسوب کرنے کا یہ مطلب کوئی نہیں سمجھتا کہ بالذات غیب کا علم ان کو حاصل ہے بلکہ یہی سمجھتے ہیں کہ غیب کے اس علم سے حق تعالیٰ نے ان کو سرفراز کیا ہے۔" (سوانح قاسمی)

وضاحت

اس عبارت میں کہی گئی بات بھی بالکل ٹھیک ہے۔لیکن اوکاڑوی صاحب آپ کے لیے فائدے مند نہیں۔کیونکہ آپ کے علماء غیب سے مراد ذاتی علم ہی لیتے ہیں۔جیسا کہ آپ کے حکیم الامت جناب احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"جو علم عطائی ہو وہ غیب ہی نہیں کہا جاتا غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں"

{جاء الحق (حصہ اول) صفحہ نمبر 83، قادری پبلشرز لاہور}

جب غیب صرف ذاتی کو کہتے ہیں اور انبیاء کے لیے اس کو ثابت کیا جاتا ہے تو لامحالہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے علم غیب ذاتی مانا گیا ہے۔لہذا مذکورہ عبارت سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہونے والا، یہاں پر میں ایک اصول عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں، اسلاف میں اگر کسی نے مخلوق کے لیے علم غیب کا لفظ استعمال کیا ہے تو وہ صرف لغوی ہے حقیقی نہیں کیونکہ حقیقی وہ ہوتا ہے جو محیط غیر متناھی ہو اور از خود اور کسی کی عطا نہ ہو۔اور یہ شان اسلاف میں سے کوئی بھی انبیاء اولیاء کے لیے نہیں مانتا، رضا خانی حضرات یہ لفظ علم غیب حقیقی معنی میں غیر اللہ کے لیے مانتے ہیں اس لیے کہ ایک تو جمیع ما کان و ما یکون کے قائل

ہیں ایک ذرہ بھی خارج آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم سے نہیں ہے اور دوسرا ازخود اور ذاتی بھی مانتے ہیں تفصیل کسی اور موقع پر کہیں۔

(۹)عبارت

''غرض کہ لفظ عالم الغیب کے معنی میں (حضرت تھانویؒ نے) دوشقیں فرمائی ہیں اور ایک شق کو سب میں موجود مانتے ہیں"۔

وضاحت

اس کی وضاحت بھی پیچھے ہوچکی ہے۔ نیز حضرت تھانویؒ جس شق کو سب میں موجود مانتے ہیں۔اس کا ذکر بھی پیچھے ہو چکا ہے کہ ہر کسی کو کوئی نہ کوئی ایسی بات معلوم ہوتی ہے جو دوسرے نہیں جانتے ۔لہذا اس لحاظ سے اس کو بھی غیب کی بات کا علم ہے۔لیکن اس کا نام علم غیب نہیں اور نہ ہی اس سے سب "عالم الغیب" بنتے ہیں۔

(۱۰)عبارت

''یہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہر قسم کے غیوب کی خبر دیتا ہے، ماضی سے متعلق ہوں یا مستقبل سے، یا اللہ کے اسماء وصفات سے، یا احکام شرعیہ سے یا مذاہب کی حقیقت و بطلان سے، یا جنت ودوزخ کے احوال سے۔ یا واقعات بعد الموت سے اور ان چیزوں کے بتلانے میں ذرا بخل نہیں کرتا۔" (حاشیہ قرآن)

وضاحت

اس عبارت میں بھی ہر قسم کے غیوب سے مراد، غیب کی وہ خبریں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بذریعہ وحی عطا فرمائی ہیں۔اور ان کا علم غیب سے کوئی واسطہ نہیں۔

(۱۱)عبارت

''وہ (اللہ) اپنے رسولوں کا انتخاب کر کے جس قدر غیوب کی یقینی اطلاع دینا چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ عام لوگوں کو بلا واسطہ کسی غیب کی یقینی ''اطلاع'' نہیں دی جاتی، انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے''۔ (حاشیہ قرآن)

وضاحت

اس عبارت میں بالکل ٹھیک کہا گیا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس قدر غیب کی خبریں بذریعہ وحی دی ہیں۔ وہ سب حق ہیں۔ اور عام لوگوں کو اتنی خبریں نہیں دی گئیں۔

(۱۲) عبارت

''خلاصہ یہ کہ جیسے علم غیب اللہ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے جس میں کوئی غیر اللہ شریک نہیں ایسے ہی اللہ کی جانب سے ''غیوب پر مطلع'' ہونا رسولوں کے ساتھ مخصوص ہے جس میں کوئی غیر رسول شریک نہیں''۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ہم نے رسول کو غیب پر ''مطلع'' کر دیا ہے۔'' (علم غیب از قاری محمد طیب صاحبؒ)

وضاحت

یہ عبارت بھی بالکل صاف ہے کہ جس قدر غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ نے آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا دیگر انبیاء ورسل کو دی ہیں۔ اس قدر غیر رسول کو نہیں دیں۔ اس لیے یہ ان کی خاصیت ہے۔

(۱۳) عبارت

''مردوں کو زندہ کرنا، اکمہ وابرص وغیرہ مریضوں کا صحت یاب ہونا، غیب خبریں بتانا یہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے کھلے معجزے ہیں''۔ (تفسیر عثمانی)

وضاحت

یہ عبارت بھی بالکل ٹھیک ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے جن کا ذکر عبارت میں ہے۔ باذن اللہ ہیں اور انہوں نے غیب کی خبریں بذریعہ وحی بتلائی ہیں۔

(۱۴) عبارت

صفحہ نمبر 100 کے حاشیہ کی عبارت

''سنا ہے کہ وہ علم غیب کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تو ثابت کرتے ہیں مگر علم باری تعالیٰ کی طرح علم محیط نہیں ثابت کرتے بلکہ ان کی حد مانتے ہیں الیٰ ان ید خل اھل الجنۃ الجنۃ واھل النار النار (اہل جنت کے جنت میں اور اہل دوزخ کے دوزخ میں داخل ہونے تک) اگر یہ صحیح ہے تو شرک ثابت نہیں ہوتا۔ کیوں کہ صفت باری تعالیٰ علم محیط ہے علم محدود نہیں۔ تو اب ہم میں اور ان میں خلاف ایک امر میں ممکن رہا کہ واقع ہوا یا نہیں؟ یعنی یہ علم الیٰ ما ید خل الجنۃ الجنۃ واھل النار النار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا گیا یا نہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ دیا جانا فی نفسہ ممکن ہے مگر وقوع اس کا شریعت سے کہیں ثابت نہیں اور وہ کہتے ہیں ثابت بھی ہے۔ ہمارے نزدیک وہ تمام دلیلیں اس وقوع کی جو وہ پیش کرتے ہیں ناتمام ہیں اور ان کے مدعا کو ثابت نہیں کرتیں، تو زائد سے زائد الزام ان پر یہ رہا کہ انہوں نے ایسی بات کو مان لیا جو شرعی دلیل سے ثابت نہیں، اور یہ شان مبتدع کی ہے نہ کافر کی۔'' (قصص الاکابر)

وضاحت

جناب اوکاڑوی صاحب! یہ عبارات آپ کے کسی کام کی نہیں۔ اس لیے کہ آپ تو ایک ذرے کا علم بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوشیدہ نہیں مانتے۔ جس سے لامحالہ یہ

بات لازم آتی ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو علم باری تعالیٰ کی طرح محیط مانتے ہیں۔
یہ بھی یاد رہے کہ تھانوی صاحب فرما رہے ہیں سنا ہے تو کسی نے یہ سنایا ہوگا تو حضرت نے
اعتبار کر لیا مگر آپ لوگ تو ذرہ بھی کسی جہان کا پوشیدہ ماننا جرم و گستاخی سمجھتے ہیں۔

مخالف عبارات

(۱) عبارت

''جو شخص نبی علیہ السلام کے علم کو زید و بکر و بہائم و مجانین کے علم کے برابر سمجھے یا
کہے، وہ قطعاً کافر ہے۔'' (المہند)

وضاحت

یہ بات بھی بالکل ٹھیک ہے۔ اور آپ ہماری جن عبارات سے اپنا یہ گستاخانہ
مفہوم اخذ کرتے ہیں ان کی وضاحت اور ان کا بے غبار ہونا ہم ثابت کر چکے ہیں۔

''المہند علی المفند'' کے حوالے سے ایک غلط فہمی کا جواب

اس صفحہ 96 پر مندرجہ بالا عبارت پر حاشیے میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:
واضح رہے کہ ''المہند'' نامی کتاب پر جناب محمود الحسن، عاشق الٰہی میرٹھی، احمد حسن
امروہی، مفتی کفایت اللہ اور چھوٹے بڑے بہت سے علمائے دیوبند کے تائیدی دستخط
ہیں۔ یعنی ''المہند'' نامی کتاب ان سب علمائے دیوبند کی مصدقہ ہے، طرفہ تماشا یہ ہے کہ
جناب اشرف علی تھانوی بھی تائید و تصدیق کرنے والے علماء میں شامل ہیں، اسے قدرت
کا کرشمہ کہئے کہ دیوبندی وہابی تبلیغی علماء کی کفریہ عبارات کے، کفریہ ہونے کی تائید و
تصدیق ایک دو نہیں سینکڑوں علمائے دیوبند نے خود کر دی۔ ان کی وہ عبارتیں جو سُنّی
(بریلوی) اور دیوبندی وہابی اختلاف کی بنیاد ہیں، وہ المہند سے کفریہ ثابت ہو گئیں اور

ان عبارتوں کے قائل اور قابل، المہند کے مطابق "کافر" قرار پائے۔ان دیوبندیوں وہابیوں نے المہند شائع کر کے ثابت کر دیا کہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی کا مسلک وموقف سچا اور صحیح ہے، بلا شبہ حق کا بول بالا ہوتا ہے۔تفصیل کے لیے المہند کا جواب بنام "علمائے دیوبند کی مکاریاں" بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

جواب

بے شک "المہند" تمام علمائے اہل سنت دیوبند کی مصدقہ ومؤیدہ ہے۔جس کی کوئی بات کسی سنی کے خلاف نہیں۔اس میں اہل سنت کے خلاف پھیلائے گئے بریلوی پروپیگنڈے کا رد کیا گیا ہے۔اور جناب اوکاڑوی صاحب نے جن عبارات کو پیش کر کے ان پر المہند کی عبارات فٹ کرنے کی کوشش کی ہے۔ان کی یہ کاوش بالکل ضائع گئی۔ان تمام عبارات کی وضاحت اور ان سے دھوکہ دہی کا جواب دیا جاچکا ہے۔"المہند" کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ احمد رضا بہت بڑا جھوٹا کذاب اور دجال تھا۔"المہند" سے احمد رضا کی کسی بات کی تائید نہیں ہوتی۔اور "المہند" کی تائید عرب ومصر اور دیگر اسلامی ممالک میں بسنے والے علماء نے کر دی ہے اور اس پر اعتراض کے جواب "براءۃ الابرار" میں دیے جاچکے ہیں اور براءۃ الابرار پر ڈیڑھ ورقی اعتراض کا جواب "دوماہی مجلہ نور سنت" میں مفتی نجیب اللہ صاحب دے چکے ہیں۔

(۲) عبارت

"جو شخص "ایسا" اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتہً یا اشارۃ یہ بات کہے، میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نصوص قطعیہ کی اور تنقیص کرتا ہے حضور سرور دو عالم، فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔" (بسط البنان)

وضاحت

یہ بات بھی بالکل درست ہے۔

(۳)عبارت

”پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔“ (فتاویٰ رشیدیہ)

وضاحت

یہ فتویٰ سو فیصد درست ہے اور ہماری کسی عبارت کے مخالف نہیں۔علم غیب یعنی تمام غیوب کا علم اوران پر مطلع ہونا اور ذرے ذرے کا علم ہونا، یہ اللہ تعالیٰ ہی کا خاصہ ہے۔اور ہمارے علماء جس غیب پر انبیاء کا مطلع ہونا مانتے ہیں۔اس کو علم غیب نہیں کہتے۔ بلکہ اخبار غیب یا انباء الغیب یا اطلاعات غیب کہتے ہیں۔اور اس سے مراد رضا خانی حضرات کا عقیدہ ہے اوراس پر حضرت نے فتوی دیا ہے باقی اسلاف وا کابر کی کتب میں اطلاع غیب پر علم غیب کا اطلاق مجازی طور پر ہے آخری بات جوعرض کرنا چاہتا ہوں کہ خدا کے علم مبارک سے رحمت دو عالم ﷺ کا علم مبارک جتنا کم ہے اسی کا نام علم غیب ہے۔اسی کو اچھی طرح یاد کرلیں کافی وشافی رہیگا۔

(۴)عبارت

”علم غیب خاصہ جو تعالیٰ کا ہے،اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔“ (فتاویٰ رشیدیہ)

وضاحت

یہ بات بھی بالکل صحیح ہے۔اور اہل سنت ہرگز کسی دوسرے کو عالم الغیب نہیں مانتے سوائے اللہ تعالیٰ کے،لہذا یہ فتویٰ ہماری کسی عبارت کے خلاف نہیں۔

(۵) عبارت

"اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو علم غیب تھا۔ صریح شرک ہے" (فتاویٰ رشیدیہ)

وضاحت

یہ بات بھی بالکل درست ہے کہ آپ کے پیر محمد چشتی نے اصول تکفیر میں "عالم الغیب" ہونے کو اللہ تعالیٰ کا خاصہ مانا ہے اور فوائد فریدیہ جس کی تائید بریلوی کتاب "روئداد مناظرہ گستاخ کون؟" میں حنیف قریشی صاحب نے بھی کی ہے، میں علم غیب کو خاصۂ خداوندی مانا گیا ہے۔ اور جناب احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"شرک کہتے ہیں خدا کی ذات وصفات میں کسی اور کو شریک ماننا"

{**جاء الحق، صفحہ نمبر** 133}

لہذا بریلوی اصول کے مطابق بھی علم غیب کو کسی اور کے لیے ماننا شرک ثابت ہوتا ہے۔ ہم تو اپنے اوپر اعتراض کا جواب دے چکے اب اوکاڑوی صاحب کو بھی چاہیے کہ وہ اس اعتراض کا جواب دیں۔

(٦) عبارت

"جو کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے برابر صبیان ومجانین وبہائم کو کہے وہ کافر ہے مرتد ہے ملعون ہے جہنمی ہے۔" (اشد العذاب)

وضاحت

یہ بات بھی بالکل درست ہے۔ اور الحمد للہ اہل سنت میں سے کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو جانوروں کے علم کے برابر ماننا تو در کنار سوچ بھی نہیں سکتا ہاں اگر اہل

بدعت ہمارا کندھا استعمال کر کے یہ گستاخی کرنا چاہتے ہیں تو ہم انہیں ایسا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے۔

(۷) عبارت

"کسی انبیاء و اولیاء امام وشہیدوں کے جناب میں ہرگز یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی بات جانتے ہیں، بلکہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے اور نہ ان کی تعریف میں ایسی بات کہے۔" (تقویۃ الایمان)

وضاحت

یہاں جس غیب کا انکار کیا گیا ہے اس سے مراد کلی غیب ہے جس کا جناب احمد یار صاحب نے بھی جاء الحق میں انکار کیا ہے۔ بعض غیب پر مطلع ہونے کا کسی کو انکار نہیں۔

"غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر۔" (تقویۃ الایمان)

وضاحت

اس کی وضاحت پچھلے جواب میں ہو چکی ہے۔

"پس اس میں ہر چہار ائمہ مذہب و جملہ علماء متفق ہیں کہ انبیاء علیہم السلام غیب پر "مطلع" نہیں ہیں۔" (مسئلہ در علم غیب)

وضاحت

اس کی وضاحت بھی پیچھے گزر چکی ہے۔ یہاں بھی جس غیب پر مطلع ہونے کا انکار ہے وہ کلی اور ذاتی غیب ہے۔

اوکاڑوی صاحب کی بدحواسی اور لعن طعن کا جواب

محترم قارئین! آپ پچھلے صفحات میں اوکاڑوی صاحب کے لایعنی اعتراضات

کا جواب یعنی انہوں نے جو اکابر اہل سنت کے درمیان تضاد دکھانے کی کوشش کی اس کا جواب پڑھ چکے ہیں۔عبارت کا مفہوم بدلنے کے لیے وہ عبارت میں جو کتر و بیونت کرتے ہیں،آپ وہ بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں اور جو الزام وہ ہم پر لگاتے تھے اس کی صفائی خود انہی کے گھر سے دیکھ چکے ہیں۔آیئے!ملاحظہ فرمایئے!کہ اس کے باوجود بھی وہ اہل سنت کا اظہار کن الفاظ میں کر رہے ہیں۔وہ یہ عبارات پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"ان عبارات اور فتوؤں کے پڑھنے کے بعد آپ کو خوب اندازہ ہو گیا ہو گا کہ بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے یہ دیوبندی وہابی تبلیغی خود آپس ہی میں ایک دوسرے کی تکذیب وتکفیر کر رہے ہیں اور اس بات کا انہیں کوئی احساس نہیں کہ ان کی ان مختلف اور متضاد باتوں سے لوگوں میں دین سے محبت کے بجائے دین سے دوری کا رجحان غالب ہو رہا ہے۔اس خادم اہل سنت نے بطور نمونہ علمائے دیوبند کی چند عبارتیں اور فتوے پیش کئے تا کہ منصف مزاج اور عدل پسند لوگ حقائق سے آگاہ ہو کر دین کے ان لٹیروں سے خود کو بچالیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے اپنی پناہ میں رکھے۔

جواب

الحمد للہ اہل سنت دیوبند کا کوئی عالم اپنے کسی دوسرے عالم کی تکفیر و تضلیل نہیں کر رہا۔البتہ آپ کو جو بغض اہل سنت کی بیماری لاحق ہے اور اسی سے مجبور ہو کر آپ نے جو تضاد دکھانے کی کوشش کی اس کا جواب دے دیا گیا ہے۔الحمد للہ ہماری باتوں کی وجہ سے لوگ دین سے دور نہیں ہو رہے بلکہ دین سے جڑ رہے ہیں۔البتہ آپ کے مسلک کے تمام علماء آپس میں ایک دوسرے کو کافر و گستاخ قرار دے رہے ہیں۔جس کی تفصیل کتاب "دست وگریباں" میں دی جا چکی ہے۔اور آپ کے مسلک سے تعلق رکھنے والے

علماء کی بدکرداری یعنی بدمذہبی و بددینی اور پیٹ پرستی کی وجہ سے دین بدنام ہو رہا ہے اور علماء کا مقام عوام الناس کی نظر میں کم ہو رہا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگ دین سے دور ہو رہے ہیں۔ الحمدللہ دورِ حاضر میں دین کے تمام شعبوں خصوصاً تبلیغ دین و تحفظ دین کا جو کام خداوند قدوس نے اہل سنت سے لیا ہے۔ وہ سب پر عیاں ہے۔ میدان جہاد ہو، میدان تبلیغ ہو، میدانِ تصوف ہو یا میدان ردفرقۂ باطلہ ہو ہر میدان میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعاؤں سے اہل سنت امت کی امامت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ جیسے انسانوں کے پروپیگنڈے سے اکابر اہل سنت کی عظمت میں کوئی کمی نہیں آنے والی، بقول شاعر

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے

وہ شمع کیا بجھے جس کی حفاظت خدا کرے

البتہ آپ کا مقام ضرور گر گیا ہے۔ کیونکہ چاند پر تھوکا اپنے ہی منہ پر گرتا ہے۔ اور منصف مزاج وعدل پسند قارئین تو ایک طرف جو لوگ بریلوی علماء کی عبارات کا مفہوم بدلنے کی عادت بد سے واقف ہیں۔ وہ آپ کے دیے گئے حوالوں کو جب اصلی کتب سے دیکھیں گے۔ تو آپ کو آیۃ "لعنۃ اللہ علی الکذبین" کا مصداق ضرور ٹھہرائیں گے۔

"مرزائیوں اور دیگر گستاخان رسول کو کافر کہنے" کے متعلق اکابرین کی عبارات کو علماء اہلسنت کی دیگر عبارات پر چسپاں کرنے کا جواب

اوکاڑوی صاحب نے آگے اپنی اسی کتاب "سفید و سیاہ " صفحہ نمبر 104 سے

105 تک علمائے اہل سنت کی وہ عبارات پیش کی ہیں جن میں انہوں نے کہا ہے کہ جب کسی تاویل کے ذریعے کوئی کفر سے نہیں بچتا ہو تو اُسے کافر کیا جائے گا اور اس کے کفر میں شک کرنے والے کو بھی کافر ہی کہا جائے گا۔

جہاں تک علمائے اہل سنت کی ان عبارات کا تعلق ہے۔تو یہ عبارات بالکل ٹھیک ہیں۔اور ہمارے موقف کی صحیح وضاحت کرتی ہیں کہ اگر ہمارے کسی عالم سے واقعی کفریہ بات سرزد ہوئی ہوتی۔تو ہم دیگر افراد مرزائی وغیرہ کی طرح ان کی بھی تکفیر کرتے۔لیکن ان کی عبارات کفریہ تو درکنار، ان کے کفریہ یا گستاخانہ ہونے کا شبہ تک نہیں ہوتا اور اگر ہمارے اکابر کی ان عبارات کو گستاخانہ کہا جائے تو اس کی زد میں صرف ہمارے اکابر ہی نہیں بلکہ تمام مسلمان اور علمائے متاخرین ومتقدین بھی آئیں گے اور خود بریلوی حضرات بھی آئیں گے۔اس لیے ہم پر ہاتھ صاف کرنے سے پہلے بریلوی حضرات کو چاہیے پہلے متاخرین ومتقدین علماء کو بھی ایک طرف رکھیں۔خود اپنے ان علماء کا فیصلہ کرلیں جو ہمارے اکابر کی تعریف وتوثیق کرتے ہیں۔یا ان کی عبارات کی تصدیق کرتے ہیں۔جس کی تفصیل ''اکابر دیوبند کیا تھے، مصنف محقق سنیت فخر دیوبند مولانا منیر اختر صاحب حفظہ اللہ '' ''حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ '' و''ہدیۂ بریلویت '' میں مل سکتی ہے۔

اوکاڑوی صاحب نے ان دوصفحوں پر ہمارے اکابر کی جو عبارات پیش کی ہیں۔وہ ان عبارات سے یہ مطلب نکالنا چاہتے ہیں کہ ان کے آلہ حضرت یا دیگر علمائے سو جو اکابر اہل سنت کی تکفیر کرتے ہیں یا ان کے کفر میں شک کرنے والے کو کافر کہتے ہیں۔تو یہ غلط نہیں۔ بلکہ علمائے اہل سنت کی عبارات کے مطابق بھی ٹھیک ہے۔تو جواباً عرض ان دوصفحوں پر علمائے اہل سنت کی عبارات، آپ کے لیے اُسی وقت سودمند ہوسکتی

تھیں ۔جب آپ اکابر اہل سنت کی عبارات کو گستاخانہ ثابت کرتے ۔جب ہمارے اکابر کی گستاخانہ یا کفریہ تو درکناران سے اس قسم کا شبہ بھی نہیں ہوتا۔تو ان دو صفحوں پر درج اکابر اہل سنت کی عبارات سو فیصد درست ہیں اوران کے لیے ہیں جنکا کافر ہونا شرعاً ثابت ہو۔نہ کہ ہمارے اکابرین کے لیے،جن کی عظمت وتوقیر خود بریلوی حضرات کے گھر سے مسلم ہے۔

”اشد العذاب“ مصنفہ حضرت چاند پوریؒ کی عبارت سے احمد رضا خان کو مسلمان ثابت کرنے اور اکابرین اہلسنت کو گستاخ ثابت کرنے کا جواب

صفحہ نمبر 106 پر جناب اوکاڑوی صاحب نے ابن شیر خدا حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی دو نامکمل عبارات پیش کی ہیں۔صرف اوکاڑوی صاحب ہی نہیں بلکہ دوسرے کئی بریلوی حضرات بھی حضرت چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارات پیش کر کے عوام الناس کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

محترم قارئین! پہلے حضرت چاند پوریؒ کی نامکمل عبارت جو اوکاڑوی صاحب نے پیش کی ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں! پھر ہم آپ کے سامنے حضرت چاند پوریؒ کی مکمل عبارت پیش کر کے اوکاڑوی صاحب کی دھوکہ دہی کا جواب عرض کرتے ہیں۔

چنانچہ اوکاڑوی صاحب سفید وسیاہ کے صفحہ نمبر 106 پر لکھتے ہیں:

”اور ص ۱۳ پر (مولانا چاند پوریؒ) فرماتے ہیں:”اگر (مولانا احمد رضا) خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو (مولانا احمد رضا) خان صاحب پر ان (علمائے دیوبند) کی تکفیر فرض تھی،اگر وہ ان

(علمائے دیوبند) کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے ۔۔۔ کیوں کہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔" (ص ۱۴)

مزید فرماتے ہیں: تمام علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ (مولانا احمد رضا) خاں صاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے جو ایسا کہے (جیسا کہ نانوتوی نے "تحذیر الناس " میں اور تھانوی نے "حفظ الایمان" میں اور انبیٹھوی نے "براہین قاطعہ" میں کہا ہے) وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے، لاؤ! ہم بھی تمہارے فتویٰ پر دستخط کرتے ہیں۔ بلکہ ایسے مرتدوں کو جو کافر نہ کہے، وہ خود کافر ہے۔" (اشد العذاب ص ۱۲، ۱۳)

جواب

محترم قارئین! آپ اوکاڑوی صاحب کی نقل کردہ نامکمل عبارات ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ہم مکمل عبارت نقل کرنے سے پہلے ایک بات عرض کردینا ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت چاند پوریؒ نے اکابر اہل سنت کی عبارات کو کفریہ یا خود اکابر اہل سنت کو کافر نہیں کہا۔ بلکہ ان عبارات سے جناب احمد رضا خان صاحب نے جو مفہوم کشید کیا ہے۔

"یعنی تحذیر الناس سے انکار ختم نبوت کا مطلب کشید کیا ہے"۔

براہین قاطعہ سے شیطان کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعلم ہونے کا مطلب کشید کیا ہے "۔

اور حفظ الایمان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم مبارکہ اور جانوروں کے علم میں برابری کا مطلب کشید کیا ہے۔"

یہ مطالب واقعی کفریہ اور گستاخانہ ہیں اور جس تحریر سے بھی ایسا مفہوم نکلتا ہو وہ تحریر کفریہ و گستاخانہ اور مصنف گستاخ اور کافر اور اس کی تکفیر ضروری اور نہ کرنے والا خود

کافر ہے لیکن حاش للہ حاش للہ ہمارے اکابر کی کتب سے ہر گز یہ مطلب نہیں نکلتا جس کی وضاحت پیچھے ہم خود بریلوی کتب سے کر چکے ہیں اور حضرت چاند پوریؒ خود بھی اپنے متعدد رسائل میں کر چکے ہیں۔لہذا حضرت چاند پوریؒ کی عبارت میں احمد رضا کی بات کی بالکل تائید نہیں۔ہم یہ بات پہلے بھی کہہ چکے ہیں کہ اگر بریلوی حضرات کو عبارت سمجھنے کا سلیقہ نہیں آتا۔تو پہلے سیکھ لیں اور بعد میں اعتراض کریں۔

محترم قارئین !اوکاڑوی صاحب کی نامکمل عبارت اور اس سے دھوکہ دہی کا جواب ملاحظہ فرمانے کے بعد آیئے اصل مکمل عبارت ملاحظہ فرمایئے۔دراصل حضرت چاند پوریؒ کی یہ کتاب ''اشدالعذاب '' مرزائیوں کے رد میں لکھی گئی ہے۔اوراوکاڑوی صاحب کی نقل کردہ عبارات وہ مرزائیوں کے اعتراض ''کہ اگر ہم کافر ہیں تو پھر تمام مسلمان جن پر اہل بریلی خصوصاً جناب احمد رضا صاحب کفر کا حکم لگاتے ہیں،وہ بھی کافر ہیں'' کا جواب دے رہے ہیں۔بریلویوں کو تو شرم آنی چاہیے کہ ان کی حرکتوں کی وجہ سے مرزائیوں کو اہل اسلام پر اس طرح کے الزامات لگانے کی جرأت ہو رہی ہے۔لیکن یہ اہل دل اور غیرت مند افراد ہی سمجھ سکتے ہیں۔

''اشدالعذاب '' سے حضرت چاند پوریؒ کی مکمل عبارت

آیئے !حضرت چاند پوریؒ کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمایئے۔وہ لکھتے ہیں:

''مرزائی جب بہت تنگ اور عاجز ہوتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ آخر علمائے دیوبند جو آج ہندوستان میں مرکز اسلام ومرکز حنفیہ ومرکز قرآن وحدیث،فقہ،علوم عقلیہ ونقلیہ کا سرچشمہ ہیں ان کو بھی تو مولوی احمد رضا صاحب اور ان کے ہم خیال کافر کہتے ہیں تو کیا علمائے دیوبند کافر ہیں ؟اگر وہ کافر نہیں تو پھر مرزائی کیوں کافر ہیں؟اس کا جواب بھی

خوب توجہ سے سن لینا چاہیے، علمائے دیوبند کی تکفیر اور مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی تکفیر میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

بعض علمائے دیوبند کو خان صاحب یہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں جانتے چوپائے مجانین کے علم کو آپؐ کے علم کے برابر کہتے ہیں۔شیطان کے علم کو آپ کے علم سے زائد کہتے ہیں (معاذ اللہ) لہذا کافر ہیں، تمام علمائے دیوبند فرماتے ہیں کہ خان صاحب کا یہ حکم بالکل صحیح ہے جو ایسا کہے وہ کافر ہے، مرتد ہے، ملعون ہے لاؤ ہم بھی تمہارے فتوے پر دستخط کرتے ہیں بلکہ ایسے مرتدوں کو جو کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ یہ عقائد بے شک کفریہ ہیں۔مگر خان صاحب کا یہ فرمانا کہ بعض علمائے دیوبند ایسا اعتقاد رکھتے ہیں یا کہتے ہیں یہ غلط ہے، افتراء ہے، بہتان ہے، جب ہم خود ان عقائد کو کفر و ارتداد کہتے ہیں تو ہم اس کے معتقد کیسے ہو سکتے ہیں؟ نہ یہ کلمات کفریہ ہم نے کہے، نہ ہمارے بزرگوں نے، نہ ایسے مضامین خبیثہ ہمارے قلب میں آئے۔ہم تو ایسے شخص کو جس کا یہ اعتقاد ہو قطعی کافر جانتے ہیں۔رہیں وہ عبارات جن کی طرف ان مضامین خبیثہ کو منسوب کرتے ہیں ان کا مطلب صاف ہے جو ان مضامین کے بالکل مخالف ہے۔اب یہ سوال کہ پھر خان صاحب نے ایسا کیوں کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ بھی تو مجدد ہی ہونے کے مدعی تھے۔اس دور کے مجددوں کا یہی حال ہوتا ہے۔مرزا قادیانی نے تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو کافر کہا، خان صاحب نے اپنے تمام مخالفوں کو کافر کہا، ندوۃ العلماء ہو اس میں جو شریک ہو جو اس کا ممبر ہو جو کسی ندوی سے سلام کرے وغیرہ وغیرہ سب کافر، وہابی وہ کافر، غیر مقلد وہ کافر، نیچری سب کافر۔غرض جو ان کا ہم خیال نہیں وہ کافر حتیٰ کہ خود کافر، ان کے پیر بھی کافر، کفر کی مشین گن ہی جو ہوئی مگر چندہ بلقان میں شریک نہ ہوئے، تحریک خلافت میں شریک نہ ہوئے بلکہ جو شریک ہوا وہ کافر۔اب میں

زیادہ کچھ عرض نہیں کرتا سمجھنے والے خود سمجھ لیں گے کہ جو امر مسلمانوں کی بہبودی کا ہوا، خان صاحب نے کفر سے ورے ٹھہرایا ہی نہیں، مولوی عبد الباری صاحب ایک سو ایک وجہ سے کافر اور جب مولوی ریاست علی خان صاحب شاہجہانپوری سے گفتگو ہوئی تو دو چار وجہ بھی مشکوک سی ہی ہو گئیں داروغہ جہنم ہی جو ٹھہرے، ان کے جس قدر مرید ہیں وہ اب جو کر رہے ہیں وہ معلوم ہے غرض کوئی محبوب ہی اس پردہ زنگاری میں بڑے مجدد اور چھوٹے مجدد ایک ہی تھیلی کے بٹے معلوم ہوتے ہیں کسی ایک ہی ابرو کے تیر کے شکار ہیں۔ دونوں کی غرض یہی معلوم ہوتی ہے کہ دنیا میں سوائے ان کے اذناب کے کوئی مسلمان نہ رہے ان مضامین کی تشریح دیکھنی ہو تو ملاحظہ ہو "السحاب المدرار فی توضیع اقوال الاخبار" "تزکیۃ الخواطر عما القی فی امنیۃ الاکابر" "توضیح البیان فی حفظ الایمان" "قطع الوتین ممن تقول علی الصلحین" "الختم علی لسان الخصم" وغیرہ یہ مسئلہ تو یہاں ضمنی آ گیا ہے۔

اصل بات یہ عرض کرنی تھی کہ بریلوی تکفیر اور علمائے اسلام کا مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو کافر کہنا اس میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اب پھر کبھی اس کو منہ پر نہ لانا۔ اگر خان صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے انہیں سمجھا تو خان صاحب پر واقعی ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے، جیسے علمائے اسلام نے جب مرزا قادیانی کے عقائد کفریہ معلوم کر لیے اور قطعاً ثابت ہو گئے تو اب علمائے اسلام پر مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو کافر و مرتد کہنا فرض ہو گیا اگر وہ مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو کافر نہ کہیں چاہے وہ لاہوری ہوں یا قدنی وغیرہ وغیرہ تو وہ خود کافر ہو جائیں گے، کیونکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔

{اشدا لعذاب علی مسیلمۃ الفنجاب شامل از احتساب قادیانیت جلد

نمبر 10 صفحہ نمبر 257 تا 259}

محترم قارئین! اس عبارت کو پڑھیے! اور پھر اوکاڑوی صاحب کی نقل کردہ نامکمل عبارت کو پڑھیے! اور دیکھیے! اوکاڑوی صاحب ایک نامکمل عبارت پیش کر کے کس طرح عام لوگوں کی نظر میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت چاند پوریؒ احمد رضا خان کے کشید کردہ باطل مفاہیم کو کفریہ کہہ رہے ہیں اور احمد رضا نے ہمارے جن اکابر کی عبارات سے یہ مطالب نکالنے کی کوشش کی ہے انہیں بے غبار بتا رہے ہیں اور احمد رضا خان کو مکفر المسلمین بتا رہے ہیں۔ لیکن اوکاڑوی صاحب کس بے دردی سے انہیں کی عبارت کو احمد رضا کی تائید میں پیش کر رہے ہیں۔ اوکاڑوی صاحب! اگر اسی طرح کی عبارات سے احمد رضا کی تائید ہوتی ہے تو آپ جن علماء مثلاً مفتی خلیل احمد خان برکاتی وغیرہ نے صاف طور پر کہا ہے کہ احمد رضا نے ہماری جن عبارات کا اپنا من پسند مطلب نکالا ہے۔ ان عبارات سے ہرگز وہ مطلب نہیں نکلتا۔ تو ان کے متعلق کیا خیال ہے؟ جواب کا انتظار رہے گا۔

”گستاخ رسول “ کی مذمت پر مشتمل اکابر کی عبارات کو حضرت تھانویؒ پر چسپاں کرنے کا جواب

صفحہ نمبر 107 پر اوکاڑوی صاحب نے حضرت چاند پوریؒ و حضرت کشمیریؒ اور حضرت تھانویؒ نے عبارات پیش کی ہیں۔ جن میں ان اکابر نے گستاخ رسول کی مذمت بیان کی ہے۔ اوکاڑوی صاحب یہ عبارات پیش کر کے لکھتے ہیں:

”خود تھانوی صاحب اور وہ تمام علمائے دیوبند جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں ایک نہیں کئی گستاخیاں کی ہیں، خود تھانوی صاحب کے ارشاد کے مطابق، شان

رسالت میں ہر گستاخی کی وجہ سے ان دیوبندیوں وہابیوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دس لعنتیں نازل ہونا یقینی ہیں اور یہ بھی کہ گستاخ رسول کو ولید بن مغیرہ کا پیروکار اور ہم نوا کہا جا سکتا ہے۔ ’’جوہانس برگ سے بریلی‘‘ کے مصنف اور اس کے ہم نوا فرمائیں کہ وہ اس تفصیلی وضاحت کے بعد بھی کفریہ عبارتوں کو کفریہ اور قائلین کو کافر تسلیم کر کے اللہ تعالیٰ کی لعنتوں سے بچنا چاہتے ہیں یا ان کفریہ عبارتوں کو درست قرار دے کر اپنے لیے دین و دنیا کی تباہی اور دائمی عذاب کرنا چاہتے ہیں؟

جواب

واقعی گستاخ رسول لعنتوں کا مستحق ہے۔ لیکن اس کے مصداق ہمارے اکابر نہیں جو کہ حقیقت میں بھی اور تمہارے علماء ہی کی کتابوں سے بھی بے غبار ثابت ہو چکے ہیں بلکہ تمہارے آلہ حضرت اور اس کے پیروکار ہیں۔ جن کا گستاخ و بے ادب ہونا خود اس کے اور تمہارے اپنے علماء سے ثابت ہے۔ لہذا اس عبارت کے جواب میں اگر اوکاڑوی صاحب کو یہ کہا جائے:

’’سفید وسیاہ‘‘ کے مصنف اور اس کے ہم نوا فرمائیں کہ وہ اس بات (کہ احمد رضا اور اس کے پیروکار اپنے ہی فتوؤں سے گستاخ و کافر ہیں، جس کی تفصیل ’’ہدیہ بریلویت‘‘ و ’’دست و گریباں‘‘ میں موجود ہے اور کچھ تفصیل پیچھے بھی گزر چکی ہے) کے معلوم ہو جانے کے بعد بھی کفریہ عبارتوں کو کفریہ اور قائلین کو کافر تسلیم کر کے اللہ تعالیٰ کی لعنتوں سے بچنا چاہتے ہیں یا ان کفریہ عبارتوں کو درست قرار دے کر اپنے لیے دین و دنیا کی تباہی اور دائمی عذاب جمع کرنا چاہتے ہیں؟

ما کان جوابکم فھو جوابنا

اگلے صفحات میں بھی اوکاڑوی صاحب نے اہل سنت پر الزام تراشی کی ہے اور جھوٹے الزامات لگائے ہیں۔ اور اس طرح سے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کی کوشش کی ہے۔ ضرورت تو نہیں لیکن ہم پھر اوکاڑوی صاحب کی تسلی کے لیے وہ عبارات نقل کر کے ان کی حقیقت قارئین کے سامنے لاتے ہیں اور ان کا جواب عرض کرتے ہیں۔

احمد رضا خان پر کیے گئے اعتراضات محض الزام اور بہتان نہیں بلکہ حقیقت کا آئینہ ہیں

صفحہ نمبر 108 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف اور دیوبندی ازم کے سارے مبلغین اور پیروان کار، ہم اہل سنت و جماعت پر یہ بہتان لگاتے ہیں کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کی تکفیر کی مشین گن کھول رکھی تھی۔ دیوبندی وہابی تبلیغی علماء کہلانے والے، اپنے عوام کو حقائق تو بتاتے نہیں، خود اپنی طرف سے گڑھ کو جو کتابیں یہ لوگ ہم اہل سنت و جماعت کے لیے اپنے عوام کو بتاتے ہیں، عوام حقائق سے آگاہ نہ ہونے کے سبب ایسی باتیں سن کر، ہم اہل سنت و جماعت کے بارے میں بدگمان ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ضروری سمجھتا ہوں کہ عوام کے سامنے حقائق پیش کروں تا کہ وہ جان لیں کہ دیوبندی وہابی ازم کے یہ مبلغ کس قدر جھوٹے اور برے ہیں۔

جواب

محترم قارئین! ہم خود اہل سنت والجماعت ہیں ہمارا اہل سنت پر الزام لگانے کا کیا معنی ہے؟ ہم اہل سنت پر کوئی الزام نہیں لگاتے۔ البتہ ہم بریلوی (جن کا اہل سنت

سے کوئی تعلق نہیں) اوران کے آلہ حضرت کے بارے میں جو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے تکفیر کی مشین گن کھول رکھی تھی ،تو یہ الزام نہیں جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ایک بات اوکاڑوی صاحب نے یہ کہی کہ ہم ’’خود اپنی طرف سے گڑھ کو جو کتابیں یہ لوگ ہم اہل سنت و جماعت کے لیے اپنے عوام کو بتاتے ہیں،عوام حقائق سے آگاہ نہ ہونے کے سبب ایسی باتیں سن کر،ہم اہل سنت و جماعت کے بارے میں بدگمان ہو جاتے ہیں‘‘

اگراوکاڑوی صاحب میں جرأت ہے تو وہ کوئی ایسا حوالہ دیں کہ ہم نے ان کے تکفیری شغل کے متعلق کوئی حوالہ ان کی کتاب کا دیا ہو اور وہ ان کی کتاب میں موجود نہ ہو۔اوکاڑوی صاحب یوں ہی ہوائی فائر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اگر آپ میں جرأت ہے تو اپنے اس بے بنیاد دعوے کو ثابت کر کے دکھائیں۔آلہ حضرت اوران کے پیروکاروں کے ’’مشین گن ‘‘ہونے کی تفصیل ’’فرقہ بریلویت کا تحقیقی جائزہ ‘‘و’’ہدیہ بریلویت‘‘ و ’’ملت بریلویہ کی اچھوتی تعبیر‘‘اور’’اعلی حضرت احمد رضا خان بریلوی حیات اور کارنامے ‘‘میں مل سکتی ہے۔آیئے اس کی ایک مثال ملاحظ فرمایئے!

احمد رضا خان کے مکفر المسلمین ہونے کی ایک جھلک

بریلویوں کے اسی شغل تکفیر مسلم کے متعلق مولانا عبدالرحمن مظاہر پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’ذیل میں ہندوستان کے ان عظیم الشان اہل علم وفضل علماء و اساتذہ کرام و مفتیان عظام ومشائخ عظام وخطبائے امت اور دینی وسیاسی عظیم شخصیات وشہرۂ آفاق مدارس و ادارے اور اُس وقت کی بے شمار تحریکات جو اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ و استحکام کے لیے کام کر رہی تھیں، تفصیلی فہرست درج کی جارہی ہے۔

جن کو خان بابا اوران کی ذریت نے نہ صرف کافر و مرتد قرار دیا بلکہ وہ سب کچھ کہا جس کو ایک بازاری آوارہ انسان کہنے سننے سے بھی شرم و حیا کرے (بریلی کے یہ مغلظات (گالیاں) شہ پارہ ۱۳ پر ملاحظہ کیجئے)

خان بابا کا فتویٰ

"بحکم شریعت مطہرہ درج ذیل فہرست قطعاً، کافر مرتد کمینے، اسلام سے خارج اور جو کوئی ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر، مرتد، بے توبہ مرا تو ابدی جہنم کا مستحق ہے۔

(۱) مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) (۲) مولانا رشید احمد گنگوہی (محدث) (۳) مولانا اشرف علی تھانویؒ (حکیم الامت) (۴) مولانا خلیل احمد محدث (۵) دارلعلوم کے جملہ فارغین (۶) دیوبندی علماء کو مسلمان کہنے والے (۷) علمائے اہل حدیث اور ان کے متبعین (۸) مولانا عبد الباری فرنگی محلی (۹) مولانا شبلی نعمانی (۱۰) مولانا عبد الحق حقّانی (مفسر قرآن) (۱۱) مولانا محمد علی بانی ندوۃ العلماء لکھنو (۱۲) مولانا حبیب الرحمن خان شیروانی (۱۳) نواب محسن الملک مہدی علی خاں (۱۴) خواجہ الطاف حسین حالی (۱۵) علامہ ڈاکٹر محمد اقبال (۱۶) سر سید احمد خاں بانی مسلم یونیورسٹی علیگڑھ (۱۷) مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸) ڈپٹی نذیر احمد دہلوی (۱۹) شمس العلماء مولانا ذکاء اللہ (۲۰) قائد اعظم محمد علی جناح (۲۱) شاہ ابن سعود والی حجاز (۲۲) مسلم ایجوکیشنل کانفرنس (۲۳) ندوۃ العلماء لکھنو (۲۴) دارالمصنفین اعظم گڑھ (۲۵) خدام کعبہ (۲۶) خلافت کمیٹی (۲۷) جمیعۃ العلماء ہند (۲۸) خدام حرمین شریفین (۲۹) اتحاد ملت (۳۰) مجلس احرار (۳۱) مسلم لیگ (۳۲) مسلم آزاد کانفرنس (۳۳) نوجوان کانفرنس (۳۴) نمازی فوج (۳۵) جمیعت تبلیغ اسلام انبالہ

(ہند)(۳۶)لاہور سیرت کمیٹی (۳۷)امارتِ شرعیہ بہار (۳۸)مومن کانفرنس (۳۹)جمیعۃ المؤمنین (۴۰)جمیعۃُ الانصار (۴۱)رُوئی دھنکنے والوں کی جمیعۃ الانصار (۴۲)کپڑا سینے والوں کی جمیعۃ الادریسیہ (۴۳)قصابوں کی جمیعۃ القریش (۴۴)ترکاری فروشوں کی جمیعۃ الراعین (۴۵)پٹھانوں کی افغان کانفرنس (۴۶)میمن کانفرنس (۴۷)مسلم کھتری کانفرنس (۴۸)جمیعۃ آل عباس (۴۹)آل انڈیا کمبو کانفرنس (۵۰)آل انڈیا پنجابی کانفرنس

یہ سب افراد، انجمنیں، کانفرنس، جمیعات، بحکم شریعتِ مطہرہ قطعاً کافر، مرتد، کمینے، اسلام سے خارج، اور جو کوئی ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر، مُرتد، بے توبہ مراتو ابدی جہنم کا مستحق۔ (تجانب اہلسنت صفحہ نمبر، 22، 86، 90، 97)

نَعُوذُ بِاللہِ مِنْ اِبْلِیْسَ وَجُنُودِہٖ

{اعلی حضرت احمد رضا خان بریلوی حیات اور کارنامے، صفحہ نمبر 29تا30}

محترم قارئین! یہ صرف ایک کتاب سے حوالہ جات دکھائے گئے ہیں۔ آپ انہی کو دیکھ کر غور کر لیجئے کہ کیا بریلوی واقعی "مکفر المسلمین" ہیں اور کیا انہوں نے کفر کی مشین گن نہیں چلا رکھی؟ اوپر لسٹ کے اندر جن علماء، کانفرنسز یا جمیعات کا ذکر گزرا ان سب کا تعلق علمائے اہل سنت دیوبند سے نہیں بلکہ کچھ سے علمائے اہل سنت دیوبند کا اختلاف بھی ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ سب کے سب کافر جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر، یہ بریلوی علماء ہی کو زیب دیتا ہے۔ یہ مشین گن بریلویوں ہی کے پاس ہے۔ جس سے کوئی دوسرے تو کیا وہ خود بھی محفوظ نہیں۔ بریلویوں کی مسلم تکفیر پر ایک بریلوی عالم ہی کا حوالہ بھی سنتے جائیں۔ مشہور بریلوی پیر جناب قمر الدین سیالوی صاحب (اکثر بریلوی

مناظر مثلاً اشرف سیالوی وغیرہ جن کے مرید ہیں) کے استاذ گرامی مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اوکاڑوی صاحب کے اعلیٰ حضرت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"فضیلت ۲۔خلقت آپ کی اس فضیلت سے بے حد نالاں ہے وہ کہتی ہے کہ دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہوگا۔جس قدر اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا۔طعن کی بات تو اور ہے مگر درحقیقت یہ وہ فضیلت ہے جو سوائے اعلیٰحضرت کے کسی کے حصہ میں نہیں آئی۔

{**تجلیات انوار المعین، صفحہ نمبر** 37}

اس سے اگلے صفحے 38 پر فرماتے ہیں:

"ان وجوہ سے خلقت کو اعلیٰحضرت سے سوءظنی ہوگئی ہے۔اور وہ اعلیٰحضرت کو ان کے چند مشنری کی طرح باضابطہ مجدد نہیں تسلیم کرتی اور سب سے زیادہ وہ ان کی مقدس تکفیر سے بدکتی ہے۔

صفحہ نمبر 39 پر فرماتے اعلیٰحضرت کی شان اس سے ارفع ہے کہ وہ صرف ابناء عصر کی تکفیر پر اقتفاء کریں۔آپ کی شمشیرِ تکفیر سے سلف صالحین کی گردنیں بھی محفوظ نہیں"

صفحہ نمبر 3 پر فرماتے ہیں:

''ایک عالم کی تکفیر کرنے والے اعلیٰحضرت مناظرہ کے لیے آمادہ نہ ہوئے اور نہ کسی کو اپنا قائم مقام کیا"

اسی کتاب میں اور جگہ فرماتے ہیں:

فضیلت ۳ عمل بالحدیث۔اعلیٰحضرت اصل میں عامل بالحدیث ہیں لیکن خلقت براہ غلط فہمی ان کے بعض اقوال کی رو سے ان کو وہابی خیال کرنے لگی ہے اور اس پر متعجب ہوکر اس طرح زبان طعن دراز کرتی ہے کہ اعلیٰحضرت نے ایک دنیا کو وہابی کر ڈالا۔ایسا بد

نصیب وہ کون ہے جس پر آپ کا خنجر وہابیت نہ چلا ہو۔ وہ اعلٰحضرت جو بات بات میں وہابی بنانے کے عادی ہوں وہ اعلٰحضرت جن کی تصانیف کی علت غائیہ وہابیت، جنہوں نے اکثر علماء اہل سنت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بدظن کرا دیا۔ جن کے اتباع کی پہچان یہ ہے کہ وہ وعظ میں اہل حق سنیوں کو وہابی کہہ کر گالیوں کا مینہہ برسائیں ۔جنہوں نے وہابیت کے حیلہ سے علمائے ربانین کی جڑ کاٹنے میں وہ مساعی جمیلہ کیں کہ جن کا خطرہ حسن بن صباح جیسے مدعی امامت ونبوت کے دل میں بھی نہ گذرا ہو۔ اور جن کے فتنہ وفساد کے سامنے حسن بن صباح کے فدائی بھی گرد ہوں اگر حسن بن صباح زندہ ہو کر آجاوے تو اس کو اعلٰحضرت کے کمالات کے بالمقابل سوائے زانوائے ادب تہ کرنے کے چارہ کار نہ ہو۔ غرض ایسی مقتدر جماعت کا پیشوا جن کی زبانیں سوائے وہابی اور وہبڑے اور لہبڑے کے دوسرے الفاظ سے اثناء وعظ میں آشنا ہی نہیں ہوتیں۔ اگر در پردہ وہابی ثابت ہو جائے تو پھر تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی خلقت کہتی ہے وہ اعلٰحضرت جو اپنے کو وہابی کش ظاہر فرماتے ہیں بالآخر خود وہابی ثابت ہوئے اور اس طرح وہ بجائے وہابی کش کے درحقیقت خودکش ہیں۔ خلقت اپنے اس جزمی دعوے کے ثبوت میں اعلٰحضرت کے چند اقوال پیش کرتی ہے۔

وہابیت اجل ایضا صفحہ ۱۳ میں علماء بدایوں پر اعلیٰحضرت اس طرح طعن کرتے ہیں۔

''رہے اذانیوں کے الفاظ والقاب وہ محض تصنع ہوا کرتے ہیں۔ جو دربارہ اذان سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرے اگر امام وقت ہے۔ جاہل ونامہذب اور ہزاروں دشنام کو مستوجب ہے اور جو پدر پرستی میں سنت نبوی وارشادات فقہ کو پس پشت پھینک دے وہ جاہل سا جاہل ہو امام اور علامہ چنیں وچناں ہے ''۔ انتہیٰ۔ پدر پرستی کے کلمہ

نے اعلیٰحضرت کی وہابیت کا مرقع الٹ دیا۔ ویسے یہ صریح حضرت عثمان غنی ذوالنورین خلیفۂ سوم رضی اللہ عنہ پر طعن ہے کہ معاذ اللہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے خلاف کیا اور اکابر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہ ان کے ساتھی ہوئے۔ اور اتباع سنت کی توفیق ملی تو اس شخص کو جو چودھویں صدی میں خاک بریلی سے اُٹھا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اب فرمایئے! وہابیوں میں کیا سر سینگ ہوتے ہیں کہ وہ تو حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ پر طعن اور آزادی کے باعث لا مذہب کہلائے جاویں اور اعلیٰحضرت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایسی صاف صاف سنانے پر بھی ہٹے کٹے سنی بنے رہیں ---------خلقت کہتی ہے اعلیٰحضرت صرف وہابی ہی نہیں بلکہ اُن کے سرتاج ہیں۔

{**تجلیات انوار المعین، صفحہ نمبر 42 تا 44**}

اُمید ہے اتنے حوالہ جات سے اوکاڑوی صاحب کی تشنگی کا سامان ہو جائے گا۔ اور اگر نہ ہوا تو ہم مزید حوالہ جات ان کے سامنے رکھیں گے۔

اوکاڑوی صاحب کے علماء دیوبند پر لگائے گئے ایک بہتان ''کہ دیوبندیوں کے اپنے علماء کے نزدیک بھی یہ گستاخ ہیں'' کا جواب

سفید و سیاہ کے صفحہ نمبر 108 پر اوکاڑوی صاحب مزید جھوٹ بولتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قارئین کرام نے یہ ملاحظہ کر لیا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے چند علمائے دیوبند کی جن گستاخانہ کفریہ عبارات پر ہر طرح اتمام حجت کے بعد کفر کا فتویٰ دیا تھا، وہ

تمام عبارات خود علمائے دیوبند کے نزدیک بھی کفریہ ہیں۔ جناب مرتضیٰ حسن در بھنگی کے علاوہ دیوبند ہی کے ایک بڑے عالم شبیر احمد صاحب عثمانی کے بھتیجے جناب عامر عثمانی نے بھی ماہنامہ "تجلی" دیوبند کے فروری مارچ ۱۹۵۷ء کے شمارے میں علمائے دیوبند کی کفریہ عبارات کو کفریہ ثابت کیا ہے اور دیوبند کے موقف کی مخالفت کی ہے۔ گزشتہ دنوں عالم اسلام میں شیطان رشدی کی کتاب "شیطانی آیات" کے خلاف زبردست احتجاج ہوا۔ دیوبندیوں وہابیوں نے بھی اپنے امام ابن تیمیہ کی کتاب "الصارم المسئول" کے حوالے سے گستاخ رسول کو کافر و مرتد قرار دیا اور اس بات کا ثبوت فراہم کیا کہ اس بات پر پوری امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ گستاخ رسول، بالاتفاق کافر و مرتد اور واجب القتل ہے۔

جواب

الحمد للہ قارئین! نے تو یہ ملاحظہ فرمالیا کہ علمائے اہل سنت دیوبند کی جن عبارات پر آپ کے آلہ حضرت نے کفر کا فتویٰ لگایا وہ علمائے اہل سنت دیوبند تو کجا خود آپ ہی کے گھر کے علماء کے نزدیک بھی کفریہ نہیں اس لیے کہ ان کا غیر کفریہ ہونا خود آپ ہی کے علماء کی کتابوں سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور اب آپ کے آلہ حضرت کا لگایا ہوا یہ فتوائے کفر خود انہی پر لوٹ کر آ گیا ہے۔ سچی بات ہے کہ جو دوسرے کے لیے کنواں کھودتا ہے وہ خود ہی اس میں گرتا ہے۔ آپ کے آلہ حضرت نے جو کنواں علمائے اہل سنت کے لیے کھودا تھا۔ وہ خود ہی اس میں گر چکے ہیں۔ لیکن انہیں نکالنے والا کوئی نہیں۔ ابن شیر خدا مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کی وضاحت اور اس سے دھوکہ دہی کا جواب پیچھے گزر چکا ہے۔ رہی بات جناب عامر عثمانی صاحب کی تو عرض ہے کہ ان کا مزاج اور

پروگرام مسلک اہل سنت والجماعت احناف دیوبند سے نہیں بلکہ جماعت اسلامی سے ملتا ہے۔ لہٰذا انکی فکر و سوچ ہمارے لیے حجت نہیں۔ بہر حال جس طرح انہوں نے آپ کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر ہمارے بارے میں کچھ کہا ہے۔ اسی طرح انہوں نے آپ کے بارے میں بھی کچھ کہا ہے۔ وہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ چنانچہ وہ اپنے اسی رسالہ ''تجلی دیوبند'' میں بریلوی مسلک کے بارے میں لکھتے ہیں:

''بریلویوں سے کچھ بعید نہیں کیونکہ ان کے علم و فکر اور اخلاقی حالت کا جو اندازہ ان کی بے شمار تحریروں سے ہوتا ہے۔ وہ یہی ہے کہ جہالت و سفاہت کی کوئی قسم ایسی نہیں جس کا صدور ان سے ممکن نہ ہو۔ رکیک کلام، آوارہ زبان، گھٹیا پیام، قرآن و حدیث سے جاہل، منطق و علم کلام و ادب سے ناآشنا۔ اللہ تعالیٰ کے بجائے مُردوں اور پیروں فقیروں سے مرادیں مانگنے والے۔ دوسروں کی تحریریں مسخ کرنے والے، افتراء پردازی و ہرزہ سرائی میں طاق و ماہر، اپنے سوا ہر شخص کو دوزخ میں دھکا دینے کے رسیا۔

علامہ اقبالؒ، مولانا ابو الکلام آزادؒ، الطاف حسین حالیؒ، علامہ شبلی نعمانیؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا اسمٰعیل شہیدؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، سب کو بر ملا کافر و مرتد قرار دینے والے، مولانا آزادؒ کی تفسیر ''ترجمان القرآن'' کو بلا تکلف ''ناپاک کتاب'' لکھنے والے۔ یہی خرافات، فتنہ پروری، ابوالفضولی، کفر سازی، ہرزہ سرائی ان کا دین و مذہب''

{ماہنامہ تجلی دیوبند یو۔پی بحوالہ علی حضرت احمد رضا خان بریلوی حیات اور کارنامے، صفحہ نمبر 33 تا 34، مصنف ترجمان اہل سنت مولانا عبد الرحمن مظاہر پوری رحمۃ اللہ علیہ}

اوکاڑوی صاحب اور ان کے ہم مسلک افراد کی خدمت میں گزارش ہے کہ

جناب عامر عثمانی صاحب کی ہمارے مسلک میں کوئی حیثیت نہیں لیکن اس کے باوجود اوکاڑوی صاحب اور ان کے ہم مسلک لوگ آنجناب کی رائے ہمارے بارے میں تائیداً نقل کرتے ہیں اور جس طرح وہ عامر عثمانی صاحب کا ہمارے بارے میں تبصرہ قبول فرماتے ہیں۔اسی طرح اپنے بارے میں بھی ان کا یہ تبصرہ قبول فرمائیں۔تاکہ قارئین کوآپ کی حق گوئی کا پتا چل سکے۔

اوکاڑوی صاحب کے بہتان "کہ دیوبندی خود ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں" کا جواب

اوکاڑوی صاحب یہی الزام تراشی کا سلسلہ بڑھاتے ہوئے آگے مزید کہتے ہیں:

"چنانچہ یہ ثابت ہوگیا کہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز کسی مسلمان کو کافر نہیں کہا۔نہ ہی انہوں نے مسلمانوں کی تکفیر کے لیے کوئی مشین گن کھول رکھی تھی بلکہ انہوں نے کفریہ عقائد رکھنے والوں اور کفریہ عبارتیں لکھنے والوں کے لیے کفر کا فتویٰ ہر طرح اتمام حجت کے بعد،اجماع امت کے مطابق جاری کیا اور جن کفریہ عبارتوں پر فتویٰ جاری کیا ان عبارتوں کو علمائے دیوبند نے بھی کفریہ تسلیم کیا۔قارئین کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ خود علمائے دیوبند نے اپنے بہت سے ہم مسلک علماء کے لیے کفر کا فتوے دیئے ہیں،جیسا کہ (راول پنڈی) کے مشہور دیوبندی عالم غلام اللہ خاں،ابوالاعلیٰ مودودی اور غلام احمد پرویز کے بارے میں ان کے فتاویٰ مشہور ہیں،البتہ اپنے کچھ علماء کے صریح کفر پر بھی فتوے نہ دینا بلکہ ان کے صریح کفر کو اسلام ثابت کرنا بھی ان کی عادت ہے اور کسی سیاسی فتوے جاری کرنا اور

انہیں بدلتے رہنا تو ان کا روزگار ہے، یہی نہیں بلکہ شبلی نعمانی اور حمید الدین فراہی کے بارے میں اشرفعلی تھانوی کی طرف سے کفر کے فتویٰ کا ذکر، میری کتاب ''دیوبند سے بریلی'' میں قارئین نے ملاحظہ کیا ہوگا، اس لیے دیوبندی وہابی فرقے کا یہ کہنا کہ کفر کے فتوے صرف بریلی کے علمائے اہل سنت نے دیئے، یہ محض بہتان ہوگا۔علمائے اہل سنت نے کسی مسلمان کو ہرگز کافر نہیں کہا،اس کے برعکس دیوبندی وہابی تبلیغی گروہ کا حال بھی ملاحظہ ہو کہ دیوبندی وہابی ازم کا بنیادی نصب العین ہی سچے مسلمانوں کو مشرک ثابت کرنا ہے''(سفید وسیاہ ص ۱۰۸ تا ۱۰۹)

جواب

محترم قارئین !اوکاڑوی صاحب کے آلہ حضرت اور ان کے حواریوں کا اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر کہنے کا ثبوت آپ پیچھے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔اور جناب اوکاڑوی صاحب کے آلہ حضرت نے علمائے اہل سنت پر حکم کفر لگاتے وقت جس احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھا تھا۔اس کا اندازہ بھی قارئین کو ہو چکا ہوگا۔اوکاڑوی صاحب نے مزید کہا کہ علمائے دیوبند خود ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔اس کے لیے انہوں نے پہلے تین اشخاص کے نام لیے۔

۱۔مولانا غلام اللہ خان

۲۔ابوالاعلیٰ مودودی

۳۔غلام احمد پرویز

محترم قارئین !ان تینون اشخاص میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے علاوہ کسی کا تعلق بھی علمائے اہل سنت سے نہیں۔ بلکہ مودودی صاحب کی جتنی تردید و مذمت

علمائے اہل سنت دیوبند نے کی اور ان کی مردود زمانہ کتاب" خلافت وملوکیت" کے جتنے جواب علمائے اہل سنت دیوبند نے لکھے۔ اتنے کسی دوسرے مسلک والوں نے نہیں لکھے۔ اور غلام احمد پرویز صاحب جن کا تعلق اہل سنت سے نہیں اور وہ منکر حدیث تھے، اس لیے ان پر سنی مفتی نے فتویٰ دیا ہو تو اس میں کوئی اعتراض نہیں۔ اوکاڑوی صاحب کو شرم آنی چاہیے۔ اگر آپ کے نزدیک ان حضرات کا تعلق بناء کسی دلیل کے علمائے دیوبند سے ہے، تو ہمیں بھی کہنا پڑے گا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا بریلوی مسلک سے گہرا تعلق تھا۔ اور انہیں اس بات پر بُرا محسوس نہیں کرنا چاہیے۔ مولانا غلام اللہ خان صاحب پر کسی سنی عالم نے کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ اگر اوکاڑوی صاحب کے پاس اس کا ثبوت تھا۔ تو انہیں گول مول بات کرنے کے بجائے اسے پیش کرنا چاہیے تھا۔ تا کہ اس کا جواب بھی دے دیا جاتا۔

اوکاڑوی صاحب کے بہتان" کہ حضرت اقدس تھانویؒ نے مولانا شبلی نعمانی ومولانا حمید الدین فراہی کی تکفیر کی ہے" کا جواب

اوکاڑوی صاحب نے اگلی بات مولانا تھانویؒ کے متعلق کہی کہ انہوں نے مولانا شبلی نعمانی ومولانا حمید الدین فراہی کی تکفیر کی ہے۔ اور انہوں نے کہا کہ اس کا ذکر میں اپنی کتاب" دیوبند سے بریلی" میں کر دیا ہے۔ آیئے" دیوبند سے بریلی" کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

" سیرت النبی" نام کی مشہور کتاب لکھنے والے جناب شبلی نعمانی اور دیوبند ہی کے ایک اور عالم جناب حمید الدین فراہی کے بارے میں تھانوی صاحب کا ایک فتویٰ

دیوبند ہی کے ایک عالم جناب عبد الماجد دریا آبادی نے اپنی کتاب ”حکیم الامت“ (مطبوعہ اشرف پریس لاہور، ۱۹۶۷ء) کے صفحہ ۴۷۵ پر نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

مولانا تھانوی صاحب کا فتویٰ شائع ہو گیا ہے۔ مولانا شبلی نعمانی اور مولانا حمید الدین فراہی کافر ہیں اور چونکہ مدرسہ انہی دونوں کا مشن ہے اس لیے مدرسۃ الاصلاح مدرسہ کفر و زندقہ ہے۔ یہاں تک کے جو علماء اس مدرسہ کے جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد و بے دین ہیں۔

یہ فتویٰ پڑھنے کے بعد جناب عبد الماجد دریا آبادی نے تھانوی صاحب کو ایک تفصیلی خط لکھا جس میں شبلی نعمانی اور حمید الدین فراہی کے بارے میں اپنی طرف سے صفائی پیش کی کہ یہ لوگ نمازی ہیں یہاں تک کہ تہجد کے بھی پابند ہیں، بڑے نیک اور عالم ہیں۔ اس پر تھانوی صاحب نے جواب میں لکھا کہ ”یہ سب اعمال و احوال ہیں، عقائد ان سے جداگانہ چیز ہے۔ صحت عقائد کے ساتھ فساد اعمال و احوال اور فساد عقائد کے ساتھ صحت احوال و اعمال جمع ہو سکتا ہے“۔ (حکیم الامت، ص ۴۷۶)

محترم قارئین! کیا کہیں یہاں بھی اوکاڑوی صاحب نے صریح جھوٹ بولا ہے۔ جو کہ لگتا ہے ان کی فطرت بلکہ خون میں شامل ہے۔ اور اس کے بغیر ان کا گزارا نہیں ہوتا۔ اگر اوکاڑوی صاحب مکمل عبارت نقل کر دیتے تو ان کا بنایا گیا اعتراض خود ہی دور ہو جاتا اس لیے انہوں نے ایسا کرنے سے گریز کیا جو کہ ان کی عادت شریفہ میں شامل ہے۔ دراصل اوکاڑوی صاحب نے جو بات مولانا شبلی و فراہی کے متعلق نقل کی اور اس کو فتویٰ کہا دراصل اس کے الفاظ حضرت تھانویؒ یا حضرت دریا آبادیؒ کے نہیں تھے بلکہ مولانا حمید الدین فراہی کے مدرسہ کے ایک رکن کے تھے۔ جس کی نسبت حضرت تھانویؒ کی طرف غلط ہے۔ اور پھر وہ فتویٰ خود ان کے پاس بھی نہیں اور نہ ہی حضرت دریا آبادیؒ

نے دیکھا۔لہذا اس کی نسبت حضرت تھانویؒ کی طرف کر کے یہ کہنا کہ انہوں نے حضرت شبلی و حضرت فراہی کی تکفیر کی ،خلاف حقیقت ہے۔آیئے !مزید وضاحت سے پہلے حضرت دریا آبادی کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمایئے۔مولانا دریا آبادیؒ لکھتے ہیں:

"موضع پھریا ضلع اعظم گڑھ کے ایک فاضل بزرگ مولانا حمید الدین تھے۔ مولانا شبلی کے عزیز قریب،ادبیات عربی کے ماہر اور قرآن کے بڑے گہرے طالب علم ،انگریزی میں بھی گریجویٹ،جو کچھ لکھتے عموماً عربی ہی میں لکھتے ،تفسیر قرآنی ایک فلسفیانہ اسلوب پر کرتے ۔اور متعدد تفسیری رسالوں کے مصنف تھے۔ایک مدرسہ بھی ان کے خاص انداز پر چلایا ہوا مدرسۃ الاصلاح کے نام سے سرائے میر ضلع اعظم گڑھ میں قائم تھا۔ان کی تفسیر نظام الفرقان کا تذکرہ ان اوراق میں ۲۹ء کے واقعات کے ذیل میں آچکا ہے۔۳۰ء میں وفات ہوئی چند سال بعد ان کے بعض نا تمام قلمی مسودے ان کے شاگردوں نے اسی صورت میں شائع کر دئے۔ان میں یقیناً بعض الفاظ دینی حیثیت سے بے جا اور قابل گرفت موجود تھے(نظر ثانی کے وقت مولانا خود ان کی اصلاح ضرور کر دیتے)مولوی صاحبان تو ایسے موقعے کی تاک ہی میں لگے رہتے ہیں،اور یہاں تو پھر ایک مدرسہ بھی اس مدرسہ کے مقابل تھا۔زور وشور سے تکفیر ہونے لگی اور مکفرین میں مولانا کے بعض شاگردوں کے ساتھ ساتھ خود حضرت مولانا کا نام بھی آنے لگا۔یہ سب تمہید ذہن میں رکھ کر اب میرا معروضہ ۲۶ جون کا ملاحظہ ہو:۔

م۔"مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے ایک کارکن اور رسالۃ الاصلاح کے مدیر کا ایک خط میرے نام پیشتر بھی آیا تھا۔اب کل پھر آیا ہے۔اس کے اقتباسات درج ذیل ہیں

"مولانا تھانویؒ کا فتویٰ شائع ہو گیا۔مولانا شبلی اور مولانا حمید الدین کافر

ہیں۔اور چونکہ مدرسہ ان ہی دونوں کا مشن ہے۔اس لیے مدرسۃ الاصلاح مدرسۂ کفرو زندقہ ہے اوراس کے تمام متعلقین کافروزندیق ہیں، یہاں تک کے جوعلماءاس مدرسہ کے جلسوں میں شرکت کریں،وہ بھی ملحدوبے دین ہیں......افسوس کے اصل فتویٰ نہ مل سکا مل جاتا تو اصل یا نقل آپ کی خدمت میں بھیج دیتا......عام مولویوں کی شکایت فضول ہے ۔ان سے توقع ہی کسے تھی ،البتہ بڑی مایوسی مولانا تھانوی سے ہوئی۔جن دوعبارتوں پر مولانا حمیدالدین کی تکفیر کی گئی ہے۔ ہرچند کے میرے نزدیک وہ بالکل واضح ہیں۔تاہم آپ کی ہدایت کی تعمیل میں ان دونوں کی تشریح جون کے پرچہ الاصلاح میں چھپ گئی‘‘

(۱)۔اس کا جواب میری تحریر کلی میں معروض ہے۔

(۲)وہ میرے پاس بھی نہیں مگر بعض اجزاء جوفتویٰ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔غالباً غیظ اس نسبت کا سبب ہے۔امید ہے کہ وہ اجزاءاس فتویٰ میں نہ ملیں گے۔ شاید روایت بالمعنیٰ کوکذب سے بچنے کے لیے کافی سمجھا گیا ہوگا مگر ہر روایت بالمعنیٰ کواس شان کا سمجھنا غلط ہے۔

(۳)اس کا عذر تحریر کلی میں مرقوم ہے۔

م۔مولانا حمیدالدین مرحوم کی خدمت میں مجھے مدتوں نیاز حاصل رہاہے۔اپنے علم میں اتنی دینداری اور خشیت میں نے بہت کم لوگوں میں پائی ہے۔دین پر ادنیٰ اعتراض سن کر جوش سے بھر جاتے تھے۔میں نے خود اپنے دور الحاد میں بارہا ان کی ڈانٹ کھائی ہے۔ایک دن خود مولوی شبلی صاحب نے (جوآخر میں خود بھی درست ہو گئے تھے) قرآن مجید کے متعلق شوخی سے گفتگو کی تھی۔مولانا حمیدالدین کو گویا بخار چڑھ آیا، جب تک مفصل تردید نہ کر لی چین سے نہ بیٹھے،نماز کے عاشق تھے،تہجد گزار تھے۔ وقس علیٰ ھذا۔اور یہ مشاہدات تنہا میرے نہیں ،مولانا مناظر احسن صاحب گیلانی

بھی انشاء اللہ پوری شہادت دیں گے۔

ا۔ میں تو شہادت کا بھی محتاج نہیں۔ اور شہادت کے بعد تو کوئی حق بھی نہیں ان واقعات میں شُبہ کرنے کا۔ لیکن ان سب کے ساتھ یہ مقدمہ بھی جائز الذہول نہیں کہ یہ سب اعمال واحوال ہیں۔۔ عقائد ان سے جداگانہ چیز ہیں۔ صحت عقائد کے ساتھ فساد اعمال واحوال اور فساد عقائد کے ساتھ صحت اعمال واحوال جمع ہو سکتا ہے۔

{**حکیم الامت، صفحہ نمبر 417 تا 419، مکتبہ مدنیہ**}

محترم قارئین! یقیناً مکمل عبارت پڑھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تکفیر والے الفاظ حضرت تھانویؒ یا حضرت دریا آبادیؒ کے نہیں۔ اور مدرسۃ الاصلاح کے ایک مدرس (جس کا مستند تو کجا دیوبندی ہونا ہی محتاج ثبوت ہے اس) کے الفاظ کی ہمارے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اور فساد عقائد کا ہونا الگ چیز ہے اور ان کی بناء پر تکفیر کرنا الگ چیز ہے۔ فساد عقائد کو تکفیر پر محمول کرنا آپ کی جہالت کے علاوہ کچھ نہیں۔ ایک سوال ہم بھی آپ سے کرنا چاہتے ہیں کہ آپ نے مدرسۃ الاصلاح کے ایک رکن کے الفاظ پر بنیاد رکھتے ہوئے یہ کہا کہ علمائے دیوبند کی تکفیر کرتے ہیں۔ جس کا سو فیصد غلط ہونا پیچھے ثابت ہو چکا۔ آپ بتائیے! کیا مولانا شبلی نعمانی و مولانا حمید الدین فراہی کا دیوبندی ہونا آپ ثابت کر سکتے ہیں؟ کسی سے محبت ہونا یا کسی کی تعریف کرنا اور چیز ہے اور اس کے مسلک سے وابستہ ہونا اور چیز ہے۔ آپ کو چاہیے کہ پہلے مولانا شبلی و فراہی کا دیوبندی ہونا ثابت کریں، پھر آگے بات کریں۔ مولانا شبلی کی بعض غیر شرعی باتوں پر حضرت تھانویؒ نے اعتراض کیا ہے جو کہ ان کی کتب میں موجود ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ حضرت تھانویؒ نے مولانا شبلیؒ و فراہی کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا تھا محتاج ثبوت ہے۔ حضرت تھانویؒ کے فتاویٰ جات "امداد الفتاویٰ" کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ جن

میں اس کا کہیں ذکر نہیں۔لہذا ایک بار پھر اوکاڑوی صاحب کا جھوٹا ہونا ثابت ہوا۔محترم قارئین! آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بریلوی کس طرح ایک صحیح عبارت کو نامکمل نقل کر کے یا اس عبارت گھما پھرا کر عوام کے ذہن میں شکوک پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس سے آگے صفحہ نمبر 109 سے لیکر 111 تک اوکاڑوی صاحب نے پھر وہی اعتراض اٹھایا کہ ہم انہیں بلاوجہ مشرک اور بدعتی وغیرہ کہتے ہیں۔جس کا مفصل جواب پچھلے صفحات میں دیا جا چکا ہے کہ ہمیں ایک مرتبہ سائیڈ پر رکھیں آپ کو آپ کے اپنے علماء مشرک اور بدعتی کہتے ہیں عبارات پیچھے گزر چکی ہیں۔لہذا پہلے اپنے ان علماء کا فیصلہ فرما لیجئے۔ان کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟ ہم یہ بات پیچھے ثابت کر چکے ہیں کہ ہم آپ کو بلاوجہ مشرک یا بدعتی نہیں کہتے، بلکہ آپ کو ان عقائد جو آپ کے علماء کے نزدیک بھی کفریہ شرکیہ ہیں کی بناء پر مشرک اور بدعتی کہتے ہیں۔اس لیے ہماری طرف آنے سے پہلے اپنے ان علماء کا گریبان پکڑیے جنہوں نے آپ کے عقائد کو کفر و شرک کہا اور آپ کو شرک و بدعت والی گمراہ کن راہ پر لگایا ہے۔

"مصنف جہانس برگ سے بریلی" نے احمد رضا خان کے بارے میں جو رائے قائم کی جو کہ دلائل کی روشنی میں صحیح ہے اس پر اوکاڑوی صاحب کے بلاوجہ اعتراض کا جواب

صفحہ نمبر 111 پر جناب اوکاڑوی صاحب کہتے ہیں:

جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف نے تین حصوں میں کچھ اعتراضات بار بار دُہرائے ہیں۔اس کا خیال ہوگا کہ جنوبی افریقا یا ہندوستان، پاکستان سے باہر (بیرونی

دنیا) کے لوگوں کو چوں کہ حقیقت احوال معلوم نہیں اور عام لوگوں کو تحقیقات سے (بالخصوص ایسے مذہبی معاملات میں) کوئی شغف نہیں ہوتا، لہٰذا عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکی جائے تا کہ عوام کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف غلط رائے قائم کرنے میں دیر نہ لگے، حالاں کہ حقیقت کو چھپانا اور چاند پر تھوکنا، خود ایسا کرنے والے کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے، مگر جن کی بنیاد اور ان کا وتیرہ ہی جھوٹ بولنا ہو، انہیں خوف خدا سے کیا تعلق ہو سکتا؟ جنہیں اپنے دامن کا تار تار ہونا نظر نہ آئے وہ دوسروں کے اجلے دامن ہی کو داغ داغ کہتے ہیں۔

جواب

مذکورہ عبارت میں اوکاڑوی صاحب نے انتہائی دجل سے کام لیا ہے۔اور "مصنف جہانس برگ سے بریلی" پر بلاوجہ اپنے دل کا غصہ نکالا ہے۔مصنف جہانس نے آپ کے آلہ حضرت کے بارے میں جو کہا ہے وہ بالکل درست ہے وہ اسی کے لائق تھے۔مصنف جہانس نے آپ کے آلہ حضرت کے بارے میں بالکل صحیح رائے قائم کی ہے۔اس کو یہ کہنا کہ " مصنف جہانس کے خیال میں جنوبی افریقا یا ہندوستان، پاکستان سے باہر لوگ حقیقت سے آگاہ نہیں" دفع الوقتی کے سوا کچھ نہیں۔یہی بات ہم آپ کو کہتے ہیں کہ آپ نے علماء کے خلاف اپنی اس کتاب "سفید وسیاہ" میں جھوٹا پروپیگنڈہ کیا اور جھوٹے الزامات لگائے گویا آپ کے نزدیک ہندوستان، پاکستان میں یا جہاں جہاں آپ کی کتاب پہنچی وہاں کوئی حقیقت حال سے آگاہ نہیں اور یہ نہیں جانتا کہ اوکاڑوی صاحب عبارات کو توڑ مروڑ کر علمائے اہل سنت کے خلاف اپنے دل کا بغض نکال رہے ہیں۔" احمد رضا خان صاحب " جنہوں نے امت مسلمہ کو ایک عظیم فتنہ میں مبتلا کیا اور

مسلمانوں کے درمیان افتراق وانتشار کا بیج بویا اور اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر کہا، ان کے متعلق آپ کہتے ہیں کہ ان کے خلاف کچھ کہنا چاند پر تھوکنا ہے۔تو جس احمد رضا کو آپ چاند کہہ رہے ہیں وہ خود اپنے متعلق کہتے ہیں:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

{حدائق بخشش۔ حصہ اول۔ صفحہ نمبر 100۔ مکتبۃ المدینہ کراچی}

اور آپ کے اس آلہ حضرت کی مخالفت اور اس پر تنقید خود آپ کے بریلوی علماء نے کی ہے۔لہذا کسی ایسے انسان کی حقیقت کو عوام کے سامنے کھولنا جس کا مقصد امت کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کرنا اور اپنے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر قرار دینا تھا۔کوئی غلطی نہیں، علمائے اہل سنت نے آپ کے آلہ حضرت پر کسی اعتراض کی بنیاد بھی بے بنیاد نہیں رکھی۔ بلکہ آپ کی کتب سے ثبوت دیا ہے۔اور ہم نے آپ کے آلہ حضرت کے دامن کو داغدار یا تار تار نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے دامن کو داغدار کیا ہے۔ہم نے تو صرف آپ کے آلہ حضرت کے دامن کا داغدار ہونا ظاہر کیا ہے۔داغدار تو وہ پہلے سے ہی تھا۔

احمد رضا خان کی عظمت ثابت کرنے کے لیے اوکاڑوی صاحب کے علمائے اہلسنت کی طرف منسوب اور پیش کیے گئے جھوٹے حوالہ جات کی حقیقت

صفحہ نمبر 112 پر جناب اوکاڑوی صاحب فرماتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی دینی استقامت، عشق رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، فقہی مرتبت اور علمی عظمت وکمال کے لیے ذرا علمائے

دیوبند ہی کی رائے ملاحظہ کیجئے"

اس سے آگے صفحہ نمبر 117 تک کچھ عبارات پیش کی ہیں۔جن کا جواب ملاحظہ فرمائیے!

حضرت تھانویؒ کی طرف منسوب حوالہ جات کی حقیقت

محترم قارئین !اوکاڑوی صاحب نے حضرت تھانویؒ صاحب کی طرف منسوب پہلا حوالہ چٹان سے نقل کیا ہے۔اسی "چٹان" کا حوالہ ان کے بارے میں پیش کیا گیا تو بریلویوں کے ضیغم بریلویت جناب حسن علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

"شہادت بھی ملی تو داڑھی منڈا ایڈیٹر کی جو شرعی معیار پر پوری ہی نہیں اترتی اور چٹان جس میں عامہ تصاویر کے علاوہ نوجوان لڑکیوں اور سودی قرضوں اور بینکوں کے اشتہار شائع ہوتے ہیں ان کے نزدیک چٹان بھی صحیفہ آسمانی ہے"

{**برق آسمانی صفحہ نمبر** 128}

لہذا شورش کشمیری مرحوم کا دیوبندی ہونا،اپنی جگہ لیکن وہ عالم تو نہیں تھے۔جبکہ اوکاڑوی صاحب نے یہ حوالہ لکھنے سے پہلے لکھا ہے"علمائے دیوبند کی رائے ملاحظہ ہو" اوکاڑوی صاحب کی بددیانتی،دھوکہ دہی اور جھوٹا ہونے کے ثبوت کے لیے یہ ایک حوالہ ہی کافی ہے کہ لفظ عالم کی صراحت کے بعد وہ غیر عالم کا حوالہ پیش کر رہے ہیں۔اگر اوکاڑوی صاحب کہیں کہ یہ حوالہ شورش کشمیری مرحوم کا نہیں تو وہ بتائیں کہ یہ حوالہ کس کا ہے؟یقیناً اس بات کا علم خود ان کو بھی نہیں۔اوکاڑوی صاحب نے یہ تمام حوالے مکھی پر مکھی مارتے ہوئے نقل کر دیے ہیں۔اگر ان کو اس کے لکھنے والے کا پتا تھا تو انہوں نے اس کا نام کیوں نہیں ظاہر کیا؟اور یہ بھی یاد رہے کہ شورش گولڑہ والوں سے بیعت تھا تو اپنا حوالہ ہم پر حجت کیوں بنا رہے ہو دیکھئے! تذکرہ تاجدار گولڑہ شریف۔

اور حضرت تھانویؒ کی طرف منسوب، دوسرا جعلی حوالہ اوکاڑوی صاحب نے کسی نامعلوم "خورشید علی خان ایس ڈی او (نہر) کے حوالے سے نقل کیا اور نیچے کوئی حوالہ نہیں لکھا۔" لہذا پہلے خورشید علی خان صاحب کی شخصیت اور ان کی مسلک اہلسنت میں حیثیت اور جس کتاب سے ان کا حوالہ نقل کیا ہے" جب ان سب باتوں کا اوکاڑوی صاحب کو علم نہیں تو ان کے نقل کرنے کا کیا مقصد۔ مزید اوکاڑوی صاحب نے حضرت تھانویؒ کی طرف منسوب اس جعلی حوالے کو کوثر نیازی بریلوی کی طرف منسوب کر کے کہا ہے کہ اس نے یہ بات مفتی شفیع صاحب سے سنی۔ جبکہ کوثر نیازی صاحب کا دیوبندی ہونا ہی جھوٹ ہے۔ اور کوثر نیازی صاحب کے بریلوی ہونے پر بہت سے قرائن موجود ہیں۔ جیسا کہ "تاریخ وکارکردگی امام احمد رضا" نامی کتاب میں بھی ذکر ہے کہ بریلویوں نے اپنے پروگراموں میں ان کو بطور مہمان بلایا اور مشہور بریلوی مولوی جناب خادم حسین رضوی صاحب اپنی اکثر تقاریر میں تائیداً ان کی تعریف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لہذا اگر اوکاڑوی صاحب اور دیگر بریلویوں کے نزدیک کوثر نیازی صاحب سُنی دیوبندی ہیں تو وہ اور دیگر بریلوی علماء خادم رضوی صاحب کے مثل اپنی مجالس میں دیگر علمائے اہلسنت والجماعت دیوبند مثلاً حضرت نانوتویؒ، حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت تھانویؒ جو کبار علمائے دیوبند میں سے ہیں ان کی بھی اس طرح سے تعریف وتوثیق کیوں نہیں کرتے۔ لہذا کوثر نیازی صاحب کے پیش کیے گئے خلاف واقعہ حوالہ جات کی سرے سے کوئی حیثیت نہیں۔ کوثر نیازی صاحب کے حضرت تھانوی کی طرف منسوب اسی جعلی حوالہ کے بارے میں مفکر اسلام عاشق خیر الانام علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ العالی لکھتے ہیں:

"اب آپ غور فرمائیں! مولانا کوثر نیازی کے اس بیان میں کیا ذرہ صداقت ہو سکتی ہے؟ مولانا تھانوی کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مولانا احمد رضا خان نے حضرت مولانا

محمد قاسم کی تحذیر الناس کے تین مختلف مقامات سے عبارات لے کر ایک کفریہ عبارت بنائی اور اس پر کفر کے فتوے حاصل کیے۔ کیا یہ بد دیانتی بھی مولانا احمد رضا خان نے عشق رسول کے جذبہ میں کی تھی؟ پھر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے جب المہند میں بات کھول دی اور اس پر حضرت مولانا تھانوی نے بھی دستخط فرمائے تو اب کون کہہ سکتا ہے کہ مولانا تھانوی کی مولانا احمد رضا خاں کے اس دجل وفریب پر نظر نہ تھی۔

سو ایسی حکایات جو ان حضرات کے نام سے (کوثر نیازی جیسے) لوگوں نے بنا رکھی ہیں ہرگز لائق اعتبار نہیں۔ جو حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے نام سے وضع کی گئی ہوں یا شیخ الحدیث مولانا ادریس کاندھلوی کے نام سے، ان میں ذرا بھی صداقت نہیں ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے علمائے دیوبند کے بارے میں جو حرکت شنیعہ کی وہ بدنیتی پر مبنی تھی اور علمائے دیوبند بھی اس میں کسی خوش فہمی میں نہ تھے"

{مطالعہ بریلویت۔ جلد 5۔ صفحہ نمبر 84، ناشر حافظی بکڈپو دیوبند}

لہذا اول تو اس حوالے کا حضرت تھانویؒ کی طرف منسوب ہونا ہی غلط ہے۔ اور اگر بالفرض تھوڑی دیر کے لیے اس کو صحیح مان بھی لیا جائے تو اس کے جواب میں ہم اوکاڑوی صاحب اور دیگر بریلوی حضرات سے کہیں گے کہ جب ہم اپنے اکابرین کی تعریف میں بریلوی اکابرین کی عبارات پیش کرتے ہیں۔ تو وہ ان کو ماننے کے بجائے کہتے ہیں کہ چونکہ ہمارے ان بزرگوں کے سامنے تمہارے اکابر کی عبارات نہیں تھیں۔ اس لیے انہوں نے تمہارے اکابر کی تعریف کی، جیسا کہ مشہور بریلوی مناظر کے صاحبزادہ جناب غلام نصیر الدین نصیر صاحب پیر مہر علی شاہ کی ایک عبارت در مدح حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"چونکہ ان کے سامنے عبارات پیش نہیں کی گئیں۔اس لیے انہوں نے تکفیر نہیں فرمائی"

{عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ۔جلد اول۔صفحہ نمبر 55}

"شیخ اکبر کے فرعون کے ایمان کے قائل ہونے کے باوجود اگر اس کا ایمان ثابت نہیں ہوسکتا تو پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے تکفیر نہ کرنے سے آپ کے اکابر کا ایمان بھی ثابت نہیں ہوسکتا"

{عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ۔جلد اول۔صفحہ نمبر 56,57}

"اگر انہوں نے نانوتوی کے لیے مغفور کا لفظ استعمال کیا بھی ہو تو تحذیر الناس کی کفریہ عبارات پر مطلع ہونے سے پہلے استعمال کیا ہوگا۔سرفراز صاحب ثابت کریں کہ ان کے سامنے تحذیر الناس اور تصفیۃ العقائد کی عبارات پیش ہوئی ہوں اور انہوں نے تکفیر نہ کی ہو"(ودونہ خرط الاعتقاد)

{عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ۔جلد اول۔صفحہ نمبر 61}

ہم بھی اسی طرح اوکاڑوی صاحب اور دیگر بریلویوں سے انہی کی عبارت کی روشنی میں کہتے ہیں "چونکہ حضرت تھانویؒ اور دیگر اکابر کے سامنے،تمہارے آلہ حضرت کی کفریہ عبارات ، بنام پیش نہیں ہوئیں۔اس لیے انہوں نے اس کے متعلق ایسی بات کہی۔اور جس طرح شیخ اکبر کے فرعون کے ایمان کے قائل ہونے سے اس کا ایمان ثابت نہیں ہوتا اسی طرح حضرت تھانویؒ اور دیگر اکابر کی عبارات اگر بالفرض صحیح بھی ہوں تو ان کے الفاظ سے احمد رضا کا مسلمان یا عاشق رسول ہونا ثابت نہیں ہوتا۔اور اگر انہوں نے تمہارے آلہ حضرت کے لیے یہ الفاظ کہہ ہی دیے تو یقیناً یہ الفاظ تمہارے آلہ

حضرت کی کفریہ عبارات پر مطلع ہونے سے پہلے ہی کہے ہوں گے۔ اوکاڑوی صاحب ثابت کریں کہ ان کے سامنے تمہارے اعلیٰ حضرت کا نام لے کر ان کی کفریہ عبارات پیش کی ہوں اور انھوں نے تکفیر نہ کی ہو۔ اپنی اسی کتاب میں سیالوی نے یہ بھی لکھا ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب نے حسام الحرمین کا مطالعہ بھی کیا ہے، تو اس سے تو ہمارے اکابر کی عظمت اور اجاگر ہوتی ہے کہ باوجود دیکھنے کے اس کی تصدیق وتائید کر کے کافر نہیں کہا۔

محترم قارئین! مزے کی بات یہ ہے کہ واقعی حضرت حکیم الامت کے پیش نظر احمد رضا خان کی کفریہ عبارات نہیں تھیں۔ اس لیے کہ وہ دیگر اہم دینی مشاغل میں مصروف رہتے تھے۔ لیکن جب حضرت کے سامنے حدائق بخشش میں موجود احمد رضا صاحب کا ایک شعر پیش کیا گیا تو حضرت نے اس کے کہنے والے پر کفر اور شرک کا فتویٰ دیا، وہ لوگ (خاص طور پر میثم رضوی صاحب مدیر کلمہ حق جو ہمیں کہتے ہیں کہ تم آلہ حضرت کا کافر ہونا اپنے علماء ہی سے ثابت کرو) یہ فتویٰ غور سے پڑھیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اور اسی طرح کے مندرجہ ذیل اشعار بھی جن کا حضرت شیخ قدس اللہ سرہ الشریف کی منقبت میں نظم کیا جانا مشہور ہے۔ غلط اور رد کئے جانے کے قابل ہیں:

بنا لیتا ہے سلطاں آپ سا جس پر عنایت ہو
خدا سے کم نہیں عز وجلال اس دیں کے سلطاں کا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
کیونکہ محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

شعر اول میں حضرت کا عز وجلال خدا سے کم نہ ہونا اس دلیل سے ظاہر کیا گیا ہے کہ بادشاہ کی عنایت جس پر ہوتی ہے اس کو بادشاہ مثل اپنے بنا لیتا ہے۔ لیکن اول تو

دنیاوی بادشاہوں کے متعلق یہ بھی کلمہ صحیح نہیں ہے۔ بادشاہوں کی عنایتیں اپنے مقربوں پر ضرور ہوتی ہیں مگر اپنے برابر وہ کسی کو بادشاہ نہیں بنا لیتے۔ اور علم عقائد وکلام کی رو سے تو یہ امر قطعاً محقق ہو چکا ہے کہ ذات وصفات باری تعالیٰ اس قادر مطلق کے احاطۂ قدرت سے باہر ہیں اور اسی لیے خدا تعالیٰ کو اپنی مثل کی ایجاد پر قادر نہیں مانا جاتا۔ لہٰذا یہ دلیل لغو قرار دیے جانے کے بعد یہ مضمون رہ جاتا ہے کہ العیاذ باللہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ خدا تعالیٰ کے ہمسر اور مثل ہیں اور یہ صریحاً شرک ہے۔ اور اس صورت میں اس شعر کا بنانے والا مشرک اور خارج از اسلام سمجھا جانے کے قابل ہے۔ دوسرے شعر میں لفظ مالک خدا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور اس صورت میں شعر کا مطلب صاف لفظوں میں یہ ہوا کہ حضرت شیخ محبوب الٰہی ہیں اور محبوب ومحب میں کوئی فرق نہیں ہوتا لہٰذا حضرت شیخ بھی عیاذاً باللہ خدا ہوئے اور میں تو خواہ کچھ ہی ہو خدا ہی کہوں گا۔ اس اصرار علی الشرک کی وجہ سے بھی اسی فتوے کے مستوجب ہیں جو شعر اول کے متعلق دیا جا چکا ہے اور کسی تاویل سے یہ حکم بدل نہیں سکتا۔ اس لیے کہ الفاظ بالکل صاف ہیں"

{**امدادالفتاویٰ، جلد**6**، صفحہ نمبر** 76**تا**77}

محترم قارئین! فتوے میں موجود دوسرا شعر

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

کیونکہ محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

جناب احمد رضا خان صاحب کا ہے جو ان کی کتاب حدائق بخشش میں موجود ہے۔ اور حضرت تھانویؒ نے اس شعر پر کفر اور شرک کا حکم دیا ہے اور اس کے کہنے والے کو مشرک اور کافر کہا ہے۔ تو اس عبارت سے صاف ثابت ہو گیا کہ احمد رضا خان حضرت تھانویؒ کے نزدیک بھی کافر ومشرک ہی تھا۔

نیز بریلوی حضرات حضرت تھانوی کا قول جو اوکاڑوی صاحب نے نقل کیا یا احمد رضا بجنوری صاحب کی وہ باتیں جن کو بریلوی اپنی تائید میں نقل کرتے ہیں۔ان کے متعلق بریلوی کہتے ہیں کہ اگر تم ان باتوں کو صحیح مانتے ہو تو تم آلہ حضرت کو کافر کیوں کہتے ہو؟ تو ہم ان کے اس اعتراض کا خود ان کے آلہ حضرت کی زبان سے دلوانا چاہتے ہیں۔
چنانچہ جناب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:
"خلاف مذہب بعض مشائخ مذہب کے قول پر بھی عمل نہیں۔ہم نے العطایا النبویہ میں اس کی بہت نقول ذکر کیں۔حلبی علی الدرباب علی الخوف میں ہے: لا یعمل به لانه قول البعض اس پر عمل نہ کیا جائے کہ یہ بعض کا قول ہے"
{**فتاویٰ رضویہ، جلد9، صفحہ نمبر 365، ناشر رضا فائونڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، سن اشاعت اپریل** ۱۹۹۶ء}
محترم قارئین! اوکاڑوی صاحب کے آلہ حضرت کی مذکورہ عبارت سے پتا چلا کہ خلاف مذہب بعض مشائخ کے قول پر عمل نہیں کیا جائے۔لیکن ان کی بات پر عمل نہ کرنے کے بعد بھی ان پر کوئی حرف نہیں آئے گا بلکہ وہ مشائخ مذہب ہی رہیں گے۔تو ہم کہتے ہیں مولوی احمد رضا کے متعلق ہمارا مذہب مشہور ہے وہ کافر تھا حضرت گنگوہیؒ و حضرت نانوتویؒ نے بریلویوں کے جن عقائد مثلاً علم غیب اور حاضر و ناظر کی بناء پر ان کی تکفیر کی وہ تمام کے تمام مولوی احمد رضا میں بدرجۂ اتم پائے جاتے تھے۔لہٰذا اوکاڑوی صاحب کے آلہ حضرت کے متعلق ہمارے اکابر کا مذہب یہی ہے کہ وہ کافر اور مشرک تھا۔اب جن اقوال کی نسبت ہمارے اکابر کی طرف کر کے مولوی احمد رضا کی عظمت ثابت کی جارہی ہے۔اول تو وہ ان کے ہیں ہی نہیں چاہے کتاب میں لکھ دیے گئے اور اگر بالفرض ہوں بھی تو ان پر عمل نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ بعض کے اقوال ہیں۔اور ان علماء کی شان میں

بھی کوئی فرق نہیں آئے گا ان کی عزت وعظمت بھی کی جائے گی اور وہ مشائخ مذہب بھی رہیں گے۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انکو عقائد ونظریات رضا خانیت پر پوری واقفیت نہ ہو۔ علاوہ ازیں بریلویوں کے کافر ہونے پر ہندوستان کے تقریباً تمام علماء دستخط فرما چکے ہیں۔جس کی تفصیل کے لیے"خنجر ایمانی بر حلقوم رضا خانی "یا"براۃ الابرار عن مکائد الاشرار "ملاحظہ فرمائیں۔نیز خود اوکاڑوی صاحب اپنی اسی کتاب سفید وسیاہ کے صفحہ 54 پر لکھتے ہیں:

"کیا کسی عالم دین کے شرعی حکم جاری نہ کرنے سے) کفر کیا عین اسلام ہو جائے گا؟ کفر تو ہر حال میں کفر ہے"

ہم بریلویوں کو انہی کے انداز میں کہتے ہیں کہ اگر ہمارے کسی عالم نے تمہارے آلہ حضرت کے متعلق"شرعی حکم "جاری نہیں کیا تو کیا وہ مسلمان ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں! کافر تو ہر حال میں کافر ہے۔

دوسرا حوالہ اوکاڑوی صاحب نے مودودی صاحب کا پیش کیا ہے۔تو اوکاڑوی صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ ہم جماعت اسلامی کے مخالف ہیں لہذا جماعت اسلامی کے بانی کے حوالے کو"علماء دیوبند کی رائے" کے تحت پیش کرنا اوکاڑوی صاحب کی بد دیانتی کو ثابت کرتا ہے۔

سید سلیمان ندویؒ کی طرف منسوب حوالہ کی حقیقت

محترم قارئین! آپ اوکاڑوی صاحب کی بد دیانتی کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ اوکاڑوی صاحب نے سید سلیمان ندویؒ کی طرف منسوب جو حوالہ نقل کیا یہی حوالہ بریلویوں کی کتاب طمانچہ میں بریلوی عالم خلیل اشرف قادری نے نقل کیا ہے اور اس

میں واضح طور پہ دیکھا جا سکتا ہے کہ حضرت تھانویؒ کے نام کے ساتھ علیہ الرحمہ لکھا ہوا ہے۔

اب قارئین کرام غور فرمائیں کہ اوکاڑوی صاحب کے نقل کردہ حوالے میں بھی ماہ نامہ ندوہ کے اس شمارے کا سن طباعت ۱۹۱۳ء لکھا ہوا ہے۔جبکہ حضرت تھانویؒ کا وصال ۱۹۴۳ میں ہوا۔اب ۱۹۱۳ میں جبکہ حضرت تھانوی حیات تھے ان کے نام کے ساتھ علیہ الرحمہ (دعائیہ جملہ لکھنا جو کہ وفات شدہ افراد کے ساتھ لکھا جاتا ہے) لکھنا ہی اس حوالے کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے۔لہذا اوکاڑوی صاحب نے کمال بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے حضرت اقدس تھانویؒ کے ساتھ "علیہ الرحمہ" نقل ہی نہیں کیا کہ کہیں ان کی چوری نہ پکڑی جائے۔لیکن جھوٹ کو چھپانے یا جھوٹ پر جھوٹ بولنے سے جھوٹ نہیں چھپ سکتا۔اس لیے اس حوالہ کے جعلی اور جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔

مولانا شبلی نعمانیؒ کی طرف منسوب جعلی حوالے کی حقیقت

یہاں بھی اوکاڑوی صاحب نے کمال بددیانتی کا ثبوت دیا ہے۔اوکاڑوی صاحب نے علامہ شبلی نعمانیؒ کی طرف منسوب جو حوالہ ماہ نامہ ندوہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔یہی حوالہ بریلوی کتاب طمانچہ میں موجود ہے۔لیکن وہاں اس کا سن طباعت ۱۹۱۴ء درج ہے۔لیکن اوکاڑوی صاحب نے اس کا سن طباعت ۱۹۶۴ء درج کیا ہے۔

محترم قارئین! ایک بریلوی ایک ہی حوالے کا سن کچھ اور لکھ رہا ہے اور دوسرا بریلوی کچھ اور۔جس سے ان کا جھوٹا ہونا اور آپس میں متضاد ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اور اوکاڑوی صاحب کی اس بددیانتی اور جھوٹ بولنے کی وجہ یہ ہے کہ اس حوالے میں اس بات کا ذکر ہے کہ علامہ نعمانیؒ نے ۱۹۱۴ء میں احمد رضا خان کی

کتاب ”احکام شریعت“ کو بغور ملاحظہ کیا۔ حالانکہ احکام شریعت ۱۹۱۴ء تک شائع ہی نہیں ہوئی تھی۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ احکام شریعت میں سن ۱۳۳۹ھ، ۱۹۲۰ تک کے مسائل موجود ہیں۔ لہذا جس کتاب میں سن ۱۹۲۰ تک کے مسائل ہوں وہ کتاب ۱۹۱۴ تک کیسے شائع ہوسکتی ہے؟ لہذا جب یہ کتاب ۱۹۱۴ء تک شائع ہی نہیں ہوئی تو مولانا نعمانیؒ نے اس کو ۱۹۱۴ میں کس طرح دیکھ لیا۔ اسی سے اس حوالے کا جعلی ہونا کھل کر سامنے آجاتا ہے۔ اوکاڑوی صاحب کو پتا تھا کہ اگر انہوں نے اس کا سن طباعت ۱۹۱۴ء لکھا تو اس جھوٹ کا پتا چل جائے گا۔ اس لیے انہوں نے کمال بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے اس کا سن ہی بدل دیا۔ لیکن جھوٹ پر جھوٹ بولنے سے جھوٹ کہاں چھپا؟ بلکہ سچ تو سامنے آکر ہی رہتا ہے اور سامنے آہی گیا۔

مولانا محمد علی جوہرؒ کی طرف منسوب جعلی حوالہ کی حقیقت

اس جعلی حوالے میں جناب اوکاڑوی صاحب نے سرے سے سن طباعت ہی نہیں لکھا۔ تاکہ کہیں ان کا یہ جھوٹ بھی نہ پکڑا جائے۔ جن حوالہ جات کا سن طباعت اوکاڑوی صاحب نے ذکر کیا ان کی حقیقت قارئین کے سامنے ہے۔ اسی سے وہ اس بغیر سن والے حوالے کی حقیقت کا بھی اندازہ لگا سکتے ہیں۔ نیز مولانا محمد علی جوہر کی ”تحریک خلافت“ اور ”تحریک ترک موالات“ پر احمد رضا خان کے لگائے گئے فتوؤں کو خود اس کی کتب مثلاً ”المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ“ وغیرہ سے دیکھنے کے بعد قارئین خود ہی فیصلہ فرمالیں گے کہ کیا مولانا محمد علی جوہر کی احمد رضا خان جیسے مکفر المسلمین کے بارے میں ایسی رائے ہوسکتی ہے؟ آیئے! مولوی احمد رضا خان کا مولانا محمد علی جوہر پر لگایا گیا ناپاک فتویٰ ملاحظہ فرمایئے! چنانچہ مولوی احمد رضا خان صاحب جہاد کی قسمیں بیان کرتے

ہوئے جہاد کی ایک قسم جہاد لسانی کے تحت لکھتے ہیں:

"(جہاد) لسانی کہ زبان وقلم سے رد۔ وہ ابھی سن چکے کہ ایسوں ہی پر سب سے اہم وآکد۔ بحمد اللہ تعالیٰ خادمان شرع ہمیشہ سے کر رہے ہیں۔ اور اللہ ورسولؐ کی مدد شامل ہوتو دم آخر تک کریں گے۔ وہابیہ۔ نیا چرہ۔ دیوبندیہ۔ قادیانیہ۔ روافض۔ غیر مقلدین۔ ندویہ۔ آریہ۔ نصاریٰ وغیرہم سے کیا اب ان گاندھویہ (مولانا محمد علی جوہر۔ مولانا شوکت علی۔ مولانا عبد الباری فرنگی محلی۔ مولانا عبد الماجد بدایونی وغیرہ) سے بھی بر سر پیکار ہیں" {**المحجة الامئوتمنه فی آیة الممتحنه شامل از رسائل رضویه۔ جلد دوم۔ صفحه نمبر 207، ناشر مکتبه حامدیه گنج بخش روڈ لاهور**}

اس کے علاوہ مولانا محمد علی جوہر اور ان کے بھائی مولانا شوکت علی پر بریلویوں کے کفریہ فتوے دیکھنے کے لیے "رسائل چاند پوری۔ جلد اول "اور" رضا خانیوں کی کفر سازیاں "ملاحظہ فرمائیں۔ مزید جیسا کہ اوکاڑوی صاحب نے حوالہ نقل کرتے ہوئے لکھا ہے "مشہور سیاسی و مذہبی لیڈر مولانا محمد علی جوہر" لہذا مولانا محمد علی جوہر نے اگر بالفرض ایسی کوئی بات کہی بھی ہو تو چونکہ یہ خلاف حقیقت ہے اس لیے اس کی حیثیت محض سیاسی بیان کی ہی ہوسکتی ہے۔

حضرت کشمیریؒ کی طرف منسوب حوالے کی حقیقت

اس سے آگے اوکاڑوی صاحب نے ماہناموں یا رسالوں سے جو عبارتیں نقل فرمائی ہیں وہ جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ ہمیں پورا یقین ہے کہ وہ عبارتیں اصل کتب یا رسائل سے اوکاڑوی صاحب نے خود بھی اصل نہیں دیکھی ہوں گی۔ اور ان کا جھوٹا ہونا بالکل واضح ہے۔ مثلاً اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"جناب محمد انور شاہ کشمیری (صدر مدرس دار العلوم دیوبند) فرماتے ہیں:" جب

بندہ ترمذی شریف اور دیگر کتب احادیث کی شروح لکھ رہا تھا“

محترم قارئین! اس عبارت کے یہ الفاظ یہ بات ثابت کرنے کیلیے کافی ہیں کہ اس قسم کی نقل کردہ تمام عبارات جھوٹ کا پلندہ ہیں۔ اس لیے کہ حضرت کشمیریؒ نے کسی حدیث کی کتاب کی شرح نہیں لکھی۔ بلکہ حضرت کے شاگردوں نے حضرت کے اسباق کو جمع کر کے اور ترتیب دے کر شائع کیا ہے۔ لہٰذا وہ حضرت کی اپنی تالیفات نہیں۔ اس لیے اوکاڑوی صاحب کے نقل کردہ حوالہ میں کہی گئی بات بالکل خلاف واقعہ ہے۔ جو اس عبارت کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے۔ اسی طرح دیگر کتب ”فیض الباری یا انوار الباری“ جو حضرت نے خود نہیں لکھیں، ان کی عبارات کو حضرت کشمیریؒ کی تالیف کی سی حیثیت دے کر اکابر اہل سنت پر اعتراض کرنا محض لغو اور باطل ہے۔ نیز حضرت کشمیریؒ جیسے محدث کا حدیث کی شرح کے لیے شیعہ وغیر مقلدین کی شروحات کی طرف مراجعت کرنا بھی اس حوالہ کے جعلی ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ اور ایک بات ہم اوکاڑوی صاحب اور دیگر بریلوی حضرات سے پوچھتے ہیں کہ احمد رضا خان نے حدیث کی کس کتاب کی شرح لکھی ہے؟ ذرا اس کا نام اور سن طبع بھی بتادیں؟ جب احمد رضا خان نے ترمذی یا دیگر کتب احادیث کی شروحات لکھی ہی نہیں تو حضرت کشمیریؒ کا ان کی طرف مراجعت کرنا جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔ دوسری بات کہ ان عبارات کو صحیح مان لینے سے بھی تمہارے آلہ حضرت کی برأت کسی طرح ثابت نہیں ہوتی کہ کسی بندے کے ایک فن میں ماہر ہونے سے اس کا مطلق ٹھیک ہونا تو ثابت نہیں ہوتا، جیسا کہ علامہ زمخشری جو کہ مشہور مفسر ہیں اور تفسیر کشاف ان ہی کی تصنیف ہے۔ لیکن سب جانتے ہیں کہ وہ معتزلی تھے۔ جیسا کہ اس بات کو مولوی احمد یار نعیمی نے جاء الحق میں بھی مانا ہے۔

مولانا اعزاز علیؒ کی طرف منسوب جعلی حوالہ کی حقیقت

اس حوالے کا سن طباعت ۱۳۴۲ھ ہے جبکہ احمد رضا خان کی وفات ۱۳۴۰ھ میں ہوئی۔ لہذا اس حوالے کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ جب مولوی احمد رضا خان اس رسالہ کے شائع ہونے سے پہلے ہی مر چکا تھا تو مولانا اعزاز علیؒ کے ان الفاظ ''اگر آپ کو کسی مشکل مسئلہ میں کسی قسم کی الجھن در پیش ہو تو آپ بریلی میں جا کر مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی سے تحقیق کریں'' کا کیا مطلب؟ جب احمد رضا خان زندہ ہی نہیں تو کیا قبر میں پڑی اس کی بوسیدہ ہڈیوں سے تحقیق کی جائے گی؟ یہ سوالات بریلویوں سے ہیں مولانا اعزاز علیؒ سے نہیں۔ اس لیے کہ یہ حوالہ ہے ہی جعلی اور جھوٹا، بریلویوں کا گھڑا ہوا۔ جسے مکھی پر مکھی مارتے ہوئے تمام بریلوی مصنفین مثل اوکاڑوی صاحب کے نقل کرتے آرہے ہیں۔ ان سب میں سے کسی نے بھی یہ حوالہ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ مزید اس کے جعلی ہونے پر ہم بہت سے قرائن بتا چکے ہیں۔

اگلا حوالہ اوکاڑوی صاحب نے کسی ملک غلام علی صاحب کا دیا ہے۔ جو دیوبندی یا مستند ہونا تو کجا عالم ہونا ہی نہیں ہیں۔ جیسا کہ ان کے نام سے ہی ظاہر ہے تو ان کا حوالہ اگر بالفرض موجود بھی ہو تو ان کے حوالے کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟

اس سے آگے اوکاڑوی صاحب نے مولانا معین الدین ندوی کا حوالہ پیش کیا۔ تو اس کے بارے میں گزارش ہے کہ جب مولانا ندوی اکابرین علمائے اہلسنت دیوبند میں سند کی حیثیت نہیں رکھتے اور نہ ہی مستند سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی حیثیت ایک مؤرخ کی سی ہے۔ تو ان کا حوالہ (جس کا موجود ہونا ہی محتاج ثبوت ہے) پیش کرنا ہی صحیح نہیں۔

اس کے آگے اوکاڑوی صاحب نے صفحہ نمبر 115 تا 116 تک بغیر حوالۂ کتب

کے تین حوالہ جات پیش کیے ۔محترم قارئین !اوکاڑوی صاحب نے جن عبارات کا حوالہ درج کیا ان کی حقیقت آپ کے سامنے آچکی کہ وہ جعلی اور جھوٹ پر مبنی ہیں ۔تو آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ بغیر حوالۂ کتب کے درج کردہ حوالہ جات کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے؟

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی طرف منسوب جعلی حوالہ کی حقیقت

اس حوالہ کی حقیقت جاننے کے لیے اتنی بات ذہن میں رکھیں کہ مولوی احمد رضا خان کی وفات سن ۱۳۴۰ء میں ہوئی ۔اور علامہ عثمانیؒ کی طرف منسوب یہ جعلی حوالہ جس ماہ ہادی سے نقل کیا گیا اس کا سن طباعت ۱۳۶۹ ہے ۔اور عبارت کے الفاظ ہیں:

''مولانا احمد رضا خاں کی رحلت عالم اسلام کا بہت بڑا سانحہ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا"

محترم قارئین! اب آپ خود ہی غور فرمائیں کہ اس قسم کے تعزیتی الفاظ وفات کے دنوں میں کہے جاتے ہیں یا کسی کے فوت ہونے کے 29 سال بعد؟ سچ کہتے ہیں کہ نقل کے لیے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے ۔جس سے تمام رضا خانی یکسر محروم ہیں ۔

اس سے آگے اوکاڑوی صاحب نے ایک جعلی حوالہ بنا کر مولانا یوسف بنوریؒ کے والد گرامی کی طرف منسوب کیا اور کوئی حوالہ نہیں لکھا۔

اگلا حوالہ ایک غیر مقلد عالم کا ہے جس کے جواب کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ۔نیز اس کا حوالہ بھی نہیں لکھا گیا جس سے اس کی حیثیت بھی واضح ہو جاتی ہے ۔

مولانا ابو الحسن ندویؒ کے والد کے حوالے کی حقیقت

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

جناب ابوالحسن ندوی فرماتے ہیں:

"فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر جو، ان (فاضل بریلوی) کو عبور حاصل تھا، اس زمانہ میں اس کی نظر نہیں ملتی۔ (نزہۃ الخواطر)

{**سفید وسیاہ۔صفحہ نمبر** 116}

یہاں بھی اوکاڑوی صاحب نے کمال بددیانتی کا ثبوت دیا ہے۔مولانا ابوالحسن ندوی کے والدؒ نے احمد رضا خان کا جو تعارف خود کراتے ہوئے اس کا مکفر المسلمین ہونا اور متشدد ہونا صراحتاً ذکر کیا ہے اوکاڑوی صاحب نے مولانا ندوی کے والد کے وہ الفاظ ہی نقل نہیں کیے۔جیسا کہ مشہور کہاوت ہے

"میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو"

لیکن اوکاڑوی صاحب کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں یہ میٹھا میٹھا بھی ابھی کڑوا کڑوا ہو جائے گا۔محترم قارئین! اوکاڑوی صاحب جس عبارت کے متعلق فرمایا کہ "جناب ابوالحسن ندوی کے والد فرماتے ہیں" وہ ان کی اپنی رائے نہیں بلکہ انہوں نے اس مقام پر احمد رضا خان کے بریلوی سوانح نگار کی رائے نقل کی ہے۔جس پر مولانا ندوی کے والد کے یہ الفاظ "علی روایۃ بعض مترجمیہ" شاہد ہیں۔اوکاڑوی صاحب نے بددیانتی کرتے ہوئے مولانا ندوی کے والد کی اصل اپنی رائے کو نقل ہی نہیں کیا۔شاید انہیں پتا تھا کہ ایسا کرنے سے "بلی تھیلے سے باہر آجائے گی" اور مولانا ندوی کے والد نے احمد رضا خان کے بریلوی سوانح نگاروں کی رائے کو مولانا ندویؒ کے والد کی رائے بتا کر نقل کر دیا۔

محترم قارئین! آیئے اور احمد رضا خان کے متعلق مولانا ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد کی اپنی رائے ملاحظہ فرمایئے! چنانچہ مولانا ابوالحسن ندوی کے والد احمد رضا خان کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

كان متشدداً فى المسائل الفقية والكلامية ،متوسعاً مسارعاً فى التكفير،قد حمل لواء التكفير والتفريق فى الديار الهندية فى العصر الاخير وتولى كبره واصبح زعيم هذه الطائفة تنقصر له وتنتسب اليه و تحتج باقواله

ترجمہ: مسائل فقیہہ اور کلامیہ میں متشدد تھا اور تکفیر میں بہت جلد باز تھا۔ تحقیق اس نے اٹھایا ہوا تھا دربار ہندیہ میں تکفیر اور تفریق کا جھنڈا اور ایک گروہ اس کو ماننے لگا اس کے اقوال کو حجت تسلیم کرنے لگا

{نزهة الخواطر وبهجة المسامع والنواظر ـجلد 8ـصفحه نمبر 1181ـدار ابن حزم}

محترم قارئین! آپ نے مولانا ندوی کے والدؒ کی اپنی رائے کو ملاحظہ فرما لیا۔ اب غور کیجیے! کہ اوکاڑوی صاحب نے اپنی اس گمراہ کن کتاب میں عوام الناس کو گمراہ کرنے اور احمد رضا خان کی عظمت ثابت کرنے کے لیے کس حد تک جھوٹ کا سہارا لیا ہے۔ لیکن احمد رضا خان کا پھر بھی وہی حال ہے۔ مزے کی بات ہے کہ جاہل کو پتا نہیں کہ کتاب ندوی صاحب کی نہیں بلکہ ان کے والد کی ہے۔

"آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا"

اس کے آگے اوکاڑوی صاحب نے مودودی جماعت کے ایک فرد اور کوثر نیازی بریلوی کے جعلی حکایات پر مبنی مضمون کا ذکر کیا ہے۔ جس کی حقیقت پیچھے واضح کر دی گئی ہے۔ کوثر نیازی صاحب کا بریلوی ہونا "مجالس علماء" سے بھی ظاہر ہو جائیگا۔

محترم قارئین! اصل بات یہ ہے کہ احمد رضا خان کے متعلق ہماری عبارات سے اس کو کچھ فائدہ نہیں ہونے والا۔ درحقیقت احمد رضا خان خود اپنے اصول وقوانین اور

اپنے پیروکاروں کے فتووں سے کافر ہے۔جس کے متعلق مفصل بحث "دست وگریباں" جلد سوم میں اور "ہدیہ بریلویت " وغیرہ میں موجود ہے۔لہٰذا ہمارے اکابر کی مذکورہ عبارات جو اوکاڑوی صاحب نے نقل فرمائیں ان کی نسبت اکابر کی طرف صحیح مان لینے سے بھی آلہ حضرت کا مسلمان ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ وہ خود اپنے اور اپنوں کے فتاویٰ جات کی زد میں ہے۔علاوہ ازیں اگر ہماری عبارات سے احمد رضا مسلمان ثابت ہوتا ہے تو ہم بھی اپنے اکابر کی تعریف وتوصیف میں بریلوی حضرات کی کتب سے حوالہ جات پیش کرتے ہیں اور اوکاڑوی صاحب سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ اپنے اصول کے مطابق ہمارے اکابر کے متعلق اپنے گھر سے گواہیاں دیکھ کر ان کو مسلمان مان لیں۔

آیئے! عبارات ملاحظہ فرمایئے!

چناچہ مولانا غریب اللہ صاحب ناظم دارالعلوم مجددیہ لکھتے ہیں:

"حضرت پیر (مہر علی شاہ) صاحب کا جو رتبہ علماء ومشائخ ملک میں ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، آپ بیک وقت عظیم پیر طریقت بھی تھے اور جید عالم وفاضل بھی، حضرات علمائے دیوبند سے آپؒ کے عمدہ مراسم تھے (۱) چنانچہ ایک دفعہ موضع سالار گاہ میں حضرات علمائے دیوبند کے کفر وایمان کے متعلق مولوی بہار دین امام مسجد دیہہ مذکور اور محمد اشرف خان صاحب کے مابین تنازعہ رونما ہوا تنازعہ نے مناظرہ کی صورت اختیار کر لی۔اور دونوں طرف کے علماء مقرر شدہ دن پر موضع سالار گاہ میں پہنچ گئے۔مناظرہ سے پہلے چند معززین اہل دیہہ نے تجویز پیش کی کہ بجائے مناظرہ کے دونوں فریق اس جھگڑا میں حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف کو ثالث مان لیں چنانچہ اس بات پر دونوں فریق کا اتفاق ہو گیا اور دونوں طرف کے افراد گولڑہ شریف حاضر ہوئے۔وہاں حضرت پیر صاحب کی خدمت میں مسئلہ رکھا کہ اشرف خان کہتا ہے کہ جو امام ان پانچ حضرات

(۱) حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ (۲) حضرت مولانا محمد قاسمؒ نانوتوی (۳) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (۴) حضرت مولانا خلیل احمد انبیٹھویؒ اور (۵) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو کافر کہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

حضرت پیر صاحب (قدس سرہ) کو یہ بات ناگوار گزری۔فرمایا کہ اگر یہ پانچ بزرگ مسلمان نہیں تو دنیا میں کوئی مسلمان نہیں اور جو امام ان پانچ بزرگوں کی تکفیر کرے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔چنانچہ یہی بات گولڑہ شریف کے مفتی مولانا قاری غلام محمد صاحب نے اس تحریر کے نیچے لکھ دی۔یہ تحریر آج بھی مولانا بہار دین صاحب کے پاس موضع سالار گاہ میں موجود ہے"

{ضرب شمشیر بر فتنہ پنج پیر ،صفحہ نمبر 50تا51،مکتبہ مجددیہ مانکی ضلع مردان}

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ جناب صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری نے اپنی کتاب "خزینۂ معرفت " میں اپنے مرشد حضرت میاں شیر محمد صاحبؒ کا یہ ملفوظ درج کیا ہے:۔"دیوبند میں چار نوری وجود ہیں ان میں سے ایک مولٰینا سید انور شاہ ہیں" (منقول از رسالہ اسوۂ اکابر ص ۳۰)

{ضرب شمشیر بر فتنہ پنج پیر ،صفحہ نمبر52 ،مکتبہ مجددیہ مانکی ضلع مردان}

ایک جگہ لکھتے ہیں:

"مفتی اعظم گولڑہ کے مزید فتوے:۔ضلع جھنگ کے ایک صاحب نے سوال کیا عالم مذکور سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حسینؒ احمد مدنی وسیدؒ انور شاہ دیوبندی وغیرہ کو کافر

قرار دے کران کے قول وفعل وذات پر لعنت کرتا ہے برسر اجلاس عوام الناس کو اس فعل پر بیدار کرتا ہے عرض یہ ہے کہ یہ جماعت قابل لعنت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو مفتی اور اس کے ساتھی متبعین کس جرم کے مستحق ہیں (بینوا و توجروا)

الجواب:۔اشخاص مذکورین مؤمن ہیں اور جو شخص مؤمن کو کافر کہے اور اس پر لعنت کرے وہ کفر ولعنت اسی شخص پر ہوگی۔(غلام محمد عفی عنہ، مقیم گولڑہ شریف)

۳۔مفتی غلام محمد صاحب موصوف ہی ایک دوسرے اسی قسم کے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"واضح ہو کہ علماء دیوبند مسئول عنہم شکر اللہ سعیھم ان کی نیات مبنی برخیز تھیں۔اعنی یہ لوگ نیک نیت تھے اور چند مسائل کی وجہ سے جو لوگ ان کی نسبت زبان دراز ہیں۔ہمیں اس سے خداوند کریم نے محفوظ رکھا ہے اور آئندہ بھی اس کی درگاہ سے ان کے لیے خیر خواہ ہیں۔فقط۔دیکھو رسالہ آئینہ مذہب مطبوعہ برقی پریس جالندھر ص ۳

۳۔ایک اور اسی قسم کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"یہ لوگ سچے باایمان تھے اور جو شخص ان کو کافر کہے وہ خود پورا مؤمن نہیں ہے۔ایسے شخص کے پیچھے اقتداء نہ کرنی چاہیے۔"

"احقر کو اس فتویٰ سے اتفاق ہے"۔(مظہر قیوم سجادہ نشین مکان بقلم خود)

"فقیر کو اس فتویٰ سے پورا اتفاق ہے میں خود مذکورہ بالا حضرات کی اقتداء میں نماز پڑھنے کو بالکل جائز سمجھتا ہوں۔(فقیر سید فیض الحسن نقشبندی سجادہ نشین آلو مہار شریف)

"ناچیز کو اس فتویٰ سے اتفاق ہے ناچیز مندرجہ بالا بزرگان کو باایمان متقی جانتا ہے ان حضرات کو برا کہنے والا لائق امامت نہیں۔(سید احمد قادری سری کوٹی فاضل دیوبند

متوطن ہر پور ہزارہ)

۴۔حضرت پیر مہر علی شاہؒ کے خاص الخاص فیض یافتہ علامہ مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی سابق شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور فرماتے ہیں ''مولانا محمد قاسمؒ صاحب، مولانا رشید احمدؒ صاحب کا زمانہ میں نے نہیں پایا۔مولانا خلیل احمدؒ و مولانا محمود الحسن صاحب کی ایک دفعہ زیارت کی ہے مصاحبت کا اتفاق نہیں ہوا۔مولانا اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کی ایک دفعہ زیارت اور ایک دفعہ وعظ سنا ہے اس سے زیادہ ان حضرات کے ساتھ کسی مصاحبت کا اتفاق نہیں ہوا مگر میرا اعتقاد ان بزرگوں کے متعلق یہ ہے کہ یہ سب علماء ربانیین اور اولیائے امت محمدیہ سے تھے۔احقر کو بعض مسائل میں ان سے اختلاف بھی ہے مگر اعتقاد یہی ہے اور اعتقاد کے اختیار کرنے کا سبب ان کی تصانیف کا مطالعہ ہے اور استفادہ اور قبول عام ہے۔بالخصوص حضرت مولانا اشرف علی تھانوی دامت برکاتہم کے خدمات طریقت پر نظر کر کے شبہ ہوتا ہے کہ شائد وہ اس صدی کے مجدد ہیں فقط ۱۲ جمادی الثانی ۵۵ ۱۳ ھ آئینہ مذہب ص ۳

(۵) مولانا عزیز الرحمن خانصاحب سجادہ نشین و مہتمم یتیم خانہ خالقیہ حال مقیم سرگودھا۔حضرت مولانا مشتاق احمد انبیٹھوی حنفی چشتی کی رائے سے (جو علمائے دیوبند کی تعریف میں ہے) اتفاق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں ''میں کلیہ طور پر متفق ہوں بلکہ حضرت والد صاحب (پیر عبدالخالق صاحب جہانخیلاں والے) کا بھی یہی مسلک تھا۔فقط حوالہ مذکورہ بالا

(٦) مولانا محمد اسمعیل شاہ صاحب مدظلہ العالی سجادہ نشین کرمونوالہ فاضل دیوبند فرماتے ہیں ''غریب تو اکابرؒ دیوبند صاحبان کا تابعدار ہے''۔فقط دیکھو حوالہ مذکورہ

{ضرب شمشیر بر فتنہ پنج پیر ، صفحہ نمبر 54تا55، مکتبہ مجددیہ

مانکی ضلع مردان}

محترم قارئین !ملاحظہ فرمائیں! مندرجہ بالا حوالہ جات میں مشہور زمانہ وہ حضرات جن کو بریلوی اپنا رہبر ورہنما تسلیم کرتے ہیں وہ ہمارے اکابر کی کس طرح تعریف وتوصیف فرمارہے ہیں اوراوکاڑوی اوران کے ہم نواان اکابرین کو برا کہتے نہیں تھکتے۔ہم نے یہ حوالہ جات اصل کتاب کو دیکھ کر لکھے ہیں اوران حوالہ جات کو دکھانے کے ذمہ دار ہیں ۔غلام نصیرالدین سیالوی صاحب جیسے کچھ لوگ ان عبارات کا انکار کرتے ہیں کہ نہیں وہ بزرگ تمہارے اکابر کے بارے میں ایسانہیں کہہ سکتے تو آیئے! ہم ان حوالہ جات کی تائید میں ایک اورحوالہ نقل کرتے ہیں۔

جناب پیرنصیرالدین نصیرصاحب لکھتے ہیں:

"ہمارے حضرت پیرسید مہرعلی شاہ قدس سرہ کسی کلمہ گوکوکافریامشرک کہنے کے حق میں نہیں تھےاورنہ کبھی آپ نے کسی دیوبندی کوکافریامشرک قرار دیا"

{راہ و رسم منزل ھا، صفحہ نمبر 266، مہریہ نصیریہ پبلشرز درگاہ گولڑہ شریف}

اسی طرح پیرمہرعلی شاہ صاحب کی سوانح حیات"مہرمنیر "میں لکھا ہے:

"مولوی اشرف علی تھانویؒ جو ہرمسئلہ کوخالص شرعی نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی تھے"

{مہر منیر، صفحہ نمبر 268، مصنف فیض احمد گولڑوی}

کیوں اوکاڑوی صاحب کیا یہ دونوں حوالہ جات غلط ہیں؟اگرغلط ہیں تو ثابت کیجیئے!کیا جن کتب سے یہ حوالہ جات نقل کیے گئے ان میں موجودنہیں؟اوراگرموجود ہیں تو پھرآپ کے آلہ حضرت اوران کے ہمنواؤں نے کس منہ سے ہمارے اکابرکوکافرکہا۔

اور مندرجہ بالا حوالہ جات میں وہ بزرگ جن کو بریلوی اپنا بڑا مانتے ہیں اور انہوں نے ہماری اکابر کی تکفیر نہیں کی اور پیر مہر علی شاہ صاحب نے تو یہاں تک کہا کہ اگر یہ اکابر مسلمان نہیں تو دنیا میں کوئی مسلمان نہیں۔تو ہمارے اکابر کو ایک مرتبہ چھوڑ وان بزرگوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ جواب کا انتظار رہے گا۔

محترم قارئین! ہمارا مقصد اپنے اکابر کی تعریف میں بریلوی اکابر کی تمام عبارات نقل کرنا نہیں۔اگر آپ مزید عبارات دیکھنا چاہتے ہیں تو" اکابر دیوبند کیا تھے ؟ مصنفہ مناظر اہلسنت مولانا منیر اختر دامت برکاتہم" "حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ" اور "ہدیہ بریلویت" کی طرف رجوع فرمائیں۔بریلوی علماء کی سرد مہری کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف تو ہمارے اکابر کی تائید وتصدیق میں بریلویوں کے علماء و بزرگوں کی صریح عبارات اور عبارات بھی ان کتب سے نقل کی گئیں جو اس وقت عام ملتی ہیں،ان میں تاویل کی جاتی ہے اور ان کو تسلیم نہیں کیا جاتا اور دوسری طرف اپنے احمد رضا خان کے متعلق جھوٹے حوالے گھڑے جارہے ہیں اور سن ۱۹۱۳ء تک کی کتب نہیں رسالوں اور ماہ ناموں کا ذکر کیا جارہا ہے جن کا ملنا بظاہر اس وقت بہت مشکل ہے۔اور یہ حوالہ جات بریلوی علماء میں سے کسی نے بھی نہیں دیکھے بس ایک کتاب سے دوسرے نے اور دوسرے سے تیسرے نے اسی طرح مکھی پر مکھی مارتے ہوئے تمام بریلوی مصنفین اس قسم کے حوالہ جات نقل کرتے چلے آرہے ہیں۔

سفید وسیاہ کے صفحہ نمبر 117 پر اوکاڑوی صاحب نے احمد رضا خان کی تعریف میں زمین وآسمان کے قلابے ملائے ہیں۔لہذا قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ کتاب کے شروع والی بحث میں بریلویوں کے معتمد علیہ پیر قمر الدین سیالوی صاحب کے استاد مولانا معین الدین اجمیریؒ کی احمد رضا خان کے متعلق عبارات گزر چکی ہیں۔جن

سے اس کا کچھ تعارف آپ کو ہو جائے گا۔ لہذا احمد رضا خان کا مزید تعارف دیکھنے کے لیے مجلہ نور سنت کے "کنز الایمان نمبر" میں مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ کا مضمون "تعارف صاحب کنز الایمان" اور مولانا عبد الرحمٰن مظاہری کی کتاب لا جواب "اعلیٰ حضرت احمد رضا خان حیات اور کارنامے" ملاحظہ فرمائیں۔

امی عائشہ صدیقۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں احمد رضا خان کے صریح گستاخانہ اشعار کے دفاع کا جواب

آیئے! اب آگے بڑھتے ہیں اور اوکاڑوی صاحب کے دیگر اعتراضات کی طرف بڑھتے ہیں۔

صفحہ نمبر 117 سے لیکر 121 تک اوکاڑوی صاحب اپنے آلہ حضرت کے حدائق بخشش حصہ سوم میں ام المؤمنین، افضل نساء العالمین، صدیقۃ الکبریٰ، امی عائشہ صدیقہ طیبہ، طاہرہ، مطہرہ ومنورہ کے بارے میں کہے گئے انتہائی غلیظ اور گستاخانہ اشعار کا دفاع کرنے کی ناکام ونامراد کوشش کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ چونکہ حدائق بخشش حصہ سوم آلہ حضرت کی زندگی میں شائع نہیں ہوا اس لیے اسے آلہ حضرت کا کلام کہنا ٹھیک نہیں۔ نیز جس پریس سے شائع کیے گئے وہ مسلمانوں کا نہیں تھا۔ اس لیے ہوسکتا ہے انہوں نے کوئی گڑ بڑ کر دی ہو۔ اور آلہ حضرت کے اس کلام کو جمع کرنے والے محبوب علی خان صاحب نے توبہ کر لی ہے تو سنی دیوبندی اس کے باوجود اس پر اعتراض کیوں کرتے ہیں۔ جواب سے پہلے آیئے! وہ گندے اشعار ملاحظہ فرمایئے! امی عائشہ رضی اللہ عنہا سے بار بار معافی مانگتے ہوئے فقیر یہ اشعار نقل کر رہا ہے۔ فداك ابی وامی یا اماں عائشہؓ اگر آپ کے دشمنوں کو بے نقاب نہ کرنا ہوتا تو آپ کا یہ گنہگار بیٹا کبھی بھی یہ اشعار

نقل نہ کرتا۔محترم قارئین ! آیئے! اوکاڑوی صاحب کے آلہ حضرت کے وہ گندے اشعار ملاحظہ فرمایئے!

تنگ وچست ان کا لباس اور وہ جوبن کا بھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن مرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ وبر
خوف ہے کشتی ابرو نہ بنے طوفانی
کہ چلا آتا ہے حسن اہلہ کی صورت بڑھ کر
خامہ کس قصد سے اوٹھا تھا کہاں جا پہنچا
راہِ نزدیک سے ہو جانب تشبیب سفر
تن اقدس میں لباس آیۂ تطہیر کا ہو
سورۂ نور ہو سر پر گہر آمان معجر!
یَاحُمَیْرَا کا تن پاک پے گلگوں جوڑا
کَلِّمِیْنِیْ کے در آویزۂ گوش اطہر
ہیں کہاں مالنیں سرکار کی عفت حرمت
کہدو مجرے کو بڑھیں پھولوں کا گہنا لیکر
چمن قدس کے بیلے کا جبیں پر چھپکا
نَحْنُ اَقْرَبُ کی چنبیلی سے گلے کا زیور
باغِ تطہیر کی کلیوں سے بنائیں کنگن
آیۂ نور کا ماتھے پہ منور جھومر

{حدائق بخشش ، حصہ سوم، صفحہ نمبر 37، شائع کردہ کتاب خانہ اہل سنت جامع ریاست پٹیالہ مطبوعہ نابھ سٹیم پریس نابھ}

محترم قارئین ! پہلی بات تو یہ ہے کہ ان شروع والے چند گندے اشعار کی وضاحت کی ہمت اس فقیر میں تو بالکل نہیں ۔اس لیے اگر ان کی وضاحت درکار ہو تو کسی لغت اٹھا کر مشکل الفاظ کے معانی دیکھ لیں یا کسی اچھی طرح اردو سمجھنے والے کو بتائیں وہ آپ کو ان کی تشریح کردے گا۔اور یہ نقل کردہ اشعار مسلسل ہیں۔اور''علیحدہ'' لکھنے سے ان اشعار کے گستاخانہ ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ان اشعار میں" یاحمیرا" کا لفظ اس بات کی وضاحت کر دیتا ہے کہ یہ اشعار سیدہ وصدیقۂ کائنات کے لیے ہی کہے جا رہے ہیں۔اس لیے کہ یہ سیدہ کا وہ نام ہے جس سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں پکارا کرتے تھے۔

اوکاڑوی صاحب کی اس بے ہودہ تاویل کو دیکھ کر قارئین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دوسروں پر دن رات گستاخ گستاخ کا فتویٰ لگانے والے یہ" وہابی بریلوی غیر اسلامی" کس قدر گستاخ ہیں کہ جب ان کے سامنے ان کی واضح گستاخی پر مبنی اشعار پیش کیے جائیں تو ان کی ساری کوشش اس بات پر ہوتی ہے کسی طرح سے اپنے آلہ حضرت کو بچائیں۔

ان گندے اشعار کے دفاع میں اوکاڑوی صاحب کی کہی گئی باتوں کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) چونکہ یہ احمد رضا کی زندگی میں نہیں چھپا اس لیے یہ احمد رضا کا کلام نہیں۔

(۲) اس کو مرتب کرنے والے جناب محبوب علی خان صاحب اسکی پروف ریڈنگ نہیں کر سکے اور پریس والے بد مذہب تھے اس لیے اس پر اعتراض نہیں کرنا

چاہیے۔

"(۳)اس کو مرتب کرنے والے جناب محبوب علی خان صاحب نے اپنی طرف سے توبہ نامے بھی شائع کیے لیکن اہل سنت دیوبند والے انہیں پھر بھی معاف نہیں کرتے۔

جواب

آیئے! پہلے ہم بریلوی حضرات کی مستند کتابوں سے ثابت کرتے ہیں کہ حدائق بخشش حصہ سوم احمد رضا کا کلام ہے یا نہیں؟

ڈاکٹر حامد علی بریلوی لکھتے ہیں:

"آپ کا تخلص رضا تھا آپ کا نعتیہ دیوان "حدائق بخشش" کے نام سے تین حصوں میں شائع ہو چکا ہے اور تین چار ایڈیشن نکل چکے ہیں"

{**المیزان امام احمد رضا نمبر، صفحہ نمبر** 447}

مولانا عزیز الرحمٰن بہاولپوری بریلوی لکھتے ہیں:

"مولانا محبوب علی خاں قادری نے امام احمد رضا کا کلام متفرقات سے حاصل کر کے حدائق بخشش حصہ سوم کے نام سے شائع کر دیا، خود ان کا بیان ہے:

مجھے حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کچھ کلام جواب تک چھپا نہیں ہے بڑی کوشش و جانفشانی سے بریلی شریف و مارہرہ مطہرہ و پیلی بھیت و رام پور وغیرہ وغیرہ مختلف مقامات سے دستیاب ہوا جو آج برادران اہل سنت کی خدمت میں حدائق بخشش حصہ سوم کی شکل وصورت میں پیش کر رہا ہوں (محبوب علی خان، مولانا۔ حصہ سوم ص ۱۰)"

{**فیصلہ مقدسہ۔ صفحہ نمبر 4۔ دار النور دربار مارکیٹ لاہور**}

"قصیدۂ مدحیہ سیدتنا حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سات اشعار قصیدہ ام زرع والے مصنفہ حضرت علامہ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پرانی قلمی بوسیدہ بیاض

سے نہایت احتیاط کے ساتھ نقل کیے“

{فیصلہ مقدسہ۔صفحہ نمبر 7۔دار النور دربار مارکیٹ لاہور}

اسی طرح مولوی محبوب علی رضوی حدائق بخشش حصہ سوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

”حدائق بخشش حصہ سوم یہ حاضر ہے۔شائقین ان کی زیارت سے مشرف ہوں۔اور دیکھیں کہ آداب شریعت کی پابندی کے ساتھ زبان کی پاکیزگی، محاورات کی لطافت، الفاظ کی فصاحت، کلام کی بلاغت، عبارت کی رنگینی، مضامین کی دلکشی تشبیہات کی عمدگی، استعارات کی خوبی، علمی اصطلاحات کی تلمیحیں، آیات و احادیث کے اقتباسات غرض شاعری کے تمام لوازم اور ساری خوبیاں سبھی تو جمع فرمادی ہیں“

{حدائق بخشش، حصہ سوم، صفحہ نمبر 7، شائع کردہ کتاب خانہ اہل سنت جامع ریاست پٹیالہ مطبوعہ نابھ سٹیم پریس نابھ}

”افسوس کہ حضور پرنور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین دیوان گم ہو گئے۔جن میں ایک عربی تھا دوسرا فارسی اور تیسرا اردو، اور حدائق بخشش کے دو ہی حصے اس وقت تک طبع ہوئے۔اور اب خدا ورسول جل وعلا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضل وکرم سے حدائق بخشش کا یہ تیسرا حصہ چھپ کر شائع ہوا ہے“

{حدائق بخشش، حصہ سوم، صفحہ نمبر 8، شائع کردہ کتاب خانہ اہل سنت جامع ریاست پٹیالہ مطبوعہ نابھ سٹیم پریس نابھ}

پروفیسر مسعود صاحب جن کی تصدیق خود اوکاڑوی صاحب نے کی ہے اور اوکاڑوی صاحب کی اس کتاب پر بھی جن کی تصدیق موجود ہے اور اوکاڑوی صاحب نے جن پر ایک رسالہ بنام ”مخدوم اہل سنت “ لکھا ہے۔وہ حدائق بخشش حصہ سوم کے

بارے میں لکھتے ہیں:

"چند اشعار رضا خان کے نقل کرنے کے بعد" احمد رضا خان۔ حدائق بخشش حصہ سوم، مطبوعہ بدایوں ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء"

تو اس سے معلوم ہوا کہ دیوان حصہ سوم احمد رضا خان کی زندگی میں شائع ہوا۔

اسی طرح اپنے ایک اور رسالے میں لکھتے ہیں:

"مولانا کفایت علی کافی محدث بریلوی کی ولادت کے تقریباً دو سال بعد ۱۸۵۸ء میں شہید کئے گئے مگر محدث بریلوی کو ان سے اتنی عقیدت و محبت تھی کہ نعتیہ شاعری کا ان کو شہنشاہ کہتے ہیں اور خود کو ان کا وزیر اعظم (احمد رضا خاں: حدائق بخشش، مطبوعہ بدایوں، ج ۳، ص ۹۳، ۹۴)

{محدث بریلوی 40، ادارہ مسعودیہ ناظم آباد کراچی}

دیکھیے! جناب پروفیسر مسعود صاحب نے حدائق بخشش حصہ سوم کو احمد رضا بریلوی کا کلام مانا ہے۔ پہلے حوالہ میں تو صراحتاً مانا ہے اور دوسرے حوالے میں اسی حدائق بخشش حصہ سوم کا حوالہ نقل کیا ہے اور مولوی احمد رضا کا نام بطور مصنف کے لکھا ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ یہ احمد رضا کا کلام نہیں جھوٹ اور دجل کے سوا کچھ نہیں۔

اور یہ بات کہنا "چونکہ یہ حدائق بخشش حصہ سوم چونکہ احمد رضا کے مرنے کے بعد چھپا ہے اس لیے یہ احمد رضا کا کلام نہیں" بھی دفع الوقتی کے سوا کچھ نہیں۔ اس لیے کہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ کلام بھی ان کی وفات کے بعد چھپا ہے۔ تو کیا اس کے بارے میں یہ کہنا درست ہوگا کہ چونکہ یہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد چھپا ہے اس لیے ان کا کلام نہیں۔

ایک مشورہ مزید عرض خدمت سارے فتاوی رضویہ کو آگ لگا دیں کہ سب

فاضل رضا خان کے بعد چھپا ہے ہم صراحت سے حوالہ پیش کر آئے ہیں کہ زندگی میں شائع ہوا تھا۔ اوکاڑوی صاحب ان جھوٹے بہانوں کے ذریعے آپ اپنے آلہ حضرت کو نہیں بچا سکتے۔

اگلی بات کہ ”جناب محبوب علی خان صاحب اس کی پروف ریڈنگ نہیں کر سکے“ تو یہ نرا دجل ہے اس لیے کہ پیچھے حوالہ گزر چکا ہے جس میں خود جناب محبوب علی خان صاحب کا بیان موجود ہے وہ خود کہہ رہے ہیں کہ:

”میں نے یہ اشعار بہت احتیاط سے نقل کیے“

اور یہ کہنا ”پریس والے بدمذہب تھے شاید یہ کام انہوں نے کیا ہو“ لیکن یہ بات بھی جھوٹ ہے۔ کیونکہ اشعار کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خاص امی عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے لکھے گئے ہیں۔

ایک بات اوکاڑوی صاحب نے یہ بھی کہی کہ ”حدائق بخشش حصہ سوم کے مرتب نے توبہ نامے شائع کیے لیکن اہل سنت دیوبند والے پھر بھی اس پر اعتراض کرتے ہیں“ تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ یہ کیسی انوکھی اور نرالی توبہ ہے کہ جرم احمد رضا نے کیا اور توبہ محبوب علی خان صاحب کریں۔ جب تم جرم تسلیم ہی نہیں کرتے تو توبہ کس چیز کی کرتے ہو۔ صرف عوام کی تنقید سے بچنے کے لیے۔ یا تو مانو کہ واقعی احمد رضا سے یہ جرم ہوا ہے۔ لیکن اس کو مانے بغیر ایسے بہانوں سے کام نہیں چلے گا۔ یہ توبہ بھی اس وقت کی گئی جب سنی مسلمانوں نے اس پر اعتراض کیا؟ تو ان اعتراضات سے جان بچانے کے لیے یہ چور دروازہ نکالا گیا لیکن احمد رضا پھر بھی نہیں بچ سکا۔

محترم قارئین! آپ نے دیکھا کہ جب ہماری عبارات کی باری آتی ہے تو بریلوی کہتے ہیں کسی وضاحت اور تاویل کی ضرورت نہیں بس ہم نے کہہ دیا تمہاری

عبارات کفریہ ہیں۔لیکن جب اپنی باری آتی ہے کتنے کتنے بہانے بناتے ہیں۔یہی ان کی اصلیت ہے کہ یہ ایک اصول دوسروں کے لیے تو بناتے ہیں لیکن خود کو اس سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں۔

محترم قارئین ! آپ کو اچھی طرح یاد ہوگا مرحوم جنید جمشید شہید سے لاعلمی میں کچھ غلط کلمات صادر ہو گئے اور جیسے ان کو اس بات کا ادراک ہوا تو انہوں نے فوراً اپنی بات کی تاویل کرنے کی بجائے فوراً علی الاعلان توبہ کی اور اللہ اور تمام مسلمانوں سے بھی اس پر معافی مانگی۔لیکن آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ ان بریلی کے بندروں نے ان کی توبہ کو قبول نہیں کیا اور ان کو اللہ کے راستے میں ملنے والی موت پر بھی جشن منایا اور اپنے خبث باطن کا اظہار کیا۔لیکن اپنے آلہ حضرت کے بارے میں جس نے صراحتاً گستاخی پر مبنی اشعار کہے اور بغیر توبہ کے اس دنیا سے گیا۔اس کے بارے میں تاویلیں کرتے ہیں۔آپ یہیں سے ان کے عشق رسول کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

مروجہ میلاد کے حوالے سے حضرت اقدس گنگوہیؒ کے فتوائے میلاد اور مصنف جہانس پر گستاخی کے الزام کا جواب

صفحہ نمبر 121 سے لیکر 122 تک اوکاڑوی صاحب نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے مصنف جہانس پر یونہی گستاخی رسول کا الزام لگایا ہے۔دراصل مصنف جہانس نے پہلے بریلویوں کے مروجہ میلاد کے متعلق حضرت گنگوہیؒ کا فتویٰ نقل کیا ہے جس کی وضاحت اور اس پر اعتراض کا جواب پیچھے عرض کیا جا چکا ہے۔پھر اس نے مروجہ میلاد میں کی جانے والی بریلویوں کی خرافات میں سے ایک خرافات کا ذکر کیا ہے۔جیسے

اوکاڑوی صاحب نے گستاخی کہا ہے اوکاڑوی صاحب! اگر یہ گستاخی ہے تو گستاخ مصنف جہانس نہیں آپ کا مسلک اور اہل مسلک ہیں کہ آپ لوگ ۱۲ ربیع الاول کے دن میلاد کی آڑ میں یہ سب خرافات کرتے ہیں۔ یہ ہرگز بہتان نہیں۔ اور اگر کوئی اس کا ثبوت دکھانے کی بات کرے کے تو ہم اس کو جواب دیں گے کہ ظاہر ہے ایسی باتیں تحریر میں نہیں لائی جاتیں۔ اگر تحریر میں آجائیں تو ان پر سخت تنقید ہوتی ہے لہذا بریلوی حضرات اس کو تحریر میں نہیں لے کر آئے۔ اور ہمارا ان سے ایک سوال ہے کہ اگر اس خرافات کے تحریر میں نہ آنے کی وجہ سے تم اسے بہتان جانتے ہو تو جو خرافات تحریر میں آچکی ہیں جن میں میلاد کے موقعے پر ڈانس، فلمی گانوں کی ریکارڈنگ، ذکر رسول کی بے ادبی جن کا مفصل و مدلل ثبوت ہمارے" میلاد " پر لکھے جانے والے رسالوں میں موجود ہے۔ ان کا تم نے کیا کر لیا ہے۔ کیا ان تحریر شدہ گستاخیوں کی بناء پر تم اپنا گستاخ ہونا مانتے ہو ؟ اگر نہیں مانتے تو پھر مصنف جہانس کو یہ کہنا کہ اس نے بہتان لگایا یا وہ ثبوت دے بالکل بے کار ہے کہ جن کا ثبوت ہے تم تو وہ بھی نہیں مانتے۔ آیئے میلاد کے موقعے پر ہونے والی خرافات کا ذکر خود بریلویوں ہی کے ایک عالم کی زبانی ملاحظہ فرمائیں! بریلوی شیخ الحدیث جناب غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

" ہم دیکھتے ہیں کہ بعض شہروں میں عید میلاد کے جلوس کے تقدس کو بالکل پامال کر دیا گیا ہے۔ جلوس تنگ راستوں سے گزرتا ہے اور مکانوں کی کھڑکیوں اور بالکونیوں سے نوجوان لڑکیاں اور عورتیں شرکائے جلوس پر پھل وغیرہ پھینکتی ہیں اوباش نوجوان فحش حرکتیں کرتے ہیں۔ جلوس میں مختلف گاڑیوں پر فلمی گانوں کی ریکارڈنگ ہوتی ہے نوجوان لڑکے فلمی گانوں کی دھن پر ناچتے ہیں اور نماز کے اوقات میں جلوس چلتا رہتا ہے۔ مساجد کے آگے سے گزرتا ہے اور نماز کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا اس قسم کے جلوس

میلا د النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقدس پر بدنما داغ ہیں۔ اگر ان کی اصلاح نہ ہو سکے تو ان کو فوراً بند کر دینا چاہیے کیونکہ ایک امر مستحسن کے نام پر ان محرمات کے ارتکاب کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے“

{**شرح صحیح مسلم۔ جلد** 3۔ **صفحہ نمبر** 170، **فرید بک سٹال لاہور**}

لیجیے! اوکاڑوی صاحب منہ مانگی موت۔ میلاد کے موقعے پر ہونے والی خرافات میں سے چند خرافات خود بریلوی شیخ الحدیث کی زبانی ہم نے آپ کے سامنے رکھ دی ہیں۔ لہذا اب تو آپ کو اپنا گستاخ رسول ہونا اپنے منہ سے بھی تسلیم کر لینا چاہیے۔

صفحہ نمبر 123 پر جناب اوکاڑوی صاحب نے پھر وہی باتیں دہرائی ہیں جو وہ اپنی اس کتاب میں بار بار دہراتے ہیں کہ ہم اہل سنت انہیں بلا وجہ مشرک اور بدعتی کہتے ہیں اور جائز و مستحب اعمال پر شرک و بدعت کے فتوے دیتے ہیں۔ جب کہ ایسا ہرگز نہیں ہم ان کے جن جن عقائد یا اعمال کو شرک یا بدعت کہتے ہیں۔ ان کے اپنے علماء کی کتابوں سے بھی ان عقائد و اعمال کا شرک و بدعت ہونا ثابت کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کو ظلم کہنا ہی درحقیقت ظلم ہے۔

کیا ہم بریلویوں کو بلا وجہ قبر پرست کہتے ہیں؟

صفحہ نمبر 124 پر اوکاڑوی صاحب نے مصنف جہانس پر پھر ”بہتان“ کا الزام لگایا ہے۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

”جوہانس برگ سے بریلی پارٹ ا کے ص ۱۵ پر کتابچے کے مصنف نے: سچے سنّی مسلمانوں پر یہ بہتان عظیم لگایا ہے کہ ”سنّی مسلمان اولیاء اللہ کے عرس میں قبروں کا طواف کرتے ہیں، قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اور Shirk practices (اعمال شرک) کرتے ہیں، جب تک سنّی مسلمان اپنے اس فعل سے توبہ نہیں کرتے ان سے

نکاح Allow (جائز) نہیں ہے"۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ ہم پر بہتان عظیم ہے"

جواب

محترم قارئین! ہم اوکاڑوی صاحب کی خدمت میں ایک گزارش تو یہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہم بریلویوں کو سنّی نہیں سمجھتے ،لہٰذا بریلویوں پر کیے گئے کسی اعتراض کو سنیت سے موسوم کرنا بالکل ٹھیک نہیں۔اور جہاں تک بریلویوں کے قبر پرست ہونے یعنی قبروں پر طواف کرنے یا سجدہ کرنے کی بات ہے تو اس کا ثبوت ہم کتاب کے شروع میں پیر نصیر الدین نصیر صاحب کی کتاب ''لطمۃ الغیب" سے دے چکے ہیں ۔نیز اس کا ثبوت بریلویوں کی کتاب ''حج فقیر بر آستانۂ پیر" سے بھی مل سکتا ہے۔اس لیے اوکاڑوی صاحب کا عوام کو دھوکہ دینے کے لیے یہ کہنا کہ ہم اہل سنت انہیں بلاوجہ قبر پرست کہتے ہیں ۔قبروں پر سجدہ کرنے والا یا طواف کرنے والا کہتے ہیں ۔یہ بہتان نہیں بلکہ حقیقت ہے ۔اس کو بہتان کہنا درحقیقت بہتان عظیم ہے۔اگر اوکاڑوی صاحب کو یقین نہیں آتا تو ہم انہیں اپنے ساتھ مشہور درباروں پر لیے چلتے ہیں اور ان کو دکھاتے ہیں کہ واقعی بریلوی عوام وہاں جا کر سجدہ کرتے ہیں یا نہیں؟ اور جب بریلویوں کا مشرک ہونا ثابت ہو گیا اور اوکاڑوی صاحب نے بھی کہا ہے کہ ہر مشرک کافر ہوتا ہے۔تو بتایئے! مصنف جہانس نے یہ کہہ کر کہ ''جب تک یہ لوگ اپنے مشرکانہ افعال سے توبہ نہیں کرتے ان سے نکاح جائز نہیں" کونسی غلطی کی ۔اس موضوع پر پیچھے "تفسیر عثمانی میں آیت اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کے حاشیہ کے تحت لکھی گئی عبارت سے غلط استدلال " کے جواب میں گزر چکا ہے۔

اسی صفحہ پر آگے جا کر اوکاڑوی صاحب نے اپنے قلم سے تقیۃً یا صراحتاً جھوٹ

بولتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے متعلق اپنا جو عقیدہ بیان کیا ہے۔ یہ ہرگز ان کا نہیں۔ بلکہ یہ صرف عوام کی تنقید سے بچنے اور ان کو الو بنانے کے لیے ہے۔ جس کا ثبوت آگے آرہا ہے کہ انہوں نے شرک کی جو تعریف کی ہے وہ اس کے تحت بھی مشرک بنتے ہیں۔

اوکاڑوی صاحب کا شرک کی اپنی کی گئی تعریف سے مشرک ہونے کا ثبوت

صفحہ نمبر 125 پر انہوں نے لسان العرب سے شرک کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں نے اللہ تعالیٰ سے شرک کیا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس نے (اللہ کے سوا) اور کو بھی اللہ تعالیٰ کے ملک وتصرف میں شریک کیا اور شرک کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت میں کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرایا جائے جب کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شریکوں سے پاک ہے۔''

اس کے بعد اگلے صفحے پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''شرک کے ''شرعی معنی'' آپ نے ملاحظہ فرمائے اور شرک کے معنی سے قبل، اللہ سبحانہ کے لیے ہمارا عقیدہ بھی آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ آپ خود ہی کہیے، آپ کا وجدان گواہی دیتا ہوگا کہ ہم سنّیوں کے عقیدوں میں شرک کا شائبہ بھی نہیں''

جواب

الحمدللہ! سنیوں کے عقیدے میں تو شرک کا شائبہ نہیں لیکن تم بریلویوں کا عقیدہ تو شرک سے لبریز ہے۔ تم سنی نہیں بریلوی ہو۔ اور شرک کی تعریف جو اوکاڑوی صاحب نے نقل کی اس کے بعد تو ہمارا وجدان گواہی دیتا ہے کہ واقعی آپ کے عقائد میں صرف

شرک کا شائبہ ہی نہیں بلکہ آپ کے عقائد کو تو شرک کا ''جبال'' کہنا چاہیے اور آپ کی شرک کی نقل کردہ تعریف سے بھی آپ کا مشرک ہونا ثابت ہے۔ملاحظہ فرمایئے: آپکی نقل کردہ تعریف میں ''اللہ کے ملک وتصرف ''میں کسی کو شریک کرنے کو شرک کہا گیا ہے۔(حضرت عثمانیؒ کی عبارت سے استدلال کے جواب کے تحت بتایا جا چکا ہے۔یہ محض انبیاء واولیاء کے واسطے سے نہیں بلکہ براہ راست ان سے مانگتے ہیں اور تمام بریلوی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے مختار کل کا گستاخانہ عقیدہ رکھتے ہیں۔آپ کے آلہ حضرت شیخ جیلانیؒ کو اللہ کے ملک میں شریک ٹھراتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
کیونکہ محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

{**حدائق بخشش، حصہ اول**}

نیز ایک اور مشہور بریلوی جناب امجد علی صاحب مصنف بہار شریعت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کے ملک وتصرف میں شریک کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضور اقدس اللہ عزوجل کے نائب ہیں تمام جہان حضور کے تحت تصرف کر دیا گیا ہے جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں جس سے جو چاہیں واپس لیں تمام جہان میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں تمام زمین ان کی ملک ہے تمام جنت ان کی جاگیر ہے ملکوت السمٰوات والارض حضور کے زیر فرمان جنت و نار کی کنجیاں دست اقدس میں دے دی گئیں۔رزق وخیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔احکام تشریعہ حضور کے قبضہ میں کر دیئے گئے۔کہ جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں۔اور جو فرض چاہیں معاف فرمادیں''

{**بہار شریعت**}

ایک اور بریلوی کتاب میں لکھا ہے:

"رسول اللہ کو پوری خدائی قوت دی گئی ہے۔ جب ہی خدا کی طرح مختار کل ہیں اور نائب کل"

{**شرح استمداد، صفحہ نمبر** 6}

اسی طرح جناب احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"دنیا و آخرت کی ہر چیز کے مالک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں سب کچھ ان سے مانگو، عزت مانگو، ایمان مانگو، جنت مانگو اللہ کی رحمت مانگو"

{**رسائل نعیمیہ، صفحہ نمبر** 146}

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

خدا جس کو پکڑے چھڑا لے محمد
محمد جس کو پکڑیں نہیں چھوٹ سکتا۔

{**رسائل نعیمیہ، صفحہ نمبر** 164}

محترم قارئین! دیکھیے! ان عبارات سے کتنے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بریلوی حضرات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کے ملک وتصرف میں شریک مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرح مختار کل مانتے ہیں۔ دیکھیے! اوکاڑوی صاحب کی شرک کی نقل کردہ تعریف سے بھی ان کا مشرک ہونا ثابت ہوا۔

اوکاڑوی صاحب نے اپنے زعم میں شرک کی تعریف کو ان الفاظ میں بھی بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"ہم ۔۔۔۔۔ اللہ سبحانہ کے نبیوں رسولوں اور ولیوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں ہرگز کسی طرح شریک نہیں مانتے"

{**سفید وسیاہ۔صفحہ نمبر** 125}

بریلویوں کا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کی ذات میں شریک ماننا

آیئے! ہم اوکاڑوی صاحب کے اس جھوٹ سے بھی پردہ اٹھا دیتے ہیں۔اور ہم بتاتے ہیں کہ بریلوی محض اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شریک مانتے ہیں۔بریلویوں کے آلہ حضرت جناب احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں:

جس نے ٹکڑے کیے ہیں قمر کے وہ ہے
''نور وحدت '' کا''ٹکڑا'' ہمارا نبی

{**حدائق بخشش۔حصہ اول۔صفحہ نمبر** 140، **مکتبۃ المدینہ کراچی**}

محترم قارئین! دیکھیے! اس شعر میں احمد رضا خان نے کتنی صراحت کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کے نور کا ٹکڑا یعنی حصہ کہا ہے۔یہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کی ذات میں شریک کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ مفہوم خود آپ کی کتب دیکھنے سے متعین ہو جاتا ہے۔

نوٹ:۔اس شعر میں''وحدت'' سے مراد ذات الٰہی ہی ہے۔اور اس شعر میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا ٹکڑا کہا گیا ہے۔

بریلویوں کا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کی خاص صفات میں شریک ماننا

بریلویوں کا آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق''علم غیب '' کا گستاخانہ عقیدہ، جس کا اقرار خود اوکاڑوی صاحب نے بھی اپنی اسی کتاب سفید وسیاہ کے صفحہ نمبر 110 پر کیا ہے

اور تمام بریلوی اس کا اقرار کرتے ہیں ۔اس کے متعلق بریلوی علماء کی عبارات ملاحظہ فرمایئے!

دو بریلوی علماء؛ سید یوسف ،سید ہاشمی رفاعی کی ترتیب دی ہوئی کتاب میں علم غیب کے متعلق لکھا ہے:

"بغیر کسی شک وشبہ کے ہمارا عقیدہ ہے کہ غیب کا علم اللہ کے ساتھ خاص ہے"

{**اسلامی عقائد۔صفحہ نمبر** 113}

نوٹ :۔اس کتاب کی تصدیق درج ذیل بریلوی علماء نے کی ہے۔شاہ احمد نورانی،محمود احمد رضوی،عبدالقیوم ہزاروی عبدالستار خان نیازی،عبدالحکیم شرف قادری.

اسی طرح مولانا کرم الدین دبیر (جن کو بریلوی علماء نے اپنے اکابر میں شمار کیا ہے وہ) لکھتے ہیں:

"یہ مسئلہ بھی مسلمہ ہے کہ علم ما کان وما یکون خاصہ ذات باری تعالیٰ ہے"

{**آفتاب ھدایت۔صفحہ نمبر** 170}

اسی طرح آپ کے اکابر کی کتاب میں ہے کہ:

"جاننا چاہیے کہ ارکان ایمان ایک تصدیق عند اللہ۔دوم اقرار عند الشرع ہیں۔ایمان کی شرطیں سات (۱) غیب کے ساتھ ایمان رکھنا۔(۲) علم غیب کو خاصہ خدا سمجھنا"

محترم قارئین! ان عبارات میں بنا کسی تخصیص وتقسیم کے مطلقاً "علم غیب کو اللہ تعالیٰ کی خاص صفت قرار دیا گیا ہے" اور اللہ تعالیٰ کی خاص صفات کو غیر اللہ میں ماننے کے متعلق بریلویوں کے معتمد عالم پیر محمد چشتی چترالوی لکھتے ہیں:

"اور جو کلام بھی اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ کو غیر اللہ کے لیے تسلیم کرنے کو مستلزم ہو

کفر ہوتا ہے“

{**اصول تکفیر۔صفحہ نمبر** 279**،نظامیہ کتاب گھر اردو بازار لاہور**}

اسی طرح خود اوکاڑوی صاحب نے بھی لکھا ہے:

”ہم ۔۔۔۔۔اللہ سبحانہ کے نبیوں رسولوں اور ولیوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں ہرگز کسی طرح شریک نہیں مانتے“

{**سفید وسیاہ۔صفحہ نمبر** 125}

محترم قارئین !اللہ تعالیٰ کی عام صفات میں شریک ماننے کا ذکر چھوڑ یے۔ہم تو یہ بات ثابت کررہے ہیں کہ بریلوی آقا مدنی ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں بھی شریک مانتے ہیں۔اوکاڑوی صاحب کی اس عبارت سے بھی پتا چلتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی صفات میں انبیاء واولیاء کو شریک کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔اور ہم نے یہ بات بھی بتا دی ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے اور خود اوکاڑوی صاحب اور تمام بریلوی اللہ تعالیٰ کی اس خاص صفت کو آقا مدنی ﷺ اور تمام انبیاء واولیاء کے لیے مانتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کی خاص صفات میں غیر اللہ کو شریک کرنے کے بارے میں شرک اور کفر کا فتویٰ بھی خود انہی کی زبانی ہم نے نقل کردیا ہے۔لہذا اس ایک مثال سے آپ پر اچھی طرح واضح ہو گیا کہ ہم نے ان کو مشرک اور کافر نہیں بنایا بلکہ یہ خود اپنے بقول بھی مشرک اور کافر ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ پر ایک بہتان

”کہ انہوں نے مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا ہے“

کا جواب

صفحہ نمبر 125 کے حاشیہ میں جناب اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف اپنے شیخ محمد زکریا کاندھلوی کی کتاب "فضائل درود شریف" کے یہ جملے ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیں اور ان کے جواب سے آگاہ فرمائیں۔ان جملوں میں دیوبندیوں وہابیوں تبلیغیوں کے امام نے مومنوں کو اللہ کا شریک فرمایا ہے

(۱)''اس سے بڑھ کر اور کیا اس کی فضیلت ہوگی کہ اس عمل میں اللہ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ مومنین کی شرکت ہے۔"{ص ۶}

(۲)''اس لیے کہ حضور اقدس ﷺ کے اعزا واکرام میں (مخلوق کے ساتھ) اللہ جل شانہ خود بھی شریک ہیں۔"(ص ۷)

جواب

محترم قارئین! اوکاڑوی صاحب کے اس اعتراض سے آپ ان کی علمی حیثیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی آپ ﷺ پر درود بھیجتا ہے لہٰذا درود شریف کی کیا فضیلت ہوگی کہ جو لوگ بھی درود پڑھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔اور "عمل میں شریک ہونے" سے ذات و صفات میں شریک ہونا مراد نہیں۔اگر آپ اپنی نقل کردہ شرک کی تعریف پر ہی غور کر لیتے تو آپ کو اس کا جواب مل جاتا۔کہ شرک کہتے ہیں اللہ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا۔اور یہی جواب دوسری عبارت سے باطل استدلال کا ہے۔ان کا ان دو عبارات پر اعتراض بتلاتا ہے کہ اوکاڑوی صاحب عقل جیسی عظیم دولت سے "فارغ" ہیں۔نیز مولانا زکریاؒ کی عبارت میں "شرکت اور شریک" کا لفظ لغوی معنوں میں استعمال ہوا

ہے۔ اور یہاں ''شریک اور مشرک'' کے الفاظ پر بحث اصطلاح کے حوالے سے ہو رہی ہے لغوی اعتبار سے نہیں۔ لہذا اس عبارت پر اعتراض اوکاڑوی صاحب کی اپنی جہالت کا شاخسانہ ہے۔

اوکاڑوی صاحب کے ایک بہتان ''کہ ہمارے نزدیک محض دو ذاتوں کا ایک صفت میں مشترک ہونا شرک ہے'' کا جواب

صفحہ نمبر 126 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''افسوس کہ لفظ ''شرک '' کے شرعی اور حقیقی مفہوم و معنی کو جانے بغیر صرف لفظ ''شرک '' کی تعریف ان دیوبندیوں وہابی ظالموں نے یہ کر لی کہ ''دو ذاتوں کو ایک صفت میں شریک سمجھنا شرک اور کفر ہے''۔ اگر یہ تعریف بلفظہ درست قرار دی جائے تو مفتیان دیوبند خود بھی شرک اور کفر میں غرق نظر آئیں گے۔ چنانچہ دیوبندیوں وہابیوں کی کی ہوئی اس تعریف کے مطابق توجہ فرمایئے!

''اللہ کا وجود ہے اور انسان کا بھی وجود ہے۔ یعنی (ہونے میں) دونوں کو شریک کہنا پڑے گا''

قارئین! اس کے آگے اوکاڑوی صاحب نے اسی قسم کی مثالیں دی ہیں۔

محترم قارئین! پیچھے آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ وہ اعمال جو بریلویوں میں موجود تھے ان کی نسبت بریلویوں کی طرف کرنے کو اوکاڑوی صاحب نے بہتان کہا لیکن اس عبارت میں انہوں نے اہل سنت پر خود بہتان لگایا ہے۔ کہ ہم اہل سنت کے نزدیک شرک کی تعریف یہ ہے کہ محض دو ذاتوں کو ایک صفت میں شریک سمجھنا۔ حالانکہ یہ بات

بالکل بے بنیاد ہے۔دراصل یہ بہتان عظیم ہے۔جو اوکاڑوی صاحب نے ہم پر لگایا ہے۔ہم اہل سنت اوکاڑوی صاحب اور دیگر بریلویوں کو اس لیے مشرک کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔وہ صفات انبیاء و اولیاء میں مانتے ہیں۔مثال کے طور علم غیب کے بارے میں ایک اور مثال سنیے! بریلویوں کے ایک عالم جناب مفتی اسلم قادری صاحب کے مرتب کردہ فتاویٰ جات انوار شریعت میں لکھا ہے:

"ہر آن اور ہر وقت حاضر و ناظر خداوند کریم لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ کا خاصہ ہے اور وہ ذات لایزال لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ اور اس کے صفات بھی لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ ہیں اور اسی طرح کے صفات ذاتیہ ہیں کسی انبیاء و اولیاء عظام کو شریک کرنا یا ویسا سمجھنا اور اس پر اعتقاد کرنا صریح کفر ہے"

{انوار شریعت جلد 2 صفحہ نمبر 239، ناشر سُنّی دار الاشاعت علویّہ رضویّہ ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد}

محترم قارئین! دیکھیے! اس عبارت میں ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کو اللہ تعالیٰ کا خاصہ کہا گیا ہے۔اب غور کیجیے! بریلوی حضرات انبیاء کو بھی ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھتے ہیں۔پتا چلا کہ یہ ان صفات جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں میں بھی غیر خدا کو شریک کرتے ہیں۔اسی لیے ہم ان کو مشرک کہتے ہیں اور دوسری عبارت میں بھی اس کو کفر کہا گیا ہے۔لہٰذا ہم کوئی زیادتی نہیں کرتے۔

محترم قارئین! خاص اور عام کا فرق مزید سمجھ لیجیے۔ایک صفت عام ہے۔جیسا کہ اوکاڑوی صاحب نے لکھا ہے:

"اللہ سبحانہ سنتا ہے، انسان بھی سنتا ہے۔اللہ سبحانہ دیکھتا ہے اور انسان بھی دیکھتا

ہے"

{**سفید وسیاہ۔صفحہ نمبر** 126}

محترم قارئین! اب اس بات کو سمجھیے!

ایک اللہ تعالیٰ کی سماعت ہے اور ایک عام انسان کی سماعت ہے۔

اسی طرح ایک اللہ تعالیٰ کی بصارت ہے اور ایک عام انسان کی بصارت ہے۔

اب محض اللہ تعالیٰ کے سمیع اور بصیر ہونے اور انسان کے سمیع وبصیر ہونے سے شرک لازم نہیں آئے گا لیکن اگر کوئی کہے کہ جس طرح اللہ سنتا اور دیکھتا ہے اسی طرح دیگر افراد بھی سنتے اور دیکھتے ہیں تو یہ چیز لامحالہ شرک ہے اور ہم بھی اس کو ہی شرک کہتے ہیں۔ اور یہ چیز بریلویوں میں بھی پائی جاتی ہے۔آیئے! اس پر ہم ایک حوالہ بھی عرض کر دیتے ہیں ہم پیچھے بریلوی حضرات کی زبانی یہ بات نقل کر آئے ہیں کہ "حاضر وناظر" اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے۔اب ملاحظہ فرمایئے! بریلویوں کے حکیم الامت اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"السلام علیك ایھا النبی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی جس طرح اللہ کو حاضر وناظر جانے اسی طرح محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو"

{**تفسیر نعیمی: جلد ۱، صفحہ نمبر** 58}

محترم قارئین! عبارت کے ان الفاظ "جس طرح اللہ کو حاضر وناظر جانے اسی طرح محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو" کو غور سے دیکھیں۔آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ بریلوی حضرات ایک صفت کو جس طرح اللہ تعالیٰ کے لیے مانتے اسی طرح آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی مانتے ہیں۔لہذا اوکاڑوی صاحب کا ہم پر یہ محض بہتان ہے کہ "ہم محض دو ذاتوں کو ایک صفت میں مشترک ماننے والے کو شرک سمجھتے ہیں"۔

لہٰذا ہم اہل سنت محض دو ذاتوں کا کسی صفت عام میں شریک ہونے کو شرک نہیں کہتے ، بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ میں دوسروں کو شریک کرنے کو شرک کہتے ہیں۔اور اس کا ثبوت ہم نے خود بریلوی کتب سے بھی دے دیا ہے۔باقی صفات عامہ میں شریک ہونا وہ بھی فقط نام میں نہ کہ حقیقت میں۔دیکھئے !انسان سنتا ہے،دیکھتا ہے،کان وآنکھ سے جبکہ خدا ان اعضاء کے بغیر سنتا دیکھتا ہے،وہ ان اعضاء سے پاک ہے،پھر انسان کا سننا اور دیکھنا محدود ہے اور خدا کا سننا اور دیکھنا لامحدود ہے۔توسمیع وبصیر میں اشتراک فقط اسمی ہے یا لفظی ہے حقیقی نہیں ہے مگر آپ لوگ تو صفات خاصہ میں حقیقی طور پر شریک ٹھہراتے ہو۔

اوکاڑوی صاحب کے ایک بہتان عظیم ”کہ ہم علم غیب اور حاضر وناظر وغیرہ جو کہ اللہ کی خاص صفات ہیں ان کو غیر اللہ کے لیے اس لیے نہیں مانتے کہ نعوذ باللہ ہم انہیں اپنی طرح سمجھتے ہیں“ کا جواب

صفحہ نمبر 127 پر جناب اوکاڑوی صاحب نے یہ بات کہی،اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء واولیاء کو عام لوگوں سے زیادہ صفات دی ہوتی ہیں۔یہ دیوبندی انہیں اپنے جیسا سمجھتے ہیں تو اسی لیے یہ سمجھتے ہیں کہ انبیاء واولیاء کو یہ کمالات حاصل نہیں تھے جو بریلوی مانتے ہیں۔

جواب

محترم قارئین!ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ انبیاء واولیاء جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کچھ خاص صفات عطا کرتے ہیں۔لیکن بریلوی حضرات ان

خصوصیات کا لیبل لگا کر ان کو جو خدائی اختیارات دینا چاہتے ہیں۔ہم ان کو نہیں مانتے۔انبیاء و اولیاء کی شان بہت اونچی ہے لیکن ان میں خدائی اختیارات مان لیے جائیں یہی بات انسان کو مشرک بناتی ہے۔ہم انبیاء و اولیاء میں خدائی اختیارات نہیں مانتے اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ معاذ اللہ ہم انہیں اپنے جیسا خیال کرتے ہیں۔یہ بریلویوں کا ہم پر بہتان عظیم ہے۔جس کو ثابت کرنے سے وہ آج تک قاصر ہیں۔یہ بہتان اسی قسم کا ہے جس طرح کا بہتان عیسائیوں کی طرف سے مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے حالانکہ ہر مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مانتا ہے۔لیکن عیسائیوں کے نزدیک "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ، خدا کا بیٹا کہنا "ان کو ماننا ہے جو اس مشرکانہ اور کافرانہ عقیدے کو نہ مانے عیسائیوں کے نزدیک وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتا۔اسی طرح بریلویوں کے نزدیک اللہ کی خاص صفات کو جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نہیں مانتا ان کے بقول وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانتا۔حالانکہ عیسائیوں کے اعتراض کی طرح بریلویوں کا یہ اعتراض بھی بہتان کے سوا کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

بخاری شریف کی ایک حدیث سے غلط استدلال کا جواب

اس سے آگے اوکاڑوی صاحب نے ایک حدیث نقل کر کے اور اس سے اپنا من مانا استدلال کر کے انبیاء و اولیاء کو خدائی اختیارات سونپنے کی کوشش کی ہے۔حدیث ملاحظہ فرمائیے:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"میرا بندہ نوافل کی کثرت سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں، پھر اس کی سمع میں بن جاتا ہوں جس

سے وہ سنتا ہے، اس کی بصر میں ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ میں ہو جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے، اس کے پاؤں میں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے، اس کی زبان میں ہو جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور اسے عطا کرتا ہوں" (بخاری شریف حدیث نمبر 6502)

اوکاڑوی صاحب نے اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالا کہ:

"چنانچہ اس فرمان الٰہی پر یقین رکھتے ہوئے ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء و اولیاء، بلا شبہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عطا سے روحانی قوتوں اور خصوصی طاقتوں والے ہوتے ہیں اور اللہ کی دی ہوئی قوتوں اور اختیارات سے مخلوق کی مدد کرتے ہیں"

اوکاڑوی صاحب نے اس حدیث سے جو مطلب نکالا ہے وہ اس حدیث سے ہرگز نہیں نکلتا۔ اوکاڑوی صاحب نے تبلیغی نصاب یعنی فضائل اعمال سے وہ حدیث نقل کی ہے لیکن فضائل اعمال ہی میں آگے اس کا مفہوم بھی لکھا ہے وہ نقل نہیں کیا۔ فضائل اعمال کے متعلق اوکاڑوی صاحب نے فرمایا کہ ہم اہل سنت دیوبندی فضائل اعمال کو بظاہر قرآن سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ دراصل یہ اعتراض بالکل جہالت پر مبنی ہے اس لیے کہ فضائل اعمال میں قرآن ہی کی آیات اور احادیث مبارکہ درج ہیں اس لیے اس کو اہمیت دینا قرآن وحدیث ہی کو اہمیت دینا ہے۔ دراصل فضائل اعمال کو اللہ تعالیٰ نے وہ مقبولیت عطا کی ہے کہ وہ قرآن کے بعد سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب ہے۔ تقریباً اہل سنت کی تمام مساجد میں بلکہ پوری دنیا میں مساجد کے اندر نماز کے بعد فضائل اعمال کی تعلیم ہوتی ہے۔ اسی لیے قرآن کے بعد سب سے زیادہ "پڑھے جانے" کو اوکاڑوی صاحب "زیادہ اہمیت دینا" کہہ رہے ہیں۔ جو کہ بالکل خلاف حقیقت اور جھوٹ ہے۔ اوکاڑوی صاحب نے جو حدیث نقل کی ہے اس حدیث کا مطلب قطعاً یہ

نہیں کہ انسان میں خدائی اختیارات آجاتے ہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کوئی گناہ والی چیز نہیں سنتا، دیکھتا نہیں اور اس کے اعضائے بدن حکم الٰہی کے تابع ہوجاتے ہیں اور وہ اللہ کی مرضی کے خلاف نہیں جاتا۔ قارئین! ظاہر ہے حدیث میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ، آنکھ، کان اور پاؤں بن جانے سے حقیقی مفہوم مراد نہیں ورنہ اللہ کا بندے میں حلول ہونا لازم آئے گا جو کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔ لہٰذا اس حدیث کا وہی مطلب ہے جو فقیر نے عرض کر دیا۔

''تصرف'' کے حوالہ سے علماء اہلسنت کی عبارات سے غلط استدلال کا جواب

صفحہ نمبر 128 سے لیکر 130 تک اوکاڑوی صاحب نے علمائے اہل سنت کی تصرفات سے متعلق عبارات، مرثیہ گنگوہی کا ایک شعر، امداد السلوک کی ایک عبارت نقل فرمائی ہے۔ اور ان سے نتیجہ نکالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''موجودہ تبلیغی دیوبندی وہابی علماء مخلوق کے تصرف ہی کے منکر ہیں، مگر ان کے بڑوں کا کہنا ہے کہ اولیاء اللہ تصرفات پر صرف قادر ہی نہیں ہوتے، بلکہ بعد وفات بھی ان کے تصرفات باقی رہتے ہیں اور ان میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ قارئین! خود جان لیں گے کہ موجودہ تبلیغی دیوبندی وہابی لوگ اپنے جن بڑوں کو اپنا امام اور مقتدا کہتے ہیں ان کے وہ بڑے ہی ان موجودہ دیوبندی وہابی تبلیغی لوگوں کو غلط ثابت کر رہے ہیں۔ ملت دیوبند کے ان بڑوں کو صحیح مانا جائے تو ان کے یہ چھوٹے (موجودہ) غلط ثابت ہوتے ہیں اور ان چھوٹوں کو صحیح مانا جائے تو ان کے بڑے غلط ثابت ہوتے ہیں فیصلہ یہ خود ہی کرلیں کہ کون صحیح ہے اور کون نہیں؟ یا تسلیم کرلیں کہ دونوں ہی صحیح نہیں۔

جواب

محترم قارئین !اوکاڑوی صاحب نے یہاں بھی نہایت ہی دجل سے کام لیا ہے۔ہم اہل سنت میں سے کوئی بھی متقدمین یا متاخرین کوئی بھی اولیاء کے تصرفات اور ان کی کرامات کا منکر نہیں البتہ ہم تصرفات سے مراد خدائی اختیارات نہیں لیتے جبکہ بریلوی حضرات تصرفات سے مراد یہ لیتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کو تمام اختیارات دے دیے گئے ہیں جیسا کہ آپ ابھی پیچھے بریلوی حضرات کی عبارات ملاحظہ فرما چکے ہیں جبکہ ہمارے نزدیک تصرف کا مطلب صرف یہ ہے جو اوکاڑوی صاحب کی نقل کردہ عبارت میں موجود ہے کہ:

”مولانا گنگوہی کو ایک ثقہ شخص نے خواب میں دیکھا ،(حضرت گنگوہی نے)فرمایا کہ مجھ کو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے خلافت دے دی۔غالباً اس کا مطلب یہ ہے کہ تصرف کا اذن مل گیا۔وجہ استخلاف (خلافت ملنے کی وجہ) یہی تصرف ہے اور یہ عام نہیں ،بعض بزرگوں کو بعد وفات مل جاتا ہے۔ایک صاحب نے پوچھا کہ وہ کس قسم کا تصرف ہوتا ہے۔(حضرت اقدس تھانویؒ) نے فرمایا مثلاً کسی کو کیفیت باطنیہ حاصل ہو گئی ہو یا اس میں ترقی ہوگئی ہو“۔

قارئین !دیکھیے !ہمارے اکابرین تو تصرف کو سب کے لیے نہیں مان رہے اور جن کے لیے مان رہے ہیں ان سے بھی مراد یہ لے رہے ہیں کہ تصرف سے مراد یہ ہے کہ ان کو کیفیت باطنیہ یعنی انسان کے باطن یعنی دل کو روحانی کیفیات مل جاتی ہیں یا اس میں ترقی ہوجاتی ہے۔محترم قارئین !دیکھیے !ہمارے اکابرین یہاں تصرف سے جو مراد لے رہے ہیں اس سے ہرگز انبیاء و اولیاء کے لیے خدائی اختیارات ثابت نہیں ہوتے۔نیز

مرثیہ گنگوہی کے نقل کردہ شعر سے غلط استدلال کا جواب پیچھے عبارات کے جواب میں گزر چکا ہے۔آخر میں ہم اوکاڑوی صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ الحمدللہ ہمارے بڑے اور چھوٹوں میں کسی ایک کے سچے اور دوسرے کے جھوٹے ہونے کا فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں الحمد للہ دونوں ہی سچے ہیں۔لیکن آپ کو اپنی عقل کے علاج کی اشد ضرورت ہے۔کہ آپ کو دونوں کی بات سمجھ ہی نہیں آتی اور اگر سمجھ آتی ہے تو آپ جان بوجھ کر عوام کو بھٹکانے کے لیے ایسا کرتے ہیں۔

اوکاڑوی صاحب کے بہتان ''دیو بندی نبی کی تعظیم کو شرک کہتے ہیں'' کا جواب

صفحہ نمبر 131 پر اوکاڑوی صاحب نے یہ کہہ کر کے ہم اہل سنت انبیاء کی تعظیم کو شرک کہتے ہیں۔پھر آگے قرآن سے انبیاء کی تعظیم کے متعلق آیات نقل کی ہیں۔اور کہا ہے کہ قرآن انبیاء کی تعظیم کو کہتا ہے اور دیو بندی اس کو شرک کہتے ہیں۔

جواب

تو عرض ہے کہ یہ آپ کا سفید جھوٹ اور ہم اہل سنت پر بہتان عظیم ہے۔ہم ہرگز انبیاء کی تعظیم کو شرک کہنا تو درکنار ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔ہم آپ کے جن عقائد کو شرک کہتے ہیں وہ انبیاء کی توہین پر مشتمل ہیں۔لہٰذا یہ آیات قرآنی سر آنکھوں پر لیکن ان سے غلط استدلال کا آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہونے والا۔

اوکاڑوی صاحب کے بہتان ''دیو بندی بلا وجہ بریلویوں کو قبر پرست کہتے ہیں'' کا جواب

صفحہ نمبر 132 سے لیکر 138 اوکاڑوی صاحب نے پھر وہی بحث چھیڑ دی ہے

کہ ہم تو قبر کو سجدہ نہیں کرتے اور صاحب قبر سے نہیں مانگتے ۔لیکن پھر بھی یہ دیوبندی ہمیں قبر پرست کہتے ہیں ۔ پھر انہوں نے ،قرآن مجید کے غلاف کی تعظیم ،صفا مروہ کی تعظیم اور اکابر اہل سنت کی مدینہ کی اشیاء کی تعظیم کے متعلق عبارات نقل فرمائیں ہیں ۔

جواب

قارئین ! بریلوی حضرات کے قبروں پر سجدہ کرنے کا ثبوت تو شروع میں جناب نصیرالدین نصیر کی کتاب سے پیش کیا جا چکا ہے ۔آیئے ! اب ہم بتاتے ہیں کہ اوکاڑوی صاحب اور دیگر بریلوی حضرات کیا انبیاء و اولیاء سے نہیں مانگتے ،اوکاڑوی صاحب کہہ رہے ہیں کہ ہم صاحب قبر سے نہیں مانگتے ۔لیکن جناب عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

”قول فیصل

اس تفصیل سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ انبیاء و اولیاء سے حصول مقاصد کی درخواست کرنا شرک و کفر نہیں ہے، جیسے عام طور پر مبتدعین کا رویّہ ہے کہ بات بات پر شرک اور کفر کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں“

{**عقائد و نظریات، صفحہ** 186}

قارئین ! دیکھیے !اوکاڑوی صاحب کہہ رہے ہیں ہم انبیاء و اولیاء سے نہیں مانگتے بلکہ اللہ ہی سے مانگتے ہیں جب کہ شرف قادری صاحب انبیاء و اولیاء سے ”حصول مقاصد کی درخواست“ یعنی ان سے اپنی مرادیں مانگنے کو جائز قرار دے رہے ہیں ۔اور اس سے روکنے والوں کو مبتدعین یعنی بدعتی کہہ رہے ہیں ۔اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ ان دونوں میں سے کون سچا ہے؟

اور تعظیم سے متعلق دیگر عبارات اور باتیں جن سے اوکاڑوی صاحب نے غلط استدلال کیا ان کے جواب میں عرض ہے کہ جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ ہم انبیاء و اولیاء یا ان کی قبور کی تعظیم کو شرک نہیں کہتے اور دل و جان سے ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ بس وہاں کیے جانے والے شرکیہ افعال و اعمال کو شرک کہتے ہیں۔ اور آپ نے تعظیم انبیاء و اولیاء و قبور انبیاء اولیاء کے متعلق ہمارے اکابر کی عبارات لا کر ہماری بات کی مزید تائید کر دی ہے۔

بریلویوں کا شرک کی حمایت میں چھوڑے گئے ایک شوشے "کہ اس امت میں تو شرک آ ہی نہیں سکتا" کا جواب اور حدیث کی صحیح تشریح

صفحہ نمبر 138 پر اوکاڑوی صاحب نے ایک حدیث نقل کی ہے:

"اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں" مجھے ہرگز اپنی امت سے شرک کا خوف نہیں مگر یہ اندیشہ ضرور ہے کہ میری امت دنیا سے زیادہ رغبت رکھنے لگے گی"

یہ حدیث شریف (نمبر 4042) بخاری شریف، کتاب المغازی میں موجود ہے۔ بلا شبہ ہم اللہ کے پیارے نبی کی امت ہیں، جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہم سے شرک کا کوئی خوف نہیں تو ان فتویٰ باز مفتیان شرک کے فتوؤں سے ہم ہرگز مشرک نہیں ہو سکتے۔

جواب

محترم قارئین! آیئے! ہم اوکاڑوی صاحب کی پیش کردہ اس حدیث کی تشریح اپنی طرف سے کرنے کے بجائے اکابرین امت کی طرف سے نقل کر دیتے ہیں۔

امام عینیؒ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"معناہ علی مجموعکم لان ذلك قد وقع من البعض والعیاذ باللہ"

ترجمہ: یعنی اس (حدیث) کا مطلب یہ ہے کہ تم ساری امت شرک میں مبتلا نہیں ہوگے کیونکہ بعض امت اس میں مبتلا ہوئی ہے۔

{عمدۃ القاری۔ جلد 8۔ صفحہ نمبر 227۔ الصلوۃ علی اشہید}

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں باب الصلوۃ علی الشھید کی دوسری روایت میں "ما اخاف علیکم ان تشرکوا الخ" کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"أی علی مجموعکم لان ذلك قد وقع من البعض اعاذنا اللہ تعالیٰ"

ترجمہ: یہ حکم ساری امت کے مجموعہ کے لیے ہے کیونکہ بعض افراد مشرک ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

{فتح الباری۔ جلد 3۔ صفحہ نمبر 271، قدیمی کتب خانہ}

اسی طرح امام نووی لکھتے ہیں:

"لا ترتد جملة" (یعنی ساری امت مرتد نہ ہوگی یعنی ساری امت مشرک نہ ہوگی اگر بعض افراد ہو جائیں تو اس حدیث کے خلاف نہیں)

{شرح صحیح مسلم نووی۔ جلد 2۔ صفحہ نمبر 250}

علامہ طاہر پٹنی لکھتے ہیں:

"مرادہ جمیع امته و الا فقد ارتد البعض بعدہ" (یعنی اس حدیث سے مراد تمام امت ہے کیونکہ آپ کے بعد بعض امت کے افراد مرتد ہوئے)

{مجمع بحار الانوار۔ جلد 3۔ صفحہ نمبر 214، مادہ شرک}

قارئین کرام! ہم نے اوکاڑوی صاحب کی نقل کردہ حدیث پر اپنی طرف سے

کچھ کہنے کے بجائے اس کی تشریح محدثین سے نقل کر دی ہے۔جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ تمام امت کبھی بھی شرک میں مبتلا نہیں ہو گی۔یعنی امت کی اکثریت توحید پرست ہو گی۔لیکن بعض امت شرک میں مبتلا ہو گی۔نیز بریلویوں کا مشرک ہونا تو خود انہی کی کتب سے ثابت ہو چکا ہے۔اس لیے بریلوی تمام امت میں نہیں بلکہ بعض میں شامل ہیں۔اس لیے اوکاڑوی صاحب کی نقل کردہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔اور بریلویوں کا مشرک ہونا بھی اپنی جگہ باقی ہے۔

اوکاڑوی صاحب نے آگے "بدعت" کی بحث چھیڑی ہے۔صفحہ نمبر 139 پر وہ لکھتے ہیں:

"یہ اصول ہے کہ (تُعْرَفُ الْاَ شْيَاءُ بِاَ ضْدَادِهَا) "ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے"۔سنت و بدعت دو متقابل چیزیں ہیں۔لغت عرب اور اصطلاح شریعت میں سنت کا معنیٰ "طریقہ" ہے۔احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق وہ طریقہ، ذات رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین اور کامل متبعین کا طریقہ ہے۔لغت کے مطابق "بدعت" ہر نئی پیدا ہونے والی بات (ہر نو پیدا اَمر) کو کہتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں مطلق بدعت وہ امر ہے جو شریعت وسنت سے ثابت نہ ہو۔یعنی بدعت کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ دین میں کوئی ایسا اضافہ (یا کمی) جو قولاً یا فعلاً، صراحتًہ یا اشارۃً شریعت وسنت سے ثابت نہ ہو اور جس عبادت وعادت اور عقیدہ وعمل کا شریعت وسنت سے ثبوت یا دلیل ونظیر مل جائے، اسے ہرگز شرعی بدعت نہیں کہا جائے گا۔متعدد صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب نے کتنے ہی ایسے اعمال و اذکار اور دعاؤں کو اختیار کیا جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہیں کیا تھا، نہ ہی ان کا حکم دیا تھا اور صحابہ کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ اعمال اس "خیر" میں داخل ہیں جو دین اسلام کا مقصود

ہے۔جیسا کہ قرآن پاک میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے **وَافۡعَلُوا الۡخَيۡرَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ** (تم کارخیر کرو اس امید پر کہ تم کامیاب ہو جاؤ)

اوکاڑوی صاحب کی بدعت کی اپنی طرف سے کردہ تشریح کی حیثیت ان کے اپنے علماء کے نزدیک

محترم قارئین !اوکاڑوی صاحب نے بدعت کی تعریف میں کہا ہے" دین میں کوئی ایسا اضافہ (یا کمی)" لیکن ان کے حکیم الامت احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"دینی کام کی قید لگانا محض اپنی طرف سے ہے احادیث صحیحہ اور اقوال علمائے و فقہاء اور محدثین کے خلاف ہے"

{**جاء الحق، حصہ اول۔ صفحہ نمبر** 184}

قارئین !ان بریلوی حضرات کو کیا کہا جائے کہ یہ عقل سے اتنے پیدل ہیں کہ ہم جب انہیں کہتے ہیں تم جو یہ اعمال کرتے ہو مروجہ میلاد وغیرہ یہ خیر القرون میں نہیں تھے لہٰذا یہ بدعت ہیں۔تو اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں یہ پنکھے، ٹیلیفون اور لائٹیں بھی تو اس دور میں نہیں تھیں لہذا یہ بھی بدعت ہیں۔ہم کہتے ہیں کہ یہ عمل دین میں کمی یا اضافہ نہیں ہیں اس لیے لغوی طور پر تو بدعت ہو سکتے ہیں لیکن شرعی طور نہیں ہو سکتے ہیں اور جس بدعت سے منع کیا گیا وہ شرعی ہے نہ کہ لغوی" دین میں اضافہ" کے الفاظ ہماری اختراع نہیں بلکہ حدیث ملاحظہ فرمایئے:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو ردٌ"

اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے طاہر القادری صاحب لکھتے ہیں:

” جو ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات پیدا کرے جو اِس میں سے نہ ہو تو وہ مردود ہے“

{**میلاد النبی**ﷺ **صفحہ نمبر** 708}

محترم قارئین ! حدیث میں ”فی امرنا“ ”اس میں اضافے“ سے مراد ”ای فی دیننا“ ”دین میں اضافہ“ ہے۔لہٰذا اگر بریلوی حضرات ان دنیاوی چیزوں کو شرعی بدعت ثابت کرنا چاہتے ہیں تو پہلے یہ بات ثابت کریں کہ ان دنیاوی چیزوں کے ہونے سے دین میں اضافہ اور نہ ہونے سے دین میں کمی ہوتی ہے۔

لہٰذا اوکاڑوی صاحب نے بدعت کی تعریف میں اہل سنت کے موقف کی تائید کردی۔اور آخر میں انہوں نے جو بات کہی کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی ایسے اعمال کیے جن کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں حکم نہیں دیا تھا۔اس کا جواب آگے اوکاڑوی صاحب کے اپنی اس بات کی تائید میں صحابہ کرام کے نقل کردہ واقعات سے استدلال کے جواب میں آرہا ہے۔

بریلویوں کی ایجاد کردہ بدعات کو ایک حدیث سے ثابت کرنے کا جواب

صفحہ نمبر 140 پر اس سے آگے اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

” حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اسلام میں اچھا طریقہ نکالا تو اس کے لیے اس (طریقہ نکالنے کا) اجر وثواب ہے اور جس قدر لوگ اس طریقے پر عمل کریں گے ان کے ثواب کا مجموعی ثواب بھی (طریقہ نکالنے والے کے لیے) ہے جب کہ بعد والوں کے لیے بھی (اس عمل کے کرنے پر) اجر میں کمی نہیں ہوگی......(مسلم شریف)۔(اس

حدیث کو ص ۱۱۵، تذکرۃ الرشید ج ا میں رشید احمد گنگوہی کے مکتوب میں اور کمالات اشرفیہ ص ۱۱۱۳ اور بوادر النوادر، ص ۵۳ ۳ میں بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے) اس ارشاد گرامی کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ ہر کوئی جو نیا طریقہ چاہے اختیار کر لے بلکہ ہر نئے طریقے کے لیے اسلام میں قواعد وضوابط متعین ہیں، لہٰذا ضروری ولازمی ہے کہ جو نیا طریقہ نکالا جائے وہ اسلام کے قواعد وضوابط اور دلائل وشواہد کے دائرے میں ہو، یعنی ہر نئے طریقے کا شریعت و سنت کے قوانین کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ جس طریقے کو شریعت وسنت اچھا نہ کہے، وہ ہرگز اچھا نہیں ہے۔ مگر اس کا فیصلہ شریعت وسنت کی اصل روح کے مطابق ہوگا، کسی کی محض ذاتی رائے پر نہیں ہوگا۔

جواب

محترم قارئین! حدیث مبارکہ سر آنکھوں پر، لیکن اس حدیث سے اوکاڑوی صاحب کے لیے کچھ فائدہ نہیں۔ کہ نیا طریقہ نکالنے سے مراد دین میں اضافہ نہیں۔ جیسا کہ اوکاڑوی صاحب نے خود ہی فرما دیا کہ "جو نیا طریقہ نکالا جائے وہ اسلام کے قواعد و ضوابط اور دلائل وشواہد کے دائرے میں ہو، یعنی ہر نئے طریقے کا شریعت وسنت کے قوانین کے مطابق ہونا ضروری ہے" فرمائیے! جب وہ کام شریعت وسنت سے ثابت ہے تو وہ دین میں اضافہ کیسے ہوگا؟ اور جب وہ دین میں اضافہ نہیں تو بدعت کیسے ہے؟ لیکن اہل سنت آپ کی ایجاد کردہ جن کاموں کو بدعت کہتے ہیں۔ وہ شریعت وسنت سے ثابت نہیں۔ اور دین میں اضافہ ہیں۔ اگر آپ کے ایجاد کردہ کام سنت ہوں تو پھر جھگڑا ہی کیسا؟ لہٰذا اس حدیث مبارکہ کے جس مفہوم سے آپ کو فائدہ ہو سکتا تھا آپ نے خود ہی اس کا رد کر دیا۔ یہ ہوتی ہے بدعت کی نحوست، کہ جس چیز کو ثابت کرنے کے لیے حدیث

پیش کر رہے ہیں خود ہی اس کی تردید کر رہے ہیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اعمال کو بریلوی بدعات کے دفاع کے لیے پیش کرنے کا جواب

اسی صفحہ سے 141 تک اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا، میں نے جنت میں تیرے قدموں کی چاپ سنی ہے، تو کیا خاص عمل کرتا ہے؟ انہوں نے عرض کی، میں ہر بار وضو کرنے کے بعد دو رکعت ادا کرتا ہوں۔ (بخاری، مسلم، احمد، ترمذی، حاکم) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ حضرت بلال کے اس مبارک عمل کی فضیلت وثواب ظاہر کرنے کیلیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دوسرے صحابہ کے سامنے پوچھا تا کہ سب جان لیں کہ "کارِ خیر" بہر حال کارِ خیر ہے اور اس پر ثواب ہے، چناں چہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال کے اس طریق کو سراہا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ وہ پہلے شہید ہیں، جنہوں نے قید کی حالت میں شہید کئے جانے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرنے کی سنت قائم کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ نماز میں، رکوع سے اٹھتے ہوئے جب "سَمِعَ اللہ لِمَنْ حَمِدَہ" فرمایا تو ایک صحابی (مقتدی) نے "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْد" کے ساتھ ساتھ "حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ" کے الفاظ بھی کہے۔ نماز ختم ہونے پر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کلمات کس نے کہے تھے؟ میں نے تیس سے زائد فرشتوں کو لپکتے دیکھا، ان میں سے ہر ایک فرشتے کی یہ کوشش تھی وہ ان کلمات کو لکھے۔ یعنی ان کلمات کو ادا کرنا بے پناہ اجر وثواب کا موجب ہوا۔ (بخاری ومسلم)

اس طرح کے متعدد واقعات ہیں، جن سے یہ ثابت ہے کہ شریعت وسنت کے دائرہ میں رہتے ہوئے جو کارِ خیر کیا جائے، وہ نیکی ہے اور نیکی کو مطلقاً بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ثابت ہوا کہ شریعت وسنت کے دائرہ میں رہتے ہوئے معاملات میں بہت وسعت ہے۔ ہر وہ امر جس کے مطلوب ہونے کی شریعت وسنت گواہی دے اور نہ وہ کسی نص کے مخالف ہو اور نہ اس سے کوئی شدید فتنہ و فساد پیدا ہو، وہ ہرگز بدعت نہیں ہے۔دین اسلام، ہر زمانے اور ہر علاقے کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے اور زمانوں اور قوموں کے تغیر کے ساتھ ساتھ، نئے نئے واقعات پیش آتے ہی رہتے ہیں اور آتے رہیں گے۔اگر ایسے مسائل کے اسلامی حل کو محض بدعت اور گمراہی قرار دیا جائے تو دین مکمل ضابطہ حیات کیسے رہے گا؟"

جواب

محترم قارئین! ان واقعات سے اوکاڑوی صاحب کے استدلال کو دیکھ کر لگتا ہے کہ اوکاڑوی صاحب کو ابھی تک سنت کے مفہوم کا بھی نہیں پتا، دراصل آقا مدنی ﷺ ایک کام کریں اور صحابہ کرامؓ بھی وہ کام کریں، تو وہ کام سنت بن جاتا ہے۔

آقا مدنی ﷺ صحابہ کرام کو کوئی کام کرتا ہوا دیکھیں لیکن اس سے منع نہ کریں، تو وہ کام بھی سنت بن جاتا ہے۔

اب دیکھیے! صحابہ کرام کے جن کاموں کا ذکر اوکاڑوی صاحب نے کیا وہ سارے حضور ﷺ کے سامنے یا آپ کے زمانے میں ہوئے، اور آپ ﷺ نے ان سے نہیں روکا بلکہ ان پر خوش بھی ہوئے، لہٰذا ان کاموں کا سنت ہونا ثابت ہوا۔صحابہ کرام نے جو بھی کام کیے وہ آقا مدنی ﷺ کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے کیے۔لہٰذا

صحابہ کرام کے ان مبارک و مقدس کاموں کو بریلوی حضرات کی ایجاد کردہ بدعات پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور ویسے بھی" القیاس مظهر لا مثبت " قیاس ظاہر کرتا ہے ثابت نہیں کرتا۔ اور آخری بات جو اوکاڑوی صاحب نے کہی کہ" اسلام میں بڑی وسعت ہے زمانوں اور قوموں کے تغیر کے ساتھ نئے نئے مسائل پیش آتے رہیں گے لہٰذا ان مسائل کو بدعت اور گمراہی نہیں کہا جاسکتا"

یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ اسلام میں بڑی وسعت ہے اور زمانوں اور قوموں کے تغیر کے ساتھ پیش آنے والے مسائل کے حل کو بدعت یا گمراہی نہیں کہا جاسکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ ان نئے مسائل کے حل کو کون بدعت کہتا ہے۔ زمانوں اور قوموں کے تغیر کے ساتھ ساتھ شریعت اور عبادات کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ ورنہ دیگر مذاہب یہودیت و عیسائیت کی طرح اسلام کی اصل شکل بھی مسخ ہو کر رہ جائے۔ '' اسلام میں زمانوں اور قوموں کے بدلنے سے نئے مسائل کے حل کے لیے بہت وسعت ہے " سے مراد یہ ہے کہ جس طرح پہلے دور میں مساجد میں یا گھر وغیرہ آج کی طرح پکے نہیں ہوتے تھے ، ان میں ٹیوب لائٹیں اور پنکھے وغیرہ نہیں ہوتے۔ لیکن آج جب زمانے کے ساتھ ساتھ ان چیزوں کو دریافت کیا گیا تو اسلام ان کے استعمال سے منع نہیں کرتا اور انہیں استعمال کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اسلام میں وسعت سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ عبادات کو بھی بدل دیا جائے جس سے اسلام بدل جائے باقی نئے نئے مسائل کے حل کے لیے فقہ حنفی کافی ہے نہ کہ بدعات۔

بدعت کے حوالے سے اوکاڑوی صاحب کی بہتان بازی اور بدحواسی کا جواب

اسی صفحے پر آگے اوکاڑوی صاحب ہمیشہ کی طرح اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"افسوس ان لوگوں پر جو شریعت وسنت کے مطابق اعمال وافعالِ حسنہ کو بدعت قرار دیتے نہیں تھکتے، وہ ان بدعتوں کی طرف سے غافل ہیں جن کا انجام، ایمان اور اہل ایمان کی تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ مغربی طرزِ حکمرانی جسے "جمہوریت" کہا جاتا ہے بلاشبہ بدترین بدعت ہے اور میلادِ رسول منانے کو بدعت کہنے والے اس طرزِ حکومت کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ یہ اسلام دشمنوں کی مذموم سازش ہے، اس بری بدعت نے مسلمانوں کو شریعت وسنت کی اطاعت کے بجائے اس طاغوت کی اطاعت سکھا دی ہے، جسے "ملکی قانون یا آئین" کا نام دیا جاتا ہے۔ اللہ جل شانہ کے حکم کی تعمیل میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر محبت سے درود وسلام بھیجنے والوں کو "بدعتی" کہنے والے، دین کے یہ خود ساختہ ٹھیکے دار، حکمرانی کے متعلق اس بُری بدعت کے خلاف کچھ نہیں کہتے جس میں کتنے مسلم ممالک مبتلا ہو چکے ہیں، بلکہ پاکستان میں اکثر دیوبندی وہابی علماء صرف اسی جمہوریت کی بالا دستی کے لیے نہ صرف عورت کی حکومت کی حمایت کر رہے ہیں، بلکہ ایک دیوبندی عالم ہی اس عورت کے مشیر کے عہدے پر فائز ہیں، جس کی امارت بلاشبہ قرآن وسنت کے صریح خلاف ہے۔ یہی نہیں وہ تو عورت کی امارت کے جواز پر زور بھی دے رہے ہیں اور عورت کی امارت کو ناجائز کہنے والوں کو برا کہہ رہے ہیں"

جواب

"لعنة اللہ علی الکذبین" اوکاڑوی صاحب نے اپنی مندرجہ بالا عبارت میں صاف صاف جھوٹ بولا ہے۔ ہم کسی بھی ایسے عمل۔ جو شریعت وسنت سے ثابت ہو۔ کو بدعت نہیں کہتے۔ اگر اوکاڑوی صاحب کے پاس ثبوت ہوتا تو وہ پیش کرتے۔ اور

مغربی طرزِ حکمرانی کی جتنی مخالفت ہم نے کی اور اللہ عز وجل کے کرم سے اسلامی خلافت کے احیاء کے لیے جتنی جانی و مالی وقربانیاں ہم نے دیں اور بدستور دے رہے ہیں۔اتنی قربانیاں دور حاضر میں شاید ہی کسی نے دی ہوں۔اور ہم ایسی محفل۔جس میں بغیر قیود کے ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ذکر ولادت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو۔کو جائز و مستحب سمجھتے ہیں اور خود بھی ایسی محافل کا انعقاد کرتے ہیں۔اور آپ کے" مروجہ میلاد"۔جس میں ذکر رسول کی آڑ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی،علمائے اہل سنت کے خلاف گالم گلوچ کی جاتی ہے۔کو اسی لیے بدعت کہتے ہیں کہ اس کا شریعت وسنت سے کوئی ثبوت نہیں۔اور یہ دین میں اضافہ ہے۔اور اسی طرح آپ کا ہم پہ یہ بھی بہتان عظیم ہے کہ ہم درود وسلام پڑھنے والوں کو بدعتی کہتے ہیں۔الحمد للہ ہم خود بھی درود وسلام پڑھتے ہیں۔اور درود وسلام پڑھنے کو ہرگز بدعت نہیں کہتے۔اور مروجہ صلوۃ وسلام عندالاذان کو بدعت اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا شریعت وسنت اور خیر القرون سے کوئی ثبوت نہیں۔لہٰذا یہ تو آپ کے اصول کے مطابق بھی بدعت ہے۔تو بتایئے! کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اوکاڑوی صاحب درود وسلام پڑھنے کو بدعت کہتے ہیں؟اور آپ نے جو کہا کہ علماے اہل سنت دیوبند جمہوریت کی حمایت کررہے ہیں اور ایک دیوبندی عالم جو ایک عورت حکمران کے مشیر بھی رہے ہیں۔پہلے بتایا جاچکا ہے کہ ہم مغربی طرز حکمرانی کی ہرگز حمایت نہیں کرتے۔لیکن اگر الیکشن جیت کر بحیثیت رکن اسمبلی کے اسمبلی میں جاکر کسی عہدے پر فائز ہونا۔مغربی طرزِ حکمرانی کی حمایت ہے تو اپنے فضل کریم،احمد شاہ نورانی،حامد سعید کاظمی اور پیر کرم شاہ صاحب کے صاحبزادے جناب امین الحسنات کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے کہ انہوں نے بھی اسی جرم کا ارتکاب کیا ہے؟۔جناب اوکاڑوی صاحب! ہم نے تو اسلامی خلافت کے احیاء کے لیے جانوں کی قربانی دی ہے۔کیا آپ بھی بتاسکتے ہیں کہ آپ نے مغربی طرز

حکمرانی "جمہوریت" کے خلاف کیا خدمات انجام دی ہیں۔دوسروں پر تو آپ با آسانی طنز و تشنیع کررہے ہیں۔لیکن ذرا اپنے گریبان میں نظر ڈال کر دیکھیں اور اپنے دامن کو بھی دیکھیں کہ وہ کتنا صاف ہے؟ اور اتنی بات یاد رکھیں! موجودہ دور میں جمہوریت کو ہم نے اضطراری حالت میں قبول کیا ہوا ہے اس کے علاوہ ہمارے پاس چارہ نہیں اگر یہ بھی چھوڑ دیں تو ایوانوں میں اور اسمبلی میں کئی قوانین خلاف اسلام بنتے چلے جائیں گے اور ہم بے بس ہونگے۔

بریلویوں کا بدعتی ہونا الزام یا حقیقت

صفحہ نمبر 142 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''جوہانس برگ سے بریلی " کے پارٹ ا ص ۱۰ پر یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ "ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر بدعتی دوزخ میں جائے گا۔" یہ حدیث نقل کرکے کتابچے کے مصنف نے ہمارے بارے میں یہ ثابت کرنا چاہا کہ یہ اہل سنت وجماعت (اس کے بقول) بدعتی ہیں۔یہ بہتان عظیم ہے اور اس بہتان کا وبال ان دیوبندی وہابی ظالموں پر ہے۔

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں بدعت سے مراد وہ (کام) بدعتیں ہیں جن (کاموں) کے صحیح ہونے کے بارے میں شریعت وسنت میں کوئی دلیل ومثال نہ ہو اور جس کام کی صحت، شریعت وسنت سے کسی طرح ثابت ہے، وہ ہرگز بدعت نہیں۔"

جواب

جناب اوکاڑوی صاحب! مصنف جہانس پر بلاوجہ سیخ پا ہونے کی ضرورت نہیں

اس نے آپ کو حدیث کی روشنی میں بدعتی کہا ہے تو بالکل صحیح کہا ہے۔اور آپ نے امام نووی کی حدیث کی جو شرح نقل کی ،اس کی روشنی میں بھی آپ بدعتی بنتے ہیں کہ آپ کی تمام بدعات شریعت وسنت کے مخالف ہیں۔مثلاً اذان سے پہلے صلوۃ وسلام نہ پڑھنا سنت ہے۔جبکہ آپ پڑھتے ہیں۔تو آپ کا ایجاد کردہ یہ عمل سنت کے مخالف ہوا۔جس کی مثال ودلیل خیر القرون سے نہیں ملتی۔اس لیے بدعت ہے اور اسی بناء پر آپ اس حدیث میں ذکر کردہ وعید کی زد میں ہیں۔تو آپ اپنے اصول کے مطابق بھی بدعتی ثابت ہوئے۔ نیز یہ بات بھی کان کھول کر سن لیں ہم آپ بریلویوں کو آپ کے اپنے وضع کردہ اصولوں کی روشنی میں بدعتی کہتے ہیں۔اہل سنت کو ہرگز بدعتی نہیں کہتے ،اہل سنت تو ہم خود ہیں اس لیے اہل سنت کو بدعتی کہنے کا کیا مطلب؟ آپ کو بدعتی کہنا اگر بہتان عظیم ہے تو یہ بہتان آپ خود اپنے اوپر لگا رہے ہیں۔اس لیے ہمیں ظالم کہنے اور ہم پر غصہ نکالنے کے بجائے اپنا گریبان پھاڑیں۔

بدعت کی لغوی تقسیم سے شرعی واصطلاحی بدعات کو سہارا دینے کی اوکاڑوی ناکام کوشش

صفحہ نمبر 142 سے لیکر 143 تک اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”کتاب تہذیب الاسماء واللغات ص ۲۲، ۲۳، ج ۲ پر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے مشہور امام ابومحمد عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی کتاب القواعد سے نقل کیا ہے کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔واجبہ،محرمہ،مکروہ متحبہ اور مباحہ۔انہوں نے ان پانچ اقسام کی تفصیل بھی لکھی ہے۔انہوں نے امام شافعی رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے،وہ فرماتے ہیں:”ایک بدعت سیئہ ہے اور ایک بدعت حسنہ ہے۔بدعت سیئہ وہ ہے جو کسی شرعی دلیل

کے خلاف ہو، ایسی بدعت، بدعت ضلالت ہے۔ اور بدعت حسنہ وہ ہے، جو عہدِ اول کے کسی امر خیر اور شرعی دلیل کے منافی نہ ہو، ایسی بدعت، بدعت حسنہ ہے۔"

جواب

الحمدللہ امام نووی رحمہ اللہ یا امام شافعی رحمہ اللہ کی بات ہمارے مخالف نہیں بلکہ ہماری تائید میں ہے۔ نیز یہ تقسیم بدعت لغت کے اعتبار سے ہے جبکہ آپ کا موضوع بحث لغوی بدعات نہیں اصطلاحی و شرعی بدعات ہیں۔ نیز ان علماء نے بدعت سیئہ کی جو تعریف کی ہے اور اس کو ضلالت بھی قرار دیا ہے۔ وہ آپ کی ایجاد کردہ بدعات پر صادق آتی ہے۔ لہٰذا اس تعریف کی بناء پر بھی آپ بدعتی ٹھہرے۔

بریلویوں کی ایجاد کردہ بدعات کو"للدین" سمجھنے کا جواب

صفحہ نمبر 143 پر آگے اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"حدیث شریف میں بدعت کی مذمت سے پہلے شر الامور محدثاتھا کے الفاظ ہیں۔ (مسلم، مشکوۃ)۔ اللہ کی عطا سے غیب جاننے والے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ارشاد میں (کسی قید کے بغیر تمام) بدعات کو گمراہی قرار دینے پہلے "شر الامور" (برے کاموں) کے الفاظ فرما کر واضح فرما دیا کہ "نئے اچھے کاموں" کو ہر گز بدعت و گمراہی نہیں کہا جائے گا۔ اور جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف کی نقل کردہ دوسری حدیث شریف "مَن اَحدثَ فِی اَمرِ نَا ھٰذا مَا لَیسَ مِنہُ فَھو ردّ" (بخاری و مسلم) میں "فی اَمرِنا" کے الفاظ سے علمائے دیوبند کے مطابق بھی یہ واضح ہو گیا کہ "دین میں" کوئی نئی بات نکالنا غلط ہو گا لیکن "دین کے لیے" نئے انداز وغیرہ غلط نہیں ہوں گے۔ چناں چہ دیوبندیوں کے مشہور مفتی محمد شفیع صاحب اپنی کتاب "سنت و بدعت " کے

ص ۱۱، ۱۲ پر فرماتے ہیں کہ:

’’جو عبادت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کرام سے قولاً ثابت ہو یا فعلاً ،صراحۃً یا اشارۃً ،وہ بھی بدعت نہیں ہوسکتی ......جس کام کی ضرورت عہد رسالت میں موجود نہ تھی ،بعد میں کسی دینی مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے پیدا ہوگئی ،وہ بھی بدعت میں داخل نہیں ،(مزید فرماتے ہیں کہ) احادیث میں ممانعت احداث فی الدین (دین میں نئی بات نکالنے) کی آئی ہے،احداث للدین (دین کے لیے نئی بات نکالنے) کی نہیں۔‘‘

جواب

الحمد للہ! حدیث مبارکہ ہو یا مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت دونوں ہمارے خلاف نہیں؛ بلکہ ہماری تائید اور آپ کی تردید میں ہیں۔ اس لیے کہ آپ کی ایجاد کردہ بدعات ’’احداث فی الدین ‘‘ ہیں ’’احداث للدین ‘‘ نہیں۔اور ’’للدین ‘‘ کی وضاحت ایک مثال سے سمجھیے! جس طرح مساجد میں پہلے وضو کے لیے ٹوٹیاں استعمال نہیں ہوتی تھیں۔لیکن آج استعمال ہوتی ہیں۔تو آج وضو کے لیے ٹوٹیوں کا استعمال ’’للدین ‘‘ یعنی دین کے لیے ہے۔ ’’فی الدین‘‘ دین میں سے نہیں۔یعنی اگر آج کوئی ٹوٹی کے علاوہ کسی اور برتن میں پانی لے کر وضو کرے تو ہرگز کوئی نہیں کہتا کہ اس کا وضو نہیں ہوا۔جب کہ اگر آج کوئی بریلویوں کا مروجہ میلاد نہ منائے تو یہ اس کے بارے میں کہتے ہیں:

’’سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں‘‘

یعنی ان کا مروجہ میلاد نہ منانے والا ابلیس ہے۔تو پتا چل گیا کہ بریلوی اپنی ایجاد کردہ بدعات کو ’’للدین‘‘ صرف دین کے لیے نہیں بلکہ ’’فی الدین‘‘ دین میں سے سمجھتے

ہیں ''یعنی دین کا حصہ سمجھتے ہیں"۔اس لیے کہ محض ''للدین" کیے جانے والے کام کے ترک پر اس قسم کا فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا۔پس ثابت ہوا کہ بریلوی حقیقت میں بدعتی ہیں۔جن کے بارے میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے"کل بدعة ضلالة" "وکل ضلالہ فی النار" ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

بریلوی بدعات کو اکابرین اہلسنت کی عبارات سے سہارا دینے کی ناکام کوشش

صفحہ نمبر 143 کے آخر سے 144 تک اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"اشرفعلی تھانوی صاحب فرماتے ہیں ''بدعت کی حقیقت تو یہ ہے کہ اس کو دین سمجھ کر اختیار کرے،اگر معالجہ سمجھ کر اختیار کرے تو بدعت کیسے ہوسکتا ہے؟ پس ایک احداث للدین ہے اور ایک احداث فی الدین ہے۔احداث للدین معنیً سنت ہے

(الافاضات الیومیہ، ص ۲۴۲ ج ۱، مطبوعہ مکتبہ دانش، دیوبند)

یہی تھانوی صاحب فرماتے ہیں: ''بدعت کبھی واجب ہوتی ہے جیسے ادلّہ کا قیام اور نحو وغیرہ کی تعلیم ،اور کبھی بدعت مستحب بھی ہوتی ہے، جیسے رباط و مدرسہ وغیرہ بنانا اور تمام نیک کام جو پہلے زمانہ میں نہ تھے۔(بوادر النوادر، ص ۷۷۷)

ارواح ثلثہ مرتّبہ جناب اشرفعلی تھانوی ص ۱۳۹، ۱۴۰ پر ہے: ''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت اضافہ نہایت کامل تھی اس لیے صحابہ کی اصلاح باطن کے لیے صرف آپ کی تعلیم کافی تھی اور ان کو اشغال متعارفہ بین الصوفیہ کی ضرورت نہ تھی اور بدون ان

اشغال کے، اصلاح ہو جاتی تھی ۔جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد رفتہ رفتہ یہ قوت مضمحل ہوتی گئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ صوفیہ کو اصلاح باطن، میں اشغال متعارفہ مثل ذکر بالجہر وحبس دم و پاس وغیرہ سے مدد لینے کی ضرورت محسوس ہوئی اور انہوں نے اشغال متعارفہ سے کام لیا۔ یہ اشغال جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھے، اس لیے بدعت تھے، مگر بدعت للدین تھے، یعنی ان امور کو دین میں داخل نہیں کیا گیا تھا، بلکہ جو امور شرعاً مامور بہ تھے، ان کو ان کی تحصیل کا ذریعہ بنایا گیا تھا، اس لیے یہ اشغال للدین تھے نہ کہ داخل دین۔ اس کو یوں سمجھو! ایک طبیب نے نسخہ میں شربت بنفشہ لکھا، مریض کو شربت بنفشہ کی ضرورت ہے، مگر بازار میں شربت بنفشہ نہیں ملتا، اس لیے وہ لکڑیاں لاتا ہے، آگ جلاتا ہے، دیگچی لاتا ہے، شکر لاتا ہے، پانی لاتا ہے، بنفشہ وغیرہ کو دیگچی میں ڈال کر آگ پر پکاتا ہے اور شربت بنفشہ بنا کر نسخہ تکمیل کرتا ہے تو یہ لکڑیاں لانا، آگ جلانا، وغیرہ زیادت فی النسخہ نہیں، بلکہ تکمیل النسخہ ہیں۔ اسی طرح سمجھو کہ تحصیل مرتبہ احسان اور اصلاح نفس شرعاً مامور بہ ہیں اور شریعت نے ان کا کوئی طریق خاص متعین نہیں فرمایا، اس لیے یہ مامور بہ جس طریق مباح (حلال، جائز) سے بھی حاصل ہوں اس طریق کو اختیار کیا جائے اور وہ طریق خاص، جزو دین نہ ہوگا مگر ذریعۂ دین ہوگا۔"

جواب

"احداث فی الدین "اور" احداث للدین" کی وضاحت پہلے کی جا چکی ہے۔ بریلویوں کی ایجاد کردہ تمام بدعات "احداث فی الدین "یعنی" دین میں اضافہ" ہیں۔ اس لیے بدعت سیئہ ہیں ۔ اور بدعت سیئہ" فی الدین "ہوتی ہے اور بدعت حسنہ" للدین "، ہوتی ہے۔ لہٰذا حضرت تھانویؒ کی عبارات سے اوکاڑوی صاحب کو کوئی

فائدہ نہیں ہونے والا۔

بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم کی حقیقت اور بریلویوں کا اپنی بدعات کو بدعت حسنہ کہنے کا جواب

یہ بات تو بتائی جا چکی ہے کہ بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی تقسیم صرف لغت کے اعتبار سے ہے ورنہ مطلق بدعت کے لفظ سے بدعت سیئہ ہی مراد ہوتی ہے۔ نیز ایک بات کی وضاحت ضروری ہے کہ عام طور پر اہل سنت جب لفظ سنت کا استعمال کرتے ہیں تو لغوی بدعت حسنہ اور دیگر اسی قسم کے جائز اعمال کو اس میں داخل سمجھتے ہیں اور جب لفظ بدعت بولتے ہیں تو لغوی بدعت سیئہ اور اس قسم کی دیگر بدعات کو اس میں داخل سمجھتے ہیں۔ اسی لیے ہم بدعت کو حسنہ نہیں کہتے۔ لہٰذا جب ہم بریلوی حضرات کی ایجاد کردہ مروجہ اعمال کو بدعات کہتے ہیں۔ تو ہماری اس سے مرا بدعت سیئہ ہی ہوتی ہے۔ اس لیے جب بھی بریلوی حضرات کے مروجہ اعمال کو بدعت کہا جائے تو اس کی وضاحت قطعاً ضروری نہیں۔ اور یہی طرز رحمت دو عالم، صحابہ کرام اور اولیاء کا ہے۔ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدعت اور بدعتی کی تردید میں جتنی احادیث ہیں جو مثلاً ''کل بدعة ضلالة'' (ہر بدعت گمراہی ہے) یا ''من وقر صاحب بدعة فقد اعان علیٰ هدم الاسلام'' (جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے دین کو گرانے میں اس کی مدد کی) ان احادیث میں بدعت حسنہ وسیئہ کی وضاحت کیے بغیر مطلقاً بدعت کو گمراہی کہا گیا ہے۔

نوٹ: بدعت اور بدعتی کے رد میں اس قسم کی احادیث بریلویوں کی کتاب ''دیوبندیوں سے لاجواب سوالات'' کے آخری رسالہ کے آخر میں درج ہیں۔ لیکن بریلوی حضرات ایک چالاکی کرتے ہیں۔ کہ بدعت کا ترجمہ بدعت سے نہیں

کرتے بلکہ بدمذہبی سے کرتے ہیں۔ بدعتی کے بدمذہب ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن کیا بدمذہب بدعتی نہیں ہوتا؟ اور جب بدعت کا لفظ اردو میں استعمال ہوتا ہے اور اردو کی تقریباً تمام لغات میں "ب اور د" کے الفاظ کے تحت اس کا ذکر ہے۔ تو عربی کا ترجمہ کرتے وقت بدعت کا ترجمہ بدعت کیوں نہیں کیا جاتا اسی لیے کہ یہ خود جو بدعتی ہیں۔ اگر یہ بدعت کا ترجمہ بدعت سے کردیں تو بدعت کی نحوست اور ان کی حقیقت عوام کے سامنے کھل کر آجائے۔ اس لیے یہ عوامی ردعمل سے بچنے کے لیے بدعت کا ترجمہ بدمذہبی سے کرتے ہیں۔ لیکن کیا فائدہ پھر بھی نہیں بچ پاتے۔ بلکہ الٹا بدمذہب بھی ثابت ہوجاتے ہیں۔ القصہ المختصر بدعت کی تقسیم وہ لغوی بدعت کی ہے یعنی نیا ضرور ہے مگر وہ کسی نہ کسی درجے میں شریعت کی ضرورت ہوگا یا پھر کم از کم شریعت کے مخالف نہ ہوگا بخلاف بدعت حقیقیہ کے وہ نہ شریعت کی ضرورت ہوتے ہیں اور نہ ہی شریعت کے موافق۔ اور آسان کر کے عرض کرتا ہوں اہل سنت نئے کام علاج کی خاطر کرتے ہیں اور رضا خانی ثواب کے لیے، اسلاف خیر القرون کو دیکھا جاتا ہے اور علاج کے لئے نہیں۔ مزید تفصیل" دست وگریبان جلد ۳" میں دیکھیں!

آیئے! آگے چلتے ہیں۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں:

"کل بدعة ضلالة وان راه الناس حسنةً" (ہر بدعت گمراہی ہے چاہے لوگ اسے حسنہ (یعنی اچھا) سمجھیں)

{کتاب الباعث علیٰ انکار البدع والحوادث، محدث امام ابو شامہ رحمة اللہ علیہ}

نیز امام ابو شامہ اور ان کی مذکرہ کتاب کا حوالہ بریلوی حضرات نے بھی دیا

ہے۔(ملاحظہ فرمائیں رسائل میلاد محبوب ﷺ صفحہ نمبر 300)

دیکھیے! حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے تو صراحت کے ساتھ فرما دیا کہ کوئی بدعت حسنہ نہیں ہوتی۔

اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سب سے اعلیٰ نصیحت جو فرزند عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ کو اور عام دوستوں کو کی جاتی ہے وہ یہی ہے کہ سنت سنّیہ کی تابعداری کریں اور بدعت سے بچیں۔سعادت مند ہے وہ شخص جو اس دور میں سنّتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے اور رائج بدعتوں میں سے کسی بدعت کو ختم کرے۔اب ایسے جواں مرد کی ضرورت ہے جو سنّت کی مدد کرے اور بدعت کو شکست دے۔بدعت کا جاری کرنا دین کی بربادی کا موجب ہے،اور بدعتی کی تعظیم کرنا اسلام کے گرانے کا باعث ہے۔من وقر صاحب بدعة فقد اعان علیٰ ھدم الاسلام آپ نے سُنا ہوگا سو پورے ارادہ اور کامل ہمت سے اس طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ سنتوں میں سے کوئی سنت جاری ہوجائے اور بدعات میں سے کوئی بدعت دور ہو جائے۔خصوصاً ان دنوں میں اسلام ضعیف ہورہا ہے۔اسلام کی رسمیں جبھی قائم رہ سکتی ہیں کہ سنت کو زیادہ سے زیادہ عام کیا جائے اور بدعت کو ختم کیا جائے۔گذشتہ لوگوں نے شاید بدعت میں کچھ حسن دیکھا ہوگا جو بدعت کے بعض افراد کو مستحسن اور پسندیدہ خیال کیا۔لیکن یہ فقیر اس مسئلہ میں ان سے اتفاق نہیں کرتا اور بدعت کے کسی فرد کو حسنہ نہیں جانتا۔بلکہ سوائے ظلمت وکدورت کے اس میں کچھ محسوس نہیں کرتا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"کل بدعة ضلالة "اسلام کے اس ضعف وغربت کے زمانہ میں کہ سلامتی سنّت کے بجا لانے پر موقوف ہے اور خرابی بدعت کے حاصل کرنے پر وابستہ ہے (فقیر) ہر بدعت کو کلہاڑی کی طرح جانتا ہے جو بنیاد اسلام کو گرا رہی ہے اور سنّت کو چمکنے

والے ستارہ کی طرح دیکھتا ہے جو گمراہی کی سیاہ رات میں ہدایت فرما رہا ہے“

{**مکتوبات امام ربانی، دفتر دوم، صفحہ نمبر 65تا66**}

حضرت مجدد الف ثانیؒ بھی بدعت کو حسنہ نہیں سمجھتے۔لہٰذا ہمارا طرز انبیاء، صحابہؓ اور اولیاء والا ہے۔ہم بھی کسی بدعت کو حسنہ نہیں سمجھتے۔اور امام نوویؒ، امام شافعیؒ یا حضرت تھانویؒ نے جن اعمال کو بدعت حسنہ کہا انہیں داخل سنت سمجھتے ہیں۔اور ہماری اس بات کی تائید بریلوی حضرات کے قلم سے بھی ملاحظہ فرمائیے!

مشہور بریلوی عالم جناب عبدالسمیع رامپوری صاحب لکھتے ہیں:

”یہ کہ (جو لوگ) بدعت کی تقسیم نہیں کرتے وہ بدعت حسنہ کو سُنّت میں داخل کرتے ہیں پس بدعت حسنہ کا لفظ وہی کہے گا جو تقسیم بدعت کا قائل نہ ہوگا وہ بدعتِ حسنہ کو سنّت کہے گا“

{**انوار ساطعہ، صفحہ نمبر 45**}

بریلوی اصول ”کسی کام کی ممانعت نہ ہونا اس کے جائز ہونے کی دلیل ہے“ کا جواب

صفحہ نمبر 145 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”یہاں قارئین کے لیے یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ یہ اصول ہے کہ کسی چیز کا عدمِ وجوب، یا منقول نہ ہونا اس کے عدم جواز کی دلیل نہیں ہوتا، یعنی اگر کوئی کام واجب یا لازمی نہیں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ جائز اور درست بھی نہیں، کیوں کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور اگر کسی چیز یا کام وغیرہ کی ممانعت یا ناجائز ہونا کتاب وسنت سے ثابت نہ ہو، تو اس چیز یا کام کو کوئی محض اپنی ذاتی رائے سے ناجائز یا غلط نہیں بنا سکتا، ورنہ ایسا کرنے والا احداث فی الدین کا مرتکب سمجھا جائے گا؛ کیوں کہ محض اپنی سمجھ

اور ذاتی رائے پر بھروسہ کر کے کسی نیک جائز کام کو برا یا غلط قرار دینا ہرگز کوئی نیکی نہیں بلکہ سنگین غلطی اور بری بدعت ہے"

جواب

جناب اوکاڑوی صاحب! آپ کا اصول بالکل غلط ہے۔ اگر اوکاڑوی صاحب کا یہ اصول سچا ہے تو ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ چار رکعات والی فرض نمازوں میں دوسری رکعت میں تشہد کی حالت میں درود شریف نہیں پڑھا جاتا۔ اور احادیث میں اس سے ممانعت کی دلیل بھی نہیں ہے۔ لہٰذا اگر آپ کے اصول کو سامنے رکھ کر کوئی شخص کہے کہ میں دوسری رکعت میں درود شریف پڑھوں گا اس لیے کہ اس کے عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں۔ تو کیا یہ بات ٹھیک ہے؟

اسی طرح نماز میں ایک رکعت میں دو سجدے کیے جاتے ہیں لیکن اگر کوئی انسان کہے میں ایک رکعت میں تین سجدے کروں گا اور دلیل کے طور پر آپ ہی کی بات کہے کہ چونکہ شریعت میں اس کی ممانعت کی دلیل نہیں اس لیے میں ایسا کر رہا ہوں۔ تو اوکاڑوی صاحب اور دیگر بریلوی علماء کے نزدیک کیا یہ جائز ہوگا؟

آپ کے اصول کہ "عدم وجود یا منقول نہ ہونا اس کے عدم جواز کی دلیل نہیں" کے مطابق تو یہ ٹھیک اور جائز ہونا چاہیے۔ لہٰذا اگر آپ کے اصول کو ٹھیک قرار دے دیا جائے تو قارئین سوچ سکتے ہیں کہ دین کا کیا حال ہوگا؟ دوسری بات کہ اصل اشیاء میں اباحت (یعنی جائز ہونا) ہے۔ یہ قاعدہ عبادات کے متعلق نہیں۔ بلکہ اموال، امور عادیہ اور کھانے پینے والی چیزوں سے متعلق ہے۔ عبادات کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں اصل اباحت ہے۔ جیسا کہ علامہ ابو اسحاق شاطبیؒ فرماتے ہیں:

”لا یصح ان یقال فیما یتعبدہ: انہ مختلف فیہ علی قولین :ھل ھو علی المنع ام علی الاباحۃ ...لان التعبدیات انما وضع الشارع،فلا یقال فی صلوۃ سادسۃ مثلا انھا علی الاباحۃ ،فللمکلف وضعھا علی احد القلین ،لیتعبد بھا اللہ،لانہ باطل باطلاق“

{**الاعتصام: جلد نمبر 1، صفحہ نمبر** 301}

ترجمہ:”عبادات کے متعلق یہ کہنا درست نہیں کہ ان کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ آیا یہ اصل کے اعتبار سے (دلیل آنے سے پہلے)ممنوع ہیں یا مباح کیونکہ عبادت کو شارع (اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)ہی نے مقرر کیا ہے (اور جو شریعت میں ثابت نہ ہو وہ عبادت نہیں ہوگی بلکہ ناجائز اور حرام کام ہوگا)فرض کیجئے کہ اگر کوئی شخص چھٹی نماز ایجاد کرے تو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اصل اباحت ہے کہ اصول سے یہ کام اس کے لیے جائز ہے اور اس کو اس طرح ایجاد کا حق ہے بلکہ اس یہ فعل قطعاً باطل)اور شرعی رو سے نا قابل اعتبار) ہے“۔

محترم قارئین !یہ ہم نے صرف ایک عبارت پیش کی ہے اس کا مفصل جواب ”مجلّہ نور سنت“ کے شمارہ نمبر 7 میں ملاحظہ فرمایا جا سکتا ہے ۔جس میں مفتی محمد ۔۔۔۔۔ دامت برکاتھم نے بریلوی مفتی منیب الرحمن کے ایک فتویٰ کا جواب دیا ہے۔ نیز امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے ”راہ سنت “میں اس پر مفصل بحث کی ہے۔

بدعت کے حوالے سے اوکاڑوی صاحب کی اہلسنت پر

بدحواسی وبدکلامی اور تعریف بدعت کے حوالے سے اعتراض کا جواب

صفحہ 145 سے لیکر 146 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"موجودہ دیوبندی وہابی تبلیغی خود ساختہ علمائے حق کہلانے والے ہرگز اللہ جل شانہ سے نہیں ڈرتے ورنہ اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ وہ نئے معاملات جن میں ایک نظیر کو دوسری نظیر پر محمول کیا گیا وہ ائمہ کی سنت ہیں۔ایسے معاملات میں زبان درازی کرنے والے ان دیوبندی وہابی علماء کا حال یہ ہے کہ کسی ایک نص کو کسی طرح اپنے موافق پاتے ہیں تو فتویٰ داغ دیتے ہیں اور اس ایک نص کے ماسوا دیگر نصوص، قواعد، مطالب، اہل علم کے صحیح بیانات اور صحابۂ کرام اور ان کے سچے کامل متبعین کے ارشادات کو خود اپنی جہالت کے سبب کچھ نہیں گردانتے۔اب لوگوں کا یہ حال ملاحظہ کیجئے! ان سے کہا گیا تم "بدعت" کی تعریف کرو۔ کہنے لگے" جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھی اور اب ہے وہ بدعت ہے" اس تعریف پر ان کی گرفت کی گئی، جب ان کو نظر آیا کہ یہ تعریف تو خود ان کے گلے پڑ رہی ہے تو لفظ بدلنے پر مجبور ہو گئے کہنے لگے" جو کام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہیں ہوا بلکہ بعد میں ہوا، وہ بدعت ہے" اس تعریف سے بھی یہ خود کو شدید بدعتی ہونے سے نہیں بچا سکے تو پھر کہنے لگے کہ" بدعت کے معنی دین میں اضافہ ہے" اس پر بھی یہ ثابت نہ کر سکے کہ اضافہ سے مراد کیا ہے؟ بلکہ شریعت وسنت کے تحت ہر وہ کام اور ہر وہ صحیح بات جس کو یہ لوگ دین میں اضافہ کہتے رہے، وہی کچھ ان کی کتابوں اور ان کے اپنے عمل سے بھی ثابت تھا، تو پھر وہی "چوں کہ، چناں چہ، بالفرض اور یعنی" وغیرہ کے الفاظ سے ہیر پھیر کرنے لگے اور کہنے لگے کہ صرف لفظی نزاع ہے مگر حقیقت اپنا آپ منوا کر

رہتی ہے۔ چناں چہ ان دیوبندی وہابی تبلیغی علماء کو بھی لکھنا پڑا کہ بدعت کی قسمیں ہیں۔ بدعت (حسنہ) اچھی بھی ہوتی ہے اور (سیئہ) بری بھی ہوتی ہے“

جواب

اس عبارت میں بھی اوکاڑوی صاحب نے علمائے اہل سنت کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ ورنہ قارئین تو جان چکے ہوں گے کہ اللہ سے کون ڈرتا ہے اور کون نہیں؟ اور ایک نظیر کو دوسری پر محمول کرنے کو کون بدعت کہتا ہے۔ یہ اوکاڑوی صاحب نے نیا شوشا چھوڑا ہے۔ اور الحمدللہ ہم کسی ایک نص کو اپنے موافق پا کر کسی پر فتویٰ ہرگز نہیں داغتے یہ کام اوکاڑوی صاحب اور ان کے ہم مسلک ساتھیوں کا ہے۔ الحمدللہ قرآن مجید کی تمام نصوص ہی ہمارے موافق ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر خصوصی کرم ہے۔ ہم یہ بات چیلنج سے کہتے ہیں کہ بریلویوں کے عقائد اربعہ پر ان کے پاس قرآن مجید سے اپنے دعوے کے مطابق ایک آیت بھی نہیں ہے۔ اور بدعت کی یہ تعریف کہ جو چیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھی اور اب ہے وہ بدعت ہے۔ یہ بالکل ٹھیک تھی کہ ”چیز“ سے مراد دنیا نہیں دین تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے مراد صحابہ کا زمانہ اور صحابہ کے زمانے سے مراد خیر القرون کا زمانہ تھا۔ لہٰذا آپ کا یہ جھوٹ کہ بریلویوں کی گرفت سے ہم نے بدعت کی تعریف بدل دی، بالکل غلط ہے۔ اس لیے کہ جب تک آپ جیسے بیوقوف نہیں تھے تو اس وقت جب یہ بات کہی جاتی کہ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں نہیں ہوا وہ بدعت ہے۔ تو کام سے مراد دین اور زمانے سے مراد خیر القرون کو لیا جاتا تھا۔ لیکن آج آپ جیسے بیوقوفوں کے پیدا ہونے کے بعد جو کام کو مطلق رکھ کر دنیا کو بھی اس میں شامل سمجھتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور کو صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی تک

محدود رکھتے ہیں۔ان کی تسلی کے لیے ہمیں یہ وضاحت بھی کرنا پڑی۔ہم نے بدعت کی تعریف کو ہرگز نہیں بدلا۔اگر کوئی صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کا نام لیتا ہے؛ کوئی صحابہؓ کے زمانے کا نام لیتا ہے یا کوئی خیر القرون کا نام لیتا ہے تو ان کی مراد الگ الگ نہیں بلکہ ایک ہی ہوتی ہے۔

اہل سنت کی کردہ تعریف بدعت کی تصریح متاخرین علماء سے

آیئے! اس بات پر بھی ایک حوالہ سن لیجئے کہ بدعت کی یہ تعریف کہ "جو چیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھی اور بعد میں پیدا ہوئی وہ بدعت ہے" صرف اہل سنت نے کی ہے یا کسی اور نے بھی کی ہے۔ملاحظہ فرمایئے!

مشہور حنفی عالم حافظ بدرالدین عینی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"والبدعة فى الاصل احداث امر لم يكن فى زمن رسول الله صلى الله عليه وسلّم" ترجمہ: بدعت اصل میں ایسی نو ایجاد چیز کو کہتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی"

{**عمدۃ القاری، جلد 5، صفحہ نمبر 356**}

اوکاڑوی صاحب! دیکھیے! علامہ عینیؒ نے بھی بدعت سے مراد وہ چیز لی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھی۔تو کیا آپ وہی فتویٰ جو اس تعریف کی بناء پر ہم پر لگاتے ہیں علامہ عینیؒ پر بھی لگانا پسند فرمائیں گے؟

ایک حوالہ اس پر بھی ملاحظہ فرمایئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے مراد صحابہؓ کا زمانہ بھی ہے۔ام المؤمنین، افضل نساء العالمین امی عائشہ صدیقۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں:

"سأل رجل النبىّ صلّى الله عليه واسلّم اىّ النّاس خير؟

قال القرن الّذی انا فیہ ثمّ الثّانی ثم الثالث (ترجمہ: ایک شخص نے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے دریافت کیا کہ کون لوگ بہتر ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ وہ قرن بہتر ہے جس میں میں ہوں۔ پھر دوسرا قرن بہتر ہے اور پھر تیسرا"

{**مسلم شریف جلد 2، صفحہ نمبر** 310}

حضرت امام محی الدین ابوزکریا یحیٰ بن شرف النویؒ خیر القرون کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے قرن کے متعدد معانی بیان کرتے ہیں، اور پھر آخر میں لکھتے ہیں:

"والصّحیح ان قرنہ صلّی اللہ علیہ وسلّم الصّحابۃ والثانی التابعون والثالث تابعوھم صحیح بات یہ ہے کہ آپ کے قرن سے حضرات صحابۂ کرامؓ کا قرن اور دوسرے قرن سے تابعینؒ کا قرن اور تیسرے قرن سے تبع تابعینؒ کا قرن مراد ہے"

{**شرح مسلم جلد 2، صفحہ نمبر** 309}

محترم قارئین! دیکھیے! حدیث مبارکہ اور اس کی تشریح سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانہ سے صحابہؓ کا زمانہ مراد ہونا اور خیر القرون کی عظمت کھل کر سامنے آ گئی۔ اس لیے ہمارے اکابرین اس حدیث کے پیش نظر دیگر اکابر علمائے امت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بدعت کی تعریف یہ کرتے ہیں:

"بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو، یعنی قرآن مجید اور احادیث شریف میں اس کا ثبوت نہ ملے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور صحابۂ کرامؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانہ میں اس کا وجود نہ ہو اور اسے دین کا کام سمجھ کر کیا یا چھوڑا جائے"

{**تعلیم الاسلام، حصہ چہارم صفحہ** 27، **مصنف حضرت علامہ مفتی**

کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ}

نوٹ:۔ یا د رہے کہ مفتی کفایت اللہؒ کی عظمت بریلوی حضرات کے ہاں بھی مسلّم ہے۔اس کے لیے اوکاڑوی صاحب کے مصدقہ پروفیسر مسعود صاحب کی کتاب ”تذکرہ مظہر مسعود“ یا پروفیسر صاحب کی مصدقہ ”سیرت انوار مظہریہ“ کا مطالعہ فرمائیں! نیز ان کتابوں کے حوالہ جات ”اکابر دیوبند کیا تھے؟“ مصنف مناظر اہل سنت مولانا منیر احمد اختر صاحب دامت برکاتہم میں بھی مل جائیں گے۔الحمدللہ سنت و بدعت سے متعلق ہمارا موقف واضح اور ثابت شدہ ہے۔اور”چوں کہ، چناں چہ بالفرض اور یعنی“ کی ضرورت اوکاڑوی صاحب سمیت باقی بریلویوں کو ہے ہمیں نہیں ۔جیسا کہ یہ الفاظ لکھنے کے بعد دوسری سطر پر ہی آپ نے لکھا ہے۔”چناں چہ ان دیوبندی“ دیکھیے! حقیقت اپنا آپ منوا کر رہتی ہے۔ہم نے جس چیز سے منع کیا تھا، وہ ہماری کتابوں سے ہرگز ثابت نہیں یہ تو آپ کا دھوکہ تھا جو واضح ہو چکا ہے۔

بدعت حسنہ کے حوالے سے کچھ عبارات سے باطل استدلال کا جواب

صفحہ 146 کے حاشیہ میں جناب اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”واضح رہے کہ علمائے دیوبند نے تبلیغی جماعت اور اس طرح تبلیغ کو بدعت حسنہ لکھا ہے۔ملاحظہ ہو! ”اصول دعوت و تبلیغ“ (مصنفہ جناب عبد الرحیم شاہ) اور دیوبندیوں وہابیوں تبلیغیوں کے امام شاہ اسمٰعیل دہلوی کا فتویٰ ”الدر المنظم“ کے ص ۱۰۴، ۱۰۵ پر موجود ہے۔اس میں بدعت کی دونوں قسموں، حسنہ اور سیئہ کو تسلیم کرتے ہیں اور امام شافعی کا قول نقل کرتے ہیں کہ ”امام شافعی نے فرمایا کہ جو نئی چیز مخالف ہو کتاب وسنت واجماع

امت کی یا کسی اثر کے وہ بدعت ضالہ ہے اور جونئی بات دین میں خیر کی قسم سے ہو اور کتاب وسنت کی بھی مخالف نہ ہو اور نہ خلاف اجماع ہو، وہ بدعت محمودہ ہے۔ حاصل یہ کہ بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے" اسی فتویٰ میں اسمٰعیل دہلوی نے علامہ ابن حجر کے استاد کے حوالے سے یوم میلاد رسول کو عید منانا بھی بدعات حسنہ میں سب سے عمدہ لکھا ہے"

جواب

بدعت حسنہ کی وضاحت پیچھے کی جا چکی ہے اگر ہمارے اکابرین نے تبلیغی افعال کو بدعت حسنہ لکھا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ ہم اس کو داخل سنت سمجھتے ہیں ہمارا اختلاف بدعت یعنی بدعت سیئہ سے ہے۔ اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے بدعت کی دونوں اقسام یا امام شافعیؒ کا قول نقل کیا ہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں جس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے۔ اور حضرت شاہ شہیدؒ نے بریلویوں کے مروجہ میلاد کو بدعت حسنہ نہیں لکھا بلکہ بغیر قیود کے ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ذکر ولادت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لکھا ہوگا۔ جو کہ اہل سنت کے ہاں رائج ہے۔ اگر اوکاڑوی صاحب شاہ شہیدؒ کی عبارت نقل کر دیتے تو واضح ہو جاتا۔ لیکن ان کا عبارت کو نقل نہ کرنا بتا رہا ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے۔

بدعت کے حوالے سے علماء اہلسنت پر ایک بہتان "کہ علمائے دیوبند میں بدعت کا مفہوم متنازع ہے" کا جواب

اسی صفحہ 146 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

" قارئین کے لیے یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہوگی کہ علمائے دیوبند میں بدعت کا مفہوم شروع سے متنازع رہا ہے۔ چناں چہ رشید احمد گنگوہی صاحب نے اپنے

پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کو غیر عالم لکھا اور اپنے پیر و مرشد کے موقف کو غلط قرار دیا اور کہا کہ پیر کو درست کرنا مرید کا کام ہے۔ وہی گنگوہی صاحب تھانوی صاحب کو بھی غلط کہہ رہے ہیں۔ جو ہانس برگ سے بریلی کا مصنف اور موجودہ علمائے دیوبند اپنے اشرفعلی تھانوی کو ”مجدد الملت اور حکیم الامت“ کہتے ہیں جب کہ جناب رشید احمد گنگوہی اپنے مکتوب میں تھانوی صاحب کو لکھتے ہیں۔ ”آپ نے بدعت کے مفہوم کو ہنوز سمجھا ہی نہیں۔“ (تذکرۃ الرشید، ص ۱۲۲ ج ۱)

جواب

اوکاڑوی صاحب نے اپنی اس عبارت میں بھی جھوٹ بولا ہے۔ الحمد للہ بدعت کا مفہوم علمائے اہل سنت میں کبھی متنازع نہیں رہا۔ اور حضرت اقدس گنگوہیؒ نے حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے متعلق صرف یہ کہا کہ ہم طریقت میں ان کے مرید ہیں، شریعت میں نہیں۔ اور حضرت گنگوہیؒ کی تصدیق خود حاجی صاحبؒ نے کی۔ جیسا کہ پیچھے عبارات گزر چکی ہیں۔ دراصل ایک صاف بات کو الجھا کر پیش کرنا، اور کہنے والے کی مراد کے مخالف پیش کرنا ہی اوکاڑوی صاحب اور ان کے ہم مسلک لوگوں کا طریقہ ہے۔ اور حضرت گنگوہیؒ کا حضرت تھانویؒ کی طرف مکتوب اس وقت کا ہے جس وقت ایک موضوع سے متعلق دونوں میں خط و کتابت چل رہی تھی بالآخر حضرت تھانویؒ نے اپنے موقف سے رجوع فرمایا تو اس میں کوئی غلطی نہیں۔ اگر کسی موقف سے رجوع کرنے والے کی اس بات کو جس سے وہ رجوع کر چکا ہو، تنقید کا نشانہ بنانا ٹھیک ہے، تو بریلوی علماء کی کتب سے ہم ایسی کئی مثالیں پیش کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ کچھ حوالے پہلے گزر چکے ہیں۔ پس ایک علمی اختلاف کے متعلق یہ کہنا کہ فلاں نے فلاں کو غلط کہہ دیا۔ تو احناف اور شوافع اور دیگر

مسالک کے متعلق اوکاڑوی صاحب کیا فرمائیں گے؟ کہ احناف شوافع کو اور شوافع احناف کو غلط ٹھہرا رہے ہیں اگر اس علمی اختلاف پر وہ لائق تنقید نہیں تو ہمارے اکابر کس طرح لائق تنقید ہیں؟ علماء میں علمی اختلاف تو شروع سے چلا آرہا ہے اور یہ امت کے حق میں رحمت ہے۔جس سے بہت سے پوشیدہ اور مشکل مسائل حل ہوتے ہیں۔ چونکہ بریلوی حضرات کا علم سے واسطہ نہیں اس لیے وہ جب ہمارے اکابر کے درمیان کوئی علمی اختلاف دیکھتے ہیں تو بہت خوش ہوتے ہیں کہ دیکھو! یہ ایک دوسرے کو غلط کہہ رہے ہیں۔اس کے بارے میں ہم کیا کہیں ان کو چاہیے کہ علم سے لگاؤ پیدا کریں۔لیکن انبیاء و اولیاء سے دشمنی کے بعد علم کہاں آتا ہے؟

اوکاڑوی صاحب کی بدحواسی کا جواب

صفحہ نمبر 146 سے لیکر 147 تک جناب اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”قارئین نے بخوبی جان لیا ہوگا کہ یہ دیوبندی وہابی لوگ محض اپنی ذات کا تحفظ چاہتے ہیں۔دین اسلام کے زریں اصولوں کے تحفظ کی انہیں کوئی پرواہ نہیں۔اسے قدرت کا کرشمہ کہئے کہ ہر وہ کام جس کو محض بدعت اور گمراہی قرار دے کر یہ لوگ ہم سنّیوں پر بدعتی ہونے کا فتویٰ لگاتے ہیں، وہی سارے کام اسی طرح بلکہ کچھ زیادہ شدّ و مد سے یہ خود کرتے ہیں۔ یہ خادم پہلے بھی عرض کر چکا ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ پورے اعتماد اور وثوق سے پھر عرض کر رہا ہے کہ میرے پاس دستاویزی ثبوت موجود ہیں۔میلاد شریف، مجلس ذکر، شہادت سیدنا امام حسین، جلوس، فاتحہ و ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی وغیرہ تاریخ، جگہ، وقت کے اعلان، سالانہ تعین اور تشہیر کے ساتھ عرس و برسی، مزارات پر حاضری وغیرہ کے سب اعمال یہ دیوبندی وہابی تبلیغی خود بھی کرتے ہیں مگر شرک و بدعت

کے فتوے انہوں نے صرف ہم سنّیوں کے لیے محض کر لیے ہیں، جس کا صاف اور واضح مفہوم یہی ہے کہ جو عمل ان کے فتوے کے مطابق غلط ہے وہ کام اگر یہ خود کریں تو جائز ہے اور اگر کوئی دوسرا کرے تو ناجائز ہے۔

جواب

اوکاڑوی صاحب! آپ کی دھوکہ دہی اور دجل کا پردہ چاک ہو چکا ہے۔ یقیناً قارئین نے جان لیا ہوگا کہ محض اپنی ذات کا تحفظ کون چاہتا ہے اور اس کے لیے تمام عالم اسلام کو کفر کے گھاٹ کون اتارتا ہے؟ اور قارئین نے جان لیا ہوگا کہ دین اسلام کے زریں اصولوں کی پرواہ اہل سنت کو نہیں یا بریلویوں کو نہیں؟ ہم سنّیوں پر ہرگز بدعتی ہونے کا فتویٰ نہیں لگاتے البتہ بریلوی جو اپنے ہی اصول وضوابط سے بھی بدعتی ہیں انہیں بدعتی کہتے ہیں۔ اور ہرگز ہم جس کام کے بدعت یا گمراہی ہونے کی بات کرتے ہیں وہ عمل بالکل بھی خود نہیں کرتے۔ ہم آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا ذکر بھی کرتے ہیں، نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جگر گوشۂ بتول رضی اللہ عنہا، سوار دوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذکر بھی کرتے ہیں، ایصال ثواب کے بھی قائل ہیں اور بزرگوں کے مزارات پر برکت کے لیے حاضری بھی دیتے ہیں۔ یہ بات اچھی طرح ذہن نشین فرمالیں کہ ہم ذکر رسول یا ذکر شہادت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ یا ایصال ثواب یا بزرگوں کے مزارات پر برکت کے لیے حاضری کو بدعت یا گمراہی نہیں کہتے۔ بلکہ ہم قیود کے ساتھ، بریلویوں کے مروجہ طریقۂ میلاد کو بدعت کہتے ہیں۔ جن میں بہت سی خرافات کی جاتی ہیں مثلاً "لڑکوں کا ڈانس، فلمی گانوں کی ریکارڈنگ، مرد وخواتین کا اختلاط" جن کا ذکر خود بریلوی حضرات نے بھی اپنی کتب میں کیا ہے۔ جس کا مفصل ثبوت مروجہ میلاد پر لکھے گئے ہمارے رسالوں

میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔اسی طرح ہم بغیر قیود کے ذکر شہادت حسینؓ بدعت نہیں کہتے۔ بلکہ مروجہ خرافات اور قیود کے ساتھ ایسا کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔اور اسی طرح بغیر قیود کے ایصال ثواب کو بھی بدعت نہیں کہتے۔لہٰذا ذکر رسول یا ذکر شہادت حسینؓ، یا ایصال ثواب کو یہ کہنا کہ ہم نے انہیں بدعت کہا اور ہم خود بھی کرتے ہیں۔محض دھوکہ اور دجل ہے۔اوکاڑوی صاحب کا اپنی اس پوری کتاب میں یہی طرز رہا ہے کہ وہ دو مختلف چیزوں کو ایک بتا کر، ایک پر لگا یا گیا فتویٰ دوسرے پر بھی لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔جو عقل و انصاف اور دیانت کے خلاف ہے۔ہم جس کو جائز سمجھ کر کرتے ہیں اس کی کیفیت بالکل اور ہے اس میں کوئی قیود نہیں اور نہ ہی خرافات اور غیر شرعی افعال ہیں۔اور جس کو بدعت کہتے ہیں وہ قیود، خرافات، غیر شرعی افعال سے بھرپور ہے۔لہٰذا ان دونوں کو ایک سمجھ کر ایک دوسرے پر قیاس کرنا اور دونوں کی مختلف ہیئت اور کیفیت کو ایک سمجھ کر ایک کے ناجائز ہونے کو دوسرے پر قیاس کرنا بے عقلی، بدحواسی اور دفع الوقتی کے سوا کچھ نہیں۔

علماءئے اہلسنت دیوبند کے علمائے حق ہونے پر اعتراض کا جواب

صفحہ نمبر 147 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"قارئین کرام! آپ خود ہی کہئے کہ یہ دین کے ساتھ تمسخر کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ اور اس کے باوجود ان کا دعویٰ ہے کہ یہ علمائے حق ہیں، حالاں کہ ان کو دین کے لٹیرے کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ہماری دعا ہے کہ اللہ ان کے شر سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھے"

جواب

اوکاڑوی صاحب! قارئین تو الحمدللہ جان ہی چکے ہیں کہ آپ ہی دین کے ساتھ

تمسخر کرنے والے ہیں اسی لیے تو آپ ایسے ایسے اصول وضع کر رہے ہیں کہ جو کوئی بھی اپنی طرف سے دین میں جس چیز کا بھی اضافہ کرلے یہ کوئی گناہ نہیں اور کوئی بندہ اس سے ثبوت بھی طلب نہ کرے۔تاکہ دین ان بریلویوں کی جاگیر بن کر رہ جائے اور یہ اپنی مرضی سے دین میں ترمیم اور اضافے کرتے رہیں۔اسی سے قارئین نے یہ بھی اندازہ لگا لیا ہوگا کہ الحمدللہ علمائے اہل سنت دیوبند ہی علمائے حق ہیں جو دین کے ہر محاذ پر پہرہ دے رہے ہیں۔اور بریلوی حضرات دین کے لٹیرے ہیں جو دین کے تابع ہونے کے بجائے دین کو اپنے تابع کرنا چاہتے ہیں۔اور ہم شر والے نہیں خیر والے ہیں۔شر والے تو آپ ہیں جیسا کہ آپ کی اس کتاب سے ظاہر ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو آپ اور تمام بریلویوں کے شر سے بچائے اور اپنی پناہ میں رکھے۔

علمائے دیوبند پر بہتان "کہ وہ سادہ لوح عوام کو دین سے دور کر رہے ہیں" کا جواب اور اوکاڑوی صاحب کی کتاب "دیوبند سے بریلی" کی حقیقت اور تبلیغی جماعت پر اعتراض کا جواب

اسی صفحہ 147 سے لیکر 148 تک اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"محترم قارئین! یہ خادم اہل سنت اپنی کتاب "دیوبند سے بریلی (حقائق)" میں عرض کر چکا ہے کہ ان لوگوں کا مقصد مسلمانوں کو روح اسلام سے دُور کرنا ہے اور اس کام کو یہ اپنے غیر مسلم آقاؤں کے اشارے اور ان کی امداد کے بل بوتے پر انجام دے رہے ہیں اور وہ بھولے بھالے مسلمان جو حقائق سے آگاہ نہ ہونے کے سبب ان شاطروں کی مکاریوں کے فریب میں آگئے ہیں انہیں نہیں معلوم کہ یہ دیوبندی وہابی انہی

تباہی کی کن اندھیری غاروں میں پہنچا رہے ہیں۔نمازوں کی تلقین توان کا ظاہری ہتھکنڈا ہے،خود تبلیغی جماعت کے بانی محمد الیاس صاحب کی گواہی پیش خدمت ہے ،اپنی "دعوت" کے ص٦ میں فرماتے ہیں: "میاں مظہر الحسن میرا مدعا کوئی پاتا نہیں ،لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ (تبلیغی جماعت)تحریک صلوٰۃ ہے۔میں بہ قسم کہتا ہوں کہ ہرگز تحریک صلوٰۃ نہیں ہے۔ایک روز بڑی حسرت سے فرمایا،میاں مظہر الحسن !ایک نئی قوم پیدا کرنی ہے"(ص١٩٩،محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ،مرتبہ ابو الحسن علی ندوی ،مطبوعہ مجلس نشریات اسلام کراچی صفحہ نمبر 149 کا حاشیہ)

تبلیغی جماعت پر جناب ظفر احمد تھانوی کے شدید اعتراضات کے لیے"تذکرۃ الظفر" بھی ملاحظہ ہو۔علاوہ ازیں سعودی عرب کے بھی ایک وہابی نجدی مفتی حمود بن عبد اللہ نے"القول البلیغ فی التحذیر من جماعت التبلیغ "کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جسے"دار المصمیعی للنشر والتوزیع "ریاض نے شائع کیا ہے،جس میں تبلیغی جماعت کے قائدین کو مشرک و بدعتی اور تبلیغی جماعت کو منافق اور گمراہ کن جماعت ثابت کیا ہے اور علمائے دیوبند کو مشرک اور دجال قرار دیا ہے۔

کیا فرماتے ہیں دیوبندی وہابی تبلیغی علماء وعوام ،اپنے الیاس صاحب کے اس بیان کے بارے میں ؟ کون سچا ہے؟اگر الیاس صاحب کو سچا کہیں تو یہ سارے تبلیغی جھوٹے ہیں جو تبلیغی جماعت کو تحریک صلوٰۃ کہتے ہیں،اگر یہ سارے خود کو سچا کہیں،تو ان کے بانی جھوٹے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے بچائے"

جواب

محترم قارئین !ہم یہ بات تجربے سے کہتے ہیں۔اگر اوکاڑوی صاحب یا دیگر

بریلوی اپنے گھر کی صفائی شروع کردیں۔تو یقین جانیے ان کے گھر میں اتنا گند جمع ہے کہ اسے صاف کرتے کرتے، انہیں اتنا وقت بھی نہ ملے کہ یہ کسی دوسرے کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکیں۔ بقول شاعر

نہ تھی اپنے گناہوں پے جب نظر، رہے ڈھونڈتے اوروں کے عیب
پڑی اپنے گناہوں پے جب نظر، تو نظر میں کوئی برا نہ رہا

یہ کوئی "بھڑک" یا محض "الزام" نہیں، اس کی کچھ جھلک آپ پیچھے دیکھ چکے ہیں اور کچھ جھلک آگے دیکھ لیں گے۔اوکاڑوی صاحب نے اپنی مذکورہ کتاب "دیو بند سے بریلی" میں جو چالیس عبارتیں پیش کی تھیں اور اس کتاب "سفید وسیاہ" میں بقول خود ان کے انہوں نے ان چالیس عبارات کے مخالف ہماری عبارتیں پیش کی ہیں۔اوکاڑوی صاحب کی پیش کردہ ان عبارات کی وضاحت، ان کا بریلوی علماء سے بے غبار ہونا اور علمائے اہلسنت کی دیگر عبارات کو ان کے مخالف کہنے کا جواب دیا جاچکا ہے۔اوکاڑوی صاحب نے اپنی مذکورہ "دیو بند سے بریلی" کتاب میں دو کام کیے ہیں:

1) چالیس عبارات پیش کی ہیں۔
2) تبلیغی جماعت کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔

پہلے اعتراض و اشکال کا رد ہو چکا ہے۔ آیئے! اب دوسرے اعتراض کا رد سنیے۔ایک جماعت جو عالمی سطح پر پوری دنیا میں دین کا کام کر رہی ہے۔ چند افراد کا اس سے معمولی اختلاف خلاف عقل نہیں۔اوکاڑوی صاحب نے تبلیغی جماعت سے متعلق جو ہمارے اکابر کی عبارات پیش کیں۔ان کا جواب ہم انہیں ان کے آلہ حضرت کی زبان میں دینا چاہیں گے۔ پیچھے فتاویٰ رضویہ کا حوالہ گزر چکا ہے جس میں آلہ حضرت جناب احمد رضا خان صاحب نے کہا تھا:

"خلاف مذہب بعض مشائخ مذہب کے قول پر عمل نہیں کیا جائے گا" (فتاویٰ رضویہ)

ہم بھی آپ کو یہی کہتے ہیں کہ ہمارے مسلک اہل سنت کے اکثر بلکہ تمام علماء، مدارس، خانقاہیں اور جماعتیں "تبلیغی جماعت" کی تائید کرتی ہیں۔ اگر چند لوگ کچھ اختلافات رکھتے بھی ہیں تو ان کی بات کو نہیں مانا جائے گا، لیکن آپ کے آلہ حضرت کے بقول ان کی عزت پھر بھی کی جائے گی، ان کے مشائخ ہونے میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ یہ ایک تو اصولی جواب تھا۔ آیئے! ہم اگلی بات بھی عرض کر دیتے ہیں۔ اوکاڑوی صاحب نے تبلیغی جماعت کے خلاف ہمارے جتنے بھی حوالے دیے، ان میں ان علماء نے تبلیغی جماعت والوں کو کچھ تاکیدیں کی ہیں یا کچھ غلطیوں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن کسی نے بھی ان کو گستاخ یا کافر نہیں کہا لیکن بریلوی حضرات ذرا اپنے گھر کی خبر لیں کہ بریلوی حضرات نے بریلوی جماعت "دعوت اسلامی" کے امیر جناب الیاس عطار صاحب کے متعلق کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ جو کہ بریلوی کتاب "ابلیس کا رقص" صفحہ 42 تا 44 دیکھے جا سکتے ہیں۔ اور ان فتاویٰ جات کا اصل عکس کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ بات اس لیے عرض کر دی کہ کہیں بریلوی یہ نہ کہیں کہ اس میں غلط فتویٰ درج ہے یا کتابت کی غلطی ہے۔ اس کے علاوہ بریلوی علماء کی اکثریت یہاں تک کہ احمد رضا خان کے دربار کے سجادہ نشین اور احمد رضا کے مدرسہ کے دیگر علماء بھی "دعوت اسلامی" کے کٹر مخالفین اور اس پر گستاخی اور کفر کے علاوہ طرح طرح کے فتوے لگاتے ہیں۔ جس کی تفصیل آپ کو درج ذیل بریلوی کتب میں مل سکتی ہے:

دعوت اسلام سے پرہیز کیوں؟

دعوت اسلامی کے قدم وہابیت کی جانب کیوں؟

دعوت اسلامی کا تجزیاتی مطالعہ

کالی آندھی

ابلیس کا رقص

مکتوب ابوداؤد

اس کے علاوہ بریلوی رسالہ "رضائے مصطفیٰ" کے اکتوبر ۲۰۰۹ء کے شمارہ میں ضیغم بریلویت حسن علی رضوی کا دعوت اسلامی کے خلاف مضمون ''خدارا! اہلسنّت کو خلفشار وانتشار اور گروہ بندی سے بچائیں" چھپ چکا ہے، ماہنامہ سنی آواز ناگپور میں سید محمد حسینی اشرفی مصباحی کا مضمون بنام "دعوت اسلامی مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمان نہیں" تین قسطوں میں چھپ چکا ہے۔ جس کی پہلی قسط نومبر۔ دسمبر 2012ء کے شمارے میں چھپی تھی، اس کے علاوہ بھی "دعوت اسلامی" کے خلاف بریلوی علماء بہت سی کتب لکھ چکے ہیں۔ بحر حال جو سلوک ان بریلویوں نے "تبلیغی جماعت" کے ساتھ کیا تھا۔ آج وہی حشر انہوں نے اپنی "دعوت اسلامی" کا بھی کیا ہے۔ دراصل یہ خدائی قہر ہے جو ان پر برس رہا ہے۔ یہ "تبلیغی جماعت" والوں کو مساجد سے نکالتے تھے۔ ''ابلیس کا رقص " کے صفحہ 60 پر ایک بریلوی مفتی کا فتویٰ موجود ہے جس کے اوپر عنوان دیا گیا ہے "فتویٰ باتعلق۔ عطاریوں کو مساجد سے نکال دیا جائے" دیکھیے! یہ تبلیغی جماعت کو مساجد سے نکالتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا فیض تمام عالم میں پہنچا دیا۔ لیکن خود ان کی وہ جماعت جو انہوں نے تبلیغی جماعت کے مقابلے میں بنائی، اس کا حال یہ ہے کہ اسے خود بریلوی اپنی مساجد میں ٹھہرانے کو تیار نہیں اور اسے مساجد سے نکالنے کے متعلق فتوے دے رہے ہیں۔ قارئین! فقیر کے سامنے "دعوت اسلامی " کے خلاف بریلوی حضرات کے اتنے حوالہ جات ہیں کہ فقیر سوچ رہا کسے نقل کرے اور کسے چھوڑے تمام کی تمام

کتب ہی دیکھنے کے قابل ہیں۔جن کے دیکھنے سے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ بریلوی جو گڑھا ہمارے لیے کھودتے ہیں اس میں خود ہی جا گرتے ہیں۔مثال کے طور پر ایک بات ملاحظہ فرمائیں! ہماری ایک بات نقل کی گئی ہے کہ غیر عالم کو بیان یا وعظ وغیرہ نہیں کرنا چاہیے۔دیکھیے" دعوت اسلامی " کے مبلغین جن میں سے اکثر عالم نہیں ہوتے اور وہ بھی وعظ کرتے ہیں۔اس کے بارے میں احمد رضا خان صاحب سے سوال کیا گیا۔ملاحظہ فرمائیے:

"عرض: کیا واعظ کا عالم ہونا ضروری ہے؟

غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔"

{**ملفوظات اعلیٰ حضرت صفحہ** 12}

دیکھیے! جو بات تبلیغی جماعت کے متعلق نقل کی گئی وہی بات جناب احمد رضا خان کی" دعوت اسلامی" کے غیر علماء واعظین پر آ گئی۔یہ صرف ایک مثال عرض کر دی گئی۔ہم تو اپنے اعتراض کا جواب دے چکے۔لیکن دیکھتے ہیں بریلوی اپنے اوپر ہونے والے اعتراضات یا اپنے اعتراضات کے جوابات کے کیا جوابات دیتے ہیں؟ یہ جو بھی جواب دیں گے آپس میں مزید الجھیں گے۔اور یہ بغض اہل سنت ہی کا نتیجہ ہے۔جس نے انہیں ذلت کے اس کنارے پر لا کھڑا کیا ہے۔" دیوبند سے بریلی" کے اس اعتراض کے جواب کے بعد آیئے اب اوکاڑوی صاحب کی عبارت کا مفصل جواب ملاحظہ فرمائیے!

اوکاڑوی صاحب نے فرمایا ہے کہ ہم اپنے غیر مسلم آقاؤں کے اشارے اور ان کی امداد کے بل بوتے پر لوگوں کو روحِ اسلام سے دُور کر رہے ہیں۔محترم قارئین! ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ اپنے پیسے خرچ کر کے، اپنا وقت خرچ کر کے لوگوں کو دین متین سکھانے والے، ہزاروں کی تعداد میں تحفظ ختم نبوت، تحفظ ناموس صحابہؓ واہل بیتؓ ، اور

نظامِ خلافت راشدہ کے نفاذ کی خاطر اپنی جانیں لٹانے والے، لوگوں کو اسلام سے دُور کر رہے ہیں یا صبح وشام کبھی چالیسویں کبھی تیجے، کبھی ساتویں کے نام پر عوام الناس کے مال غصب کرنے والے، بدعات کو عام کر کے دین کی اصل کو مسخ کرنے والے، شیعی عقائد عام کرنے والے، اپنے علاوہ تمام امت مسلمہ کو کافر بتانے والے، لوگوں کو رُوحِ اسلام سے دور کر رہے ہیں؟ فیصلہ آپ کریں۔ علاوہ ازیں کسی غیر مسلم نے ہماری امداد کی ہو، کیا اوکاڑوی صاحب اس کا ثبوت دے سکتے ہیں؟ جناب امریکہ سے امت کو لڑانے کے لیے ڈالر تو آپ کے محدث اعظم کے بیٹے "فضل کریم" کو مل رہے ہیں۔ جس کا انکشاف آپ کے مفتی منیب الرحمن نے "امت " کو دیے گئے اپنے انٹرویو میں کیا ہے۔ اور اسی فضل کریم کا بیٹا حامد رضا آج بھی طاہر القادری کے ساتھ مل کر شیعوں کے ساتھ اتحاد کیے ہوئے ہے۔ جناب اگر غیر مسلم ہمارے آقا ہوتے تو کیا ہمیں اس وطن عزیز میں تحفظ ناموس صحابہؓ واہل بیتؓ کی خاطر اپنے ہزاروں علماء اور عوام کے جنازے اٹھانے پڑتے؟ اگر غیر مسلم ہمارے آقا ہوتے تو کیا لال مسجد وجامعہ حفصہ کی طالبات کی صورت میں ہم نفاذ شریعت کا مطالبہ کرتے اور اپنی ہزاروں ماؤں بہنوں کی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے؟ اگر یہ غیر مسلم ہمارے آقا ہوتے تو آج افغانستان میں طالبان کی صورت میں ہم امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے جنگ لڑتے؟ ذرا سوچ کر بتائیں کہ عوام الناس کو ہم تباہی کے اندھیری غاروں میں پہنچا رہے ہیں یا آپ؟ آگے اوکاڑوی صاحب نے یہ بات کی ہے کہ تبلیغی جماعت ظاہری طور پر تلقین نماز کا ہتھکنڈا استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ان کا باطن کچھ اور ہے۔ اور آگے انہوں نے حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ پیش کیا ہے۔ جواب ملاحظہ فرمائیے!

محترم قارئین! بریلوی حضرات کے قلم سے "تبلیغی جماعت" کی حقانیت اور

اخلاص پر ہونے کا ثبوت آپ کتاب کے شروع میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔اور مولانا الیاسؒ نے بالکل صحیح فرمایا ہے تلقین نماز تبلیغی جماعت کا ایک مقصد ہے، جبکہ اس کے علاوہ تبلیغی جماعت کے اور بھی مقاصد ہیں۔مثلاً دیگر ارکان اسلام اور اسلامی عبادات کی تلقین، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعے تمام امت کو اعمال پر لانا وغیرہ اس لیے ایک جماعت کے ایک مقصد کو جماعت کا مشن قرار دینا، جس سے دیگر مقاصد کی نفی ہو، ٹھیک نہیں۔اوکاڑوی صاحب عقل سے پیدل معلوم ہوتے ہیں۔کہ وہ اس سے یہ مراد لے رہے ہیں کہ تبلیغی جماعت کا مقصد تلقین نماز نہیں۔ ہر عقل مند مولانا الیاسؒ کی عبارت کو پڑھ کر اس کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔لیکن اگر کسی کو ویسے ہی ذاتی دشمنی ہو تو اس کو کیا کہا جا سکتا ہے؟ الحمد للہ مولانا الیاسؒ کی عبارت کا مفہوم عرض کر دیا گیا ہے۔نہ ہی تبلیغی جماعت والے جھوٹے ٹھہرتے ہیں نہ ہی ان کے بانی، تبلیغی جماعت والے بھی سچے اور ان کے بانی بھی، البتہ آپ بھی جھوٹے اور آپ کے مسلک والے بھی، کہ ان کا کام ہی عبارت کا غلط مفہوم لے کر اہل سنت پر طنز کرنا ہے۔اور حاشیے میں جو انہوں نے سعودی عالم کے ایک رسالے کا ذکر کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ شروع کے اندر کچھ سعودی علماء تبلیغی جماعت کے خلاف کیے جانے والے پروپیگنڈے سے متاثر تھے۔لیکن بعد میں انہوں نے تبلیغی جماعت کی تائید میں خود رسائل لکھے جن کا اردو میں ترجمہ "تبلیغی جماعت اور مشائخ عرب" کے نام سے کیا جا چکا ہے۔اور ہمارا اوکاڑوی صاحب سے سوال ہے اگر سعودی علماء کا ہمارے خلاف غلطی سے لکھی جانے والی ایک کتاب ٹھیک ہے تو انہوں نے جو آپ بریلویوں کے آلہ حضرت کے ترجمہ کنز الایمان کو جلانے کا حکم دیا اور آپ کو کافر و مشرک کہا کیا آپ کو وہ بھی قبول ہے؟ یا میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو والا اصول اپنائیں گے؟

فضائل اعمال اور حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا

صفحہ نمبر 148 تا 149 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"کچھ عرصہ قبل دیوبندیوں وہابیوں ہی کی طرف سے دیوبندیوں ہی کے شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب کاندھلوی کی کتاب "فضائل اعمال" (جس کا پہلا نام تبلیغی نصاب تھا) پر اعتراض کئے گئے۔ اعتراضات میں ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا کہ "تبلیغی جماعت" کے افراد، دیوبند کے بڑے بڑے علماء کی کتابوں کو پس پشت ڈال رہے ہیں، مٹا رہے ہیں۔ تبلیغی جماعت کے افراد کے پاس صرف "فضائل اعمال" نامی کتاب ہوتی ہے، اشرفعلی تھانوی اور حسین احمد مدنی وغیرہ کی کتابیں نہیں ہوتیں۔ اس کے جواب میں شیخ محمد زکریا صاحب اور محمد شاہد سہارنپوری صاحب نے جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ تبلیغی نصاب میں شامل کتابیں تبلیغی تحریک کے بنیادی اصولوں کے موافق ہیں اور تحریک کے اصول اور مقصد کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ: "یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں کہ ہمارا مقصد لوگوں کو دیوبندی بنانا ہے، یعنی بقول (تبلیغی جماعت کے بانی) مولانا محمد الیاس صاحب کہ تعلیمات مولانا اشرفعلی تھانوی کی اور طریقہ مولانا محمد الیاس کا۔"

مزید فرماتے ہیں:

"تبلیغی جماعت کا ایک بہت قدیم اور ابتدائی اصول ہے کہ تبلیغی جماعت اور تبلیغی اجتماعات میں مسائل ہرگز نہ بیان کئے جائیں"۔ اس کی وجہ لکھتے ہیں: "(مسائل کی وجہ سے) لوگوں کے بددل اور ناشاد ہونے کا اندیشہ ہے اور پھر بددلی کے بعد تبلیغی اجتماعات میں لوگ شریک نہیں ہوں گے۔" (ملخصاً از کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات

،اور تبلیغی جماعت پر چند عمومی اعتراضات اوران کے مفصل جوابات)

جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف اور ان کے ہمنوا دیوبندی وہابی تبلیغی حضرات اپنے بڑوں کے ان ارشادات سے بخوبی واقف ہوں گے۔کیا اس کے باوجود بھی وہ تبلیغی جماعت کوتحریک صلوٰۃ اور اصلاحی تحریک قرار دیں گے“

جواب

محترم قارئین !تبلیغی جماعت کے ذریعے امت مسلمہ میں اپنی اصلاح کا جذبہ پیدا ہوا ہے اور امت مسلمہ نمازوں کی طرف آئی ہے، اس بات میں تو کوئی شک نہیں اور نہ ہی یہ بات محتاج ثبوت ہے۔اس کا ثبوت پیر نصیر کی کتاب ”لطمۃ الغیب “ سے گزر چکا ہے۔الحمدللہ ہم اپنے اکابرین کے ارشادات سے خوب واقف ہیں اور اس کے باوجود بھی تبلیغی جماعت کو اصلاحی اور نماز و دیگر اعمال صالحہ کی طرف راغب کرنے والی جماعت کہیں گے۔اوکاڑوی صاحب نے فضائل اعمال اور حضرت شیخ الحدیثؒ کے حوالے سے اعتراض کیا ہے۔آیئے! پہلے اس کا تحقیقی جواب ملاحظہ فرمایئے! پھر ہم الزامی عبارات نقل کرتے ہیں۔تحقیقی جواب اس کا یہ ہے کہ مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے بالکل بجا فرمایا ہے کہ تبلیغی اجتماعات میں مسائل یعنی مختلف فرقوں کے آپس کے اختلافات بیان نہیں کریں گے۔اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ اسے برا یا ناجائز سمجھتے ہیں۔بلکہ انہوں نے یہ بات اس لیے کہی کہ دین کے اس شعبہ پر ہمارے مسلک اہل سنت کی دیگر جماعتیں کام کررہی ہیں۔دراصل دین کے مختلف شعبہ جات پر ہمارے مسلک کی مختلف جماعتیں کام کررہی ہیں۔مثلاً تحفظ ختم نبوت پر عالمی مجلس ختم نبوت، انٹرنیشنل ختم نبوت ،مجلس احرار اسلام وغیرہ، تحفظ ناموس صحابہؓ پر سپاہ صحابہؓ، تنظیم اہل سنت وغیرہ، جہاد پر بھی مختلف

جماعتیں، ردفرقہائے باطلہ پر عالمی اتحاد اہل سنت والجماعت، اتحاد اہل سنت والجماعت پاکستان، تنظیم اہل سنت، جمعیت اہل سنت والجماعت وغیرہ اور تبلیغ دین پر "تبلیغی جماعت" اور خانقاہی نظام اور مشائخ وغیرہ مولانا زکریاؒ یہ فرمارہے ہیں کہ چونکہ مسائل پر دیگر جماعتیں کام کر رہی ہیں۔اس لیے "تبلیغی جماعت" کے ساتھی یہ مسائل بیان نہ کریں۔اور مولاناؒ نے جو ان کے بیان نہ کرنے کی وجہ بتائی کہ اس سے عوام دور اور بددل ہوتے ہیں۔یہ بھی بالکل ٹھیک ہے۔اس وقت امت کا وہ طبقہ جس کا تعلق سکول، کالج اور یونیورسٹیوں سے ہے، وہ ان اختلافات کو بیان کرنے والوں سے بددل ہو جاتے ہیں۔اس طرح وہ دین سے دور رہتے ہیں اور دینی علوم سے بے خبر رہتے ہیں۔تو اس بات میں کون سی خرابی ہے ان لوگوں کو ان اختلافات سے علیحدہ رہتے ہوئے دین کے قریب لایا جائے؟ اوکاڑوی صاحب نے مولانا زکریاؒ کی اس عبارت کا یہ مفہوم مراد لیا ہے کہ ان کے کہنے کا مقصد یہ عوام کی خوشنودی کے لیے حق بات نہ بیان کی جائے۔ حالانکہ ان کا یہ مقصد ہر گز نہیں جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ یہ مسائل دیگر حضرات بیان کر رہے ہیں۔لہٰذا تبلیغی اعمال جس کی اشد ضرورت ہے اس کی طرف توجہ دی جائے۔ یہ تو تحقیقی جواب تھا۔لیکن شاید بریلوی حضرات اسے قبول نہ فرمائیں۔اس لیے ہم الزامی عبارتیں بھی نقل کرتے ہیں۔تبلیغی جماعت کے جس طرز پر اوکاڑوی صاحب کو اعتراض ہے کہ وہ مختلف مسالک کی آپس کے اختلاف کا ذکر کیوں نہیں کرتے؟ یہی وجہ ان کی "دعوت اسلامی" میں بھی موجود ہے۔ملاحظہ فرمائیں!

جناب سید محمد حسینی اشرفی مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ سنی آواز ناگپور لکھتے ہیں:

"زمانۂ قدیم سے اہل سنت و جماعت کا اصول رہا ہے کہ اہل سنت کو مخاطب کرنا ہو تو اے سنی مسلمانو! یا اے سنیو! کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔لیکن جناب الیاس عطار

صاحب نے ایک نئی راہ نکالی، مخاطب کرنے کے لیے اسلامی بھائیو کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ یہ اس لیے کیا کہ بنام اسلام جتنے فرقے ہیں کسی کو برا نہ لگے، مخالفین مسلک اعلیٰ حضرت بھی اس میں شامل ہو جائیں سب کو خوشی حاصل ہو جائے، اسی کو صلح کلیت کہتے ہیں۔ انھوں نے ابھی تک کسی بھی باطل فرقے کا رد و ابطال نہیں کیا۔ نہ ٹی وی پر آنے سے پہلے اور نہ چینل شروع کرنے کے بعد۔ آج تک وہابیوں، دیوبندیوں، غیر مقلدوں (سلفیوں) مودودیوں، تبلیغی جماعت والوں کو رد و ابطال ہوا ہی نہیں ہے۔ صرف ان کے رونے دھونے اور ان کی ایکٹنگ و ایکشن کے سوا دوسرا پروگرام ہوتا ہی نہیں“

{ دعوت اسلامی مسلک اعلیٰ حضرت کی ترجمان نہیں، ماہنامہ سنی آواز ناگپور، اداریہ (قسط دوم)}

اسی طرح بریلوی نباض قوم جناب ابوداؤد صادق رضوی صاحب لکھتے ہیں:

”فقیر راقم الحروف (ابوداؤد) کو نشانہ بنا کر امیر دعوت اسلامی کے زیر سایہ ان کے نام پر شائع ہونے والا رسالہ ”امیر اہلسنت“ میں اور ”مظلوم مبلغ“ نامی کتابچہ میں ناحق کردار کشی کر کے مخلوق خدا کو بدظن کرنے کی کوشش کی گئی اور دعوت اسلامی نے اس کتابچہ کو ملک بھر میں پھیلایا اور تقسیم کیا۔

یہ ہے امیر دعوت اسلامی اور ان کی جماعت کے قول و فعل کا تضاد، کہ مخالفین اہلسنّت سے چشم پوشی اور ایک خادم اہلسنّت کو نشانہ بنا کر اس کی کردار کشی اور اُس پر امیر دعوت اسلامی کی پُراسرار خاموشی۔

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں ”دلآزاریاں“ ہوتیں

امیر دعوت اسلامی کے قول وفعل کے تضاد کی خفیہ دستاویز

امیر دعوت اسلامی کی خصوصی ہدایات

”صرف برائے خواص“

{} دعوت اسلامی کے اجتماعات صرف تبلیغی نوعیت کے ہوں گے، معراج ومیلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اعراس بزرگان دین وغیرہ کے جلسہ وجلوس کا انعقاد دعوت اسلامی کے نام سے نہ کیا جائے۔

{} بیان میں باطل فرقوں کا رد ہو نہ تذکرہ۔ صرف ضرورتاً مثبت انداز میں اپنے مسلک حقہ کا اظہار ہو۔

نوٹ:۔ یہ طریقہ کار صرف خواص کے لیے ہے۔ اسے شائع کرنے کی اجازت نہیں۔

{} علماء مقدس پتھر ہیں، ان کے ہاتھ چومو اور آگے بڑھ جاؤ۔ علماء نے دین کا کام کیا ہے نہ کرنے دیں گے۔

{} اپنے مرکز خانقاہوں سے دور بناؤ، ورنہ خانقاہوں سے لوگ بیعت ہوتے رہیں گے۔ خانقاہوں سے بیعت ہونے والے لوگ دین کے کام میں دلچسپی نہیں رکھتے ہیں۔

{} اپنی کتاب ” نماز کا جائزہ “ کا پہلا ایڈیشن اٹھا لیا جائے، اسے عوام کے سامنے نہ آنے دیا جائے (کیونکہ اس میں بدعقیدہ لوگوں کی نشاندہی کی گئی ہے)

(مکتوب بدستخط امیر دعوت اسلامی)

{ مکتوب مولانا ابو داؤد بنام مولانا ابو البلال امیرِ دعوتِ اسلامی، صفحہ نمبر

18 تا19، ناشر ادارہ رضائے مصطفیٰ، چوک دار السلام گوجرانوالہ }

یہی بات "ابلیس کا رقص" اور "دعوت اسلامی کے قدم وہابیت کی جانب کیوں؟" میں موجود ہے۔ بلکہ الیاس قادری صاحب کے مذکورہ مکتوب کا عکس بھی پیش کیا گیا ہے۔ ایک اور حوالہ سنیے!

" حضور تاج الاسلام علامہ مفتی شاہ محمد اختر رضا خاں صاحب الازہری مدظلہ جانشین مفتی اعظم ہند کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مولانا محمد الیاس قادری صاحب نے ایک جماعت بنام "دعوت اسلامی" تشکیل دی ہے۔ اور ان کے مبلغین کو خصوصی ہدایت ہے کہ "ہمارے اسٹیج سے کسی غیر مکتب فکر کا رد بالکل نہ کیا جائے گا اور ہمارے علماء نے جو سختی سے رد کیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں کئی نئے فرقے وجود میں آ گئے مثلاً دیوبندی، وہابی، رافضی اور قادیانی وغیرہ" حالانکہ وہ اپنی گفتگو اور تحریر میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا خوب تذکرہ کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی ایک تحریر میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "بد مذہبوں کا رد کرنا فرض ہے کافر بھی رد کر کے ہی اسلام میں داخل ہوتا ہے"۔ تو کیا مبلغین "دعوت اسلامی" کا یہ عمل شریعت اسلامیہ کے مطابق ہے یا نہیں؟۔ یہ بات خصوصاً آپ سے معلوم کرتا ہوں کہ اس سوال کا جواب حضور ہی تحریر فرمائیں۔ کیونکہ آپ کی کوئی تحریر ان کی موافقت میں ان کے پاس موجود ہے۔ وہ عوام کو دکھا کر ان کو گرویدہ بنا لیتے ہیں۔ المستفتی محمد غوث خاں حامدی رضوی (خلیفۂ مفتی اعظم ہند وسید آل محمد ستھرے میاں وسید ظفر الدین صاحب اشرفی سجادہ نشین کچھوچھہ شریف)

الجواب:۔ بد مذہبوں کا رد فرض ہے اور دخول اسلام کے لیے عقائد باطلہ سے بد تری و بیزاری کا اظہار بالاتفاق شرط ایمان ہے بغیر اس کے کوئی کافر مسلمان نہ ہوگا کافر

ہی رہے گا۔ مطلقاً رد سے کوئی سچا مبلغ منع نہ کرے گا۔ اور نہ علماء دین پر معترض ہوگا پھر جو کچھ مولانا الیاس قادری صاحب کے درج سوال ہوا ان ہی سے دریافت کرنا چاہئے اور ان پر لازم ہے کہ وہ معقول ومقبول صفائی پیش کریں ورنہ ان کی تحریک سے لوگوں پر اجتناب و پرہیز لازم ہے میری کسی سابقہ تحریر سے لوگ دھوکہ نہ کھائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

{ابلیس کا رقص، صفحہ نمبر 31}

کیوں اوکاڑوی صاحب! آپ نے جس وجہ کی بنیاد پر "تبلیغی جماعت" پر طعن کی تھی وہی وجہ "دعوت اسلامی" میں بھی موجود ہے۔ کیا اس کے خلاف بھی کچھ لکھنا یا کہنا پسند فرمائیں گے تاکہ آپ کی حق گوئی کا پتا چل سکے؟ محترم قارئین! دعوت اسلامی کے متعلق بریلوی اکابرین کی مذکورہ عبارات آپ پڑھ چکے ہیں، آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ہمارے جن لوگوں نے تبلیغی جماعت سے متعلق اختلاف رائے کیا انہوں نے اختلافات کے باوجود ان پر کفر اور گستاخی کے فتوے نہیں لگائے۔ لیکن بریلوی اکابرین نے اپنی "دعوت اسلامی" کے متعلق جو زبان استعمال کی اس کی صرف ایک جھلک آپ نے دیکھی ہے۔ مزید کے لیے دعوت اسلامی کے خلاف لکھی گئی بریلوی اکابرین کی کتابوں کا مطالعہ فرمائیے۔

تبلیغی جماعت پر بہتان "تبلیغی جماعت کا ظاہر وباطن ایک نہیں" کا جواب

اسی صفحہ 149 پر لکھتے ہیں:

"قارئین کرام! جن لوگوں کو نصب العین ہی قرآن وسنت کے احکام نہ بتانا، صرف اس لیے کہ لوگ ناخوش ہوں گے، ان سے صدائے حق کی توقع کیسے کی جا سکتی

ہے؟ خود ہی اندازہ کر لیجئے کہ تبلیغی جماعت کے در بدر مارے مارے پھرنے والے پھر کیا تبلیغ کرتے ہوں گے۔یقین جانیے کہ دیوبندی وہابی تبلیغی جماعت کا ظاہر و باطن ایک نہیں، یہ ہاتھی کے دانت والی مثال ہے کہ کھانے کے اور دکھانے کے اور، منافقت اسی کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے اوران کے شر سے اپنی پناہ میں رکھے“

جواب

آپ کی پہلی بات کا مفصل جواب تو پیچھے گزر چکا ہے۔تبلیغی جماعت کا مقصد ہرگز قرآن وسنت کو چھپانا نہیں بلکہ فرقوں کے آپس کے اختلافی مسائل کے ذکر سے بچنا ہے کہ ردفرقۂ باطلہ کا کام ہمارے مسلک کی دیگر جماعتیں کر رہی ہیں۔اور تبلیغی جماعت قرآن وسنت ہی کو عام کر رہی ہے۔ یہ بات عام آدمی بھی جانتا ہے۔لیکن آپ جیسے بغض اہل سنت میں جلے بھنے لوگ نہ مانیں تو ہم انہیں یہی کہہ سکتے ہیں”قل موتوا بغیضکم “اور الحمد للہ یہ بات ثابت ہوچکی کہ تبلیغی جماعت سمیت ہمارے مسلک کی تمام جماعتوں اور اداروں کا ظاہر و باطن ایک ہے۔اور ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور والی مثال ہمارے اوپر نہیں بلکہ آپ کے اوپر صادق آتی ہے کہ آپ کی دعوت اسلامی کے لوگ اسلامی بھائی کہہ کر ہمارے مسلک کے لوگوں کو گھیرتے ہیں اور بعد میں انہیں بریلوی بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ہم جو بات کل کہتے تھے وہی آج کہتے ہیں، یہ منافقت آپ ہی کے ہم مسلک لوگوں کا پیشہ ہے۔جس سے اللہ تعالیٰ تمام امت مسلمہ کو محفوظ رکھے۔آمین

احمد رضا خان کے "وصایا شریف" کی ایک غیر شرعی وصیت کے ناکام دفاع کا جواب

صفحہ نمبر 149 سے لیکر 151 تک جناب اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"ان کا ایک اعتراض اور اس کا جواب بھی ملاحظہ ہو! "جوہانس برگ سے بریلی" کے پارٹ ۲ ص ۹ اس کتابچے کے مصنف نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مطبوعہ "وصایا شریف" کے ص ۱۲ کا عکس شائع کر کے ایک اعتراض کیا ہے، حالاں کہ عقل کے اس اندھے کو نظر نہیں آیا کہ اسی عکس میں اس کے اعتراض کا دندان شکن جواب موجود ہے۔ مگر سچ ہے کہ تعصب اور عناد والے کو حقائق نظر نہیں آتے، کیوں کہ بے بنیاد بغض و عناد، نہ صرف عقل کو زائل کرتا ہے بلکہ حواس کی خوبیوں سے بھی محروم کر دیتا ہے۔ ان دیوبندیوں وہابی تبلیغیوں کا خیال تھا کہ جنوبی افریقا میں ان کی مذموم کاروائیاں کام یاب ہو جائیں گی کیوں کہ جنوبی افریقا کے تمام مسلمان حقائق سے واقف نہیں۔ یہ سمجھتے تھے کہ ان کے ہر جھوٹ پر پردہ پڑا رہے گا مگر انہیں کیا پتا تھا کہ انہوں نے فتوؤں کی گولیوں سے بھری ہوئی جس مشین گن کا رخ سچے سنّی مسلمانوں کی طرف کر رکھا ہے، اپنی اسی مشین گن گولیوں کا نشانہ یہ خود بن جائیں گے۔ چناں چہ ملاحظہ ہو!

امام اہل سنت اعلیٰ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصایا شریف کا آخری پیراگراف جس کا عکس "جوہانس برگ سے بریلی" پارٹ ۲ کے ص ۹ پر موجود ہے، اس میں اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں: "رضا حسنین تم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت مت چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے، اس پر

مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اللہ توفیق دے۔ والسلام"۔

اس پیرا گراف میں جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف کو صرف دو لفظوں پر اعتراض ہے اور وہ دو لفظ یہ ہیں "میرا دین" ان دو لفظوں کو بنیاد بنا کر دیو بندی وہابی تبلیغی یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے (معاذ اللہ) کوئی نیا دین نکالا تھا ورنہ "میرا دین" کے الفاظ کیوں استعمال کئے؟

اس اعتراض کی اصولاً کوئی حقیقت نہیں، کیوں کہ پورا جملہ جو" جو ہانس برگ سے بریلی" پارٹ ۲ ص ۹ پر موجود ہے وہ یہ ہے کہ" میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے" اگر اعلیٰ حضرت بریلوی کی ایک ہزار سے زائد تصانیف یا ان میں چند ایک بھی دیکھی جائیں تو اس حقیقت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بلا شبہ قرآن وسنت کے سچّے مبلغ تھے اور دین اسلام کے سچے پاس بان اور مسلمانوں کے سچے محسن تھے۔ اگر ان کی تصانیف سے کوئی ایک بات بھی اسلام کے سچے اصول وقواعد کے خلاف ثابت نہیں، تو یہ اعتراض کرنا کہ "میرا دین" سے مطلب، اسلام سے ہٹ کر کوئی اور دین ہے، یہ محض حماقت اور جہالت ہے۔ کیوں کہ اعلیٰ حضرت نے صرف "میرا دین" کے الفاظ استعمال نہیں کئے بلکہ پورا یہ ہے کہ" میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے" اور اس جملے سے پہلے شریعت کی اتباع کی تاکید کے الفاظ بھی موجود ہیں۔ اس کے باوجود اگر دیو بندی وہابی تبلیغی، حقیقت کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں تو ذرا اپنے گھر کا احوال دیکھیں اور سوچیں کہ خود انہیں اپنی آنکھ کا شہتیر تو نظر نہیں آتا اور دوسروں کی آنکھ میں تنکا تلاش کرتے پھرتے ہیں"

جواب

محترم قارئین !اوکاڑوی صاحب کی طویل عبارت آپ ملاحظہ فرما چکے۔اب جب آپ اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں گےتو آپ کومعلوم ہوگا کہ اوکاڑوی صاحب کی عبارت میں تنکے جتنا بھی وزن نہیں۔احمد رضا خان کی وصیت جو پیچھے گزر چکی ،اوکاڑوی صاحب نے اس پر ہمارا پورا اعتراض نقل نہیں کیا۔اوکاڑوی صاحب کے پاس ”جوہانس برگ سے بریلی“ کے علاوہ بھی ہماری دیگر کتب ضرور موجود ہوں گی۔اس لیے ان کا یہ حق بنتا تھا کہ وہ اپنے آلہ حضرت کی اس وصیت پر ہمارا پورا اعتراض نقل کرتے اور پھر جواب دیتے۔مصنف جہانس نے جتنی عبارت نقل کر کے اس پر اعتراض کیا۔وہ بھی اپنی جگہ بالکل درست ہے۔آیئے ! ہم اوکاڑوی صاحب کے آلہ حضرت کی وصیت دوبارہ نقل کر کے پھر اس پر اپنا مکمل اعتراض نقل کرتے ہیں اور پھر اس وصیت کے ناکام دفاع کا جواب دیتے ہیں۔چنانچہ جناب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”رضا حسنین، حسین اورتم سب محبت و اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اُس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔اللہ توفیق دے۔والسلام“

{وصایا شریف، صفحہ نمبر 10 ، الیکٹرک ابو العلائی پریس آگرہ}

آیئے !اس وصیت پر ہمارا اعتراض ملاحظہ فرمایئے !

اس وصیت میں دو باتیں قابل غور ہیں:

1)اس وصیت میں شریعت کا ذکر علیحدہ کیا گیا ہے اور احمد رضا کے دین و مذہب کا ذکر علیحدہ کیا گیا ہے۔ہمارا سوال ہے اگر احمد رضا کے دین و مذہب سے مراد شریعت اسلامیہ ہی تھی تو اس کا اپنے دین و مذہب سے علیحدہ کیوں ذکر کیا گیا؟

لیکن اس جناب احمد رضا خان نے شریعت کو علیحدہ رکھا اور اپنے دین و مذہب کو

علیحدہ رکھا۔یعنی شریعت اور اپنے دین ومذہب سے تقابل کروایا۔

2) دوسری اہم اور قابل غور بات یہ ہے کہ جب شریعت پر چلنے کی بات آئی تو جناب احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں ”حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو“ اور جب اپنے دین ومذہب پر چلنے کا ذکر آیا تو کہتے ہیں ”اُس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے“ یعنی شریعت پر چلنے کی حتی الامکان تاکید کی اور اپنے دین ومذہب پر چلنے کو ہر فرض سے اہم فرض بتایا۔

معلوم ہوا کہ ”شریعت اور احمد رضا کا دین ومذہب“ ایک چیز نہیں ہیں۔اگر ایک چیز ہوتیں تو انہیں شریعت کے ذکر کے بعد اپنے ”دین ومذہب“ کو علیحدہ نہ ذکر کرنا پڑتا۔ جن حضرات نے بھی احمد رضا خان صاحب کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ آنجناب مسلمانوں پر بدنما داغ ہیں۔انہوں نے اپنے آپ کو ایک گہری سازش کے تحت مسلمان ظاہر کیا۔اگر وہ اپنے آپ کو واضح طور کسی اور مذہب کا پیروکار بتلاتے تو وہ جن باطل عقائد کو امت مسلمہ میں پھیلانا چاہتے تھے، نہ پھیلا سکتے۔اس لیے انہوں نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا۔لیکن ان کی وصیت سے ظاہر ہو گیا کہ ان کی نزدیک شریعت کی کتنی حیثیت ہے کہ اس پر چلنے کی حتی الامکان تاکید کرتے ہیں اور اپنے دین ومذہب کی کتنی حیثیت ہے کہ اس پر چلنے کو ”ہر فرض سے اہم فرض “ قرار دیتے ہیں۔تو پتا چلا کہ ہمیں محض اس وصیت کے ان دو الفاظ ”میرا دین ومذہب“ اعتراض نہیں۔ بلکہ ان الفاظ سے پہلے اور بعد والی تمام عبارت پر اعتراض ہے۔معلوم ہوا کہ آلہ حضرت کا مذہب اسلام نہیں بلکہ کوئی دوسرا مذہب ہے۔پس اوکاڑوی صاحب کی یہ بات کہ ”اس اعتراض کا جواب اسی عبارت میں موجود ہے“ باطل ٹھہری۔اور مصنف جہانس کے بارے میں اوکاڑوی صاحب کا یہ تاثر کہ ”انہوں نے آلہ حضرت کی حقیقت عوام کے سامنے اس لیے

لائے کہ جنوبی افریقا کے مسلمان حقائق سے واقف نہیں" بالکل غلط ہے کہ ہر مسلمان جب احمد رضا کی مذکروہ وصیت پڑھتا ہے تو اسی نتیجے پر پہنچتا ہے جس پر ہم پہنچے ہیں۔اور گولیوں کی مشین گن نہ ہم نے کسی کی طرف کی ہے نہ ہمارے پاس ہے۔یہ مشین گن بریلی کے احمد رضا نے نصب کی تھی اور اُسی نے سُنّی مسلمانوں پر چلائی اور اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا۔اور آج یہ مشین احمد رضا کو سچا ماننے والوں کے پاس ہے۔اور اس مشین گن کا رُخ ہم سے ہوتے ہوئے، اکابرامت حتیٰ کہ صحابہؓ اور خود رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھی ہو چکا ہے یعنی انکی بھی گستاخیاں کی ہیں۔اسی کا نتیجہ ہے کہ آج اس کا رُخ اس مشین گن کے گولیوں (یعنی تکفیری فتوؤں) سے کوئی بریلوی بھی محفوظ نہیں۔کوئی کسی کے فتوے سے کافر ہے تو کوئی کسی کے فتوے سے۔آگے اوکاڑوی صاحب نے احمد رضا کی وہ صیت نقل کی جو ہم نے نقل کی ہے اور کہا ہے کہ:

"وصیت کے الفاظ" میرا دین ومذہب سے ظاہر ہے" سے مراد کوئی نیا مذہب نہیں بلکہ اسلام ہی ہے کہ ان کی کتب میں کوئی بات اسلام کے سچے اصول وقواعد کے خلاف نہیں"

جب کہ جناب کی یہ بات صاف جھوٹ ہے،احمد رضا کی کتب میں ایک نہیں درجنوں سے بھی زیادہ اس کی مثالیں ملتی ہیں؛ بلکہ احمد رضا خان نے پوری زندگی اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کے اندر تفریق پیدا کرنے میں صَرف کی۔اوراس موضوع پر پوری پوری کتب لکھی جا چکی ہیں۔اس موضوع پر خاص کر یہ دو کتابیں انتہائی قابل مطالعہ ہیں:

1) بریلوی مذہب اور اسلام۔مؤلف: فاضل محمد انور کلیم

2) پاگلوں کی کہانی یعنی ملت بریلویہ کی اچھوتی تعبیر۔مؤلف: محقق اہل سنت مولانا محمد فاضل رحمۃ اللہ علیہ

مؤخر الذکر کتاب میں اسلام کے پانچ ارکان کے مقابلے میں بریلوی مذہب کے پانچ ارکان تک کا ثبوت دیا جا چکا ہے۔ان کتب میں بریلوی مذہب کا اسلام سے متضاد ہونا ثابت کیا گیا ہے۔لیکن آیئے! ہم یہی بات ایک اور طرح سے ثابت کرتے ہیں۔

محترم قارئین! اگر احمد رضا کی تحریروں کا بے ادبی اور کفر ہونا اور احمد رضا کا کافر ہونا خود احمد رضا اور بریلوی علماء سے ثابت کر دیا جائے تو احمد رضا کے مذہب کا غیر اسلامی ہونا خود بخود ثابت ہو جائے گا کہ کفر؛ اسلام اور کوئی کافر؛ مسلمان نہیں ہوسکتا۔

آیئے! احمد رضا کی کتب میں لکھی گئی باتوں کا غیر اسلامی ہونا اور احمد رضا کا کافر ہونا خود اس کے اپنے اور اس کے پیروکاروں کے حوالے سے ملاحظہ فرمایئے!

اس موضوع پر بھی مستقل کتاب "دست و گریباں" تین جلدوں میں چھپ چکی ہے۔اس کے علاوہ اس احمد رضا کے خود اپنے فتوؤں سے کافر بننے پر ویڈیو بیانات ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔آیئے! ہم بھی اس کی دو تین مثالیں عرض کر دیتے ہیں۔

تفصیل کے لیے"دست و گریباں" و"ہدیہ بریلویت" کا مطالعہ مفید رہے گا۔

پہلی مثال

جناب احمد رضا خان صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

"نعلین شریف کے نقش پہ بسم اللہ لکھنا میں کچھ حرج نہیں"

{**فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ نمبر 413**}

جبکہ اس کے متعلق بریلویوں کے حکیم الامت جناب احمد یار نعیمی صاحب کے جانشین وصاحبزادے اقتدار احمد نعیمی لکھتے ہیں:

"نعلین پاک کے نقش پر بسم اللہ لکھنا یا اللہ لکھنا یا کوئی آیت وحدیث لکھنا شرعاً

ناجائز اور بے ادبی ہے۔نہ دائیں نہ بائیں نہ اوپر نہ نیچے۔جو شخص جانتے بوجھتے عقل رکھتے ایسی گستاخی کرے وہ گمراہ ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے"

{نقش نعلین پاک پر اسماء مبارکہ لکھنا، صفحہ نمبر 3}

"سراسر گستاخی وگمراہی ہے"

{نقش نعلین پاک پر اسماء مبارکہ لکھنا، صفحہ نمبر 9}

نقش نعل پر اللہ کا نام لکھنا یا قرآن کی آیت لکھنا یا بسم اللہ شریف ہو سخت ترین حرام، حرام اشد حرام ہے۔

{نقش نعلین پاک پر اسماء مبارکہ لکھنا، صفحہ نمبر 19}

محترم قارئین! غور کریے جناب احمد رضا خان نے ایک کام کو جائز کہا اور جناب اقتدار احمد نعیمی صاحب نے اسی کام کو شرعاً ناجائز، بے ادبی، گستاخی، گمراہی، حرام، حرام، اشد حرام کہا اور وہ کام کرنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا بھی ناجائز لکھا۔تو اگر احمد رضا خان صاحب کے مذہب سے مراد اسلام ہی ہے تو مفتی اقتدار صاحب کا احمد رضا کے جائز کردہ کام کو" شرعاً ناجائز، گستاخی اور بے ادبی وغیرہ وغیرہ" کہنے کا کیا معنیٰ؟ معلوم ہوا احمد رضا خان نے جس کام کو جائز بتلایا وہ شریعت میں ناجائز ہے اور گستاخی، بے ادبی اور گمراہی ہے۔پس ثابت ہوا کہ احمد رضا خان کا مذہب اسلام سے متصادم ہے۔

دوسری مثال

جناب احمد رضا خان صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

"اور جہاں تک دم رکھتے ہو۔ان گرگ و نائب گرگ سے بھاگو جیسے بنے اس مبارک گلّے میں جس پر خدا کا ہاتھ ہے کہ ید اللہ علی الجماعۃ اور اس کے سچے راعی محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں آ کر ملو کہ امن چین کا رستہ چلو اور مرغزارِ جنت

میں بے خوف چرو"

{سبحان السبوح، اللہ جھوٹ سے پاک ہے، صفحہ نمبر 111، نوری کتب خانہ لاہور}

"گلہ" کا معنیٰ ملاحظہ فرمائیے:

"گل:۔ جھنڈ۔ غول۔ ریوڑ۔ مویشیوں۔ ڈار"

{فیروز الغات، صفحہ نمبر 1105}

"راعی" کا معنی ملاحظہ فرمائیے:

"راعی:۔ چرواہا۔ (کنایۃً) بادشاہ"

{فیروز الغات، صفحہ 698}

محترم قارئین! ملاحظہ فرمائیے! "گلہ" ہمارے معاشرے میں عام طور پر "مویشیوں یعنی جانوروں" کے لیے استعمال ہوتا ہے اور ان مویشیوں کے چرانے والے کو چرواہا کہا جاتا ہے۔ اور چرواہے کو عربی میں "راعی" ہی کہا جاتا ہے۔ قارئین! راعی اگرچہ کنایۃً بادشاہ کے لیے استعمال ہوسکتا ہے لیکن بریلوی مذہب میں اسے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا کہ اس میں ایک پہلو گستاخی کا بھی نکلتا ہے۔ یہی بات ایک بریلوی عالم حسن رضوی صاحب نے بھی لکھی ہے۔ چناچہ وہ لکھتے ہیں:

"جن الفاظ کا معنی صحیح اور ایک معنی غلط اور بے ادبی و گستاخی پر مبنی ہو ایسا ذو معنی الفاظ بھی سخت ممنوع ہے۔ للکفرین میں واضح اشارہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی شان ارفع میں ادنیٰ بے ادبی بھی کفر قطعی ہے"

{محاسبۂ دیوبندیت، جلد 2، صفحہ نمبر 375}

تو پتا چلا لفظ "راعی" جس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے استعمال کرنے سے

خالق دو عالم نے قرآن کریم میں "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا الخ" کہہ کر منع کیا ہے۔ لیکن احمد رضا خان نے اُسی لفظ جو گستاخی پر مبنی ہے کو صرف انبیاء نہیں بلکہ انبیاء کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے استعمال کیا۔ آیئے! ہم بریلوی حضرات سے بھی آپ کو دکھا دیتے ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چرواہا یعنی راعی کہنا کفر ہے۔

مولانا محمد یوسف عطاری صاحب لکھتے ہیں:

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکریاں چرانے والا (راعی) کہنا کفر ہے"

{**ایمان کی پہچان حاشیہ تمہید الایمان، صفحہ نمبر** 100}

بحر حال بریلوی حضرات کے بقول احمد رضا خان نے لفظ "راعی" کو رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے استعمال کر کے کفر ہی نہیں کفر قطعی کا ارتکاب کیا ہے۔ لہٰذا جب اس کا کافر ہونا بریلوی علماء کے بقول ثابت ہو گیا۔ تو پتا چلا کہ احمد رضا خان مسلمان نہیں تھا اسی لیے اس کا مذہب اسلام نہیں۔

تیسری مثال

جناب احمد رضا خان صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

"مسئلہ ۱۵: عمرو پر غسل جنابت یا احتلام ہے اور زید سامنے ملا اور سلام کہا تو اسے جواب دے یا نہیں اور اگر اپنے دل میں کوئی کلام الٰہی یا درود شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: دل میں بایں معنی کہ نرے تصور میں بے حرکت زباں تو یوں قرآن مجید بھی پڑھ سکتا ہے اور زبان سے قرآن مجید بحالت جنابت جائز نہیں اگر چہ آہستہ ہو اور درود شریف پڑھ سکتا ہے مگر کلی کے بعد چاہیے"

{**عرفان شریعت، صفحہ نمبر** 40، **ناشر اکبر بک سیلر زاردو بازار**

لاهور}

اور جناب احمد رضا خان صاحب کے والد جناب نقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

"درود پڑھنا ہر وقت اور ہر حال میں اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر قدم اور ہر سانس کے ساتھ یہاں تک کہ راہ اور نہانے کی حالت میں بھی جائز بلکہ مستحب ہے"

{**سرور القلوب بذاکر المحبوب، صفحه نمبر** 336}

نوٹ: مذکورہ کتاب کی پروف ریڈنگ جناب منشاء تابش قصوری نے کی ہے اور اس پر پیش لفظ جناب عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے لکھا ہے۔

محترم قارئین! مندرجہ بالا دو عبارتیں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں، جن میں "بحالت جنابت یعنی وہ حالت جب انسان پر غسل یعنی نہانا ضروری ہوجاتا ہے" میں درود شریف پڑھنے کو جائز بلکہ مستحب لکھا ہے۔

اس کے متعلق جناب فیض احمد اُویسی صاحب لکھتے ہیں:

"آج ایسے بے ادب علماء کہلوانے والے پیدا ہو گئے کہ فتویٰ صادر فرما دیا کہ بحالتِ جنابت بھی دُرود شریف پڑھنا جائز ہے۔ کاش تعزیراتِ اسلام کا اجراء ہوتا اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جیسے غیّور اسلام نافذ کرنے والے زندہ ہوتے تب میں ان مفتیوں کو دیکھتا کہ ایسے فتاویٰ صادر فرماتے۔ آزادی کا دور ہے جسے جو جی میں آئے کہہ دے۔ ورنہ وہ خداوند قدوس جو اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایسے مقامات پر بھی نام لینے کو گوارا نہیں کرتا جہاں قہر و غضب یا کسر شان یا مقامِ نجات ہو مثلاً ذبح وقت، چھینک اور انگڑائی کے وقت، اور حمام و پاخانہ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن یہ ہیں کہ آج کل کے مفتی از مفت کہ فتویٰ جڑ دیا کہ جنابت کے وقت درود پڑھنا جائز۔ اتنا شرم بھی نہیں کہ درود شریف فی الفور بارگاہِ رسالت میں پہنچ کر فوراً ایجاب

از رسول و خدا ہوتا ہے۔ لیکن مجبور ہیں ایسے بد بخت مفتی کیوں کہ عشق رسول سے محروم ہیں۔ کسی نے فرمایا

بے عشق محمد جو پڑھتے ہیں بخاری

بُخار آتا ہے ان کو بخاری نہیں آتی

{**شهد سے میٹھا نام محمد ﷺ، صفحه نمبر 139 تا 140، ناشر اداره تصنیفات علّامه اُویسی بهاولپور**}

محترم قارئین! جناب احمد رضا خان صاحب اور ان کے والد گرامی کی عبارات آپ ملاحظہ فرما چکے جن میں انہوں نے بحالت جنابت درود پڑھنے کو جائز بلکہ مستحب لکھا تھا۔ اور اس پر جناب فیض احمد اویسی صاحب کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جس میں انہوں نے بحالت جنابت درود پڑھنے کو جائز کہنے والے کو بے ادب، مفت کا مفتی، بد بخت، عشق رسول سے محروم کہا ہے اور کہا ہے کہ اگر آج فاروق اعظم ؓ جیسا غیور ہوتا اور اسلامی تعزیرات کا اجراء ہوتا تو ان کو سزا دی جاتی۔ یاد رہے کہ اسلامی تعزیرات میں کوڑوں سے لے کر پھانسی تک کی سزا موجود ہے اور "گستاخئ رسول" کرنے والے کو کون سی سزا مل سکتی ہے۔ یہ آپ کو آپ کا ایمان ہی بتا دے گا۔ آپ کے خیال میں کیا کوئی مسلمان ایسا ہو سکتا ہے جو حضور ﷺ کا بے ادب ہو، عشق رسول ﷺ سے محروم ہو اور بد بخت ہو۔ سرکار دو عالم ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے "تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک میں تمہیں تمہارے ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں" قارئین! جو شخص ماں باپ اور تمام لوگوں سے بڑھ کر حضور ﷺ سے محبت نہ کرے وہ تو مومن نہیں لیکن جو یکسر ہی عشق رسول ﷺ سے محروم ہو۔ کیا وہ مسلمان ہو سکتا ہے؟ پس ثابت ہوا کہ بریلوی مفتی فیض احمد اویسی کے بقول بھی احمد رضا خان

مسلمان نہیں۔اور جب مسلمان نہیں تو لامحالہ ثابت ہوا کہ اس کا مذہب اسلام نہیں۔

محترم قارئین! یہ تین مثالیں صرف "نمونہ از خروارے" کے طور پر پیش کی گئی ہیں ورنہ تفصیل کے لیے فقیر کتب کے نام عرض کر چکا ہے۔ان مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ احمد رضا خان نے جو کہا تھا "میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے" اس سے مراد اسلام ہرگز نہیں۔ بلکہ اسلام کے علاوہ اور اسلام سے متصادم دوسرا مذہب مراد ہے۔اس کے ساتھ ہی اوکاڑوی صاحب کا وہ قول کہ "احمد رضا کی تصانیف میں کوئی ایک بات بھی اسلام کے خلاف نہیں" باطل ٹھہرا۔اور ان کی اگلی بات کہ "وصایا شریف" کی عبارت "میرا دین" سے کوئی نیا دین مراد لینا حماقت اور جہالت ہے" بھی غلط ٹھہری۔"وصایا شریف" کی عبارت "میرا دین" سے کوئی نیا دین مراد لینا حماقت نہیں بلکہ اسلام مراد لینا حماقت اور جہالت ہے جیسا کہ واضح ہو چکا ہے۔

محترم قارئین! احمد رضا خان نے اپنی وصیت میں صراحۃً اپنے دین و مذہب کے اتباع کی صرف دعوت ہی نہیں دی بلکہ اس کو ہر فرض سے اہم فرض بتلایا۔جبکہ اسی احمد رضا خان کے ایک فضلہ خوار جناب ہاشمی میاں صاحب صدر آل انڈیا سنی لیگ اپنے مضمون "امام احمد رضا اور جنگ آزادی" میں حضرت گنگوہیؒ کی ایک عبارت پر اعتراض (جس کا جواب آگے آرہا ہے) کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"راقم الحروف (ہاشمی میاں) تو یہی سمجھتا ہے کہ کوئی مجدّد ہو یا محدث فقیہ ہو یا مجتہد وہ خود اپنے اتباع کی دعوت نہیں دیتا۔ بلکہ اتباع شریعت کی دعوت دیتا ہے۔اور یہ شان انبیاء ومرسلین کی ہے کہ وہ اپنے اتباع پر ہی ہدایت ونجات وموقوف قرار دیں"

{ماھنامہ المیزان بمبئی امام احمد رضا نمبر، صفحہ نمبر 404}

جناب ہاشمی میاں صاحب کی عبارت سے ثابت ہوا کہ احمد رضا نے اپنے دین و

مذہب کے اتباع کی دعوت دے کر اپنے آپ کو (نعوذ باللہ، استغفر اللہ) انبیاء ومرسلین کی صف میں کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے۔اور یہی کام غلام احمد قادیانی نے کیا تھا اب اس پر ہم بریلویوں کو ہاشمی صاحب کی ہی زبانی کہنا چاہیں گے"اسی طرح کا خبط مرزا غلام احمد قادیانی کو ہوا تو موصوف کی پوری ذریت غیر مسلم قرار دے دی گئی۔دیکھئے! احمد رضا خان صاحب کے ساتھ کب انصاف کیا جاتا ہے؟اب بریلوی خود یہ فیصلہ کریں کہ احمد رضا کی اس دبی آواز نے ان کو مرزا قادیانی صاحب سے کتنا قریب کیا ہے؟

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

ہم یہ بات بھی بتا چکے ہیں کہ احمد رضا نے شریعت پے حتی الامکان چلنے کی جو تاکید کی ہے اس کی ان کے نزدیک کتنی حیثیت ہے؟ وہ صرف برائے نام اور اپنے جاہل پیروکاروں کو مزید اُلو بنانے کے لیے ہے۔اور اوکاڑوی صاحب ہماری آنکھ میں شہتیر ہے ہی نہیں اس لیے نظر آنے کا کیا سوال؟ آپ کی آنکھ میں شہتیر تلاش نہیں کرنا پڑتا بلکہ خود ہی نظر آجاتا ہے۔اس میں ہمارا کیا قصور ہے؟

"وصایا شریف" کے ناکام دفاع کے لیے اکابرین اہلسنت کی پیش کی گئی الزامی عبارات کی حقیقت

الزامی جواب ملاحظہ ہو!

"۱۹ رمضان المبارک ۱۳۹۰ ہجری کو سہارن پور کے مدرسہ مظاہر علوم میں ہونے والی شیخ محمد زکریا صاحب کاندھلوی کی ایک مجلس کے ملفوظات میں (دیوبندی وہابی عالم) تقی الدین ندوی مظاہری نے لکھا ہے، اس مجلس میں دیوبندی وہابی علماء، منظور نعمانی اور ابوالحسن علی ندوی بھی شریک تھے۔ارشاد فرمایا:"ہمارے اکابر حضرت گنگوہی (رشید احمد

گنگوہی) وحضرت نانوتوی (محمد قاسم نانوتوی) نے جو دین قائم کیا تھا، اس کو مضبوطی سے تھام لو، اب قاسم ورشید پیدا ہونے سے رہے، بس ان کی اتباع میں لگ جاؤ" (صحبتے با اولیاء، ص ۱۲۵، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ناشران کتب، کراچی ۱۹۸۲ء)

قارئین کرام! مذکورہ عبارت کے کچھ الفاظ قابل توجہ ہیں۔ دیوبندی وہابی تبلیغی جماعت کے ہیڈ شیخ محمد زکریا صاحب کاندھلوی کے الفاظ ذرا توجہ سے دیکھئے! وہ کہہ رہے ہیں کہ "جو دین گنگوہی ونانوتوی نے قائم کیا تھا"

اگر کوئی ان الفاظ کے مطابق یہ کہے کہ "گنگوہی صاحب اور نانوتوی صاحب نے نیا یا الگ دین قائم کیا تھا" تو دیوبندی وہابی تبلیغی اپنے ان دونوں بڑوں کی کتابیں دکھا کر ہرگز یہ ثابت کرنے کی کوشش نہ کریں، کہ دونوں اسلام ہی کے مبلغ تھے، کیوں کہ اول تو ان دونوں کی کتابوں میں کفریات بھی موجود ہیں، دوسرا یہ کہ زکریا صاحب کے الفاظ میں "جو دین" کے الفاظ کے بعد صرف گنگوہی ونانوتوی کا نام ہے، ان کی کتابوں کا ذکر ہی نہیں ہے، علاوہ ازیں زکریا صاحب، صرف گنگوہی ونانوتوی کی اتباع کی تاکید کر رہے ہیں، ہرگز شریعت کی اتباع کی تاکید نہیں کر رہے"

جواب

جناب اوکاڑوی صاحب! الزامی عبارت پیش کرنے کے لیے جس عقل وفہم کی ضرورت ہوتی ہے آپ اُس سے یکسر محروم نظر آتے ہیں۔ مذکورہ عبارت اور اپنے اعلیٰ حضرت کی وصیت کو دیکھیے! تو آپ کو پتا چل جائے گا کہ یہ عبارت ہرگز الزامی عبارت نہیں بنتی۔ اِس لیے کہ اس عبارت میں آپ کے آلہ حضرت کی وصیت کی طرح شریعت کو علیحدہ اور اپنے دین کو علیحدہ نہیں ذکر کیا گیا۔ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ

علیہ اور فقیہ النفس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلمان ہونا، ہم پیچھے کئی بریلوی علماء سے ثابت کر آئے ہیں۔ جب وہ مسلمان ہیں تو ظاہر ہے ان کا دین اسلام ہے۔ اور لامحالہ "جو دین قائم کرنے سے مراد" اسلام کا قائم کرنا ہے۔

اگلی بات جو اوکاڑوی صاحب نے کہی کہ:

"اگر کوئی دیوبندیوں سے پوچھے کہ مولانا نانوتوی وگنگوہی رحمہم اللہ کا دین کیا تھا تو وہ ہرگز ان کی کتب نہیں پیش کر سکتے کیوں کہ ان کی کتب میں کفریات موجود ہیں اور کتب کا ذکر عبارت میں نہیں کیا گیا"

جواب

ہمارا احمد رضا کی تمام امت کو چیلنج ہے کہ وہ مولانا نانوتویؒ وگنگوہیؒ کی کتب میں سے کوئی بات اسلام کے خلاف ثابت کر کے دکھائیں۔ اگر ان کی کتب میں کفریات سے مراد وہی عبارات ہیں جو اوکاڑوی صاحب نے پیش کی ہیں تو ان کا جواب بحمد للہ ہم خود بریلویوں کے علماء کی کتب سے دے چکے ہیں۔ اور ان عبارات کا عین اسلام ہونا بھی خود انہی کے علماء سے ثابت کر چکے ہیں۔

محترم قارئین! جب بھی کسی شخصیت کو پڑھنا ہو تو اس کی کتب ہی کو دیکھا جاتا ہے لہٰذا اوکاڑوی صاحب کی یہ بات "کہ عبارت میں چونکہ کتب کا ذکر نہیں اس لیے کتب کو پیش نہیں کیا جا سکتا" بھی ان کی جہالت اور بے وقوفی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ محترم قارئین! آپ احمد رضا کی زندگی کو پڑھ کر دیکھیں! اور حضرت نانوتوی وحضرت گنگوہی رحمہم اللہ کی زندگی کو بھی پڑھ کے دیکھیں! آپ کو خود ہی پتا چل جائے گا کہ کفر کی خدمت کس نے کی ہے اور اسلام کی خدمت کس نے کی ہے؟ ایک طرف احمد رضا ہے جس کی

تمام زندگی مسلمانوں کو کافر بنانے میں گزری۔ جیسا کہ خود بریلوی کتب سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور دوسری طرف حضرت نانوتویؒ جن کی ساری زندگی ہندوؤں، عیسائیوں سے مناظرے کرتے اور اسلام کا دفاع کرتے گزری اور اکثر کتب بھی غیر مسلموں کے اسلام پر اعتراضات کے جواب دینے میں گزری۔

حضرت نانوتویؒ کی چند کتابوں کا مختصر تعارف

جیسا کہ حضرت کی چند کتب کا تعارف فقیر نقل کرتا ہے:

1) رسالہ تحفۂ لحمیہ

تعارف

یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں حضرت نانوتویؒ نے ہنود کی اس رسم باطل کا رد لکھا ہے کہ جانوروں کا ذبح کرنا ظلم ہے اور ان کا گوشت کھانا تعدی ہے۔

2) تقریر دلپذیر

تعارف

یہ کتاب حضرت نانوتویؒ کی بے مثال اور عجیب وغریب کتاب ہے افسوس کہ یہ کتاب حضرت مکمل نہیں کر سکے یہ اُردو زبان میں ہے، تمام عقائدِ دینیہ اُصولیہ وفروعیہ کو عقلی استدلال سے قریب الفہم کر دیا ہے اِس طرح کہ اگر کوئی غیر متعصب غیر مسلم بھی اس کو پڑھے گا تو اسلام کے نظام عقائد کو برحق سمجھے گا۔

3) حجۃ الاسلام

تعارف سنہ ۱۸۷۶ء میں پادری نولس صاحب اور منشی پیارے لال صاحب ساکن چاند پور متعلقہ شاہجہانپور نے باتفاق رائے جب ایک میلہ بنام میلہ خدا شناسی

موضع چاند پور میں مقرر کیا اور اطراف و جوانب میں اس مضمون کے اشتہار بھجوائے کہ ہر مذہب کے علماء آئیں اور اپنے اپنے مذہب کے دلائل سنائیں۔

تو اس وقت معدن الحقائق مخزن الدقائق مجمع المعارف مظہر اللطائف جامع الفیوض و البرکات قاسم العلوم والخیرات سیدی و مولائی حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب متعنا اللہ بعلومه و معارفه نے اہل اسلام کی طلب پر میلہ مذکور میں شرکت کا ارادہ ایسے وقت مصمم فرمایا کہ تاریخ مباحثہ یعنی ۷ مئی سر پر آ گئی تھی چونکہ یہ امر بالکل معلوم نہ تھا کہ تحقیق مذاہب اور بیان دلائل کیا صورت تجویز کی گئی ہے اعتراضات و جوابات کی نوبت آئیگی یا زبانی اپنے اپنے مذہب کی حقانیت کا بیان یا بیانات تحریری ہر کسی کو پیش کرنے پڑیں گے تو اسی لیے بنظر احتیاط حضرت مولانا قدس اللہ سرہ کے خیال مبارک میں یہ آیا کہ ایک تحریر جو اصول اسلام اور فروع ضروریہ بالخصوص جو اس مقام کے مناسب ہو سب کو شامل ہو حسب قواعد عقلیہ منضبط ہونی چاہئے جس کی تسلیم میں عاقل منصف کو کوئی دشواری نہ ہو اور کسی قسم کے انکار کی گنجائش نہ ملے چونکہ وقت بہت تنگ تھا اس لیے نہایت عجلت کے ساتھ غالباً ایک روز کامل اور کسی قدر شب میں بیٹھ کر ایک "تحریر جامع" تحریر فرمائی۔ جلسہ مذکور میں تو مضامین مندرجہ کو زبانی ہی بیان فرمایا اور "دربارۂ حقانیت اسلام" جو کچھ بھی فرمایا وہ زبانی ہی فرمایا۔

4) میلہ خدا شناسی

سبب انعقاد

تعارف ہندوستان کے علاوہ چاند پور ضلع شاہجہانپور میں ایک بڑا سرمایہ دار، جاگیر دار ہندو تھا، جس کا نام تھا منشی پیارے لال۔ اس کی ایک یورپین پادری نولس سے

دوستی ہوگئی اس کی باتیں سن کر اس کا دل عیسائیت کی طرف مائل ہوا تو اس کے ہندو دوستوں نے اس کو مشورہ دیا کہ آپ اپنی زمینوں میں ایک مذہبی مباحثہ رکھیں (مباحثہ شاہجہانپور ص ۱۰)

میلے کا اشتہار:

چنانچہ پادری نولس صاحب انگلستانی پادری شاہجہانپور اور منشی پیارے لال ساکن موضع چاند پور متعلقہ شہر شاہجہانپور نے مل کر ۱۸۷۶ء میں ایک میلہ خدا شناسی موضع چاند پور میں جو شہر شاہجہانپور سے پانچ کوس کے فاصلے پر لب دریا واقع ہے مقرر کیا اور تاریخ میلہ ۷/مئی ٹھہرائی اور اشتہار اس مضمون کے اطراف و جوانب میں بھجوائے۔ منشا اشتہار یہ تھا کہ ہر مذہب کے آدمی آئیں اور اپنے اپنے مذہب کے دلائل سنائیں۔ مسلمانوں نے حضرت نانوتویؒ کو خط لکھا کہ آپ وقت مقررہ پر ضرور تشریف لائیں (میلہ خداشناسی ص ۸)

حضرت نانوتویؒ کو شرکت کی دعوت:

۴/مئی کو حضرت کو شاہجہانپور والوں کیطرف سے خط آیا کہ آپ آئیں اور مولوی سید ابوالمنصور صاحب کو بھی ساتھ لائیں کیونکہ پادری نول صاحب کو جو بڑے لسان اور مقرر ہیں یہ دعویٰ ہے کہ بمقابلہ دین عیسوی دین محمدی کی کچھ حقیقت نہیں۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ اپنے احباب کی معیت میں روز شنبہ ۶/مئی کو بعد عصر شاہجہانپور پہنچے حضرت کے احباب میں مولانا فخرالحسن گنگوہیؒ، مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ اور مولانا سید ابو المنصور صاحب دہلویؒ امام فن مناظرہ اہل کتاب شامل تھے۔ (میلہ خداشناسی ص ۹)

حضرت نانوتویؒ کی آمد:

مولانا نوتویؒ نے اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا چاہا، مولانا محمود الحسن کو لے کر ایک سرائے میں تشریف لے گئے مگر کچھ لوگوں کو پتا چل گیا اور وہ اصرار کر کے حضرت کو اپنے گھر لے گئے، مولانا نانوتویؒ صبح کو نماز پڑھ کر پیادہ پا ہی چاند پور میں جا چمکے۔

جلسہ گاہ کا منظر:

ایک بڑے خیمے میں یہ مجلس منعقد ہوئی اس طرح کہ خیمے کی بیچ میں ایک میز رکھی گئی اور اس کے دونوں جانب آمنے سامنے کرسیاں وغیرہ بچھائی گئیں ایک طرف پادری عیسائی اور مقابلہ میں علمائے اسلام بیٹھ گئے اور بین الصفین میز کے سامنے موتی میاں صاحب قلمدان و کاغذ لے کر بیٹھ گئے اور قواعد مناظرہ لکھے، بعض سوال وجواب علی سبیل الاختصار اور سوا اس کے بعض امور دیگر بھی وہی رئیس قلمبند کرتے جاتے تھے (میلہ خدا شناسی ص ۱۰) اگر چہ بظاہر مناظرہ کرنے والے تین فریق قرار پائے تھے مسلمان، عیسائی، ہندو مگر درحقیقت اصل گفتگو مسلمان اور عیسائیوں میں تھی (میلہ خدا شناسی ص ۱۱)

کس کس نے بیان کیا:

پہلے پادری نولس نے انجیل کی حقانیت پر بیان کیا، اس پر علماء نے اعتراضات کئے ،اس کے بعد اہل اسلام کی باری تھی تو سب نے حضرت نانوتویؒ سے بیان کی درخواست کی (میلہ خدا شناسی ص ۱۷) حضرتؒ نے ایسا بیان کیا جس کے اثرات اب تک موجود ہیں اور انشاء اللہ ہمیشہ باقی رہیں گے۔

اہل اسلام کا غلبہ:

نو بجے یہ جلسہ شروع ہوا اور دو بجے برخواست ہوا ،اہل اسلام نے اول نماز پڑھی، پھر کھانا کھایا اور باہم ایک دوسرے کی تقریر کی خوبی کا ذکر ہوتا رہا اور افضال

خداوندی کو یاد کر کے ان تقریروں کے مزے لیتے رہے اور شہر میں اور اطراف میں شہرت اڑ گئی کہ مسلمان غالب رہے۔ چناں چہ اس وجہ سے دوسرے دن اور بہت شائق آ پہنچے (میلہ خدا شناسی ص ۳۰، ۱۳)

ہر طرف اسلام کی تبلیغ:

پھر مولانا نانوتویؒ نے اپنے احباب سے فرمایا کہ میلہ میں متفرق ہو کر بیان کرنا چاہئے چناچہ واعظین نے علی الاعلان اسلام کی تبلیغ اور عیسائیت کا بطلان کیا (میلہ خدا شناسی ص ۳۱) قبل مغرب تک تمام میلہ میں عجب کیفیت رہی اور عنایت ایزدی سے کوئی پادری مقابل نہ ہوا دوسرے دن فجر کے بعد پھر حضرت نے اپنے ساتھیوں سے کہا تو انہوں نے نو بجے تک میلہ میں جا کر کَمَا یَنۡبَغِیۡ حق اسلام ادا کیا، پادری لوگ بھی میلہ میں پھرتے تھے جدھر گزر ہوتا تھا عوام لوگ یہی کہتے تھے کہ پادری صاحب! ہم ہی کو دھمکانے کو تھے اب تو کچھ بولیے (میلہ خدا شناسی ص ۳۲)

حضرت نانوتویؒ زندہ باد:

موتی میاں نے آکر بتایا پادری صاحب کہتے ہیں کہ گو یہ صاحب یعنی حضرت نانوتویؒ ہمارے خلاف کہتے ہیں پر انصاف کی بات یہ ہے کہ ایسی تقریریں اور ایسے مضامین ہم نے نہ سنے تھے مولوی احمد علی صاحب نے فرمایا پادری صاحب باہم کہتے تھے آج ہم مغلوب ہو گئے (میلہ خدا شناسی ص ۵۵)

(نوٹ: حضرت اقدس نانوتویؒ کی کتب کے مذکورہ تعارف پیر طریقت، محقق اہل سنت مولانا سیف الرحمٰن قاسم صاحب مدظلہ کی کتاب "حضرت نانوتویؒ اور خدمات ختم نبوت" سے پیش کئے گئے ہیں لہٰذا تفصیل اور باقی کتب کے تعارف جاننے کے لیے

اس کا مطالعہ فرمائیں)

محترم قارئین! ہم اس بحث کو یہیں پر ختم کرتے ہیں ورنہ اگر "مباحثہ شاہجہانپور" "انتصار الاسلام" "قبلہ نما" "مناظرۂ عجیبیہ" "اسرار قرآنی" "ہدیۃ الشیعہ" "قصائد قاسمی" وغیرہ حضرت نانوتویؒ کی کتب جو اسلام کی حقانیت اور غیر مسلموں کے سوالات کے جوابات پر مشتمل ہیں کا تعارف ہی پیش کیا جائے تو بحث بہت لمبی ہو جائے گی اور یہ تو صرف حضرت نانوتویؒ کی خدمات اسلام کی بات چل رہی تھی اگر حضرت نانوتویؒ کے ساتھ ساتھ حضرت گنگوہیؒ کی خدمات اسلام کا تعارف پیش کیا جائے تو یہ پوری ایک کتاب بن سکتی ہے۔ بحر حال ہمیں تو صرف ایک جھلک دکھانی تھی۔

محترم قارئین! جس شخص نے ساری زندگی اسلام کا تحفظ کیا ہو اور غیر مسلموں کے اعتراضات کے جوابات خود ان کی کتب اور عقلی دلائل سے دے کر ان کی زبان بند کرائی ہو اور مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچایا ہو۔ آج اسی شخصیت کے بارے میں کہا جائے کیا اس شخص کا مذہب اسلام تھا؟ یہ سوال کتنا مضحکہ خیز ہوگا؟ اور اسلام کی بنیادوں کو گرانے کے مترادف ہے۔ کیا بریلوی حضرات احمد رضا خان کا کوئی واقعہ پیش کر سکتے ہیں کہ اس نے کبھی عیسائیوں یا ہندوؤں کا مقابلہ کیا ہو؟ ان سے مناظرہ کیا ہو؟ اسے اپنے گھر میں بیٹھ کر مسلمانوں پر کفر کے فتوے لگانے کے علاوہ کچھ اور بھی کام تھا؟ احمد رضا خان نے علمائے اہل سنت کو کافر بنانے اور ان کے رد میں کتنی کتب لکھیں؟ اور عیسائیوں، ہندوؤں یا دیگر لوگوں کے رد میں کتنی کتب لکھیں؟ جب قارئین اس کی تحقیق کریں گے تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ احمد رضا خان کا مذہب اسلام کا دفاع کرنا نہ تھا بلکہ مسلمانوں کو کافر بنانا تھا۔

بحر حال حضرت نانوتویؒ و حضرت گنگوہیؒ کے دین سے مراد اسلام اور ان کا

مسلمان بلکہ مسلمانوں کا پیشوا ہونا ثابت ہو چکا اور احمد رضا کا کافر ہونا اور اس کے مذہب کا اسلام نہ ہونا خود اسی کے پیروؤں کے فتووں سے ثابت ہو چکا ہے۔لہٰذا اوکاڑوی صاحب کی پیش کردہ الزامی عبارت ہرگز الزامی عبارات نہیں بنتی کہ احمد رضا کی وصیت اور اس عبارت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔جب مولانا نانوتویؒ وحضرت گنگوہیؒ مسلمان اور پیشوا ہیں تو ان کے دین پر قائم رہنے سے مراد اسلام پر قائم رہنا ثابت ہوا۔اور اس کے ساتھ اوکاڑوی صاحب کا اعتراض رفع ہوا۔

"حضرت تھانویؒ کے پاؤں دھوکر پینا نجات اخروی کا سبب ہے" پر اعتراض کا جواب مع حضرت گنگوہیؒ کے الفاظ پر اعتراض کا جواب

صفحہ نمبر 152 پر لکھتے ہیں:

"اور سنئے! تذکرۃ الرشید، ص ۱۱۳ ج ۱ پر ہے کہ:" واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پاؤں دھوکر پینا نجاتِ اُخروی کا سبب ہے"

قارئین! ملاحظہ فرمایئے کہ اس جملے کو اللہ کی قسم سے شروع کر کے کتنا قطعی بنایا گیا ہے۔لہٰذا دیوبندیوں، وہابیوں کو دین، ایمان، نماز، روزے کی چُھٹی، تھانوی کے پاؤں دھوکر پئیں اور اپنے مفتی کے فتوے کے مطابق نجات پائیں۔

رشید احمد گنگوہی صاحب کا بھی ایک ارشاد ملاحظہ ہو! فرماتے ہیں:"سن لو! حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بہ قسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں، مگر اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔"(تذکرۃ الرشید، ص ۱۷ ج ۲)

یہ الفاظ کس قدر قطعیت سے کہے گئے ہیں؟ اگر کوئی یہ کہے کہ" حق وہی ہے جو

گنگوہی کہے" اور تمام انبیاء وصحابہ و اولیاء اور علمائے حق ہی نہیں بلکہ دنیا کے تمام وہابی دیوبندی علماء بھی جو کہیں وہ حق نہیں، تو اس کے لیے "چوں کہ، چناں چہ، اگر، بالفرض، یعنی وغیرہ" کے ہیر پھیر نہ کئے جائیں، نہ ہی گنگوہی صاحب کو معصوم ثابت کرنے کی کوشش کی جائے، ورنہ دیوبندیوں، وہابیوں کے لیے دُہری مشکل ہوجائے گی، بلکہ یہ تسلیم کیا جائے کہ گنگوہی صاحب کا یہ بیان سراسر جھوٹ ہے۔ کیوں کہ جھوٹ؛ واقعہ کے خلاف بات کو کہتے ہیں اور گنگوہی صاحب کے یہ الفاظ بلاشبہ واقعے کے خلاف ہیں۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ گنگوہی صاحب جھوٹ کہہ رہے ہیں، تو پھر خود ہی فرمایئے کہ جھوٹے کی پیروی پر ہدایت ونجات موقوف ہونا تو درکنار، کیا ممکن بھی ہوسکتی ہے؟"

پہلی عبارت سے استدلال کا جواب

محترم قارئین! سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ "پاؤں دھو کر پینا" یہ اردو کا ایک محاورہ جس سے مراد ہوتا ہے کسی کی عزت کرنا۔ محاوروں کا ایک مخصوص معنیٰ متعین ہوتا ہے ان کا لفظی معنیٰ نہیں دیکھا جاتا۔ لیکن اوکاڑوی صاحب اور دیگر جاہل بریلوی اس محاورے کو لفظی معنوں کے اعتبار سے دیکھتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں۔ آیئے! پہلے لغت سے اس کا معنیٰ ملاحظہ فرمایئے:

"پاؤں دھو دھو کر پینا۔ (ا۔ محاورہ) (ا) تعظیم وتکریم کرنا۔ بہت عزت کرنا"

{فیروز الغات۔ صفحہ نمبر 271، فیروز سنز}

لہذا ایک محاورے کا لفظی معنیٰ مراد لے کر اس پر اعتراض کرنا ہی ان کے جاہل ہونے کا ثبوت ہے۔

نیز "پاؤں دھو کر پینے" کا احمد رضا کی وصیت سے کیا تعلق؟ آپ "تذکرۃ الرشید" کی یہ عبارت دیکھیں اور وصایا شریف کی عبارت دیکھیں۔ کیا اس عبارت میں وصایا

شریف والا معنی پایا جاتا ہے؟ یہاں سے اوکاڑوی صاحب کے ذہنی خلفشار اور دلی بے اطمینانی کا خوب اندازہ ہوتا ہے۔ وہ اس کالے حضرت کی وصیت کا ناکام دفاع کرتے ہوئے یہ بھی بھول چکے ہیں کہ مجھے کس طرح کی عبارت پیش کرنی ہے؟ اس عبارت کا پیش کرنا بتلا رہا ہے کہ اوکاڑوی صاحب اپنے آلہ حضرت کے دفاع میں بری طرح ناکام و نامراد ہو چکے ہیں۔ "واللہ العظیم" سے جملے کو شروع کرنے کا مقصد اس بات کی اہمیت کے لیے ہے" تو یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ اور "نجاتِ اُخروی کا سبب ہے" میں کوئی حصر نہیں۔ اوکاڑوی صاحب نے اپنی عادت بد سے مجبور ہو کر اس سے غلط مطلب کشید کیا کہ اس کا مطلب ہے نماز، روزے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ مطلب ان کا اپنا خانہ ساز ہے۔ ہمارا نہیں۔ اور حقیقت میں عبارت میں یہ معنی مراد نہیں بلکہ یہ کام نماز، روزے کا پابند ہونے کے ساتھ ہی فائدہ دے سکتا ہے۔ حضرت تھانویؒ کے حالات پڑھنے سے اندازہ ہو جاتا ہے انہوں نے کسی کو بھی نہیں کہا کہ بس تم میرے پاؤں دھو کر پیو، تمہیں نماز اور روزے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایسی بات کسی کی عظمت کو سمجھانے کے لیے کی جاتی ہے۔ اگر اوکاڑوی صاحب کے نزدیک اس کا لفظی معنیٰ مراد ہے تو وہ حضرت تھانویؒ کے متعلقین میں کسی کا ایسا واقعہ پیش کر سکتے ہیں کہ انہوں نے حضرت تھانویؒ کے پاؤں دھو کر پانی پیا ہو۔ یا نماز، روزہ وغیرہ کو چھوڑا ہو۔ بلکہ حضرت تھانویؒ کے حالات پڑھنے سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ حضرت تھانویؒ نے اپنے سے تعلق رکھنے والے ہر شخص کو عقائد صحیحہ اہل سنت والجماعت اور نماز، روزہ اور دیگر اسلامی عبادات کی طرف ترغیب دلائی اور گامزن فرمایا۔ اوکاڑوی صاحب ایسی عبارات پیش کر کے جن کا وصایا شریف سے کوئی تعلق نہ ہو آپ کے آلہ حضرت کی جان نہیں چھوٹنے والی، ان کا پیش کرنا دفع الوقتی کے سوا کچھ نہیں۔

دوسری عبارت سے استدلال کا جواب

یہ عبارت اور اس پر اوکاڑوی صاحب کا اعتراض پڑھ کر یقیناً قارئین اس نتیجے پر پہنچے ہوں گے۔ جہاں اوکاڑوی صاحب کو پتا ہوتا ہے کہ میری پیش کردہ عبارت اور اس سے استدلال، اہل سنت کے اعتراض کا جواب بنتا ہی نہیں۔تو وہ کہہ دیتے ہیں ”اس (عبارت) کے لیے ”چوں کہ، چناں چہ، اگر، بالفرض، یعنی وغیرہ“ کے ہیر پھیر نہ کئے جائیں“ ہم تو کہہ چکے ہیں الحمدللہ ہمیں کسی ہیر پھیر کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی عبارت کی وضاحت اور اس پر اعتراض کا جواب ”ہیر پھیر“ ہے تو اوکاڑوی صاحب کو بھی ”مصنف جہانس برگ سے بریلی“ کی پیش کردہ بریلوی عبارات اور ان پر اعتراض کو تسلیم کر لینا چاہیے تھا۔ اپنی عبارات کی وضاحت اور باطل تاویل نہیں کرنی چاہیے تھی۔ لیکن انہوں نے اپنے لیے ایک کام کو جائز رکھا ہوا ہے اور ہمارے لیے جائز کام کو بھی ناجائز بتلاتے ہیں۔ یہ Double Standard (دوغلی پالیسی) کیوں ہے؟ آیئے! اب حضرت گنگوہیؒ کے قول کا مطلب سنیے! حضرت گنگوہیؒ کے زمانے میں ایک طرف عیسائی، ہندو، شیعہ دیگر غیر مسلم اور دوسری طرف بریلوی حضرات (اپنے سوا تمام دنیا کو کافر سمجھنے والے)، غیر مقلدین حضرات (اپنے سوا تمام دنیا کو مشرک سمجھنے والے)، چکڑالوی حضرات (منکرین حدیث) اور ان جیسے لوگ تھے۔ تو حضرت گنگوہیؒ چونکہ اہل سنت والجماعت تھے، اس لیے انہوں نے کہا کہ ”حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے“ یعنی دوسرے لوگ چونکہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں اس لیے میری بات چونکہ مسلک اہل سنت والجماعت احناف کے مطابق ہے، اِسی لیے میری بات ہی حق ہے۔ اور اسی پر نجات ہے۔ تو کیا یہ بات غلط بات ہے۔ ”رشید احمد کی زبان “ سے مراد

مسلک اہل سنت والجماعت ہے اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ اسی پر نجات موقوف ہے۔ اسی بات کو ایک مثال سے سُنیے۔ فرض کیجیے ایک قافلہ کہیں جارہا ہو۔ اور راستے میں بہت سے گڈھے اور کھائیاں ہیں۔ اور ایک شخص کو منزل تک صحیح راستے کا صحیح علم ہے۔ اب کچھ لوگ جو اس قافلے کے دشمن ہیں، لیکن بظاہر اس قافلے میں بھی شامل ہیں اور وہ لوگوں کو اپنے پیچھے چلنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ ان کام مقصد صرف اتنا ہے کہ قافلے کو اس کی منزل سے دور کیا جائے، اب جس شخص کو ان لوگوں کی اس چال کا علم ہے۔ اگر وہ یہ کہہ دے کے سب قافلے والے میرے پیچھے ہی چلیں گے تو منزل تک پہنچیں گے تو اس نے کونسی غلط بات کہی ہے؟ اگر وہ یہ بات جانتے ہوئے بھی کہ دیگر "لوگ جو قافلے کو منزل تک پہنچانے کا جھوٹا دعویٰ کرر ہے ہیں" اہل قافلہ کو ان کے پیچھے چلنے سے نہ روکے اور اس طرح قافلہ اپنے رستے سے بھٹک جائے تو کیا یہ صحیح ہوگا؟ یقیناً آپ کا جواب "نہیں" میں ہوگا۔ اسی طرح جب حضرت گنگوہیؒ جانتے تھے کہ یہ دیگر مسالک والے جو مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں اور پھر مسلمانوں میں گھس کر اُن کے عقائد ونظریات پر رکیک حملے کرتے ہیں اور ہم اہل سنت والجماعت سے ہیں جس کو خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناجی گروہ (نجات پانے والا گروہ) فرمایا ہے۔ تو اس لیے انہوں نے اپنے یعنی مسلک اہل سنت والجماعت پر چلنے کی تاکید کی" اور اس طرح اہل اسلام کو جہاں تک ہوسکا گمراہ ہونے سے بچایا تو اس میں کیا غلط بات ہے؟ "رشید احمد کی زبان سے جو نکلتا ہے وہ حق ہے" کا انبیاء، صحابہؓ واولیاء اور علمائے حق سے تقابل کروانا بھی آپ ہی کی اختراع اور جہالت ہے۔ حضرت گنگوہیؒ تو انبیاء وصحابہؓ اور اولیاء کو حق مان رہے ہیں انہی کی تعلیمات کو عام کرر ہے ہیں انہی کے رستے پر چل رہے ہیں تو ان کے راستے کا ان حضرات سے الگ ہونے کا کیا معنیٰ؟ نیز آپ نے عبارت سے

مفہوم مخالف کشید کرنے کی کوشش کی جو کہ ویسے بھی نہیں بنتا لیکن خود آپ کے احمد رضا خان نے بھی لکھا ہے "مفہومِ مخالف محققین کے نزدیک معتبر نہیں" (فتاویٰ رضویہ) لہٰذا آپ کا حضرت گنگوہیؒ کے قول سے مفہوم مخالف مراد لینا آپ کا احمد رضا کی تحریرات سے جہالت کا ثبوت ہے، اور عبارت سے اس مفہوم کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ نیز حضرت گنگوہیؒ کے اس قول سے مولانا گنگوہیؒ کا معصوم ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی سنّی دیوبندی حضرت گنگوہیؒ کو معصوم مانتا ہے۔ اوکاڑوی صاحب کے مفہوم کا رد خود حضرت گنگوہیؒ کے الفاظ "بہ قسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں" سے ہوجاتا ہے۔ پس ثابت ہوا حضرت گنگوہیؒ کی بات واقعے کے خلاف نہیں اور نہ یہ جھوٹ ہے۔

اوکاڑوی صاحب کی بدحواسی کا جواب

صفحہ نمبر 152 سے لیکر 153 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"محترم قارئین! یہ خادم اہل سنت پھر عرض گزار ہے کہ دیوبندی وہابی تبلیغی ازم کے علماء وعوام، ہم اہل سنت و جماعت کے صرف اس لیے کچھ زیادہ دشمن ہیں کہ ہم انہی کے بڑوں کی کتابوں کے آئینے میں ان کو انہی کا چہرہ دکھاتے ہیں۔ جب آئینے میں اپنا ہی چہرہ داغ دار نظر آتا ہے، تو ان کے لیے دو ہی راستے رہ جاتے ہیں۔ یا تو اپنے چہرے کے داغ دور کریں یا آئینہ توڑ دیں۔ آئینہ ان کے بڑوں کی کتابیں ہیں، اور چہرے کے داغ ان کے وہ بے جا اعتراض ہیں، جو یہ ہم پر کرتے ہیں۔ مگر مثل مشہور ہے کہ رسی جل گئی پر بل نہ گیا۔ (مثال تو کُتے کی دُم والی بھی ہے مگر بفضلہٖ تعالیٰ اس گناہ گار کی زبان وقلم کو نامناسب پیرایۂ بیان پسند نہیں) ان لوگوں کا بھی وہی حال ہے، نہ تو یہ اپنے بڑوں کی ایسی ہفوات وخرافات سے بھری کتابیں دریا برد کرتے ہیں، نہ ہم اہل سنت پر بے جا

اعتراض کا سلسلہ بند کرتے ہیں۔آپ کچھ بھی کیجئے ان کی ”میں نہ مانوں“ والی ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی ختم نہیں ہوتی“

جواب

ایک بات کی وضاحت تو ہم پہلے کر چکے ہیں۔اور پھر کر دینا چاہتے ہیں کہ اوکاڑوی صاحب کا اہل سنت کا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ان کا اپنے آپ کو”خادم اہل سنت“ لکھنے کا کیا معنی؟ جناب! آپ بدعت والی بحث میں خود بھی کہہ آئے ہیں”سنت اور بدعت آپس میں متضاد چیزیں ہیں“یعنی جو سنت پر عمل کرتا ہے وہ بدعت پر عمل نہیں کرتا اور جو بدعت پر عمل کرتا ہے تو سنت پر عمل نہیں کرتا۔اس وقت مکتبۂ بریلوی سر سے لیکر پاؤں تک بدعت کے تاریک کنویں میں غرق ہے۔بریلوی حضرات نماز سمیت تقریباً تمام ہی عبادات میں بدعات پر عمل کرنے کے عادی ہیں۔اور اسے چونکہ وہ دین سمجھ کر کرتے ہیں۔اس لیے بدعات کو ذرا برابر بھی برا نہیں سمجھتے۔ظاہر ہے جب یہ بدعت پر عمل کرتے ہیں تو سنت پر عمل نہیں کر سکتے۔اور جب یہ سنت پر عمل نہیں کرتے تو اہل سنت کیسے بن گئے؟ اور جب اہل سنت نہیں تو خادم اہل سنت کیسے بن گئے؟ جناب! آپ اہل بدعت ہیں اور ہم ہی اہل سنت ہیں۔اہل بدعت اور اہل سنت آپس میں یکجا نہیں متضاد ہیں۔لہٰذا آپ بدعات پر عمل پیرا ہو کر اپنے آپ کو اہل سنت نہیں کہہ سکتے۔اگلی بات جو آپ نے کہی کہ ہم سُنّی دیوبندی ”بریلویوں“ کے اس لیے دشمن ہیں کہ یہ ہماری کتب کے آئینے میں ہماری شکل دکھاتے ہیں اور ہمیں اپنا چہرہ داغدار نظر آتا ہے“ یہ بھی نرے بہتان عظیم اور جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔الحمد للہ ہمیں اپنی کتب کے آئینے میں اپنا چہرہ بالکل صاف نظر آتا ہے۔البتہ پیچھے ہونے والی بحث سے قارئین اس بات کا اندازہ لگا

چکے ہیں ہوں گے کہ خود بریلوی علماء کی کتب سے ان بریلویوں کا چہرہ صاف نظر آتا ہے یا کچرے کا ایک ڈھیر نظر آتا ہے؟ اور اگلی بات کہ ہمارے پاس دو راستے ہیں بھی غلط ہے دو راستے ہمارے پاس نہیں آپ کے پاس ہیں اور آگے آپ نے جو مثال دی یا کتے والی مثال دینا چاہتے ہیں تو بڑے شوق سے دیں کہ یہ آپ پر ہی فٹ آتی ہیں۔اور آگے بات آرہی ہے کہ آپ کے احمد رضا نے خود کہا ہے مجھ سے کتے ہزار ہیں اور میرے دونوں بیٹے اعلیٰ نسل کے کتے ہیں (حدائق بخشش و فیضان اعلیٰ حضرت)۔اس لیے ذرا دل تھام کر رکھیں۔ہمیں اپنے اکابرین کی کتابیں دریا بُرد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں کہ ان کی تائید قرآن و سنت ، اکابرین امت ، بلکہ خود بریلوی علماء سے ہو رہی ہے۔لیکن آپ کو اپنے آلہ حضرت سمیت دیگر بڑوں کی کتابیں دریا سپرد کر دینی چاہئیں کہ ان پر کفر و گستاخی اور گمراہی کا فتوی خود ان ہی کے ماننے والے لگا رہے ہیں۔ہم نے آپ پر کوئی بھی بے بنیاد الزام نہیں لگایا۔ہم نے آپ کے بارے میں جو بھی کہا ہے دلائل کی روشنی میں کہا ہے۔اور اپنے اعلیٰ حضرت کی غلط باتوں کو غلط نہ مان کر اور سنت پر نہ چل کر" میں نہ مانوں" والی پالیسی آپ نے اپنائی ہوئی ہے۔ہم نے نہیں۔اس لیے ہمیں حق سے پھر جانے کی دعوت دیے بغیر جناب کو چاہیے کہ حق کی طرف آجائیں ، علماء اہل سنت کے خلاف اپنے دل کا بغض نکال دیں اور حق جاننے کے باوجود بھی آپ عبارات میں قطع و برید کر کے ان کا معنی تبدیل کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔اپنی اس ہٹ دھرمی سے بھی باز آیئے۔ہمیں کوسنے کی بجائے اپنے گھر کا گند صاف کرنے کی طرف توجہ کیجیے۔

"وصایا شریف" کے ناکام دفاع اور تحقیقی جواب کا

جواب الجواب

صفحہ نمبر 153 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"الزامی جواب کے بعد اب اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کے الفاظ "میرا دین" کا قرآن وحدیث کی روشنی میں تحقیقی جواب بھی ملاحظہ ہو۔ قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ الخ" (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا)۔ جب اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ "تمہارا دین" تو کوئی مسلمان اگر یہ کہے کہ "میرا دین" ہرگز غلط نہیں ہوگا۔

مسلم شریف اور بخاری شریف کی حدیث کے مطابق قبر میں دو فرشتے تین سوال کرتے ہیں اور ان کا دوسرا سوال یہ ہوتا ہے "ما دينك" (تیرا دین کیا ہے؟) اس کا جواب مومن یہ دیتا ہے "ديني الاسلام" (میرا دین اسلام ہے)۔ دیوبندی وہابی تبلیغی علماء وعوام سے گزارش ہے کہ ان میں کا ہر ایک اپنی قبروں میں جب جائے، تو منکر نکیر سے صاف صاف کہہ دے کہ "میرا دین کوئی نہیں" ورنہ تمام دیوبندی وہابی تبلیغی یہ تسلیم کریں کہ اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ پر ان دیوبندی وہابی تبلیغیوں کا اعتراض، ان کی اعلیٰ حضرت بریلوی سے بے بنیاد دشمنی کے سوا کچھ نہیں"

جواب

محترم قارئین! آپ اوکاڑوی صاحب کے الزامی جواب کی حقیقت ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کسی بھی مسلمان کے "میرا دین" کہنا بالکل صحیح ہے۔ کہ جب وہ مسلمان ہے تو اس کے دین سے مراد دین اسلام ہی ہے۔ جب کہ آپ کے آلہ حضرت کے وصیت میں دین اسلام کو اور اپنے دین کو علیحدہ علیحدہ کر دیا گیا۔ لہٰذا احمد رضا خان کے "میرا دین" کہنے

سے مراد ہرگز اسلام نہیں۔ کہ اُس کو ہم تو کیا خود اس کے اپنے ہی کافر کہتے ہیں اور اس کی کتب غیر اسلامی عقائد وافکار پر مشتمل ہیں۔ قرآن مجید کی آیت مبارکہ اور حدیث مبارکہ سے آپ کے آلہ حضرت کی برأت ہرگز نہیں ہونے والی، کہ دونوں متضاد ہیں۔ اور ہمیں اپنی قبروں میں "میرا دین کوئی نہیں" کہنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ آپ بریلویوں کو چاہیے کہ قبر میں فرشتے سے کہہ دیں "میرا دین اسلام نہیں بلکہ دین رضویت ہے" اور ہم آپ بریلویوں سے بے بنیاد دشمنی نہیں رکھتے۔ محض الزام تراشی سے کام نہیں چلے گا۔ ہم اپنی بات کو دلائل سے ثابت کر آئے ہیں۔

"مرتے وقت احمد رضا خان کی لوازمات سمیت گنائے گئے کھانوں کی فہرست" پر اہلسنت کے ایک تبصرے پر اعتراض کا جواب

صفحہ نمبر 153 سے لیکر 155 تک اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"جوہانس برگ سے بریلی، پارٹ ۲ کے ص ۲۵ پر کتابچے کے مصنف کا ایک اور جھوٹ ملاحظہ ہو۔

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے وصایا شریف کا یک حصہ نقل کر کے جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف نے دروغ گوئی اور اپنے خبث باطن کا برملا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"it is interesting to note that Ahmad Raza khan does not say that these things be given to poor and convey the reward of it to me.nay,he says ,send

these things"

اتنا لکھنے کے بعد جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف نے اپنی عادت بد کے مطابق ناشائستہ لب ولہجہ اختیار کرتے ہوئے جو کچھ لکھا، اس سے قطع نظر جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف کے جھوٹ پر یہی کہوں گا، کہ"لَعنۃ اللہِ عَلَی الْکاذِبِین "۔اس قرآنی جواب کے بعد قارئین کرام کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے اپنے عزیزوں کوLast will(آخری وصیت) میں فرمایا گیا اگر تم سے باآسانی ممکن ہوتو اچھی چیزوں پر ایصال ثواب کے لیے فاتحہ دینا اور فقراو مساکین کی طبع خاطر کے لیے چند اچھے مروجہ کھانوں کا ذکر بھی فرمایا۔لیکن ایصال ثواب کے لیے فاتحہ و طعام کی ہدایات لکھواتے ہوئے واضح طور پر پہلے ہی جو کچھ فرمایا، ان کے اپنے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"فاتحہ کے کھانے سے اغنیا کو کچھ نہ دیا جائے ،صرف فقراء کو دیں اور وہ بھی اعزاز اور خاطر داری کے ساتھ، نہ کہ جھڑک کر، غرض کوئی بات خلاف سنت نہ ہو"۔

ان الفاظ کے فوراً بعد اعلیٰ حضرت بریلوی کی وہ عبارت ہے،جس کا عکس پارٹ ۲ کے ص ۷ ۲، پر جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف نے شائع کیا ہے،لیکن اس ہدایت کے الفاظ ، جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف نے ،اس عکس میں سے نکال دیئے کہ "فاتحہ کا کھانا اغنیاء کو نہیں صرف فقراء کو دیا جائے"

قارئین کرام! خود اندازہ کرلیں کہ جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف نے کس قدر خیانت اور جھوٹ کا مظاہرہ کیا ہے۔اس کے باوجود دیوبندی وہابی تبلیغی علماء، خود کو علمائے حق کہتے ہیں، انہیں شرم آنی چاہئے۔کیا ان دیوبندیوں وہابیوں کی ایسی حرکتوں اور ان کے گندے عقیدوں کا احوال جاننے کے بعد، ان دیوبندیوں وہابیوں تبلیغیوں

کے لیے یہ تصور بھی ممکن ہے کہ ان جھوٹوں اور دین کا مذاق اڑانے والوں کا، حق اور پاکیزگی سے کوئی تعلق ہے؟ ہرگز نہیں"

جواب

محترم قارئین! احمد رضا کی اس دوسری وصیت کے ناکام دفاع کا تفصیلی، کافی، وافی اور شافی جواب بریلویت پہ ہاویہ مولانا محمد سفیان معاویہ صاحب مدظلہ دے چکے ہیں۔ جو کہ "دو ماہی مجلّہ نور سنت" شمارہ نمبر 9 اور 10 میں دو قسطوں میں چھپ چکا ہے۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھی اس کے متعلق کچھ عرض کر دیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مصنف "جہانس برگ سے بریلی" نے کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ اس لیے قرآنی آیت "لعنۃ اللہ علی الکذبین" کا مصداق مصنف جہانس نہیں بلکہ آپ ہیں جو ایک صحیح بات کو جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ محترم قارئین! اوکاڑوی صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ یہ پوری وصیت آپ کے سامنے رکھتے تاکہ آپ کو حقیقت کو خود ہی پتا لگ جاتا کہ مصنف جہانس نے صحیح کہا ہے یا جھوٹ؟ لیکن انہوں نے اصل عبارت جس پر اعتراض ہے اُس کو نقل نہیں کیا بلکہ صرف اس کے ایک ٹکڑے کو عرض کیا ہے۔ جس سے آپ بھی سمجھ سکتے ہیں:

کچھ تو ہے جس کی پردہ دری ہے

محترم قارئین! ہم مولانا سفیان معاویہ مدظلہ کے مضمون سے آپ کے سامنے احمد رضا خان کی یہ دوسری معترضہ وصیت اور بریلوی کتب سے ایک صحیح مفہوم عرض کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

" فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنی وفات سے (دو گھنٹہ 17 منٹ قبل) پہلے وصیت تحریر کرواتے ہیں جس میں سے ایک وصیت یہ تھی:

اعزاء سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین باران اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں:

دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔

(1) مرغ کی بریانی

(2) مرغ پلاؤ۔ خواہ بکری

(3) شامی کباب

(4) پراٹھے اور بلائی

(5) فیرنی

(6) اردکی پھریری دال مع ادرک ولوازم

(7) گوشت بھری کچوریاں

(8) سیب کا پانی

(9) انار کا پانی

(10) سوڈے کی بوتل

(11) دودھ کا برف

اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کر دیا کرو یا جیسے مناسب جانو بطیب خاطر میرے لکھنے پر مجبورانہ ہو"

{وصایا شریف، صفحہ 19، مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور}

مندرجہ بالا حوالہ جات پر ہماری گزارشات پڑھ لیں:

(1) فاضل بریلوی نے اپنی اس وصیت میں "کچھ بھیج دیا کریں" کے الفاظ استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ چیزیں مجھے بھیجنی ہیں اور ان چیزوں

کی مجھے طلب ہے۔یعنی "بلٹی" کا منتظر رہوں گا۔

(2) فاضل بریلوی کا ملفوظ ہے کہ:

''ایک بی بی نے مرنے کے بعد خواب میں اپنے لڑکے سے فرمایا: میرا کفن ایسا خراب ہے کہ مجھے اپنے ساتھیوں میں جاتے شرم آتی ہے۔ پرسوں فلاں شخص آنے والا ہے۔اس کے کفن میں اچھے کپڑے کا کفن رکھ دینا۔صبح کو صاحبزادے نے اٹھ کر اس شخص کو دریافت کیا۔معلوم ہوا کہ وہ بالکل تندرست ہے اور کوئی مرض نہیں۔تیسرے روز خبر ملی اس کا انتقال ہو گیا ہے۔لڑکے نے فوراً عمدہ کفن سلوا کر اس کے کفن میں رکھ دیا اور کہا: "یہ میری ماں کو پہنچا دینا۔رات کو وہ صالحہ خواب میں تشریف لائیں اور بیٹے سے کہا: خدا جزائے خیر دے تم نے بہت اچھا کفن بھیجا"

{شیخ کامل ۔ص233، مطبوعہ افکار القرآن گوجرانوالہ ، ملفوظات اعلیٰ حضرت۔ص:154، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی}

فاضل بریلوی کے اس ملفوظ سے ان کا نظریہ سامنے آ گیا کہ ان کے نزدیک مردے کو اشیاء پہنچائی جاتی ہیں لہٰذا فاضل بریلوی نے وہ اشیاء اپنے لیے ہی لکھوائی تھیں۔

(3) جب فاضل بریلوی نے دوبارہ وصیت میں دودھ کا برف بتایا تو لکھنے والے نے کہا:

''اسے تو حضور پہلے لکھا چکے ہیں۔فرمایا پھر لکھو۔انشاء اللہ مجھے رب تعالیٰ سب سے پہلے برف ہی عطا فرمائے گا اور ایسا ہی ہوا کہ ایک صاحب بوقت دفن بلا اطلاع دودھ کا برف خانہ ساز لے آئے"

{حاشیہ وصایا شریف۔ص:19}

دیکھئے! یہاں بھی "عطا فرمائے گا" کی دعا قبول ہوئی اور دودھ کا برف خان صاحب کے لیے لے آئے مگر آج تک بریلوی حضرات یہ بات نہ لکھ سکے کہ فاضل بریلوی کے ساتھ کس جگہ رکھا گیا؟؟

(4) فاضل بریلوی کی وصیت پر صحیح طور پر غور کر کے آخر مفتی فیض احمد اویسی بریلوی شیخ القرآن والتفسیر کو بھی یہ بات ماننا ہی پڑی کہ:

''بالفرض سیدنا اعلیٰ حضرت خود ان اشیاء کو تناول فرمائیں تو پھر کیا خرابی اور کون سا شرعی جرم ہے؟"

{بلی کے خواب میں چھچھڑے۔ص:17، مطبوعہ مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور}

(قارئین! یہ بات بھی یاد رکھیں کہ بریلوی حضرات کے نزدیک "بالفرض" سے مراد کام کا وقوع یعنی "عمل پذیر ہونا" ہی ہے۔اسی لیے تو یہ حضرت نانوتویؒ کی عبارت میں بالفرض کو وقوع کے معنی میں لے کر اس پے اعتراض کرتے ہیں۔از ناقل)

(5) فاضل بریلوی کو مرتے وقت بھی ایک کھانا نہیں بلکہ بیک وقت 12 کھانے مع لوازمات کے یاد آرہے ہیں۔ان کھانوں کی فہرست سے اعلیٰ حضرت کا "پیٹو" ہونا خوب معلوم ہو جاتا ہے اور یہ بھی پتا چلتا ہے کہ خان صاحب کو یہ چیزیں قیود کے ساتھ بہت مرغوب تھیں۔اسی سلسلے میں بریلوی مفتی اعظم پاکستان مفتی اقتدار احمد خان گجراتی نعیمی بدایونی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"یہ (وصیت) تو آیت کریمہ پر عمل ہے، لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ تم بھلائی نہیں پاسکتے تا وقتیکہ اپنی پیاری چیز خیرات کرو۔اعلیٰ حضرت کو اللہ کی نعمتیں (یعنی کھانے) مرغوب تھیں"

{**راہ جنت۔ص 14، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات**}

فاضل بریلوی کا پیٹو ہونا درج ذیل واقعہ سے بھی پتا چلتا ہے کہ:

اعلیٰ حضرت اور ککڑی

مولوی احمد رضا خان صاحب ایک بار کہیں مدعو تھے، کھانا لگا دیا گیا سب کو احمد رضا خان کے کھانا شروع فرمانے کا انتظار تھا۔ احمد رضا نے ککڑیوں کے تھال میں سے ایک قاش اٹھائی اور تناول فرمائی، پھر دوسری، پھر تیسری، اب دیکھا دیکھی لوگوں نے بھی ککڑی کے تھال کی طرف ہاتھ بڑھا دیئے مگر آپ نے سب کو روک دیا اور فرمایا، ساری ککڑیاں میں کھاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے سب ختم کر دیں۔

{**فیضان سنت۔ص:485، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی**}

ککڑیوں کو "کڑوی" بتا کر سب لوگوں کے حصے کی بھی کھا جانا ایک تو احمد رضا خان کو بد ذوق ظاہر کرتا ہے۔ اور دوسرے نمبر پر صحیح قسم کے پیٹو کی نشاندھی بھی کرتا ہے جو ہر طرح کی چیز کھا جاتا ہے۔ حالانکہ احادیث میں تو جلی روٹی کھانے تک کی ممانعت ہے تو پھر کڑوی چیز کیسے کھائی جا سکتی ہے؟

یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ ککڑیاں کڑوی نہ ہوں اور جان بوجھ کر احمد رضا نے ساری ککڑیاں ہضم کرنے کا پلان بنالیا ہو۔

{**نور سنت شمارہ نمبر 9، صفحہ نمبر 13 تا 16**}

محترم قارئین! مولانا سفیان صاحب کی گزارشات آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ جن سے یہ بات نصف النہار کی طرح عیاں ہوگئی کہ جناب احمد رضا خان صاحب کو مرنے سے دو گھنٹے پہلے ان بارہ کھانوں کا مع لوازمات لکھوانا، محض غریبوں کے لیے نہیں تھا بلکہ وہ خود ان چیزوں کے طلبگار تھے اور ان کے نظریے کے مطابق انہیں یہ چیزیں مل

سکتی تھیں۔ ویسے تمام کا تمام مسلک بریلوی اسی "پیٹ پرستی" ہی کا دوسرا نام ہے، کبھی دوجے، کبھی تیجے، کبھی ساتویں، کبھی چالیسویں کے ختم، کبھی گیارہویں شریف کا ختم اور کبھی میلاد کے لنگر اور نیاز کے بہانے یہ آپ کو "پیٹ پرستی" میں ڈوبے نظر آئیں گے۔ غریبوں کو دینے کا صرف بہانا ہے اصل تو یہ سارا کام اپنے پیٹ کے لیے ہوتا ہے۔ لہٰذا "مصنف جہانس" کی بات سو فیصد درست ہے۔ اور مصنف جہانس نے "فاتحہ کا کھانا اغنیاء کو نہیں صرف فقراء کو دیا جائے" کو عکس میں شامل نہ کر کے کوئی خیانت نہیں کی ان الفاظ کی تردید خود اسی وصیت کے الفاظ "بھیج دیا کریں" سے اور احمد رضا کے ایک ملفوظ جو پیچھے گزر چکا سے ہو جاتی ہے۔ اپنے پیٹ کی خاطر دین میں بدعات لا کر آپ نے جو دین کے ساتھ مذاق کرنے اور اس کا حلیہ بدلنے کی کوشش کی ہے، اس پر آپ کو شرم آنی چاہئے اور آپ یہی بات ہمیں کہہ رہے ہیں یعنی "الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" جب ہم سنت کی حفاظت کر رہے ہیں اور ہمارے اکابر کا سچا ہونا خود آپ کے علماء سے ثابت ہے تو ہمارے اکابرین کے "علمائے حق" ہونے سے آپ کے پیٹ میں کیوں مروڑ پیدا ہو رہے ہیں؟

اوکاڑوی صاحب کی بدحواسی کا جواب

صفحہ نمبر 155 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"خود دیوبندیوں وہابیوں کے بڑے مفتی محمد شفیع صاحب فرماتے ہیں: "کسی کے کلام کو توڑ مروڑ کر اس کی منشا و مقصد کے خلاف اس پر غلط الزام لگانا کھلا بہتان ہے، جس کے حرام ہونے میں کسی کو کسی تردد کی گنجائش نہیں"۔ (سنت و بدعت، ص ۱۰، مطبوعہ دارالاشاعت، کراچی)

قارئین کرام! کیا حرام کرنے والے "اہل حق" کہلا سکتے ہیں؟ آپ کا جواب بھی

یقیناً یہی ہوگا، کہ ایسے لوگ ہرگز اہل حق نہیں ہو سکتے۔ یہ دیوبندی تبلیغی وہابی علماء ہرگز علمائے حق نہیں، بلکہ اپنے گندے عقائد اور اپنی بری حرکتوں کے باعث، یہ بلاشبہ علمائے سُوء ہیں"

جواب

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع نے بالکل صحیح کہا ہے اور یہ صفت آپ اور دیگر بریلویوں میں پائی جاتی ہے۔ الحمدللہ مصنف جہانس نے آپ کے کلام کو بالکل تروڑ مروڑ کے نہیں پیش کیا اور نہ ہی آپ پر کوئی بہتان لگایا ہے بلکہ حقیقت کا انکشاف کیا ہے۔ ہم اہل سنت والجماعت دیوبند "اہل حق" کہلا سکتے ہیں نہیں بلکہ ہم ہی "اہل حق" کہلانے کے حق دار ہیں۔ جو جواب آپ نے دیا قارئین کا ہرگز یہ جواب نہیں، الحمدللہ ہمارا کوئی عقیدہ گندہ نہیں اور کوئی حرکت بری نہیں۔ ہمارے عقائد کو آپ کے علماء نے سراہا ہے۔ اور ہمارے کردار کی تعریف آپ کے علماء ہی نے کی ہے۔ لہٰذا آپ کا ہم پر لگایا گیا یہ الزام و اتہام ہم سے ہو کر آپ ہی کے علماء کے سر جاتا ہے۔

احمد رضا خان کی مقابل میں ذکر کی گئی وصیت کے دفاع کے لیے علماء اہلسنت کی پیش کی گئی عبارات کی وضاحت

اسی صفحہ 155 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"تھانوی صاحب کی Last will بھی مطبوعہ موجود ہے۔ فرماتے ہیں:

"میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ غالب ہو۔ وصیت کرتا ہوں کہ بیس آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہ وار ان (بیگم تھانوی) کے لیے اپنے ذمہ رکھ لیں تو امید ہے کہ ان (بیگم تھانوی) کو تکلیف نہ ہوگی"۔ (تنبیہات وصیت۔ ص ۲۔ اشراف والسوانح

،ص ۱۱۸ ج ۳)

اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ تو اپنے عزیزوں کو یہ وصیت کر رہے ہیں کہ:
”فقیروں کا خیال رکھنا اور سنت کے خلاف کچھ نہ کرنا“ اور دیوبندیوں وہابیوں کے تھانوی صاحب کو اللہ تعالیٰ پر بھروسا نہیں، اسی لیے وہ غیر اللہ کو بھی، صرف اپنے اہل خانہ کے لیے تاکید کر رہے ہیں، انہیں فقراء کا کوئی خیال نہیں۔ تھانوی صاحب کو اپنی زندگی میں بھی اپنا ہی خیال رہا، چناں چہ خود تھانوی صاحب کی زبانی ہی ملاحظہ فرمایئے کہ وہ تمام زندگی کیا کرتے رہے؟ فرماتے ہیں:

”میرے یہاں اگر کوئی مہمان آتا ہے تو میں سادہ اور معمولی کھانا مہمان کے ساتھ کھاتا ہوں، اگر مہمان نہیں تو معمول کے علاوہ کچھ ایسی غذا بھی کھاتا ہوں جس سے قوت حاصل ہو مثلاً دودھ یا حلوہ وغیرہ“۔ (الافاضات یومیہ، ج ۷ ص ۱۷)

مہمانوں کے ساتھ تھانوی صاحب کا معمول یہی بتاتا ہے کہ جناب تھانوی اپنے مہمانوں کو اپنی کم خوری اور اپنی نمائشی سادگی کا دھوکا دیتے تھے، یہی نہیں بلکہ تھانوی صاحب لوگوں کے دیئے ہوئے تحفوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے تھے؟ وہ بھی ملاحظہ ہو! فرماتے ہیں: ”بعضی چیز تو خیر ایسی ہوتی ہے کہ آتے ہی کام میں آجاتی ہے لیکن بعضی چیز ایسی آتی ہے کہ سوچنا پڑتا ہے کہ آخر اس کا کیا کروں، یا تو کسی کو دے دی یا اگر بخل کا غلبہ ہوا تو سوچا کہ اجی مفت کسی کو کیوں دیں! لاؤ بیچو جی۔ چناں چہ بیچ کر دام کھرے کر لیے“

(اشرف المعمولات، ص ۲۳، النور بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۵۰ ھ ،مطبوعہ اشرف المطابع، تھانہ بھون)

جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف کو بخیل کے لیے، ارشاد نبوی خوب یاد ہوگا۔

غور فرمائیں کہ "متبع سنت" کہلانے والے اشرفعلی تھانوی صاحب خود کہہ رہے ہیں کہ "اگر بخل کا غلبہ ہوا" یعنی ان کی عادت تھی، مگر کبھی بہت غالب ہوجاتی تھی اور جب غالب ہوتی تھی تو لوگوں کے دیئے تحائف اور ہدیوں کا کاروبار ہوتا تھا۔ مزید سنئے! خود تھانوی صاحب فرماتے ہیں: "میری ساری عمر مفت خوری میں کٹی ہے۔ پہلے باپ کی کمائی کھائی، بس بیچ میں بہت تھوڑے دنوں تنخواہ سے گزر رہوا، پھر اس کے بعد سے وہی سلسلہ مفت خوری کا جاری ہے یعنی مدت سے نذرانوں پر گزر رہے، نہ کچھ کرنا پڑتا ہے نہ کمانا" (الافاضات الیومیہ، ج۱، ص ۵۴، مطبوعہ دیوبند)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ تو آخری وصیت میں بھی فقراء کو عزت و احترام سے عمدہ کھانے کھلانے کی ہدایات لکھوا رہے ہیں اور دیوبندیوں کے حکیم الامت کو مفت خوری اور اپنی شکم پروری سے فرصت نہیں"

اول عبارت پر اعتراض کا جواب

قارئین! وصایا شریف کی اول معترضہ عبارت کے دفاع میں اوکاڑوی صاحب نے کہا تھا کہ "اس اندھے کو نظر نہیں آیا کہ اسی عکس میں اس کے اعتراض کا دندان شکن جواب موجود ہے۔ مگر سچ ہے کہ تعصب اور عناد والے کو حقائق نظر نہیں آتے کیوں کہ بے بنیاد بغض وعناد، نہ صرف عقل کو زائل کرتا ہے بلکہ حواس کی خوبیوں سے بھی محروم کر دیتا ہے"۔ ہم بھی حضرت تھانویؒ کی عبارت کے جواب میں اوکاڑوی صاحب کو کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت تھانویؒ کی اسی وصیت میں ان کے اعتراض کا جواب تھا لیکن چونکہ وہ بدترین خائن ہیں اور انہیں یہ عادت اپنے باپ شفیع اوکاڑوی صاحب سے وراثت میں ملی ہے۔ اس لیے انہوں نے عبارت کا وہ حصہ جس میں ان کے اعتراض کا جواب تھا انہوں

نے وہ نقل ہی نہیں کیا۔آیئے! ہم حضرت تھانویؒ کی پوری وصیت نقل کرتے ہیں۔ملاحظہ فرمایئے! حضرت تھانویؒ وصیت فرماتے ہیں:

”عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہاان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول لنسائہ ان امر کن مما یھمی من بعدی ولن یصبر علیکن الا الصابر ون الصدیقون الحدیث رواہ الترمذی“

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے بعد اپنی بی بی کی آسائش کی فکر ہونا سنت کے موافق بھی ہے اور امر طبعی تو ہے ہی اس لیے محض اس احتمال پر کہ میرے اہل کا وقت مجھ سے شاید مؤخر ہو جائے **والغیب عند اللہ** میں عام طور پر خاص ان دوستوں کو جن کی طبیعت پر میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ غالب ہو۔وصیت کرتا ہوں کہ بیس آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہ واران کے لیے اپنے ذمہ رکھ لیں تو امید ہے کہ ان کو تکلیف نہ ہوگی اور باقی اصل سپردگی خدا تعالیٰ کو کرتا ہوں“۔

{اشرف السوانح، جلد3، صفحہ نمبر 179}

قارئین !حضرت تھانویؒ کی اپنی ازواج کے متعلق یہ مکمل وصیت ملاحظہ فرمائیں! اور پھر اس اوکاڑوی صاحب نے اس وصیت کا جتنا حصہ نقل کیا ہے اسے بھی ملاحظہ فرمائیں۔جس حدیث کی بنیاد پر حضرت تھانویؒ نے اپنی ازواج کے متعلق یہ وصیت کی، وہ حدیث اور وصیت کے آخری الفاظ”اصل سپردگی خدا تعالیٰ کو کرتا ہوں“ جن سے اوکاڑوی صاحب کے اٹھائے گے اشکالات رفع ہوتے تھے انہوں نے نقل ہی نہیں کیئے۔اوکاڑوی صاحب کا حضرت تھانویؒ کی وصیت پر یہ اعتراض تھا”فقیروں کا خیال رکھنا اور سنت کے خلاف کچھ نہ کرنا“اور دیوبندیوں وہابیوں کے تھانوی صاحب کو اللہ تعالیٰ پر بھروسا نہیں،اسی لیے وہ غیر اللہ کو بھی،صرف اپنے اہل خانہ کے لیے تاکید کر

رہے ہیں، انہیں فقراء کا کوئی خیال نہیں" جب کہ حضرت تھانویؒ نے اپنی ازواج کے متعلق یہ وصیت حدیث کے مطابق کی ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اللہ پر بھروسا نہ ہونے کی وجہ سے یہ وصیت فرما رہے ہیں۔ حضرت تھانویؒ کے یہ الفاظ "اصل سپردگی خدا تعالیٰ کو کرتا ہوں" بتا رہے ہیں کہ انہیں خدا پر ہی بھروسا ہے۔ اوکاڑوی صاحب نے جو الفاظ حضرت تھانویؒ کی وصیت کے متعلق کہے وہی الفاظ کیا اس حدیث کے متعلق کہنا پسند فرمائیں گے؟ نیز احمد رضا کی عبارت میں فقراء کے خیال رکھنے کی حقیقت واضح کر چکے ہیں اور دوسری بات کہ احمد رضا نے تو وصیت میں کہا تھا کہ کوئی کام خلاف سنت نہ کرنا؟ جو کہ جھوٹ ہے احمد رضا کی قبر پر سات مرتبہ اذان دی گئی (بریلوی کہتے ہیں ہم شیطان کو بھگانے کے لیے اذان دیتے ہیں۔ عام لوگوں کی قبر پر ایک مرتبہ اذان دی جاتی ہے لیکن احمد رضا کی قبر پر سات مرتبہ کیوں اذان دی گئی؟ کیا اس کا شیطان دوسرے لوگوں کے شیطان سے سات گنا بڑا تھا؟ جو کہ خلاف سنت ہے اور احمد رضا اس کا قائل بھی ہے۔ لیکن حضرت تھانویؒ نے خلاف سنت کاموں سے بچنے کی وصیت فرمائی اور کوئی بریلوی ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت تھانویؒ کی وفات پر کوئی کام خلاف سنت ہوا ہو۔ حضرت تھانویؒ کی وصیت ملاحظہ فرمائیں! وہ وصیت فرماتے ہیں:

"میں اپنے منتسبین سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی عمر بھر یاد کر کے سورۂ یٰسین شریف یا تین مرتبہ قل ھو اللہ شریف پڑھ کر مجھ کو بخش دیا کرے مگر اور کوئی امر خلاف سنت، بدعت عوام و خواص میں سے نہ کرے"

{اشرف السوانح، جلد 3، صفحہ نمبر 179، حیات اشرف، صفحہ نمبر 214، مئولف مولانا ڈاکٹر غلام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ}

قارئین! یہاں سے بھی آپ اس بات کا پتا لگا سکتے ہیں کہ اصلی سُنّی کون ہے؟

برائے نام خلاف سنت کام نہ کرنے کی وصیت کر کے اور پھر خود ہی خلاف سنت کاموں کو رواج دینے والے یا جس طرح خلاف سنت کام نہ کرنے کی وصیت کر رہے ہیں اسی طرح اپنی تمام زندگی میں خلاف سنت کام نہ کرنے والے؟ فیصلہ آپ خود ہی کر لیں۔اور اس بات کا فیصلہ بھی آپ خود ہی فرمالیں کہ حضرت تھانویؒ کی اس وصیت اور احمد رضا کی وصیت (جس میں ۱۲ کھانوں کا ذکر مع لوازم ہے) میں کوئی مماثلت ؟ کیا یہ وصیت الزامی جواب بن سکتی ہے؟ ہم تو پہلے ہی عرض کر چکے ہیں کہ اوکاڑوی صاحب کی اس طرح کی چالوں سے آپ کے آلہ حضرت کی جان نہیں چھوٹنے والی۔

دوسری عبارت پر اعتراض کا جواب

یہ عبارت اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے۔ہم تو حیران ہیں کہ "احمد رضا کی وصیت جس میں اسے مرتے وقت بارہ بارہ کھانے مع لوازمات کے یاد آرہے ہیں" کے دفاع کے لیے حضرت تھانویؒ کی بالکل ٹھیک عبارت کو پیش کیا جا رہا ہے۔۔ چونکہ خانقاہوں میں سالکین تربیت کے لیے آتے ہیں اس لیے ان کے لیے سادہ کھانا ہی پکتا ہے۔ چونکہ دیگر مہمان بھی حضرت تھانویؒ کے پاس سالک ہونے کی حیثیت سے ہی حاضر ہوتے تھے۔تو حضرت تھانویؒ فرمارہے ہیں کہ جب میں ان کے ساتھ کھانا کھاتا تو جو سادہ کھانا پکتا تھا وہی کھالیتا تھا۔اور اس کے علاوہ قوت کے لیے بھی کچھ غذا کھالیتا ہوں۔تو بتایئے !اس میں کیا حرج والی بات ہے، اس میں دھوکہ دینے والی کون سی بات ہے؟ اور اس بات کا احمد رضا کی "پیٹ پوجا" پر مشتمل وصیت سے کیا جوڑ؟ شاید اوکاڑوی صاحب سمجھتے ہوں گے کہ ہماری خانقاہوں میں بھی ہر وقت ان کے درباروں کی طرح مرغے، چرغے اور بریانیاں پکتی ہیں؟ تو ایسا نہیں ہے۔پس حضرت تھانویؒ کا یہ ملفوظ بھی

اوکاڑوی صاحب کو مفید نہیں۔

تیسری عبارت پر اعتراض کا جواب

حضرت تھانویؒ کی اس عبارت میں بھی "بخل" اپنے حقیقی معنیٰ میں استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ جامع فیروز الغات میں بخل کا معنی حرص بھی لکھا ہے۔اور قرآن مجید میں آقا ﷺ کو" لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ "میں حریص کہا گیا ہےاور یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ مؤمنین کے لیے حریص ہیں۔لیکن اگر اوکاڑوی صاحب جیسا کوئی کوڑھ مغز انسان حضرت تھانویؒ کی عبارت کی طرح آیت مبارکہ میں بھی معاذ اللہ حریص کا حقیقی معنی کنجوس وغیرہ استعمال کرنا چاہےتو کیا یہ ٹھیک ہوگا؟ یقیناً ہرگز ہرگز نہیں۔ اسی طرح آقا مدنی ﷺ کے غلام مولانا اشرف علی تھانویؒ کی عبارت میں بخل کا لفظ اپنے حقیقی اور عرفی معنیٰ "جس پر حدیث شریف میں وعید آئی ہے" میں استعمال نہیں ہوا۔ ہر صاحب عقل وخرد عبارت پر غور کر کے سمجھ سکتا ہے کہ یہاں بخل کا معنی صرف یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ فرمارہے ہیں کہ "ان تحائف کو جو فی الوقت کسی کام میں نہیں خرچ ہو سکتے، بیچ کر پیسے حاصل کیے جائیں اور انہیں کسی کام میں خرچ کر لیا جائے اس طرح یہ تحفے بھی کام میں آجائیں گے" اب ہم اوکاڑوی صاحب سمیت دیگر بریلویوں سے پوچھتے ہیں اس بات میں شرعی لحاظ سے کیا قباحت ہے؟ باقی اگر اوکاڑوی صاحب اور دیگر بریلویوں کا حضرت تھانویؒ سے ذاتی اور بے بنیاد دشمنی ہے تو اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ ہم تو دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ انہیں ہدایت دے۔ نیز اس میں اور آپ کے آلہ حضرت کی وصیت میں کیا جوڑ ہے؟

چوتھی عبارت پر اعتراض کا جواب

یہاں بھی مفت خور کا معنی صرف یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ فرما رہے ہیں شروع سے ہی مالی لحاظ سے حالات ٹھیک ہیں۔ پہلے والد صاحب کی کمائی ہوتی تھی، پھر چند دن تنخواہ پر گزارا کیا اور اس کے بعد پھر یہ خانقاہی کام کی برکت سے مالی طور پر حالات ٹھیک رہتے ہیں۔ دراصل یہ لفظ اور پچھلی عبارت میں موجود لفظ بخل کا استعمال تواضعاً کیا ہے اور تواضع کے متعلق آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جو تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے بلندی دیتا ہے۔ قارئین! ہم نے اس عبارت اور پچھلی عبارت کی وضاحت تو فرما دی ہے لیکن ہمیں لگتا ہے کہ اس وضاحت سے شاید اوکاڑوی صاحب اور ان کے ہم نواؤں کے کلیجے کو ٹھنڈک نہیں پہنچے گی ان کی تشنگی کے سامان کے لیے ہم احمد رضا کے کچھ اشعار اور عبارات رکھتے ہیں۔

محترم قارئین! جناب احمد رضا خان اپنے بارے میں خود کہتے ہیں:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا

تجھ سے کتّے ہزار پھرتے ہیں

{حدائق بخشش، حصہ اول، صفحہ 60، شبیر برادرز لاہور}

بدکار رضا خوش ہو بد کام بھلے ہوں گے

وہ اچّھے میاں پیارا اچّھوں کا میاں آیا

{حدائق بخشش، حصہ اول، صفحہ 25، شبیر برادرز لاہور}

تم وہ کہ کرم کو ناز تم سے

میں وہ کہ بدی کو عار آقا

{حدائق بخشش، حصہ اول، صفحہ 16، شبیر برادرز لاہور}

بد سہی، چور سہی، مجرم و ناکارہ سہی

اے وہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا

{حدائق بخشش، حصہ اول، صفحہ 7، شبیر برادرز لاہور}

مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی

اب عمل پوچھتے ہیں ہائے نکما تیرا

خوار و بیمار و خطا وار و گنہ گار ہوں میں

رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

{حدائق بخشش، حصہ اول، صفحہ 3، شبیر برادرز لاہور}

بے ادب بد لحاظ کر نہ سکا کچھ لحاظ

{حدائق بخشش، حصہ دوم، صفحہ 19، شبیر برادرز لاہور}

مانا کہ سخت مجرم و ناکارہ ہے رضا

تیرا ہی تو ہے بندۂ درگاہ لے خبر

{حدائق بخشش، حصہ اول، صفحہ 37، شبیر برادرز لاہور}

محترم قارئین! مندرجہ بالا اشعار میں احمد رضا نے خود کو" کتا، بدکار، بد، چور، مجرم، ناکارہ، نکما، خوار، بے ادب، اور بد لحاظ" کہا ہے۔ اب ہماری اوکاڑوی صاحب اور دیگر بریلویوں سے گزارش ہے کہ وہ بھی ان الفاظ کو احمد رضا کے لیے استعمال کیا کریں۔ اور اگر کوئی دوسرا ان کی وضاحت پوچھے یا احمد رضا کو اس کے اپنے اشعار کی روشنی میں" چور، کتا، نکما یا بے ادب" کہے تو ہرگز یہ نہ کہیں کہ احمد رضا تو اضعاً اپنے لیے ان الفاظ کا ستعمال کیا ہے۔ اس لیے اگر ہمیں اپنے بزرگوں کے تواضع پر مشتمل اقوال کو تواضع کہنے کا حق نہیں تو آپ کو بھی نہیں۔ اگر احمد رضا کے ان اشعار میں مذکور کتے اور چور وغیرہ

کے حقیقی معنی کے لحاظ سے اُس کو کوئی چور اور کتا کہہ دے تو آپ کو ذرا تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ اگر حضرت تھانویؒ کی عبارت میں حقیقی معنے کا اعتبار ہے تو احمد رضا کے اشعار میں کیوں نہیں؟ قارئین! آیئے ایک اور عبارت بھی ملاحظہ فرمایئے!

حافظ محمد ریحان احمد قادری لکھتے ہیں:

”آیئے! اب اس حسن عقیدت کی عملی جھلک بھی دیکھ لیتے ہیں:

چنانچہ ایک مرتبہ سجادہ نشین مارہرہ شریف نے اعلیٰ حضرت سے رکھوالی کے لیے دو کتوں کی فرمائش کی، اعلیٰ حضرت اعلیٰ نسل کے دو کتے خانقاہِ عالیہ کی دیکھ بھال کے لیے بذاتِ خود دلے آئے اور عرض کی حضور! ان کتوں کو آپ کی خدمت میں کر دیا ہے یہ سارا کام آج بھی کریں گے اور رات کو رکھوالی بھی کریں گے۔ جانتے ہیں یہ دو کتے کون تھے؟ آپ کے دونوں صاحبزادگان حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان اور حجۃ الاسلام مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب۔ اللہ! اللہ! (انوارِ رضا مکتبہ ضیاء القرآن ص238)

{فیضان اعلیٰ حضرت، صفحہ نمبر 319، شبیر برادرز، مصدقہ، منشاء تابش قصوری، خلیل احمد رانا، مفتی عبد الباقی}

مذکورہ عبارت میں احمد رضا کے بیٹوں کو صرف کتا ہی نہیں بلکہ اعلیٰ نسل کا کتا کہا گیا ہے۔ اگر احمد رضا خان کے بیٹے کتے ہو سکتے ہیں تو کیا اوکاڑوی صاحب اور دیگر بریلوی کیوں نہیں کتے ہو سکتے؟ کیا ان کی عظمت احمد رضا کے بیٹوں سے زیادہ ہے؟ تو اگر اس عبارت کی روشنی میں تمام ملت بریلوی کو کتا کہہ دیا جائے تو انہیں برا نہیں لگنا چاہیے کہ جب احمد رضا کے بیٹے خود اسی کے الفاظ میں اعلیٰ نسل کے کتے ہیں تو باقی بریلویوں کی کیا حیثیت ہے؟ نوٹ:۔ کوئی بریلوی بھی اس عبارت کے جواب میں یہ نہ

کہے کہ آلہ حضرت نے تواضعاً اپنے بیٹوں کو کتا کہا ہے یہاں اس لفظ کا حقیقی معنی مراد نہیں؟ اور اگر یہ اصول کہ "یہ بات آلہ حضرت نے تواضعاً کہی ہے یا یہاں اس کا حقیقی معنی مراد نہیں" یہاں جاری ہو سکتا ہے تو حضرت تھانویؒ کی عبارت میں بھی یہی اصول جاری فرمائیں۔

قارئین کرام! ہم نے صرف آئینہ دکھانے کے لیے یہ چند مثالیں عرض کی ہیں ورنہ ہم اور بھی کچھ عرض کرتے۔ لیکن فی الحال اتنے ہی کافی ہیں۔ اگر اوکاڑوی صاحب نے اس سلسلے کو آگے بڑھایا تو ہم مزید بھی کچھ عرض کر دیں گے۔ نیز یہ بات بھی پتا لگ گئی کہ بریلوی جو اکابر اہل سنت پر دن رات بھونکتے ہیں تو بتایئے جب یہ خود اپنے بقول کتے ہیں تو کتوں کا کام ہی کیا ہوتا ہے؟

صفحہ نمبر 156 تا 157 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"دیوبندیوں کے امام رشید احمد گنگوہی صاحب کی بھی سنئے: "ایک صاحب نے حضرت گنگوہی سے عرض کیا تھا کہ حضرت (آپ) دانت بنوا لیجئے! فرمایا کیا ہوگا دانت بنوا کر پھر بوٹیاں چبانی پڑیں گی۔ اب دانت نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو رحم آتا ہے، نرم نرم حلوا کھانے کو ملتا ہے۔" (الافاضات الیومیہ، ج ۲ ص ۲۳)

ذرا یہ بھی ملاحظہ ہو! دیوبندی ازم کے بڑے امام اسماعیل بالاکوٹی فرماتے ہیں:

"میری دعا تو مٹھائی کے بغیر چپکتی نہیں"۔ (ارواح ثلثہ، ص ۲۷)

(دعا کے لیے چپکنے کے لفظ کا استعمال بھی دیوبندیوں کا "امام" ہی کر سکتا ہے)

جواب

یہ باتیں بھی بطور مزاح کے ہیں۔ انسان جب اپنے قریبی ساتھیوں میں بیٹھا

ہوتا ہے تو اکثر ایسی باتیں کر دیتا ہے۔اور مزاح تو حدیث سے بھی ثابت ہے۔اور حقیقی معنوں میں بھی دیکھا جائے تو واقعی جب انسان کے دانت صحیح نہ رہے ہوں تو وہ بوٹیاں نہیں کھا سکتا اور کوئی نرم غذا ہی کھاتا ہے اور حلوا نرم غذا ہے۔اب اس میں کیا شرعی قباحت ہے اور اس عبارت کا احمد رضا کا موت کے وقت ۱۲ کھانوں کی وصیت سے کیا جوڑ ہے؟اسی طرح شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی عبارت بھی بالکل صاف ہے۔اور ان کی بات بھی بطورِ مزاح کے ہے۔جیسا کہ حکایت کے شروع میں ہے" مولانا اسمٰعیل صاحب کی عادت ہنسی مذاق کی بہت تھی" لہٰذا بطور مزاح کہی گئی باتوں پر اعتراض نہیں بنتا کہ مزاح عقیدہ نہیں ہوتا۔

صفحہ نمبر 157 پر لکھتے ہیں:

"اور ملاحظہ فرمایئے:" حضرت (حسین احمد مدنی) فرماتے کہ حاجی (بدر الدین) صاحب آپ مٹھائی کیوں نہیں لائے؟ تو میں عرض کرتا حضور میرے پاس پیسے ہی نہیں ہیں، تو حضرت (حسین احمد مدنی) طالب علموں کو حکم دیتے کہ ان (حاجی بدر الدین) کی تلاشی لی جائے۔پھر کیا تھا، جتنے بھی طالب علم ہوتے سب کے سب، میرے (حاجی بدر الدین کے) او پر ٹوٹ پڑتے اور جو رقم میرے پاس ہوتی، سب کی مٹھائی منگائی جاتی اور حصہ سے تقسیم ہوتی۔کبھی کبھی تو حضرت میری شیروانی مذاق سے چھین کر اپنے پاس رکھ لیتے اور کہتے کہ جب واپس ہوگی جب مٹھائی کے واسطے پیسے دو گے۔تب مجھ کو پیسے دینے پڑتے۔۔۔جب حضرت زیادہ موڈ میں ہوتے تو اپنی چھوٹی بچی عمرانہ سے یہ شعر پڑھواتے:

کہیں ہے روس کا بٹوا کہیں ہے چین کا بٹوا
ہے حضرت شیخ کی محفل میں بدالدین کا بٹوا"

(الجمیعۃ، دھلی، شیخ الاسلام نمبر، ص ۱۸۵)

ان حسین احمد ٹانڈوی مدنی کو دیوبندی "شیخ الاسلام" کہتے ہیں۔ یہ وہی حسین احمد مدنی ہیں جنہوں نے جب قرآنی نظریات کے خلاف فتوے دیئے تو مشہور شاعر علامہ اقبال نے اپنے کلام میں حسین احمد کی مذمت کی اور برملا فرمایا کہ دیوبندیوں کا "یہ شیخ الاسلام" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مرتبہ ومقام سے بے خبر ہے اور لہو ولعب کی سی باتیں کر رہا ہے"

جواب

محترم قارئین! اوکاڑوی صاحب کی ہمارے اکابر کی پیش کردہ عبارات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ہمارے اکابر کی کتب میں جہاں بھی کھانے پینے کا ذکر دیکھتے ہیں۔ تو بہت خوش ہوتے ہیں کہ تمہارے بڑے بھی تو کھانے پینے کے شوقین تھے۔ تو عرض ہے کہ ہر انصاف پسند قاری "جب آپ کے آلہ حضرت کی وصیت جس میں بوقت موت ۱۲ کھانوں کا ذکر ہے۔ اور ہمارے اکابر کی عبارات جس میں محض کسی کھانے پینے والی چیز کا ذکر ہے" کو دیکھے گا تو اس کو اندازہ ہو جائے گا کہ دونوں میں کوئی نسبت نہیں۔ اگر محض ان عبارات جن میں کھانے پینے کا ذکر ہو پر اعتراضات شروع کر دیا جائے تو بریلوی حضرات کی کتابیں تو اس سے بھری پڑی ہیں (جس کی کچھ مثالیں مولانا سفیان معاویہ صاحب نے اپنی مضمون کی دوسری قسط میں عرض کی ہیں) انہیں چاہیے کہ پہلے ان کی طرف متوجہ ہوں۔ ہم تو بارہا انہیں کہہ چکے ہیں کہ وہ پہلے اپنے گھر کی صفائی مکمل کر لیں پھر کسی اور پر انگلی اٹھائیں۔ حضرت مدنیؒ نے اگر بوقت حیات ایک چیز کی طلب فرمارہے ہیں تو اس کا احمد رضا کی بوقت موت ۱۲ کھانوں پر مشتمل وصیت سے کیا نسبت ہے؟ اوکاڑوی صاحب! اس طرح کی عبارات سے آپ کے آلہ حضرت کی جان نہیں چھوٹنے

والی۔جناب والا یہ بے تکلفی کی بات تھی کہ حضرت نے بدرالدین سے مٹھائی کھائی۔
دوسری بات جو اوکاڑوی صاحب نے کہی کہ علامہ اقبال نے حضرت مدنیؒ کی مذمت کی تھی اور دیگر بریلوی حضرات بھی علامہ اقبالؒ کا وہ شعر پیش کرتے رہتے ہیں جبکہ جب حضرت مدنیؒ نے اپنے موقف (جس کی بناء پر علامہ اقبال نے وہ شعر کہا تھا) کی وضاحت کر دی تو علامہ اقبال نے حضرت مدنیؒ سے متعلق اپنے سابقہ شعر والے موقف سے رجوع کرتے ہوئے فرمایا:

"مجھ کو مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق ان پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا۔ میں مولانا کے ان عقیدت مندوں کے جوش عقیدت کی قدر کرتا ہوں جنہوں نے ایک دینی امر کی توضیح کے سایہ میں پرائیویٹ خطوط اور پبلک تحریروں میں گالیاں دیں۔ خدا تعالیٰ اُن کو مولانا کی صحبت سے زیادہ مستفید کرے۔ نیز اُن کو یقین دلاتا ہوں کہ مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں، میں اُن کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں۔" (انوار اقبال، ص ۱۷۰)

{**اقبال کا ذہنی و فکری ارتقاء، صفحہ نمبر 237تا238**}

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ علامہ اقبالؒ تو حضرت مدنیؒ کے متعلق اپنے سابقہ موقف سے رجوع فرما چکے اور ان سے اپنی عقیدت کا اظہار بھی فرما چکے۔ لیکن بریلوی حضرات آج تک علامہ اقبالؒ کے سابقہ موقف سے حضرت مدنیؒ کی مذمت ثابت کرتے ہیں۔ جب کہ علامہ اقبالؒ نے ان کے آلہ حضرت کے خلیفہ کے متعلق جو فرمایا انہیں وہ یاد نہیں۔ جناب احمد رضا خان صاحب کے خلیفۂ مجاز جناب دیدار علی شاہ الوری نے جب علامہ اقبال پر کفر کا فتویٰ لگایا تو علامہ اقبال نے فرمایا:

گر فلک در الور انداز و ترا   اے کرمے دانی تمیز خوب و زشت

گوئمت در مصرعہ برجست　　آنکہ بر قرطاس دل باید نوشت

آدمیت درزمین او مجو　　آسماں ایں دانہ درالور نکشت

کشت اگر آب وہوا خررستہ است　　زانکہ خاکش راخرے آمد سرشت

ترجمہ: اے وہ جو اچھے اور برے میں فرق جانتا ہے گردش زمانہ اگر تجھے کبھی الورے لے جائے تو تجھے ایک برجستہ مصرعے میں بات کہتا ہوں جو لوح دل پر لکھنے کے لائق ہے کہ الور کی زمین میں انسانیت کی تلاش نہ کرنا۔ قدرت نے یہ دانہ الور میں بویا ہی نہیں۔

{**روزگار فقیر جلد** 2، **صفحہ**، 233}

علامہ اقبال کے مذکورہ شعر سے اس بات کا با آسانی اندازہ ہو جاتا ہے کہ علامہ محمد اقبال مرحوم کی نظر میں بریلویت کی کیا حیثیت ہے۔ اس بارے میں مزید جاننے کے لیے "مطالعہ بریلویت جلد 1، 3، 4 "، "نورسنت شمارہ تحریک آزادی نمبر"، "تحریک پاکستان اور بریلویوں کا کردار"، "البیان الحق لحافظ عبد الحق بنام تحریک آزادی میں اکابر علمائے کا کردار اور بریلویت کا مکروہ چہرہ" کا مطالعہ فرمایئے!

بحر حال "وصایا شریف" کی اس دوسری معترضہ عبارت کے ناکام ونامراد دفاع کا جواب قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب ذرا دیکھیے کہ اوکاڑوی صاحب اپنے آلہ حضرت کے ناکام دفاع پر کس طرح اچھل اچھل کر اپنے روایتی انداز میں علمائے اہل سنت کے خلاف اپنے دل کا بغض نکال رہے ہیں۔

علمائے اہلسنت کے خلاف اوکاڑوی صاحب کی بدحواسی

چنانچہ وہ صفحہ نمبر 158 پر لکھتے ہیں:

"ان دیوبندیوں وہابیوں تبلیغیوں نے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پیارے رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی و بے ادبی کی اور کفر تک چلے گئے۔نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کی سزا دنیا میں ہی ان کو یہ ملی کہ یہ دنیا میں رُسوا ہوئے اور تا قیامت ہوتے رہیں گے اور آخرت میں ان کا جو حال ہو گا وہ ان شاء اللہ ساری مخلوق دیکھے گی۔کافر،ولید بن مغیرہ نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کو ایسا رُسوا کیا کہ اس کے دس عیب قرآن میں بیان فرمائے۔ (آپ قرآن کریم میں سورۂ ن والقلم ، پارہ ۲۹ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں)اس سے معلوم ہوا کہ گستاخان رسول کی مذمت اور اس کے دوسرے عیبوں کا بیان کرنا قرآن سے ثابت ہے۔قرآن ہی میں دیکھیے! نمرود نے خدائی کا دعویٰ کیا،فرعون نے خدائی کا دعویٰ کیا ،اللہ نے ان کو ڈھیل دی ،وہ حکومت کرتے رہے مگر جب انہوں نے اللہ کے پیاروں، اللہ کے نبیوں کی گستاخی کی ،تو خدائی کا دعویٰ کرنے والا نمرود ایک معمولی سی مخلوق مچھر سے رسوا ہو کر مرا،اور فرعون اپنے تمام لشکر سمیت غرق ہوا"

جواب

محترم قارئین !اوکاڑوی صاحب نے ہماری جن عبارتوں کو گستاخانہ کہا ان کا بے غبار ہونا ہم خود انہی کے ہم مسلک علماء سے ثابت کر چکے ہیں اور بریلویوں کا گستاخ رسول، بے ادب اور کافر ہونا بھی خود انہی کے ہم مسلک علماء سے ثابت کر آئے ہیں۔

اوکاڑوی صاحب کی ماقبل میں دی گئی عبارت سے ثابت ہوا کہ:

"اوکاڑوی صاحب،ان کے ہم مسلک علماء اور دیگر بریلویوں کو ان کی گستاخیوں کی سزا دنیا ہی میں مل رہی ہے اور آخرت میں بھی رسوائی ہی ان کا مقدر بنے گی۔اور بریلوی ولید بن مغیرہ جیسے گستاخ رسول کے پیرو ہیں اور ہم سنی دیوبندی ان بریلویوں کا

گستاخ رسول ہونا ثابت کر کے، ان کی مذمت کر کے، اور ان کی حقیقت واضح کر کے قرآنی احکام پر عمل پیرا ہیں۔ اور جو انجام نمرود فرعون اور دیگر گستاخان انبیاء و کفار کا ہوا وہی انجام بریلویوں کا ہوگا۔

اکابرین اہلسنت پر بہتان عظیم "مرنے کے بعد ان کی شکل بگڑ گئی" کا جواب

اسی صفحہ پر اوکاڑوی صاحب مزید بہتان بازی اور جھوٹ بولتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دیوبندیوں کے امام رشید احمد گنگوہی کے خاص شاگرد حسین علی واں بچھروانی نہایت بے ادب اور گستاخ تھے، ان کی تفسیر "بلغۃ الحیران" کی چند عبارات، میری کتاب "دیوبند سے بریلی (حقائق)" میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ ان کا یہ حال ہوا کہ موت سے کچھ دن پہلے ان کی آنتیں کچھ اس طرح ہو گئی تھیں کہ ان کا پاخانہ ان کے مونھ میں آجاتا، کبھی اسے اگل دیتے اور کبھی پھر نگل جاتے اور ان کی ٹانگیں کچھ اس طرح ہو گئی تھیں کہ پیشاب کرتے تو خود ان کے مونھ پر پڑتا اور حسین علی صاحب کے شاگرد غلام خان راولپنڈی والے (جن کو دیوبندی وہابی شیخ القرآن غلام اللہ خاں کہتے ہیں) اپنے استاد سے بھی بڑھ کر بے ادب و گستاخ تھے، دبئ (U.A.E) میں ان کی موت سے پہلے ان کی پوری زبان مونھ سے باہر آ گئی جس پر بدنما سیاہ آبلے پڑ گئے اور مونھ کتے کی طرح ہو گیا۔ پاکستان کے اخبارات میں یہ خبر شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئی کہ ڈاکٹروں کی یہ ہدایت تابوت پر لکھی ہوئی ہے کہ "غلام خان کا مونھ دیکھنے کے قابل نہیں"

جواب

مذکورہ عبارت پڑھ کے ہم تو حیران ہیں کہ کسی سے دشمنی میں کوئی ایسا بھی جھوٹ بول سکتا ہے جیسا جناب اوکاڑوی صاحب نے مندرجہ بالا عبارت میں بولا۔ اس عبارت کو پڑھ کر قدرتی طور پر ہماری زبان سے "لعنة الله علی الکذبین" نکل رہا ہے۔ اللہ کے نبی کے سچے عاشقوں اور اللہ کے ان سچے ولیوں کی گستاخی اور عوام الناس کو ان سے بدظن کرنے کے لیے اوکاڑوی صاحب نے جو جھوٹ بولا ہے۔ اُس کی سزا تو انہیں آخرت میں یقیناً ملے گی۔ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ و شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اوکاڑوی صاحب نے جو جھوٹ بولا ہے ہمارا ان کو چیلنج ہے کہ اگر ان کو ماں نے جنا ہے اور وہ حلالی ہیں حرامی نہیں ہیں تو اس کا ہماری کتب سے ثبوت دیں۔ اگر وہ نہیں دیتے تو ایک مرتبہ اپنے گریبان میں جھانک کر اپنے اس "عظیم جھوٹ" پر غور کریں۔ شاید ان کا ضمیر اگر اس میں رتی بھر بھی غیرت کا کوئی ذرہ باقی ہے تو انہیں جھنجوڑے گا۔ اس طرح کہ جھوٹ سے مولانا حسین علی و مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہم اجمعین (جنہوں نے توحید وسنت کا پرچار اور شرک و بدعات کا قلع قمع کیا) کی عظمت و توقیر میں کوئی فرق نہیں آنے والا۔ دراصل بریلوی جب دلائل کے جواب دینے سے عاجز آجاتے ہیں تو انہیں اس جیسے جھوٹ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ مگر یہ ان کی بھول ہے وہ کیا سمجھتے ہیں کہ "اس طرح جھوٹ بول کر وہ عوام الناس کو ان علماء سے بدظن کروا دیں گے اس طرح عوام آسانی سے شرک و بدعت میں مبتلا ہو جائے گی اور انہیں پوچھنے والا بھی کوئی نہیں ہوگا" الحمد للہ! بریلویوں کے ایسے جھوٹوں سے ان سچے عشاقانِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں کوئی فرق نہیں آیا عوام الناس پہلے سے زیادہ تعداد میں ان کی طرف راغب ہوئی ہے۔ اور پہلے سے زیادہ توحید وسنت کا بول بالا اور شرک و بدعت و مشرکوں اور بدعتیوں کا منہ کالا ہوا ہے۔ لیکن اس طرح کے جھوٹ بولنے سے بریلویوں کا گراف ضرور

گر گیا ہے۔ اوکاڑوی صاحب نے پھر اخباری رپوٹوں کا ذکر کیا ہے جن کے بارے میں ان کے مسلک کے ضیغم بریلویت حسن علی رضوی کا قول گزر چکا ہے کہ ”یہ کہاں درست ہے کہ اخباری رپوٹ صحیح ہو؟“ پس جب تمہارے بقول بھی اخبارات کی رپوٹ صحیح نہیں ہوتی تو ہمارے بارے میں ان کو کیوں نقل اور قبول کرتے ہو۔ یہ ان بریلویوں کی دوغلی پالیسی ہے کہ اخبار کی خبر اگر اپنے خلاف آئے تو یہ بہانہ کہ اخبار کی خبر صحیح نہیں ہوتی اور اگر ہمارے خلاف ہو تو بالکل صحیح ہے۔ اور اس کا دفاع تک کرتے ہیں۔ اسی سے ان کی حق گوئی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مولانا غلام اللہ خانؒ کے متعلق بریلویوں کے پھیلائے گئے اس جھوٹ اور بدگمانی کا مفصل جواب رسائل قاسمیہ میں مولانا ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ دے چکے ہیں، بلکہ انہوں نے ان لوگوں کے بیانات حلفیہ قلمبند کیے ہیں جنہوں نے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کا بعد از وفات چہرہ دیکھا اور اس کے صحیح سلامت اور پر نور ہونے کی گواہی دی۔ نیز اوکاڑوی صاحب کو یہ جھوٹ بولتے وقت شرم سے ڈوب مرنا چاہیئے کہ ان کے اپنے والد (جن کی کچھ عادات غلیظہ کا ذکر ”حرمت خضاہ سیاب“ مؤلفہ جناب مفتی اقتدار احمد نعیمی“ کے حوالہ سے کیا جا چکا ہے) کے مرنے کے بعد ان کے حالت بری ہو گئی تھی اور ان کی میت والی چارپائی پر لکڑیاں رکھی گئی تھیں۔ آیئے یہ واقعہ تفصیل سے ملاحظہ فرمایئے۔

مولانا احمد سعید قادری صاحب لکھتے ہیں:

”گستاخئ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و گستاخئ اولیائے کرام اور اولیائے امت کے نتیجہ میں ان پر حق تعالیٰ کا اس قدر غضب نازل ہے کہ جب مرتے ہیں تو ان کے چہرے مسخ ہو جاتے ہیں جیسا کہ رضا خانی مولوی محمد شفیع اوکاڑوی (کوکب اوکاڑوی کے والد) کراچی کا حشر ہوا۔ اب اس سلسلہ میں فاضل جلیل حضرت مولانا ضیاء الرحمن ارشد بہاولپوری

خطیب اعظم کراچی کا بیان ملاحظہ فرمائیں:

"قارئین کرام: واقعہ یوں ہے کہ جب رضا خانی مولوی محمد شفیع اوکاڑوی کراچی جناح ہسپتال نزد کینٹ کراچی میں تین دن تک زیر علاج رہنے کے بعد ۲۴/ اپریل بروز منگل ۱۹۸۴ء کو انتقال ہوا تو جب اوکاڑوی صاحب پر نزع کا عالم طاری تھا تو آخری وقت رضا خانی مولوی محمد شفیع اوکاڑوی کے منہ سے یہ الفاظ نکل رہے تھے" یا غوث اعظم مجھے بچاؤ" یا داتا سرکار مجھے بچاؤ۔ یا معین الدین چشتی مجھے بچاؤ۔ یا خواجہ نظام الدین چشتی مجھے بچاؤ۔" تو پاس اس کا بیٹا کوکب نورانی بیٹھا ہوا تھا وہ کہنے لگا:" ابّا جان آخری وقت ہے کلمہ پڑھ لو، کلمہ پڑھ لو" لیکن پھر بھی یہی الفاظ کہتا رہا کہ وہ فلاں پیر صاحب آرہے ہیں، وہ فلاں بزرگ آرہے ہیں۔ آخر کار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے گستاخ کو کلمہ طیّبہ پڑھنا نصیب نہ ہوا۔ اس کے بعد جب سُکرات رُک گئی اور بیہوشی طاری ہوئی۔ زبان باہر لٹک گئی۔ شکل مسخ ہوگئی۔ اسی حالت میں رُوح پرواز ہوگئی۔ سارا دن نعش جناح ہسپتال کے کمرہ میں بند پڑی رہی اور بدن سے تعفن اور بدبو پیدا ہونے لگی۔ جسم پھول گیا، شکل تبدیل ہوگئی۔ نعش کی حالت ابتر سے ابتر ہوگئی۔ اس بدنصیب نعش پر حق تعالیٰ کا اس قدر غضب اور عذاب نازل تھا کہ کوکب نورانی اور (شفیع) اوکاڑوی صاحب کے حواریوں نے کمرہ کو تالا لگا کر باہر چلے گئے۔ اور کسی کو اطلاع تک نہیں کی۔ آخر مشورہ کرنے کے بعد انہوں نے رات کو اس کے گھر موت کی خبر پہنچائی اور نعش کو ہسپتال ہی میں رہنے دیا۔ پھر عوام میں یہ اعلان کرایا کہ کل بروز بدھ بعد از نماز ظہر نشتر پارک میں نماز جنازہ ادا کی جائے گی اور ادھر راتوں رات (شفیع) اوکاڑوی کو میّت کو کہیں لے جا کر دفن کر دیا جب صبح ہوئی تو آنے والے معتقدین کو بغیر دیدار کرائے خالی واپس لوٹاتے رہے اور کہتے رہے کہ آپ نشتر پارک میں جمع ہوں وہاں دیدار کرایا جائے

گا۔تو جب جنازہ کے لیے میّت کو لے جانا تھا تو خالی چارپائی پر کوئی لکڑی وغیرہ رکھ کر اوپر میت چادر ڈال کر اس مصنوعی میت کو میّت گاڑی میں رکھ کر نشتر پارک میں پہنچایا گیا۔لوگوں کا ہجوم کافی تھا جس پر کوکب نورانی نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میرے والد مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب ابھی زندہ ہیں فوت نہیں ہوئے۔دلیل یہ ہے کہ مولانا کے فوت ہونے کے تقریباً ۹ یا ۱۰ گھنٹہ بعد جب رات گیارہ بجے حضرت استاذ مولانا احمد سعید کاظمی ملتان سے تشریف لائے تو میرے والد پانچ منٹ تک اپنے استاذ صاحب کے چہرہ کی طرف آنکھیں کھول کر دیکھتے اور مسکراتے رہے۔بعد ازیں آنکھیں بند کر لیں۔اس لیے اب نماز جنازہ میں نیّت یوں کرنی ہوگی کہ چار تکبیر نماز جنازہ فرض کفایہ ثناء واسطے اللہ تعالیٰ کے اور درود شریف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر دعا مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کے لیے۔یادرکھیں یوں نہیں کہنا کہ دعا واسطے اس حاضر میّت کے بلکہ مولانا کا نام لینا ہوگا اور پھر کہا کہ جنازہ کے بعد چارپائی کو کندھا دینے والے یعنی کہ اٹھانے والے حضرات حضرت مولانا صاحب کے مخلص خدّام منتخب ہیں وہی مولانا کی چارپائی کو اٹھائیں گے۔ان کے علاوہ کوئی صاحب چارپائی کو کندھا دینے کی کوشش نہ کرے کیونکہ حضرت والد صاحب نے اپنے چند خدّامِ خاص کو چارپائی اٹھانے کی وصیّت فرمائی تھی اور یہ بات بھی یادرکھیں کہ کوکب نورانی اور دیگر خدّام خاص نے مصنوعی میّت کے اِرد گرد خاردار تار لگائے ہوئے تھے تاکہ کوئی شخص چارپائی کو ہاتھ نہ لگا سکے۔کیونکہ خدشہ تھا کہ اگر کسی کا ہاتھ لگ گیا تو پول کُھل جائے گا تو جب نمازِ جنازہ سے فارغ ہوئے تو ان کے چند مخلص خدّام نے فوراً جلدی سے چارپائی اٹھائی اور کسی کو دیدار نہیں کرنے دیا اور لوگ کہتے رہے کہ حضرت مولانا صاحب کا دیدار کراؤ تو جواب میں کوکب نورانی اور خدّام خاص یہ کہتے رہے کہ میّت کو جلدی رخصت کرنا چاہیئے۔تاخیر جائز نہیں۔جب مصنوعی

میّت کو لے کر مسجد گلزارِ حبیب جہاں اوکاڑوی صاحب خطابت کرتے تھے، میں پہنچے، تو اس مصنوعی میّت کو ایک منتخب کمرہ کے قریب اتارنے لگے تو ہجوم کی وجہ سے کچھ آدمیوں کے ہاتھ چارپائی کے اوپر لگے اور چادر ایک طرف ہٹ گئی تو دیکھا کہ چارپائی پر ایک لکڑی رکھی ہوئی تھی اور میّت نہیں تھی تو انہی لوگوں نے شور مچادیا کہ چارپائی خالی ہے تب ہی تو کوکب نورانی صاحب ہمیں یہ بات کہنے پر زور دیا کہ دعا واسطے مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کے۔ اگر میّت چارپائی پر موجود ہوتی تو یہ الفاظ کہے جاتے دعا واسطے حاضر میّت کے، تو خدّام خاص نے فوراً چارپائی کو کمرہ میں لے جا کر کمرہ کو فوراً بند کر دیا اور کافی دیر کے بعد قبر بنا کر کمرہ کھول دیا گیا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مولانا (شفیع) اوکاڑوی کی شکل (تبدیل) نہیں ہوئی اور جسم نہیں پھولا، متعفن نہیں ہوا، زبان باہر نہیں لٹکی اور گھر قریب ہونے کے باوجود میّت کو گھر میں نہیں لایا گیا اور یقیناً میّت کو گھر نہیں لایا گیا۔ کیونکہ کراچی کے کثیر مسلمانوں کی زبانی سُنا گیا ہے کہ اوکاڑوی کے رخصت کے دوسرے دن کسی اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی کہ مولانا کی بیوی کا بیان تھا کہ مجھے اپنے شوہر کی شکل نہیں دیکھنے دی۔ دوسرے دن جنازہ کیوں پڑھایا گیا۔ پہلے دن کیوں نہیں پڑھایا گیا، کاظمی صاحب رات کے گیارہ بجے کیوں گئے، دن کو کیوں نہیں گئے۔ پھر راتوں رات عوام سے چھپا کر لاش کیوں گُم کی گئی۔ اگر چارپائی خالی نہیں تھی تو آخر وقت تک عوام کو دیدار سے محروم کیوں رکھا گیا اور جنازہ کی نیت کیوں تبدیل کی گئی۔ دعا واسطے حاضر میّت کیوں نہیں کہا گیا۔ اور دوسرے لوگوں کو چارپائی اٹھانے سے کیوں منع کیا گیا، دفن کے وقت کمرہ کیوں بند کیا گیا۔ مخصوص چند خدّام کے علاوہ باقی لوگوں کو چارپائی کے قریب کیوں نہیں آنے دیا۔ اگر مولانا چارپائی پر موجود تھے تو جنازہ کی نیت لفظ حاضر میّت کیوں نہیں کہا

گیا۔ اگر وہ چار پائی پر زندہ تھے تو مولانا پر یہ زندہ در گور کا ظلمِ عظیم کیوں کیا گیا۔ کیا زندہ کو رخصت کیا جاتا ہے؟

اگر وہ سچّا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا تو کلمہ طیّبہ نصیب کیوں نہ ہوا۔ اگر اس وقت اس کو عذاب نہیں ہو رہا تھا تو بزرگوں مولویوں، پیروں کو کیوں پکار رہا تھا کہ مجھے بچاؤ اگر موحد ہوتا تو آخر وقت اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتا جیسے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

"من کان اخر کلامه لا اله الا الله دخل الجنة۔(الحدیث) (احقر ضیاء الرحمن ارشد بہاولپوری)

{رضاخانی مذہب حصہ سوم صفحہ نمبر 140 تا 142}

محترم قارئین! آپ نے کوکب اوکاڑوی صاحب کے والد شفیع اوکاڑوی صاحب کا بوقت موت حشر ملاحظہ فرمایا۔ جو کہ ہم نے الزامی طور پر پیش کیا ہے۔ کوکب اوکاڑوی صاحب کے لیے مقام عبرت ہے کہ وہ اپنے والد کے اس حشر کے بعد بھی علماء اہل سنت پر جھوٹے اعتراض کر رہے ہیں۔ ہم اوکاڑوی صاحب سے مزید پوچھتے ہیں کہ شاہ احمد نورانی صاحب کا انتقال مرزا قادیانی کی طرح لیٹرین میں ہوا اور ان کو دو دفعہ غسل دیا گیا اس کی وجہ بتائیں؟ کیا ضرورت پیش آئی تھی دوسری دفعہ غسل دینے کی؟ جواب کا انتظار رہے گا۔

صفحہ نمبر 158 تا 159 کے حاشیے پر اوکاڑوی صاحب نے مصنف جہانس کی ایک بات کہ میں نے "بلغتہ الحیر ان پہلی دفعہ پڑھی" پر لغو اعتراض کیا ہے کہ ان دیوبندیوں کو اپنے کتب کا علم نہیں۔ تو جواباً عرض ہے کہ کسی کتاب کے نہ پڑھنے سے اگر یہ اندازہ لگانا کہ "اسے اپنے مسلک کا علم نہیں ہے" صحیح ہے تو ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا

وہ یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ میں نے اپنے مسلک کی تمام کتابیں پڑھ لی ہیں؟ اگر نہیں تو ان کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ "انہیں اپنے مسلک کے علماء کی کتابوں کا علم ہی نہیں" ہم اس سے ایک قدم بڑھ کر ایک اور بات پیش کرتے ہیں کتابیں تو ایک طرف رہیں بریلویوں کو تو اپنے علماء ہی کا علم نہیں۔ جیسا کہ بریلویوں کے مدرسہ دار العلوم خانپور کے مفتی سراج احمد صاحب کہتے ہیں:

"افسوس صد افسوس کہ مجھے اعلیٰ حضرت کے وصال سے دو سال پہلے ان کا پتا معلوم نہ تھا"

{**المیزان احمد رضا نمبر صفحہ نمبر** 187}

ملاحظہ فرمائیں! اگر ہم اپنے متعلق یہ کہیں کہ ہم اپنے کسی کتاب کو پہلی مرتبہ پڑھ رہے ہیں تو ہمارے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ ہمیں اپنے علماء کی کتابوں کا علم نہیں اور جن کو اپنے مسلک کی کتابیں نہیں بلکہ اپنے علماء کا پتا ہی معلوم نہ ہو ان کی مسلکی حیثیت کیا ہو گی؟

اسی حاشیے میں اوکاڑوی صاحب نے ہمیں ایک نصیحت کی ہے۔ بہتر تھا کہ پہلے وہ خود اس پر عمل پیرا ہوتے پھر کسی کو اس پر عمل کی نصیحت کرتے۔ الحمدللہ! ہم اپنے علماء کی کتب پڑھ کر ہی ان کا دفاع کر رہے ہیں اور اوکاڑوی صاحب و دیگر بریلویوں کی حقیقت کو آشکارا کر رہے ہیں ہمارے علماء کی کسی عبارت (جو کہ بریلوی پیش کرتے ہیں) کا رد ہمارے علماء کی عبارات سے نہیں ہوتا۔ جس پر تفصیلی کلام پیچھے کیا جا چکا ہے۔ الحمدللہ! ہمیں اپنے اکابر کی کتابوں کو پڑھنے میں خوب دلچسپی ہے اور ہمیں اپنے گھر کی خوب خبر ہے۔ نیز شرمندگی اور رسوائی ہمیں نہیں اوکاڑوی صاحب اور دیگر بریلویوں کو ہو رہی ہے۔ اور وہ مختلف طریقوں سے کبھی جھوٹ بول کے، کبھی قطع و برید کر کے اس کے

ازالہ کی کوشش کر رہے ہیں ۔لیکن صورت حال یہ بن چکی ہے کہ جو بھی آلہ حضرت کو کفر سے بچانے آتا ہے وہ خود ہی کفر کے گھاٹ اتر جاتا ہے گویا آلہ حضرت پکار پکار کے اپنے حواریوں سے کہہ رہے ہیں:

خود تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے

اوکاڑوی کا "تذکرۃ الرشید" کی عبارت سے سہارا اور اس کا جواب

صفحہ نمبر 160 تا 161 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"دیوبندیوں ہی کے امام رشید احمد گنگوہی صاحب فرماتے ہیں:

"زبان سے کلماتِ کفر وشرک کا نکالنا اور ان کو دلائل سے ثابت کرنا، اس کے اعتراضات کو دفع کرنا، خود دلیل عقیدہ کی ہے اور اگر بالفرض عقیدہ نہ ہو، تب بھی حرام اور موجبِ غضبِ خداوندی ہے۔ مثلاً کوئی شخص تم کو گدھا، سؤر کہے یا کوئی مغلظ گالی دے تو ظاہر ہے کہ وہ شخص عقیدہ نہیں رکھتا کہ تم گدھے، سؤر یا ایسے ہو، جیسا وہ گالی میں تمہیں بتا رہا ہے، صرف زبان ہی زبان سے کہہ رہا ہے، مگر بتلاؤ تو سہی تمہیں اس پر غصہ آئے گا یا نہیں؟ ضرور آئے گا۔ پس ایسے ہی کلماتِ کفر وشرک کو سمجھو، کہ ضرور موجبِ خداوندی ہوں گے، کیوں کہ حق تعالیٰ کی ذات، حیا دار سے حیا دار مسلمان سے بھی زیادہ غیور ہے۔" (تذکرۃ الرشید، ص ۹۴ ج ۱)

علمائے دیوبند اپنے امام کی عبارت میں غور کریں۔ان کے اپنے فتوؤں کے مطابق جو کلمات، بلاشبہ کفر وشرک اور حرام ہیں، یہ دیوبندی وہابی صرف زبان ہی سے ادا نہیں کرتے، بلکہ ان کی تبلیغ واشاعت کرتے ہیں اور ان کو درست ثابت کرنے کے لیے

دلائل دیتے ہیں ،ان ہی کے امام کے مطابق ،ایسا کرنا،ان کلمات پر ان کا اپنا عقیدہ ثابت ہوا اور یہ سب اللہ کے غضب اور ناراضی کا موجب ہے اور عقیدہ نہ ہونے کی صورت میں بھی ان کلمات کو کہنا حرام ہے اور تمام دیوبندی وہابی یہی حرام کام کر رہے ہیں۔افسوس کہ ان کی اپنی ذات ،ان کی اپنی حیثیت ان کے اپنے امام کے مطابق اس حرام اور کفر وشرک کے کام میں ملوث ہے،مگر دوسروں کو چراغ دکھانے کا دعویٰ کرنے والے ان دیوبندی وہابی تبلیغی علماء کو یہ ہوش نہیں، کہ یہ خود کتنے اندھیرے میں ہیں۔اللہ ان کے شر سے ہمیں محفوظ رکھے“

جواب

یہ بھی اوکاڑوی صاحب کا روایتی جھوٹ ہے۔الحمدللہ! ہم نے کلمات کفر وشرک کی نہ ہی تبلیغ کی ہے،نہ ہی ان کو اپنے عقیدے میں جگہ دی ہے۔ہمارا تو بریلویوں سے کفر وشرک کا جھگڑا ہے۔ہم تو کلماتِ کفر وشرک کی تردید کر رہے ہیں۔کیا اوکاڑوی صاحب بتا سکتے ہیں کہ ہم کن کلمات کفر وشرک کی تبلیغ کرتے ہیں؟اگر ان کی مراد وہی عبارتیں ہیں جو پیچھے گزریں۔تو ان کا جواب دیا جا چکا ہے۔اور وہ عبارتیں خود انہی کے علماء کے بقول بھی درست ہیں۔اس لیے اندھیرے میں ہم نہیں آپ بریلوی ہیں۔اگر آپ بریلویوں کا دماغ ہی الٹا ہے تو ہمارا کیا قصور ہے؟

احمد رضا خان کے ”ختم نبوت“ کے انکار پر مشتمل رباعی کے ناکام دفاع کا جواب

صفحہ نمبر 161 پر لکھتے ہیں:

”جوہانس برگ سے بریلی، پارٹ ۲ ص ۱۰ میں اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ

پر ایک اور اعتراض، ان دیوبندیوں وہابی تبلیغیوں کی جہالت کا ثبوت پیش کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے منظوم کلام میں حضرت محبوب سبحانی، شیخ عبدالقادر جیلانی سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نام کے حروف تہجی کے اعتبار سے اور اس کے علاوہ بھی بہت سی رباعیاں کہی ہیں۔ ایک رباعی میں اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوث اعظم کے نام "عبدالقادر" کے حروف کے لطائف کا بیان حسنِ عقیدت ومحبت سے کیا ہے۔ (حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نام، عبدالقادر کا چوتھا اور ساتواں حرف "الف" ہے اور آخری حرف "ر" ہے اور اسی حرف کو، اس نام میں انجام سے تعبیر کیا ہے۔) اس رباعی کے صرف دو مصرعوں کا عکس، جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف نے شائع کیا ہے۔ اگر وہ دیانت دار ہوتا تو پوری رباعی کا عکس شائع کرتا، لیکن اسے معلوم تھا کہ پوری رباعی کا عکس، شائع کرنے کی صورت میں، اہل علم جان لیں گے کہ "جوہانس برگ سے بریلی" کے مصنف کا اعتراض محض اس کی اپنی جہالت اور اعلیٰ حضرت سے بے بنیاد دشمنی ہی ہے۔ یہاں قارئین کو یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ دیوبند کے بڑے بڑے علماء کا یہ بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے منظوم کلام کی سطر سطر، عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لبریز ہے۔ دیوبند کے کسی بڑے عالم کو اعلیٰ حضرت بریلوی کے کلام میں کوئی نقص نہیں ملا، انہوں نے ہرگز کوئی اعتراض نہیں کیا، "جوہانس برگ سے بریلی" کتابچے کا مصنف، شاید تمام علمائے دیوبند سے زیادہ بڑا عالم ہے اور شاید اپنے اسی زیادہ علم وفہم کی وجہ سے اپنے بڑوں کی رسوائی کا سامان کر رہا ہے"

جواب

محترم قارئین! مفصل جواب سے پہلے ہم آپ کے سامنے ایک بات رکھنا

چاہتے ہیں کہ جب ہم اپنے اکابر کی عبارات (جن کا بے غبار ہونا خود بریلوی علماء کی تحریرات سے ثابت ہے) کی وضاحت کریں یا ان پر ان بریلویوں کے جاہلانہ اعتراض کا جواب دیں تو ہمیں جواب ملتا ہے کہ تمہاری تاویل نہیں چلی گی اور تمہاری وضاحت ہمیں قابل قبول نہیں بس ہم نے تمہیں کہہ دیا کہ تمہارے فلاں فلاں اکابر گستاخ ہیں بس اب تمہیں کسی وضاحت کے بغیر ان کو گستاخ ماننا پڑے گا۔ جیسا کہ اسی کتاب سفید وسیاہ کے صفحہ نمبر 30 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"غلط اور کفریہ عبارات کے قائل اور قابل ہونے کا انکار نہیں کرتے لاکھ وضاحتیں کرتے رہیں، جھگڑا جُوں کا تُوں ہی رہے گا"

صفحہ نمبر 54 پر لکھتے ہیں:

"اپنے چند علماء کی کفریہ عبارتوں کی وضاحتوں اور ان عبارات کو عین اسلام ثابت کرنے کی کوششوں میں اپنا بھی ضائع کرتے ہیں اور ان کفریہ عبارات کے لکھنے والے چند علماء کو حکیم الامت، قطب حق، مطاع العالم اور مجدد الملت وغیرہ کہتے نہیں تھکتے۔ حالاں کہ یہ اصول یہ بھی جانتے ہیں کہ کفر کی حمایت بھی کفر ہے اور کافر کی مدح کرنے کا مطلب اللہ سبحانہ کے قہر کو دعوت دیتا ہے"

لیکن اپنی باری آتے ہی ان کا اصول بدل جاتا ہے۔ جب ہم ان کے سامنے ان کے بڑوں کی صریح کفریہ عبارات یا اشعار رکھتے ہیں تو یہ اپنے بڑوں کو کافر سمجھنے کے بجائے ان کی وضاحتیں اور تاویلیں شروع کر دیتے ہیں جبکہ اوکاڑوی صاحب کے آلہ حضرت لکھتے ہیں:

"احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو، صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے"

{حسام الحرمین مع تمہید ایمان صفحہ نمبر 154، مکتبہ نبویہ لاہور}

(نوٹ:۔ بریلوی حضرات کے نزدیک صریح بات سے مراد یہ نہیں کہ اس بات میں ایک معنی پایا جائے ورنہ وہ ہمارے اکابر کی عبارات جن میں ایک سے زیادہ معنی پائے جاتے ہیں کو صریح کہہ کر ان کو کفریہ نہ قرار دیتے)

لہٰذا بقول خود بریلویوں کے حدائق بخشش کا شعر جس میں ہمارا کیا گیا معنیٰ پایا جاتا ہے اور اس کے مطابق وہ گستاخانہ اور کفریہ بنتا ہے اس میں بھی تاویل کی گنجائش نہیں۔اور اوکاڑوی صاحب نے اس کی وضاحت اور تاویل کر کے اپنی اور اپنے آلہ حضرت کی مخالفت کی ہے۔

بریلویوں کو یہ بات کان کھول کر سن لینی چاہیے کہ تاویل کا دروازہ ان کے اعلیٰ حضرت نے بند کر دیا ہے اگر ہمارے اکابر کی عبارات میں تاویل نہیں کی جا سکتی تو تمہارا آلہ حضرت کوئی کوثر و تسنیم سے دھلا ہوا نہیں کہ اس کے گستاخانہ و کفریہ شعر میں تاویل کی گنجائش ہو۔اگر تمہارا بنایا گیا اُصول صحیح ہے تو اس کا اطلاق تم پر کیوں نہیں ہوتا؟

محترم قارئین!اوکاڑوی صاحب کی مذکورہ عبارت سے ان کی دورنگی اور دوغلا پن واضح ہو گیا کہ وہ ہماری عبارات کے بارے میں وضاحت اور تاویل کو ناجائز سمجھتے ہیں اور جب اپنی باری آتی ہے تو فوراً وضاحت اور تاویل کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔

ایک اور جھوٹ جو اوکاڑوی صاحب نے بولا کہ "بڑے بڑے علمائے دیوبند کو احمد رضا کے کلام میں کوئی نقص نظر نہیں آیا اور انہوں اس کے کلام پر کوئی اعتراض نہیں کیا" تو جواباً عرض ہے کہ پیچھے امداد الفتاویٰ سے حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ گزر چکا ہے جس میں حضرت تھانویؒ نے احمد رضا کے ایک شعر کو شرک اور کفر کہا ہے؟ اب ہم اوکاڑوی صاحب سے پوچھتے ہیں کیا اوکاڑوی صاحب ،حضرت تھانویؒ کو بڑے علماء

دیوبند میں سے سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اگر سمجھتے ہیں تو ان کی بات کا جھوٹ ہونا واضح ہوا اور اگر نہیں سمجھتے تو انہوں نے حضرت تھانویؒ کو بڑے بڑے علماء دیوبند میں شمار کر کے ان کی جو عبارات پیش کی ہیں ان کی یہ بات جھوٹ ہے؟ دونوں طرف سے اوکاڑوی صاحب جھوٹے ثابت ہوتے ہیں اب ان کی مرضی کہ وہ کس طرف سے جھوٹا ہونا پسند فرماتے ہیں۔اس کے علاوہ بھی بہت سے اکابر اہل سنت والجماعت نے احمد رضا کے شعر کا تعاقب کیا ہے جس کے لیے آپ بریلویت پر لکھی گئی کتب کا مطالعہ فرمائیں۔اگلی بات کہ مصنف جہانس نے صرف دو مصرعوں کا عکس پیش کیا ہے۔ پہلے دو مصرعوں کا عکس کیوں نہیں پیش کیا؟ تو جواباً عرض ہے کہ ہم نے بریلوی کتاب "دیوبندیوں سے لا جواب سوالات" سے حوالہ نقل کر چکے ہیں کہ جتنی بات سے استدلال کیا جائے اتنا ہی حوالہ نقل کیا جاتا ہے پوری کی پوری کتاب کوئی نقل نہیں کرتا۔تو پہلے دو مصرعوں کے پیش نہ کرنے سے مصنف جہانس کے موقف پر کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ جتنی بات ثابت کرنا چاہتا ہے وہ اس کے پیش کردہ مصرعوں سے ثابت ہے۔باقی تفصیل اوکاڑوی صاحب کی اگلی عبارت کے جواب میں ہے۔

صفحہ نمبر 162 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"قارئین کرام !اعلیٰ حضرت بریلوی کی وہ مکمل (فارسی) رباعی ملاحظہ فرمائیں جس کے صرف دو مصرعے نقل کر کے "جوہانس برگ سے بریلی" کے مصنف نے اعلیٰ حضرت پر شدید بہتان باندھا ہے:

"بر وحدت اورابع عبدالقادر　　یک شاہد و دو سابع عبدالقادر
انجام وے آغاز رسالت باشند　　اینک گو ہم تابع عبدالقادر

اس رباعی کا ترجمہ یہ ہے کہ، اللہ کی وحدت پر (حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ

کے نام) عبد القادر کا چوتھا حرف " الف " شاہد ہے اور اس نام عبد القادر کا ساتواں حرف " الف " دوسرا شاہد ہے۔ عبد القادر نام کا انجام (آخر) " ر " کے حرف پر ہوتا ہے جو لفظ رسالت کا پہلا حرف ہے ، تو یہ کہو کہ اس نام عبد القادر کی خوبی یہ ہے کہ یہ نکات ، مبارک نام " عبد القادر " کے تابع ہیں ، اس مبارک اور پیارے نام سے مستفاد ہیں۔

یوں بھی حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے آخری دو مصرعوں میں یہ فرما رہے ہیں کہ حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ ، اللہ کے ولیوں کے سردار ہیں ، جہاں سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مقامِ ولایت کی انتہا ہے ، وہاں سے اللہ سبحانہ کے نبیوں (علیہم السلام) کے مقامِ رسالت کی ابتداء ہوتی ہے۔

جواب

محترم قارئین ! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہم اس شعر کے الفاظ کے معانی لکھ دیں پھر اگلے اعتراض کے جواب کی طرف چلیں۔

وحدت : ایک ہونا۔ یکتائی۔ توحید۔ اکیلا پن (فیروز الغات۔ اردو 1406)

رابع : چوتھا (فیروز الغات۔ اردو 694)

یک : ایک۔ اکیلا۔ واحد۔ تنہا (فیروز الغات۔ اردو 1468)

شاہد : گواہ (فیروز الغات۔ اردو 835)

سابع : ساتواں۔ ہفتم (فیروز الغات۔ اردو 760)

انجام : نتیجہ۔ خاتمہ۔ آخر۔ انتہاء (فیروز الغات۔ اردو 126)

آغاز : شروع۔ ابتداء۔ عنوان (فیروز الغات اردو 23)

رسالت : (سے مراد اوکاڑوی صاحب نے بھی پیغمبری ہی لی ہے)

اینک: یہ دیکھو۔ خبر دار۔ اب (فیروز اللغات اردو۔ فارسی 92)

یہ ہم نے کچھ الفاظ کے معانی درج کر دیے ہیں۔ اب ہم اوکاڑوی صاحب کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ" احمد رضا نے یہ مصرعے محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام مبارک کے بارے میں کہے ہیں" والی بات پہلے دو مصرعوں کے لیے تو کہی جا سکتی ہے۔ پر بعد والے دو مصرعوں کے متعلق نہیں۔ اس لیے پہلے دو مصرعوں میں تو صراحت کے ساتھ لفظ" رابع" اور" سابع" موجود ہے۔ لیکن بعد والے دو مصرعے میں ایسا کوئی قرینہ نہیں۔ ایک اور اشکال جو اوکاڑوی صاحب نے کیا کہ تیسرے مصرعے کا پہلا لفظ" انجام" آخر کے معنیٰ میں ہے اس لیے یہ بات بعد والے مصرعوں کے متعلق بھی کہی جا سکتی ہے۔ تو جواباً عرض ہے کہ پہلی گزارش تو یہ ہے کہ آپ نے تاویل کی ہے جبکہ احمد رضا کا حوالہ پیچھے گزر چکا ہے صریح بات میں تاویل کی گنجائش نہیں۔ اب آپ اپنی تاویل کو ایک طرف رکھ کر ان آخری مصرعوں کو دیکھیں تو ان سے صراحتاً وہی مطلب نکلے گا جو ہم نے مراد لیا ہے یعنی

انجام وے: شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے بعد

آغاز رسالت باشد: پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا۔

اینک گوہم: (لیکن) اب وہ (نیا نبی) شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے تابع ہوگا۔

دوسری بات کہ انجام میں صرف ایک معنیٰ" آخر" ہی مراد نہیں بلکہ دیگر معانی مثلاً" خاتمہ" وغیرہ بھی مراد ہیں۔ جن سے ہمارا ان مصرعوں پر اعتراض صحیح ثابت ہوتا ہے۔

" تیسری بات کہ لفظ" انجام" کا یہ مفہوم، شیخ جیلانیؒ کے نام کا آخری لفظ" ر" ہے اور یہ لفظ" رسالت" ہے اس لیے اس سے مراد یہ ہے کہ جہاں پر مقام ولایت کی انتہاء ہوتی وہاں سے مقام رسالت کی ابتداء ہوتی ہے" غلط ہے اور آخری مصرعے کے الفاظ" تابع عبد

القادر" سے بھی میل نہیں کھاتا۔

محترم قارئین! یہ تو حدائق بخشش کے "ختم نبوت کے انکار پر مشتمل" شعر کے ناکام دفاع کا مختصر تحقیقی جواب تھا۔ کچھ جواب ابھی آگے آرہا ہے۔

صفحہ نمبر 162 تا 163 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"جوہانس برگ سے بریلی کے بد دیانت مصنف اور دیوبندی وہابی ازم کے بد طینت مبلغ اپنی جہالت وسفالت کی بنیاد پر اس رباعی کے آخری دو مصرعوں کا یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ "شیخ عبدالقادر کے بعد پھر سے رسالت کا آغاز ہوگا اور وہ نیا رسول بھی شیخ عبدالقادر کا تابع ہوگا" اس اعتراض کے جواب میں (عربی کا) مشہور مقولہ دُہراؤں گا کہ "جسے فقہ نہیں آتی وہ فقہ کی کتاب کا مصنف بن بیٹھا" یہ دیوبندی وہابی ازم کے مبلغین کی بد قسمتی اور شامتِ اعمال ہے کہ وہ اہل سنت کے امام اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ کا کلام سمجھنے کی لیاقت وصلاحیت ہی نہیں رکھتے اور اپنی جہالت کے باوجود اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر اعتراض کرتے اور بہتان لگاتے ہیں اور اس طرح خود اپنی رسوائی کا اہتمام کرتے ہیں۔ دراصل اس رباعی کے پہلے شعر (دو مصرعوں) کا مطلب ان دیوبندی وہابی نام نہاد علماء کو سمجھ نہیں آتا، اس لیے وہ دوسرے شعر کا اپنی طرف سے غلط مطلب و مفہوم گڑھ کر، عقیدۂ ختم نبوت کے سچے محافظ اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں اور عذاب کماتے ہیں"

جواب

قارئین! یہ بات تو آپ پچھلی گفتگو سے جان چکے ہوں گے کہ اوکاڑوی صاحب کے آلہ حضرت کے شعر کا ہم نے غلط ترجمہ کیا یا صحیح؟ یہ اوکاڑوی صاحب کی عجیب دورنگی

ہے کہ وہ ہماری اکابر کی صاف عبارات کو بھی کھینچ تان کر گستاخی بنانے پر تُلے ہوئے ہیں اور اپنے آلہ حضرت کی صریح گستاخانہ شعر کو بھی بے غبار ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کیا اسی کو حق گوئی اور عشق رسول کہتے ہیں کہ دوسروں کی صاف عبارات کو محض ذاتی دشمنی اور مسلکی تعصب کی بناء پر گستاخی کہا جائے اور اپنے آلہ حضرت کے صریح گستاخانہ شعر کو بھی عشق میں ڈوبا ہوا شعر کہا جائے؟ اوکاڑوی صاحب ہمیں تو یہ کہتے ہیں کہ ہم میں احمد رضا کے شعر کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں۔ اس کا اندازہ تو قارئین پچھلی گفتگو سے لگا چکے ہوں گے کہ ہمارے اندر احمد رضا کے شعر کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں یا اوکاڑوی صاحب کے اندر نہیں۔ لیکن ہم بھی اوکاڑوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا ان کے اندر ہمارے اکابر کی عبارات کو سمجھنے کی صلاحیت ہے؟ اگر ہے تو ان پر بے بنیاد اعتراضات کا کیا معنی ہے؟ ہم نے احمد رضا کے گستاخانہ شعر کے الفاظ کے معانی بھی پیچھے نقل کر دیے ہیں جن کو دیکھنے کے بعد قارئین اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ احمد رضا کے شعر کا مطلب ہم نے اپنی طرف سے گڑھا ہے یا واقعی ایسا مطلب بنتا ہے۔ اور عقیدۂ ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے احمد رضا کا دفاع کر کے اوکاڑوی صاحب عذاب کما رہے ہیں یا عقیدۂ ختم نبوت کا دفاع کر کے ہم ثواب کما رہے ہیں؟ یہ ساری تحقیق بریلویانہ اصول کے تحت تھی۔

صفحہ نمبر 163 تا 164 اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ "اعلیٰ حضرت بریلوی چوں کہ "قادری" کہلاتے ہیں۔ اس لیے وہ شیخ عبدالقادر کے تابع ہیں، اس طرح اعلیٰ حضرت خود کو "نبی" کہہ رہے ہیں" یہ بلا شبہ اعلیٰ حضرت پر بہتان ہے، جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف اور اس کے حامی، اس بہتان طرازی کی سزا ان شاء اللہ ضرور پائیں گے"

جواب

مصنف جہانس نے جو کہا وہ بالکل صحیح ہے۔ یہ بہتان نہیں بلکہ دراصل اس کو بہتان کہنا بہتان ہے۔ درحقیقت مولوی احمد رضا نے حدائق بخشش کے اپنے شعر جس پے کچھ بحث پیچھے ہوئی میں دھوکہ دہی کے لیے شیخ جیلانیؒ کے حروف کے لطائف کا نام لیا۔ جبکہ حقیقت یہی ہے کہ وہ شیخ جیلانیؒ کو نبی مانتے ہیں اور خود کو بھی نبی بلکہ نبیوں سے بڑھ کر مانتے ہیں۔ جس پر ہمارے پاس واضح دلائل ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

جناب احمد رضا خان صاحب؛ شیخ جیلانیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”حضور پرنور سیدنا غوث اعظم حضور اقدس وانور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث کامل ونائب تام وآئینہ ذات ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع اپنی جمیع صفات جمال وجلال وکمال وافضال کے ان میں متجلی ہیں“

{فتاویٰ افریقہ، صفحہ نمبر 97، شبیر برادرز سن اشاعت ستمبر 2009}

مولوی احمد رضا کی پچھلی عبارت سے واضح ہو گیا کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی تمام صفات کے ساتھ شیخ جیلانیؒ میں متجلی یعنی آشکارا ہیں۔ اور انہی صفات میں ایک صفت ختم نبوت بھی ہے۔ جب یہ صفت بھی شیخ جیلانیؒ میں آ گئی تو لامحالہ ختم نبوت کا انکار لازم آیا اور شیخ جیلانیؒ کا نبی ہونا لازم آیا۔ پس اس عبارت سے احمد رضا کے نزدیک شیخ جیلانیؒ کا نبی ہونا ثابت ہوا۔

اسی طرح احمد رضا ایک جگہ لکھتا ہے:

”یہ قول کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی ہوتے اگرچہ اپنے مفہوم شرطی پر صحیح وجائز اطلاق ہے کہ بے شک مرتبہ علیہ رفیعہ حضور پرنور رضی

اللہ تعالیٰ عنہ ظل مرتبہ نبوت ہے"

{**عرفان شریعت، صفحہ نمبر 84 ناشر اکبر بک سیلرز**}

اس عبارت میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ شیخ جیلانیؒ کا مرتبہ "ظل مرتبہ نبوت ہے" ظل عکس کو کہتے ہیں جناب احمد رضا خان صاحب کہہ رہے ہیں کہ شیخ جیلانیؒ کا مرتبہ ظل نبوت ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب بھی اسی طرح کا لفظ لکھتے ہیں:

" کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم ہوگئی مگر ظلی نبوت جس کے معنی ہیں کہ فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی"

{**حقیقت الوحی، صفحہ نمبر 28**}

دیکھیں! مرزا قادیانی بھی اپنے آپ کو نبی کہنے کے لیے "ظلی نبی" ہونے کا سہارا لیتا ہے اور احمد رضا بھی شیخ جیلانیؒ کو ظل نبوت قرار دیا ہے۔

محترم قارئین! یہاں تک تو ہم نے مختصر طور پر اس بات کو ثابت کیا کہ احمد رضا کا ختم نبوت کا منکر ہونا لازم آتا ہے۔ آیئے! اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں بریلوی حضرات کے نزدیک احمد رضا کا رتبہ انبیاء جتنا ہی نہیں بلکہ ان سے بھی بڑھ کر ہے۔ جس سے مصنف جہانس کی مزید تائید ہو جائے گی۔

ملاحظہ فرمایئے! بریلویوں کی مشہور جماعت جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی راہنما ابوالخیر زبیر آبادی لکھتے ہیں:

" مسلک رضا والے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اعلیٰ حضرت کو نبیوں ولیوں بلکہ خود حضور امام الانبیاء سے بڑھ کر سمجھتے ہیں"

{**انوارِ کنز الایمان صفحہ، 212**}

اس عبارت میں کتنا واضح طور پر اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ مسلک رضا

والے (یعنی بریلوی) احمد رضا کو صرف انبیاء ہی نہیں بلکہ امام الانبیاء سے بھی بڑھ کر مانتے ہیں۔کیوں اوکاڑوی صاحب! مصنف جہانس نے احمد رضا کے بارے میں جو یہ کہا کہ "وہ خود کو نبی سمجھتے ہیں" تو کیا یہ بہتان ہے؟ تم تو احمد رضا کو معاذ اللہ صرف نبیوں ہی نہیں بلکہ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی بڑھ کر مانتے ہو۔

محترم قارئین! ہمارے پاس اس موضوع کہ "بریلویوں کے نزدیک احمد رضا کا رتبہ نبیوں جیسا بلکہ نبیوں سے بھی بڑھ کر ہے" پر بہت سے دلائل موجود ہیں لیکن یہاں ان سب کا ذکر کرنا طوالت کا سبب ہوگا۔اس لیے ہم صرف ایک حوالہ اور ذکر کر کے اس موضوع کو ختم کرتے ہیں۔احمد رضا کی کتاب "احکامِ شریعت" کے شروع میں احمد رضا کے حالات زندگی لکھے ہوئے ہیں اور ان حالات کے آخر میں لکھا ہے:

"اعلیٰ حضرت کی زبان وقلم کا یہ حال دیکھا کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا اور زبان وقلم نقطہ برابر خطا کرے اس کو ناممکن فرما دیا"

{احکام شریعت صفحہ نمبر 30، ضیاء القرآن پبلی کیشنز}

قارئین! دیکھیں! اس عبارت میں احمد رضا کے بارے میں کہا گیا ہے کہ نقطہ برابر خطا نہیں کرسکتا۔یعنی وہ خطاؤں سے معصوم ہے۔جو کہ انبیاء کی خاص صفت ہے۔ انبیاء کی اس خاص صفت کو احمد رضا میں ماننے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ بریلویوں کے نزدیک احمد رضا کا رتبہ نبیوں جیسا ہے بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر بات سنیے! بریلویوں کا احمد رضا کا نقطہ برابر خطا نہ کرنا تو ثابت ہو چکا۔اب آیئے! دیکھیے! بریلویوں کے نزدیک انبیاء سے خطا ہوسکتی ہے۔

ملاحظہ فرمایئے! بریلویوں کے حکیم الامت جناب احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"انبیاء کرام ارادۃً گناہ کبیرہ کرنے سے ہمیشہ معصوم ہیں کہ جان بوجھ کر نہ تو

نبوت سے پہلے گناہ کبیرہ کر سکتے ہیں اور نہ اس کے بعد۔ہاں نسیاناً خطائًا صادر ہو سکتے ہیں"

{جاء الحق، صفحہ نمبر 340}

اسی صفحہ پر آگے جا کر لکھتے ہیں:

"یہ تفصیل دیگر انبیاء کرام کے لیے ہے کہ ان سے بعض گناہ صغیرہ صادر ہو سکتے ہیں"

محترم قارئین! آپ نے دیکھا کہ انبیاء کے لیے تو گناہ کبیرہ وصغیرہ دونوں کو صادر ہونا ممکن مانا جا رہا ہے اور احمد رضا کے لیے نقطہ برابر خطا ہونا ناممکن بتلایا جا رہا ہے۔ جس سے پتا چلا کہ بریلویوں کے نزدیک معاذ اللہ احمد رضا کا رتبہ نبیوں سے زیادہ ہے۔ بحرحال اس مختصر سی بات سے اتنی بات ثابت ہوگئی کہ بریلوی حضرات شیخ جیلانیؒ کو نبی مانتے ہیں اور ان کے نزدیک احمد رضا کا رتبہ نبیوں سے زیادہ ہے۔حدائق بخشش کے شعر کا جو مطلب ہم نے بیان کیا تھا اس کی تائید ان دیگر بریلوی کتب سے بھی ہوگئی ۔اس طرح ثابت ہوا کہ ہم نے احمد رضا پر کوئی بہتان نہیں لگایا بلکہ اگر اس کو بہتان سمجھا جائے تو یہ بہتان احمد رضا نے خود اپنے اوپر لگایا ہے۔اس لیے اوکاڑوی صاحب اور دیگر بریلوی ہمیں کوسنے کی بجائے اپنے آلہ حضرت کا گریبان پکڑیں۔

صفحہ نمبر 163 تا 164 اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ پر شدید بہتان لگانے والے دیوبندی وہابی تبلیغی ،ذرا کھلی آنکھوں سے اعلیٰ حضرت بریلوی کا ختمِ نبوت کے بارے میں عقیدہ وفتویٰ ملاحظہ فرمائیں، جو اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی کتاب "جزاللہ عدوہ بابائہ ختم نبوۃ" میں تحریر فرمایا۔

وہ فرماتے ہیں" اللہ عز وجل سچا اور اس کا کلام سچا۔ مسلمان پر جس طرح لا الٰہ الا اللہ ماننا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو احد، صمد، لاشریک لہ جاننا فرض اول ومناط ایمان ہے، یوں ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا، ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال وباطل جاننا فرض اجل وجزئے ایقان ہے، **ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین** نص قطعی قرآن ہے۔ اس کا منکر نہ منکر بلکہ شبہ کرنے والا نہ شک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے تو ہم خلاف رکھنے والا، قطعاً اجماعاً ملعون، مخلد فی النیر ان ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شک وتر دد کو راہ دے، وہ بھی کافر......" (ص ۶، مطبوعہ مکتبہ نبویہ)"

جواب

محترم قارئین! احمد رضا خان کا منکر ختم نبوت ہونا بہتان نہیں بلکہ اس کا ثبوت تو پیچھے گزر چکا ہے اور اوکاڑوی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت کا جواب بھی ہم بریلویوں کی کتاب سے دیتے ہیں۔ جناب احمد سعید کاظمی صاحب کے سامنے جب حضرت نانوتویؒ کی عبارت پیش کی گئی جس میں صریح الفاظ میں ختم نبوت زمانی کا اقرار تھا۔ تو وہ اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"محض قلم سے لکھ دینے سے کسی کا کوئی اسلامی عقیدہ ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے خلاف اپنے لکھے ہوئے غیر اسلامی عقیدے سے توبہ نہ کر لے۔ دیکھیے! مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا اقرار بھی اپنی تحریروں میں کیا۔ لیکن چونکہ وہ اپنے دعویٰ نبوت سے تائب نہیں ہوا، اس لیے اس کی

تحریروں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخر النبیین ہونے کا اقرار سے کچھ فائدہ نہ ہوسکا۔

اس ختم نبوت کے مسئلہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا بیان ملاحظہ فرمائیے!

مرزا قادیانی کا ختم نبوۃ کے عقیدے کا اقرار اور انکار:

(آگے کاظمی صاحب نے مرزا قادیانی کی ختم نبوۃ کے اقرار وانکار والی عبارات نقل کی ہیں اور اس کے بعد وہ لکھتے ہیں)

ان عبارات کے علاوہ بکثرت عبارات مرزا قادیانی کی ایسی ہیں جن میں اس نے صاف اور واضح طور پر ختم نبوت کا عقیدہ ظاہر کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو کاذب اور کافر کہا ہے۔

کیا آپ ان عبارات کی بناء پر مرزا کو ختمِ نبوت کا قائل اور معتقد ومقر مان لیں گے؟ جب کہ دوسرے مقامات پر اس کا دعویٰ نبوۃ اور ختم نبوت کا انکار موجود ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ مرزا قادیانی نے ختم نبوت کے عقیدے سے انکار اور اپنے دعویٰ نبوت سے توبہ نہیں کی۔

لہٰذا اس کی یہ تمام عبارات ناقابل قبول ہیں جن میں وہ ختمِ نبوت کا اقرار اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو کاذب وکافر قرار دیتا ہے۔ بنا بریں آپ نانوتوی صاحب کی لاکھ عبارتیں بھی ایسی دکھائیں جن میں ختمِ نبوت زمانی کو اپنا عقیدہ قرار دیتے ہیں سب ناقابل قبول ہیں۔ جب تک کہ آپ ان کی عبارات سے توبہ ثابت نہ کریں جن میں انہوں نے ختم زمانی سے انکار کیا ہے"

{**مقالات کاظمی جلد سوم،التبشیر پر اعتراضات کا علمی جائزہ ،صفحہ نمبر 259تا260**}

ہم بھی اسی عبارت کی روشنی میں اوکاڑوی صاحب کو کہتے ہیں کہ پیچھے کئی عبارات

پیش کی جا چکی ہیں جن سے احمد رضا خان کا ختم نبوت کا منکر ہونا صراحتاً ثابت ہوتا ہے۔
اس لیے جب تک آپ احمد رضا کی اپنی ان عبارات "جن میں اس نے ختم نبوت کا انکار کیا ہے" سے احمد رضا کا توبہ تائب ہونا ثابت نہیں کرتے تو آپ چاہے ختم نبوت کی تائید میں اگر احمد رضا خان کی لاکھ عبارتیں بھی پیش کر دیں تو وہ نا قابل قبول ہیں۔

قارئین! دیکھیں! بریلویوں نے جو کنواں ہمارے لیے کھودا تھا۔ اُس میں وہ خود ہی گر گئے۔ الحمدللہ حضرت نانوتویؒ نے ختم نبوت زمانی کا انکار کیا ہی نہیں (جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے) اس لیے توبہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جبکہ احمد رضا نے شیخ جیلانیؒ کو نبی مان کر ختم نبوت کا صراحتاً انکار کیا ہے۔ اس لیے بقول کاظمی صاحب کہ جب تک بریلوی احمد رضا کی اس بات سے اس کا توبہ کرنا ثابت نہیں کرتے۔ تو ختم نبوت کی تائید میں احمد رضا کی دیگر عبارات پیش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ القصہ یہ انکار ختم نبوت کی داستان آپ کے ہی اصول سے ہے۔ آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ انکار ختم نبوت کی داستان خود انہی کے اپنے اصول وضوابط سے ثابت ہوتی ہے۔

"تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباسؓ" کی عبارات کی تشریح اور اعتراضات کا جائزہ

صفحہ نمبر 164 تا 165 اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ کے خود اپنے قلم سے "ختم نبوت" کے موضوع پر پوری کتاب بلکہ کئی کتابوں اور واضح فتویٰ کے باوجود، جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف کا اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ پر بہتان لگانا، بلاشبہ دیوبندیوں وہابیوں کے بد باطن اور کذاب ہونے کی کھلی دلیل ہے۔ یہاں اپنے قارئین کی معلومات کے لیے یہ

ضرور عرض کروں گا کہ نبوت کا دروازہ کھلا ہوا دیکھنا ہو تو "تحذیر الناس" کا مطالعہ کیجیے! چناں چہ دیوبندی وہابی تبلیغی گروہ کے بڑے عالم محمد قاسم نانوتوی صاحب اللہ کے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے۔ نانوتوی صاحب کی "تحذیر الناس" میں لکھا ہوا ہے کہ "خاتم النبیین" کا معنی "آخری نبی" سمجھنا عوام کا خیال ہے، اہل فہم کے نزدیک یہ معنی درست نہیں۔

نانوتوی صاحب لکھتے ہیں کہ: "اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں آئے گا" نانوتوی صاحب کی تحریر سے یہ واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی نبوت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور کسی نبی کا پیدا ہونا ممکن ہے۔ افسوس کہ دیوبندیوں وہابیوں کو اپنا کفر نظر نہیں آتا، خواہ مخواہ دوسرے سچے مسلمانوں کو کافر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف عیب جوئی اور عیب گوئی کی اپنی عادت کے بارے میں خود اپنے دیوبندی وہابی ازم کے بڑے عالم اشرفعلی صاحب تھانوی کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں! افاضات یومیہ، حصہ چہارم صفحہ ۳۳۷ پر تھانوی صاحب فرماتے ہیں: "اپنے بدن میں تو کیڑے پڑ رہے ہیں، ان کی خبر نہیں اور دوسروں کے کپڑوں پر جو مکھیاں بیٹھی ہیں ان پہ نظر ہے، ارے اپنے کو تو دیکھ کہ کس حال میں ہے"

جواب

پہلی بات کا جواب تو پیچھے دیا جا چکا ہے اور یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ نبوت کا دروازے کھولنے اور عقیدۂ ختمِ نبوت پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کس نے کی ہے۔ آیئے! اب حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی عاشقانہ کتاب "تحذیر الناس من انکار اثر ابن

عباسؓ" پر اوکاڑوی صاحب کے جاہلانہ اعتراض کے جواب کی طرف چلتے ہیں۔

اوکاڑوی صاحب نے یہ جھوٹ بولا ہے کہ حضرت نانوتویؒ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے۔ پہلا اعتراض اوکاڑوی صاحب نے کیا کہ:

" حضرت نانوتوی "خاتم النبیین" کا معنی "آخری نبی" سمجھنا عوام کا خیال سمجھتے ہیں (اور وہ کہتے ہیں) اہل فہم کے نزدیک یہ معنی درست نہیں"

جواب سے پہلے "تحذیر الناس" کی وہ مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ جس کی بناء پر اوکاڑوی صاحب نے یہ بات کہی۔

حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ لکھتے ہیں:

"بعد حمد وصلوٰۃ کے قبل عرض جواب یہ گذارش ہے کہ اوّل معنی خاتم النبیّین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقّت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنیٰ ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخرِ زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں"

{**تحذیر الناس صفحہ نمبر 44، مکتبہ ادارہ تحقیقات اہل سنت**}

تشریح: حضرت نانوتویؒ اپنی عبارت میں فرما رہے ہیں کہ عام طور پر معاشرے میں "خاتم النبیین" کا معنی یہی سمجھا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ سب انبیاء کے زمانہ کے بعد ہے۔ یہ معنی بالکل ٹھیک ہے لیکن اس معنی کی بنیاد جس پر کھڑی ہے اُسے اہل فہم جانتے ہیں۔ اور وہ بنیاد ہے ختم نبوت مرتبی ہے۔ یعنی آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ومرتبہ کا تمام انبیاء سے زیادہ ہونا۔ اگر ختم نبوت مرتبی کا انکار کر دیا جائے تو محض آخر میں آنے سے فضیلت نہیں رہتی۔ یعنی اگر بالفرض آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام ومرتبہ تمام انبیاء سے

زیادہ نہ ہوتا اور آپ تمام انبیاء کے بعد مبعوث ہوتے تو محض آخر میں آنا اتنا فضیلت کا باعث نہ ہوتا جتنا (تمام انبیاء سے اعلیٰ و ارفع ہونے کا مقام حاصل کر کے) آخر میں آنے سے ہے۔ حضرت نانوتویؒ فرما رہے ہیں کہ ختم نبوت زمانی میں فضیلت ختم نبوت مرتبی کی بناء پر ہے۔ یعنی آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخرالنبیین ہونے میں فضیلت اسی وجہ سے ہے کہ آپ کا مقام و مرتبہ تمام انبیاء سے زیادہ ہے اور تمام انبیاء کو نبوت آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ملی ہے۔ یعنی آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مرکز نبوت ہے اور باقی انبیاء شاخ نبوت ہیں۔

محترم قارئین! اس وضاحت کے بعد اب بتایئے کہ حضرت نانوتویؒ نے کیا اس عبارت میں "ختم نبوت زمانی" کا انکار کیا ہے یا اس کا دفاع کیا ہے؟ اب ذرا سوچیے! کہ جن لوگوں کو ختم نبوت زمانی کا دفاع بھی ختم نبوت زمانی کا انکار لگتا ہے ان کی عقل پر کس قدر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور اصل عبارت کو ملاحظہ فرمانے کے بعد اب دیکھیے کہ اوکاڑوی صاحب نے حضرت نانوتویؒ پر کتنا بڑا جھوٹ بولا کہ:

"حضرت نانوتویؒ فرما رہے ہیں "خاتم النبیین" کا معنیٰ "آخرالنبیین" سمجھنا عوام کا خیال ہے، اہل فہم کے نزدیک یہ معنیٰ درست نہیں"

حضرت نانوتویؒ نے تو ہرگز نہیں کہا کہ "خاتم النبیین" کا معنیٰ "آخری نبی" سمجھنا اہل فہم کے نزدیک درست نہیں۔ حضرت تو صرف اتنا فرما رہے ہیں کہ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام و مرتبہ کا تمام انبیاء سے زیادہ نہ مان کر صرف آخری نبی ماننے میں بالذات کچھ فضیلت نہیں لیکن بالعرض فضیلت ہے۔ یعنی صرف آخری نبی معنیٰ نہیں بلکہ دونوں ہیں افضل اور آخری"

اوکاڑوی صاحب کی اسی عبارت سے واضح ہو گیا کہ وہ اپنی طرف سے ایک غلط

مطلب گڑھ کر دوسروں کے ذمے لگاتے ہیں۔اور پھر اس پر اعتراض کرتے ہیں۔تو یہ اعتراض دراصل وہ دوسروں پر نہیں بلکہ اپنے اوپر ہی کرتے ہیں۔

اوکاڑوی صاحب نے حضرت نانوتویؒ کی دوسری عبارت جو بغیر سیاق وسباق کے نقل کی ہے۔اس پر اعتراض کا جواب ملاحظہ فرمائیں! پہلے آپ سیاق وسباق سمیت مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں! حضرت نانوتویؒ فرماتے ہیں:

اگر خاتمیت بمعنی اتصافِ ذاتی بوصف نبوت لیجئے،جیسا اس ہیچمندان نے عرض کیا تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کی افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی،افراد مقدرہ پر بھی آپ کی افضلیت ثابت ہوجائے گی۔بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے"

{**تحذیر الناس، صفحہ نمبر 84 تا 85**}

اس مکمل عبارت کو ملاحظہ فرمانے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت نانوتویؒ ہرگز آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا نہیں مانتے۔اور حضرت نانوتویؒ کی عبارت سے پہلے "اگر اور بالفرض" کا لفظ موجود ہے۔جو صراحت کے ساتھ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اس سے وقوع مراد نہیں۔اور ہم عام طور پر معاشرے میں کئی باتیں فرضی طور پر کہتے رہتے ہیں "فرض کرو ایسا ہو" وغیرہ جن سے وقوع یعنی کام کا ہونا مراد نہیں ہوتا بلکہ باتیں وہ صرف فرضی طور پر کہی جاتی ہیں لیکن اوکاڑوی صاحب اور دیگر بریلویوں کی عقل کو کیا کہا جائے کہ وہ ان فرضی باتوں سے بھی وقوع یعنی کام ہونا ہی مراد

لیتے ہیں۔ اگر" بالفرض اور اگر" سے وقوع مراد ہے تو پیچھے" عرفان شریعت" سے احمد رضا کا حوالہ گزرا ہے کہ اگر" نبوت ختم نہ ہوتی تو شیخ جیلانیؒ بھی نبی ہوتے" اس عبارت میں بھی نبوت کو فرض کیا گیا ہے۔ اگر لفظ" اگر" سے وقوع ہی مراد ہے تو وہ اس عبارت میں بھی موجود ہے لہٰذا بریلویوں کو چاہیے کہ وہ احمد رضا خان کے بارے میں بھی اس جرأت کا مظاہرہ کریں کہ ہمارے آلہ حضرت نے بھی شیخ جیلانیؒ کو نبی مانا ہے۔ آیئے مزید ہم ایک اور حوالہ بھی پیش کرتے ہیں جس سے شاید بریلویوں کی عقل ٹھکانے آجائے۔ بریلویوں کے حکیم الامت جناب احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

" احمد اور بیہقی اور حاکم نے صحیح اسناد سے حضرت عرباض ابن ساریہ سے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں رب تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں جلوہ گر تھے۔ (مشکوۃ)

{رسالئه نور شامل رسائل نعیمیه صفحه نمبر 16ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاهور}

احمد یار نعیمی صاحب کی نقل کردہ حدیث سے صراحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا بننے سے پہلے بلکہ آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے" خاتم النبیین" یعنی" آخری نبی" اب ہم بریلویوں سے پوچھتے ہیں جب آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے خاتم النبیین ہیں اور اس کے بعد آدم علیہ السلام اور دیگر انبیاء پیدا ہوئے تو کیا آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت میں کوئی فرق آیا؟ اگر نہیں آیا تو حضرت نانوتویؒ کی عبارت کا وہ معنی جو تم نے مراد لیا وہ صحیح نہ ٹھہرا۔ اب بتاؤ! تم نے جو فتویٰ حضرت نانوتویؒ پر لگایا کہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں وہی فتویٰ اس حدیث کو نقل کرنے والے اپنے حکیم الامت احمد یار نعیمی اور دیگر محدثین پر بھی لگانا پسند کرو گے؟ اگر نہیں تو

کہاں گئی تمہاری حق گوئی ؟ مزید تحذیر الناس کی بریلویوں کے ہاتھ سے تائید اور مفصل جواب کے لیے" حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ" و" ہدیہ بریلویت" ملاحظہ فرمائیں۔

تحذیر الناس کے حوالے سے ایک شبہ کا جواب

صفحہ نمبر 164 کے حاشیہ میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

" دیوبندی وہابی تبلیغی علماء اپنے ہی تھانوی صاحب سے یہ گواہی ملاحظہ فرمائیں، وہ فرماتے ہیں:" جس وقت مولانا (نانوتوی) نے تحذیر الناس لکھی ہے، کسی نے ہندوستان میں مولانا (نانوتوی) کے ساتھ موافقت نہیں کی بجز مولانا عبدالحی صاحب، مولانا کو ہمارے بزرگوں سے بے حد عقیدت اور محبت" (ص ۵۸۰، افاضات یومیہ، ج ۴)

جواب

محترم قارئین! سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ" تحذیر الناس" کے مندرجات کی تصریح قرآن وسنت اور خود بریلوی علماء سے پیش کی جا چکی ہے۔

اور بریلوی حضرات نے بھی اس بات کو مانا ہے کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ نے متاخرین پر کھولا ہے۔ جیسا کہ بریلوی فخر المناطقہ جناب عطا محمد بندیالوی صاحب لکھتے ہیں:

" شیخ محمد عبدالحق قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین المطہرین کی شرافت وطہارت اور اسلام کا مسئلہ متاخرین پر منکشف ہوا ہے"

{ذکر عطا فی حیات استاذ العلماء۔ صفحہ نمبر 102}

اسی طرح مولوی برخوردار ملتانی صاحب نے نقل کیا ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:

"مجھے خالق زیست کی قسم ہے کہ اس علم کے ساتھ یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے آباؤ اجداد کے توحید اور اسلام پر ہونے کے علم کے ساتھ حق تعالیٰ نے متاخرین علماء کو مختص اور ممتاز ٹھہرایا ہے جب کہ متقدمین علماء کے کلام میں اس کے خلاف کلمات ظاہر ہوتے ہیں یہ اللہ کا فضل عظیم ہے اور اللہ جس کو چاہے اپنے فضل وکرم سے نواز دے اور جس کو چاہے کسی بھی نعمت کے ساتھ مختص ٹھرادے"

{ایمان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،نجات ابو طالب صفحہ نمبر 149 تا 150، زاویہ پبلشرز لاهور}

محترم قارئین! مندرجہ بالا عبارات کی روشنی میں اس بات کو سمجھیے کہ "اثر ابن عباس" جو کہ متقدمین علماء نے اپنی کتابوں میں درج ہے اور ان علماء نے اس کی تصحیح بھی فرمائی ہے۔ اس "اثر ابن عباس" کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے مولانا نانوتویؒ سے خاص کام لیا۔ حضرت نانوتویؒ نے اس "مبارک اثر" کی ایسی دلکش و دلنشیں تشریح بیان فرمائی کہ عقیدۂ ختم نبوت پر بھی زد نہ آئے اور اس اثر کا اپنی جگہ صحیح ہونا بھی سلامت رہے۔ لہذا اگر علماء نے اس حوالے علمی سطح پر حضرت نانوتویؒ سے اختلاف کیا اور ان کی موافقت نہیں کی۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس لیے کہ ان علماء نے موافقت بھی نہیں کی اور اس بناء پر حضرت نانوتویؒ پر طعن وتشنیع بھی نہیں کی اور وہ احمد رضا کی تکفیری مہم کے فرد بھی نہیں بنے۔ لہذا علماء کے آپس کے علمی اختلاف ہونے میں کوئی قباحت نہیں۔ جیسا کہ بریلوی فخر المناطقہ جناب عطاء محمد بندیالوی صاحب لکھتے ہیں:

"بزرگ ہستی سے اختلاف شرعی دلیل کی بناء پر ہو تو نہ تو مذموم ہے اور نہ ہی اس میں بزرگ ہستی کا سوء ادب ہے"

{مقالات بندیالوی۔ حصہ اول۔ صفحہ نمبر 181}

لہذا ”دیگر علماء کا حضرت نانوتویؒ سے اختلاف اور موافقت نہ کرنا اور مولوی احمد رضا اور اس کے والد کا حضرت نانوتویؒ پر طعن وتشنیع اور کفر کا فتویٰ“ یہ دونوں باتیں مختلف ہیں۔

کیا بریلویوں میں واقعی عیب ہیں یا ہم ان میں عیب ڈھونڈتے ہیں

صفحہ نمبر 165 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف اور ان کے حامی ذرا توجہ سے ملاحظہ فرمائیں، ان کے تھانوی صاحب فرماتے ہیں باغ میں کوئی جاتا ہے تفریح سیر کے لیے، کوئی پھول سونگھنے کے لیے اور کوئی پھل کھانے کے لیے، مگر سوٴر جب جائے گا نجاست ہی کو تلاش کرے گا کہ پاخانہ بھی کہیں ہے یا نہیں؟ ایسے اس عیب چیں کی مثال ہے کہ کسی میں کتنی ہی خوبیاں کیوں نہ ہوں، مگر اس کی نظر عیوب ہی کی متلاشی رہتی ہے“ (افاضات یومیہ ص ۳۳۷، ج ۴)

اعلیٰ حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ پر شدید بہتان لگانے والے دیوبندی وہابی تبلیغی اپنے ہی تھانوی صاحب کے ارشاد کے مطابق آئینے میں خود اپنی ادا دیکھیں اور ہو سکے تو اپنی اصلاح کی کوشش کریں۔

جواب

الحمد للہ! ہمیں آپ کے عیب ڈھونڈنے کا کوئی شوق نہیں۔ اور نہ ہی ہمارے پاس آپ کی طرح اتنا فارغ وقت ہے کہ ہم آپ کے عیب ڈھونڈتے رہیں۔ جبکہ یہ کام

آپ کا ہے کہ ہر وقت کسی نہ کسی طریقے عبارات کو توڑ مروڑ کے ان کا غلط مطلب کشید کر کے علمائے اہل سنت سے عوام الناس کو بدظن کرانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔اس لیے حضرت تھانویؒ کی عبارت ہمارے لیے بالکل مضر نہیں بلکہ آپ کے لیے مضر ہے اور آپ کو اس میں اپنا چہرہ دیکھنے کی اشد ضرورت ہے۔

اوکاڑوی صاحب کی بدحواسی

صفحہ نمبر 165 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ خادم اہل سنت اپنے قارئین کو ان دیوبندیوں وہابیوں کی اصل حقیقت دکھا رہا ہے اور خود ان دیوبندیوں وہابیوں ہی تحریروں سے دکھا رہا ہے۔آج کل دیوبندی وہابی ازم کے یہ مبلغ، پیسے کمانے کے لیے خود کو ختم نبوت کا محافظ ثابت کرنا چاہ رہے ہیں اور خود کو قادیانیوں کے خلاف مجاہد ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔دیوبندیوں وہابیوں کے بڑے نانوتوی صاحب نے "خاتم النبیین" کا معنی آخری نبی نہیں مانا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی کا پیدا ہونا ممکن مانا اور اپنے اس کفریہ عقیدہ کی وجہ سے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔موجودہ دیوبندی وہابی علماء تمام قادیانیوں کو کافر و مرتد کہتے ہیں، مگر اپنے نانوتوی صاحب کو قادیانیوں جیسے عقیدے کے باوجود، مومن بلکہ دین کا ٹھیکے دار ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

جواب

آپ جو حقیقت دکھا رہے ہیں، اس کا پردہ تو چاک کر دیا گیا ہے۔اور آپ کی دوسری بات بھی، آپ کے اہل سنت سے دلی بغض کا شاخسانہ ہے۔اگر ہم نے آپ کی طرح پیسوں کی خاطر دین کی خدمت کرنا ہوتی تو شاید راہ خدا میں جتنی جانیں ہم نے

قربان کی ہیں ان کی ضرورت نہ پڑتی۔ہم بھی آپ کی طرح کبھی گیارہویں،کبھی بارہویں کے بہانے پیٹ پرستی اورعیش پرستی میں ملوث ہوتے۔الحمدللہ!اگر خدائے تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیوں کے تعاقب کا کام ہم سے لیا ہےتو آپ اس پر کیوں لال پیلے ہورہے ہیں؟ آپ بھی یہ کام کرلیں۔لیکن آپ کو اہل سنت کے خلاف کسی اور کے بارے میں بھی کچھ سوچنے کا موقعہ ملےتو آپ ایسا کریں؟لیکن کیا کہیے!یہ خدائی فیصلہ ہے کہ ہم عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی خاطر اپنی جانی مالی قربانیاں پیش کررہے ہیں اورآپ بریلویوں کی بطور مسلک تمام توانائیاں اہل سنت کے خلاف خرچ کررہے ہیں۔جس کا آپ کوکوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا۔ہماری آپ سے برادرانہ گزارش ہوگی کہ کسی وقت ہمارے بغض کوایک طرف رکھ کر،اس بات کو ٹھنڈے دل سے سوچیے گا۔اورحضرت نانوتویؒ کی عبارت پراعتراض کا جواب پیچھے دے دیا گیا ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں قادیانیوں کے بارے میں دیے گئے ایک فتوے میں شبہ پیدا کرنے کا جواب

صفحہ نمبر 166 پراوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”شاید جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف بھی قادیانیوں کو کافر کہتے ہوں گے،مگرفتاویٰ دارالعلوم دیوبند،حصہ اول ص ۷،۸ میں درج اس فتویٰ کے تمام الفاظ توجہ سے ضرورملاحظہ فرمالیں اورہمیں بتائیں کہ اس فتویٰ کے مطابق،تمام دیوبندیوں وہابیوں کے بارے میں کیارائے رکھی جائے؟

”سوال:مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوئے مسیحیت اورمہدیت سے

واقف ہوکر بھی کوئی شخص مرزا کو مسلمان سمجھتا ہے تو کیا وہ شخص مسلمان کہلا سکتا ہے؟"

"جواب: (دار العلوم دیوبند کا فتویٰ) مرزا قادیانی کے عقائد باطلہ اس حد تک پہنچے ہوئے ہیں کہ ان سے واقف ہوکر کوئی شخص مرزا کو مسلمان نہیں کہہ سکتا، البتہ جس کو علم اس کے عقائد باطلہ کا نہ ہو، یا تاویل کرے وہ کافر نہ کہے تو ممکن ہے، بہر حال بعد علم عقائد باطلہ مرزا مذکور کو کافر کہنا ضروری ہے، اس کو اور اس کے اتباع کو جن کا عقیدہ مثل اس کے ہو، مسلمان نہ کہا جاوے، وہ مسلمان نہ تھا، جیسا کہ اس کی کتب سے ظاہر ہے۔ باقی یہ کہ جو شخص بہ سبب کسی شبہ اور تاویل کے، کافر نہ کہے، اس کو بھی کافر نہ کہا جائے، کہ موقع تاویل میں احتیاط، عدم تکفیر میں ہے۔ فقط بندہ عزیز الرحمن، مفتی دار العلوم دیوبند"

جواب

اس عبارت پر اعتراض کے دو جواب ہیں ایک تحقیقی اور دوسرا الزامی۔

تحقیقی جواب

جہاں تک مرزا قادیانی اور اس کے اتباع ماننے والوں کو کافر کہنے کا تعلق ہے تو حضرت نے صاف ان کو کافر کہا ہے اور دوسرا جہاں تک مرزا قادیانی کے عقائد سے واقف ہوکر اس کو کافر سمجھنے کا تعلق ہے تو حضرت نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ "بعد علم عقائد باطلہ مرزا مذکور کو کافر کہنا ضروری ہے" اگلی بات بالکل الگ ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ ایک ایسا شخص جس کو مرزا قادیانی کے عقائد کا علم نہیں، اس کے پاس یہ بات پہنچتی ہے کہ علمائے کرام مرزا قادیانی کو کافر کہتے ہیں۔ اب چونکہ اس شخص کو مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد کا علم نہیں ہے اور ممکن ہو وہ ایسی جگہ رہتا ہے جہاں مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد کے

بارے میں معلومات فراہم نہیں اور قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کررہے ہیں۔اب اس شخص کے ذہن میں شبہ پیدا ہوسکتا ہے اور ممکن ہے وہ یہ تاویل کرے اور کہے کہ جن علماء نے مرزا قادیانی کی تکفیر کی ہے ان سے غلطی ہوئی ہو۔اب ایسے شخص کے بارے میں مفتی صاحب فرمارہے ہیں کہ احتیاط کا تقاضا ہے کہ ایسے شخص کی تکفیر نہ کی جائے کہ اس کا مرزا قادیانی کے بارے میں تاویل کا سبب "اس کے پاس مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد کا نہ پہنچنا" اور "اس بناء پر اس کے ذہن میں شبہ پیدا" ہونا ہے۔ **معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد سے واقف ہوکر اس کو مسلمان سمجھنے والے کا کافر ہونا صحیح ہے لیکن مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد سے واقف نہ ہوکر اس کے بارے میں تاویل کرنے والے کا کافر نہ ہونا علیحدہ بات ہے۔** یہ تو اس کا تحقیقی جواب تھا۔جو کہ انصاف پسند قارئین کے لیے تھا۔

الزامی جواب

لیکن بریلوی حضرات کو شاید اس سے تسلّی نہ ہو۔اس لیے ان کے مرض کی دوا ہمارے پاس ہے اس کے لیے ہم الزامی جواب عرض کردیتے ہیں۔ہم بریلوی حضرات کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ اگر تاویل کا شبہ موجود ہونے کے باوجود تکفیر نہ کرنے والا خود کافر ہوجاتا ہے۔تو اپنے آلہ حضرت کے بارے میں کیا حکم صادر فرمائیں گے جنھوں اپنی ایک کتاب "الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ" میں کئی وجوہ سے عالم ربانی شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کو کافر کہا ہے اور آخر میں ان کے بارے میں کہا ہے:

"علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے۔**وھو الجواب وبه یفتی الفتویٰ وھو المذھب وعلیه الاعتماد و فیه السلامة وفیه السداد۔**

یعنی یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہوا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامت اور اسی میں استقامت ثانیاً الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ دیکھیے جو خاص اسمٰعیل دہلوی اور اس کے متبعین کے رد میں تصنیف ہوا اور بار اول شعبان ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد مطبع تحفہ حنفیہ میں چھپا جس میں نصوص جلیلہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ وتصریحات ائمہ سے بحوالہ صفحات کتب معتمدہ اس پر ستّر وجہ بلکہ زائد سے لزوم کفر ثابت کیا اور بالآخر یہی لکھا (ص ٦٢) ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (یعنی کافر کہنے سے) کف لسان (یعنی زبان روکنا) ماخوذ ومختار ومناسب واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم"

{الکوکبۃ الشہابیہ وحسام الحرمین مع تمہید ایمان صفحہ نمبر 158تا 159، ناشر مکتبہ نبویہ}

فتاویٰ دار العلوم دیوبند میں تو ایسے شخص کا ذکر تھا جس کو مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد کا علم نہ ہو اس وجہ سے اس کے دل میں شبہ ہو اور وہ تاویل کرے۔ لیکن یہاں تو بریلویوں کے آلہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کو اپنے زعم میں 70 سے زائد وجہ سے کافر ثابت کر رہے ہیں یعنی ان کو اپنے زعم میں شاہ شہیدؒ کے کفریہ عقائد کا علم ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی وہ شاہ شہیدؒ کو کافر نہیں کہہ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ مقام احتیاط یہی ہے کہ شاہ شہید کو کافر کہنے سے زبان کو روکا جائے اور علمائے محتاطین بھی انہیں کافر نہ کہیں اور بقول تمہارے تاویل کی بنیاد پر ہے۔ جبکہ اوکاڑوی صاحب صفحہ نمبر 167 کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

"قارئین کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ کفر اور اسلام میں امتیاز کرنا ضروریات دین میں سے ہے۔ کسی کافر کو آپ عمر بھر کافر نہ کہیں، مگر جب اس کافر کا کفر

ظاہر ہو جائے تو اس کے کفر کی بنیاد پر اسے کافر ماننا اور کافر کہنا ضروری ہے۔ ورنہ یہ شرعی اصول ہے کہ کفر کو کفر نہ کہنا خود کفر ہے۔ چناں چہ دیوبند کا بھی فتویٰ یہی ہے کہ: ”جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود (بھی) کافر ہے“ خود تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ: ”لاہوری (قادیانیوں کا ایک گروہ) گو مرزا (قادیانی) کو نبی نہ کہیں لیکن اس کے عقائد کفریہ کو کفر نہیں کہتے اور کفر کو کفر نہ سمجھنا یہ بھی کفر ہے“ (کمالات اشرفیہ، ص ۱۲۳)

محترم قارئین! ملاحظہ فرمایئے! اوکاڑوی صاحب کے آلہ حضرت اپنے زعم میں شاہ اسمٰعیل شہید کا کفر واضح ہو جانے کے بعد بھی انہیں کافر نہیں کہہ رہے اور علمائے محتاطین کو بھی کافر کہنے سے منع کر رہے ہیں تو اوکاڑوی صاحب کے فتوے سے وہ کافر ٹھہرے۔ لیجیے! اوکاڑوی صاحب نے اپنے آلہ حضرت کو ہی کفر کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ اہل سنت سے بغض کا صلہ ہے۔ بحرحال یہ ایک الزامی جواب تھا۔

آیئے! مزید ایک دو الزامی عبارات ملاحظہ فرمائیں!

مولانا فیض احمد صاحب گولڑوی ملتانی لکھتے ہیں:

”مرزا صاحب کا ایک مطبوعہ دعوت نامہ اُن کے پیرو مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نے حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا۔ دعوت نامہ کا مضمُون یہ تھا کہ میں مسیحِ موعود ہُوں اَور خُدائے تعالیٰ کی طرف سے احیائے دین اور عُروج اِسلام کے لیے مامُور کیا گیا ہوں۔ آپ اس مشن میں میری اعانت کریں۔ حضرت نے جواب میں لکھوایا کہ میں آپ کو مسیحِ موعود اور مامُور مِن اللہ نہیں مانتا۔ آپ اپنی توجہ سابق غیر مسلموں کے ساتھ مناظرات اور تبلیغ اسلام پر مرکوز رکھیں اور عنداللہ ماجُور ہوں“

{مہر منیر، صفحہ نمبر 206}

اب ہم اوکاڑوی صاحب سے پوچھتے ہیں دیکھیں پیر مہر علی شاہ صاحب، مرزا

قادیانی کے دعوائے مسیحیت کو غلط کہہ رہے ہیں لیکن اس کے باوجود اس کو کافر نہیں کہہ رہے اور اُسے اپنی توجہ تبلیغ اسلام پر مرکوز رکھنے کی دعوت دے رہے ہیں۔اب بتائیے! پیر مہر علی شاہ صاحب پر کیا فتویٰ لگائیں گے؟ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند میں تو اس شخص کو کافر نہ کہنے کی بات تھی جو مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد سے واقف نہ ہو۔لیکن یہاں تو پیر مہر علی شاہ صاحب،مرزا قادیانی کے مسیح موعود ہونے کے دعویٰ پر مطلع ہونے کے باوجود بھی اس کی تکفیر نہیں فرما رہے۔دیکھتے ہیں کہ فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کے فتوے کو غلط کہہ کر پیر مہر علی شاہ صاحب کو آپ کس طرح بچاتے ہیں؟

مولانا فیض احمد گولڑوی صاحب اسی مہر منیر میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"اُدھر چاچڑاں (ریاست بہاولپور) کے مشہور شیخ طریقت اور صوفی شاعر خواجہ غلام فرید چشتیؒ بھی ابتدا میں مرزا صاحب کے متعلق بہت حُسن ظن رکھتے تھے۔خواجہ صاحبؒ ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے اور حضرت قبلۂ عالم قدس سرہ کے قادیانی معرکۂ لاہور کے قریباً ایک سال بعد ۱۹۰۱ء میں انتقال فرما گئے۔مرزا صاحب نے انہیں دعوت نامہ بھیجا تھا کہ برُوئے الہامِ الٰہی میں تبلیغِ دین کے کام پر مامُور ہوا ہوں،آپ میری اعانت فرمائیں۔اس پر خواجہ صاحب نے اپنے جواب میں اعانت فی الدین کا وعدہ کرتے ہوئے مرزا صاحب کی شان میں تعریفی کلمات تحریر فرمائے۔آپ کے ملفوظات "اشاراتِ فریدی" میں مذکور ہے کہ جب علماء نے مرزا صاحب کے خلاف لکھنا شروع کیا تو خواجہ صاحبؒ نے فرمایا یہ شخص حمایتِ دین پر کمر بستہ ہے۔علماء تمام مذاہب باطلہ کو چھوڑ کر اس نیک آدمی کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔حالانکہ وہ اہل السنّت والجماعت سے ہے اور صراطِ مستقیم پر ہے"

{مہر منیر صفحہ نمبر 204تا205}

محترم قارئین ! ہم اس عبارت کو بلا تبصرہ چھوڑتے ہیں۔ بس اتنا کہتے ہیں کہ فتاویٰ دار العلوم دیوبند کے فتویٰ کو غلط کہہ کر ان دونوں شخصیات پیر مہر علی شاہ صاحب و خواجہ غلام فرید صاحب کو بچا کر دکھائیں۔

حضرت دریابادیؒ کے بارے میں شبہ پیدا کرنے کا جواب

جناب عبدالماجد دریابادی اپنے خط میں جناب اشرفعلی تھانوی کو لکھتے ہیں کہ:

”میرا دل تو قادیانیوں کی طرف سے بھی ہمیشہ تاویل ہی تلاش کرتا رہتا ہے“ (ص ۲۵۹، حکیم الامت)

اس عبارت کے تحت حاشیے میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”قارئین کی معلومات کے لیے عرض ہے کہ کفر اور اسلام میں امتیاز کرنا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ کسی کافر کو آپ عمر بھر کافر نہ کہیں، مگر جب اس کافر کا کفر ظاہر ہو جائے تو اس کے کفر کی بنیاد پر اسے کافر ماننا اور کافر کہنا ضروری ہے۔ ورنہ یہ شرعی اصول ہے کہ کفر کو کفر نہ کہنا خود کفر ہے۔ چناں چہ دیوبند کا بھی فتویٰ یہی ہے کہ: ”جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود (بھی) کافر ہے“ خود تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ: ”لاہوری (قادیانیوں کا ایک گروہ) گو مرزا (قادیانی) کو نبی نہ کہیں لیکن اس کے عقائد کفریہ کو کفر نہیں کہتے اور کفر کو کفر نہ سمجھنا یہ بھی کفر ہے“ (کمالات اشرفیہ، ص ۱۲۳)

{سفید وسیاہ۔ صفحہ نمبر 167}

جواب

اس کے جواب میں ہم اتنا عرض کرتے ہیں کہ مولانا سیف اللہ خالد رحمانی کی کتاب ”وہ جو بیچتے تھے دوائے دل“ میں مولانا ابوالحسن ندویؒ کا قول ذکر کیا گیا ہے جس

میں انہوں نے فرمایا ہے کہ مولانا دریا آبادی اپنی اس قسم کی باتوں سے رجوع فرما چکے ہیں۔اور رجوع کی فضیلت پیچھے بریلویوں کے قلم سے آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔لہذا اس عبارت کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی۔

صفحہ نمبر 166 تا 167 پر مزید عبارتیں نقل کی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

"اشرفعلی تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:"کسی کا کافر کہنے میں بڑی احتیاط چاہئے ،اگر کوئی حقیقت میں کافر ہے اور ہم نے (اس کو کافر) نہ کہا تو کیا حرج ہوا" مزید فرماتے ہیں:"پس اگر (کفر کرنے والے) واقع میں کافر ہوں اور ہم (ان کو کافر) نہ کہیں تو ہم سے کیا قیامت کے دن باز پرس ہوگی؟اور اگر (کافر کو) ہم کافر کہیں تو کتنی رکعت کا ثواب ملے گا؟" (کمالات اشرفیہ،ص ۳۴۷،۳۴۸)"

جواب

مندرجہ بالا دو عبارات کے غلط مفہوم مراد لینے کا جواب پیچھے دیا جا چکا ہے۔

اوکاڑوی صاحب کی صفحہ نمبر 167 پر دی گئی عبارت

"تیسرا فتویٰ بھی ملاحظہ ہو:"اہانت و گستاخی کردن در جناب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کفر است ......واگر توبہ تاویلے وتوجیہے گوید کافر نہ شود......" (انبیاء علیہم السلام کی جناب میں توہین و گستاخی کرنا کفر ہے اور اگر توہین و گستاخی (کے الفاظ) تاویل وتوجیہ کے ساتھ کہے تو کافر نہیں ہوگا۔(امداد الفتاویٰ ،ص ۱۲۶ ج ۴ ،مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۸۶ھ)"

جواب

ہم پہلے عبارت کی وضاحت فرما دیتے ہیں۔حضرت تھانویؒ فرما رہے ہیں کہ

انبیاء علیہم السلام کی توہین کفر ہے لیکن اگر ایک بات جو ہمارے فہم کے مطابق گستاخی بنتی ہے لیکن اس کی تاویل ہوسکتی ہے۔تو کہنے والے کو کفر سے بچایا جائے گا۔تاویل سے کیا مراد ہے وہ بھی سن لیجئے۔اوکاڑوی صاحب کے حکیم الامت جناب احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"لکھنو میں مہتر بھنگی کو کہتے ہیں اور فارسی اور بعض جگہ اردو میں بھی مہتر بمعنی سردار بولا جاتا ہے جیسے کہ چترال کے نواب کو مہتر چکوال کہتے ہیں۔لکھنو میں جو شخص یہ کلمہ مہتر کسی نبی کے لیے استعمال کرے کافر ہے اور چترال میں اور فارسی میں نہیں۔ہر ملکے ہر رسمے:

ہندیاں را اصطلاح ہند مدح سندھیاں را اصطلاح سندھ مدح

{جاء الحق۔حصہ اول صفحہ نمبر 208 قادری پبلشرز لاہو}

نعیمی صاحب کی عبارت کو ملاحظہ فرمانے کے بعد اب تاویل کا مطلب سمجھیے!اگر چترال میں رہنے والا کوئی شخص مہتر کا لفظ کسی نبی کے لیے استعمال کرے اور لکھنؤ میں رہنے والے کو اس کا پتا چلے اب چونکہ اس کے ماحول میں یہ لفظ بھنگی کے لیے استعمال ہوتا ہے اس لیے وہ چکوال میں رہنے والے شخص کو کافر کہے تو اب اس کو کہا جائے گا بھائی بے شک یہ لفظ آپ کے علاقے کے ماحول کے مطابق گستاخی بنتا ہے لیکن جس شخص نے یہ لفظ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے استعمال کیا ہے اس کے علاقے میں یہ لفظ عظمت کے معنی آتا ہے اس لیے اس کو کافر نہ کہو۔محترم قارئین!بس اس بات کو"تاویل" کہتے ہیں کہ اگر ایک بات جو ہمارے فہم کے مطابق گستاخی بنتی ہے لیکن اگر کوئی معقول وجہ ایسی موجود ہے جو اس کے کفر نہ ہونے پر دال ہے تو اس بات کی تاویل کر لی جائے اور کہنے والے کو کافر نہ کہا جائے۔اب آپ ہی بتائیے کہ حضرت تھانویؒ نے کونسی غلط بات کہی ہے۔اگر حضرت تھانویؒ کی بات غلط ہے تو نعیمی صاحب جن کی عبارت پیچھے گزری وہ بھی نہیں بچتے۔

قارئین !اصل بات یہ ہے کہ بریلوی حضرات کے ہاں احتیاط نام کی کوئی چیز نہیں۔ان کا تو ذہن ہی یہ ہے کہ بس ہمیں کوئی چھوٹی بات ملے اور ہم کفر و گستاخی کے فتوے لگائیں۔اگر ان میں سے کوئی بھولے سے احتیاط کی بات کرے بھی تو وہ ان کے اپنے علماء کے فتوؤں سے کافر ٹھہرتا ہے۔اگر اوکاڑوی صاحب کو ہمارے جواب سے اطمینان نہ ہو تو وہ اپنے احمد رضا کے بارے میں بھی کوئی فتویٰ صادر فرمائیں۔جنہوں نے اپنے زعم میں شاہ سمٰعیل شہیدؒ کو ستر وجہ سے گستاخ و کافر ثابت کر کے بھی کافر نہیں کہا۔

حضرت نانوتویؒ پر بہتان کا جواب

صفحہ نمبر 167 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"دار العلوم دیوبند کے بانی محمد قاسم نانوتوی صاحب نے خاتم النبیین کے معنی "آخری نبی" نہیں مانے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی کسی نبی کا پیدا ہونا ممکن مانا اور اسی دار العلوم دیوبند کے مفتی صاحبان نے فتویٰ دیا کہ کافر کو کافر نہ کہا جائے ،کلمہ کفر کی تاویل کر لی جائے ،تو کفر نہیں اور کفر کرنے والے کو، کافر نہ کہنا بہتر ہے اور کافر کو کافر نہ کہا جائے تو کوئی حرج نہیں وغیرہ۔ان تحریروں کے بارے میں یہ خادم اہل سنت از خود کوئی جواب لکھنے کے بجائے خود علمائے دیوبند ہی کے ارشادات نقل کرتا ہے، ملاحظہ ہو۔"

جواب

اوکاڑوی صاحب کی اس عبارت کا جواب تو پیچھے گزر چکا ہے۔بس انہیں ایک جھوٹ کو بار بار دہرانے کی بہت بری عادت ہے۔الحمد للہ !ہمارے اکابرین کسی بھی ایسے کلمے کو جو ہر صراحت اور قطعیت کے ساتھ کفر یا گستاخی بنتا ہو اس کی تاویل نہیں کرتے اور کہنے والے کو کافر اور گستاخ ہی کہتے ہیں۔جیسا کہ اوکاڑوی صاحب کی پیش

کردہ پچھلی اور اگلی عبارات سے بھی واضح ہے۔آیئے !اوکاڑوی صاحب نے پیچھے علمائے اہل سنت کی پیش کردہ عبارات کے مقابل کے طور پر اکابر اہل سنت کی جو عبارات پیش کی ہیں انہیں بھی ایک نظر دیکھ لیجیے !اور سوچیے کہ کیا یہ مقدم ومؤخر عبارات آپس میں ٹکراتی ہیں یا اوکاڑوی صاحب نے انہیں پیش کر کے اپنی جگ ہنسائی کا سامان کیا ہے اور اپنی علمی سطح کو واضح کیا ہے۔

صفحہ نمبر 167 کے آخر سے لیکر صفحہ نمبر 169 کے شروع تک کی پیش کردہ عبارات ملاحظہ فرمایئے:

"جناب رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:''شریعت کا حکم ہے کہ کافر کو کافر کہو،اس لیے بندہ کو تعمیل میں عذر کیا ہے؟ جس پر علامت کفر دیکھیں گے،ہم تو اسے کافر سمجھیں گے اور کافر ہی کہیں گے۔" (تذکرۃ الرشید،ص۱۹۶ ج ۲)

گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ :"کلمہ کفر بولنا عمداً (جان بوجھ کر)،اگر چہ اعتقاد اس پر نہ ہو،کفر ہے......جس نے کفر کے الفاظ سے مذاق کیا،تو وہ مرتد ہو جائے گا اگر چہ اس کا اعتقاد نہ کرے،بوجہ خفیف کرنے کے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے عادتی کفر......اگر کوئی شخص اپنی زبان (وقلم) سے کفر کرے خوشی کے ساتھ اور (اگر چہ) اس کا قلب ایمان سے مطمئن ہو تو وہ کافر ہو جائے گا اور اللہ کے پاس مومن نہ رہے گا......کفر پر راضی ہونا (بھی) کفر ہے۔۔۔۔"

(تالیفات رشیدیه ،ص۶۶،۵۶،گنگوهی ۔اکفار الملحدین ،ص۶۰،۵۹ کاشمیری)

جناب اشرفعلی تھانوی فرماتے ہیں:"ضروریاتِ دین میں تاویل،دافع کفر نہیں" (افاضات یومیہ،ج ۷،ص ۶۰)۔یہی تھانوی صاحب فرماتے ہیں :"اگر کسی میں ایک

بات بھی کفر کی ہوگی وہ بالا جماع کافر ہے"۔(افاضات یومیہ، ج ۴ ص ۲۳۴)۔تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ:"کفر کے لیے ایک بات بھی کافی ہے،کیا کفر کی ایک بات کرنے سے کافر نہ ہوگا؟"(افاضات یومیہ،ص ۲۴،ج ٦)۔مزید ملاحظہ فرمائیں:"ایک مولوی صاحب نے قادیانی فرقہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت والا (تھانوی) سے عرض کیا کہ بعض مسلمان بھی قادیانیوں کو کافر نہیں سمجھتے،اس کے متعلق شرعی حکم کیا ہے؟(تھانوی نے)فرمایا کہ(قادیانیوں کو کافر)نہ سمجھنے کی دو صورتیں ہیں،ایک تو یہ کہ وہ کہیں کہ ان (قادیانیوں) کے یہ عقائد ہی نہیں،جن کی بناء پر ان کو کافر کہا جاتا ہے،اور ایک (صورت) یہ کہ(قادیانیوں کے)یہ عقائد ہیں،مگر پھر بھی وہ کافر نہیں تو،اب ایسا سمجھنے والا شخص بھی کافر ہے،جو کفر کو کفر نہ کہے،اگر احکام قضا میں کافر ہے،باقی احکام دیانت میں خدا کو معلوم ہے،شاید اس کے ذہن میں کوئی وجہ بعید ہو جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے"۔(افاضات یومیہ،ج ٦،ص ۳۱۸)

(تھانوی صاحب کی مذکورہ بالا تحریر میں"احکام قضا اور احکام دیانت" کا فرق دیوبندی ازم کے مبلغ غور سے ملاحظہ فرمائیں اور اپنے علماء کی تحریروں اور فتوؤں کے بارے میں ہمیں اس کا جواب بھی عنایت فرمائیں۔)

جناب مرتضیٰ حسن دیوبندی،مصنف اشد العذاب،ص ۱۴ پر فرماتے ہیں:"جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے"مزید فرماتے ہیں:"کسی کو عقائد کفریہ کے باوجود مسلمان کہنا بھی کفر ہے۔"(ص ۹)

قارئین!الحمدللہ اوکاڑوی صاحب کی پیش کی گئی ہمارے اکابر کی عبارات میں کوئی تضاد نہیں اور نہ ہی یہ ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔دراصل جس طرح اندھی عقیدت ہوتی ہے اسی طرح اندھا بغض بھی ہوتا ہے۔چونکہ اوکاڑوی صاحب کو احمد رضا

سے اندھی عقیدت اور اکابر اہل سنت سے اندھا بغض ہے۔اسی لیے وہ اکابر اہل سنت کی عبارات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور ان کو باہم مخالف قرار دیتے ہیں۔الحمدللہ حضرت تھانویؒ کی تحریر میں احکام قضا اور احکام دیانت کا فرق ہم نے ملاحظہ فرمالیا۔اور اس کے مطابق ہمارے اکابر کی عبارات بالکل صاف ہیں۔اوکاڑوی صاحب کی پیش کردہ اکابر اہل سنت کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کی کوئی بات صراحت وقطعیت کے ساتھ گستاخی رسول ہے تو کہنے والا کافر ہے۔اور اگر کسی کی کوئی بات کسی ایک علاقہ کے لحاظ سے، یا کسی ایک شخص کے فہم کے مطابق تو گستاخی بنتی ہے لیکن دوسرے علاقہ اور لوگوں کے فہم کے لحاظ سے وہ گستاخی نہیں تو ایسے شخص کو کافر نہیں کہا جائے گا اور ہم اپنے اکابر کی صفائی آپ کے بڑوں سے بھی دے چکے ہیں۔لہٰذا ہم آپ کا جواب دے چکے اب آپ اپنی فکر کریں۔

صفحہ نمبر 169 سے 170 تک کچھ عبارات غالباً "تحذیر الناس" کی مخالفت کے طور پر پیش کی ہیں۔انہیں بھی ملاحظہ فرمایئے!

"دار العلوم دیوبند کے فتاویٰ مرتب کرنے والے جناب مفتی محمد شفیع دیوبندی فرماتے ہیں:

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر دی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور اس پر امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام بالکل اپنے ظاہری معنوں پر محمول ہے اور جو اس کا مفہوم، ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتا ہے وہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے۔پس ان لوگوں کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، جو اس کا انکار کریں اور یہ قطعی اور اجماعی عقیدہ ہے۔" (ختم النبوۃ فی الآثار، ص ۸)

یہی مفتی محمد شفیع صاحب ہدیۃ المھدین ص ۲۱ پر فرماتے ہیں:

"(ترجمہ) بے شک عربی لغت کا متفقہ اٹل فیصلہ ہے کہ آیت قرآنی میں " خاتم النبیین" کا معنی صرف" آخری نبی" ہے اس کے سوا کوئی اور معنی نہیں ہے۔ امت مسلمہ کا اس معنی پر اجماع ہے لہٰذا" خاتم النبیین" کے متفقہ معنی اجماع کے خلاف کرنے والا، کافر ہے اگروہ (اجماع کے خلاف معنے پر) اصرار کرے، تو قتل کیا جائے"

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی کے فتوے کے بعد جناب محمد ادریس کاندھلوی کا فتویٰ بھی ملاحظہ ہو۔ وہ اپنی کتاب مسک الختام میں لکھتے ہیں: "حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا انکار، اصول دین کا انکار ہے اور ظاہر ہے کہ اصولِ دین کا انکار صریح کفر ہے"(ص ۲۹)

محترم قارئین! تحذیر الناس کی عبارت کی وضاحت وتشریح اور اس پر اعتراض کا جواب ہم پیچھے پیش کر چکے ہیں، جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت نانوتویؒ نے " خاتم النبیین" کا کوئی نیا معنی نہیں کیا۔ ختم نبوت مرتبی" آخری نبی" والے معنی کے مخالف یا علیحدہ نہیں ہے۔ حضرت نانوتویؒ نے ختم نبوت مرتبی کا ذکر بطور فائدے کے کیا ہے۔ لہٰذا مذکورہ عبارتیں بھی ٹھیک ہیں اور" تحذیر الناس" کے بالکل مخالف نہیں۔ ہاں اگر کوئی ایسا معنی کیا جاتا جس سے آخری نبی کے معنی کی تغلیط ہوتی اور اسے غلط قرار دیا جاتا تو پھر آپ کا اعتراض بجا تھا۔ اگر اوکاڑوی صاحب یا دیگر بریلوی حضرات کو حضرت نانوتویؒ کی عبارت سمجھ نہیں آتی اور مذکورہ عبارات اس کے مخالف نظر آتی ہیں تو آپ اپنی عقل کا علاج فرمائیں۔ اس میں ہمارے اکابر کا کوئی قصور نہیں۔

مذکورہ عبارات کو نقل فرمانے کے بعد صفحہ نمبر 170 پر لکھتے ہیں:

" قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دیوبندی وہابی تبلیغی علماء نے اعلیٰ

حضرت بریلوی رضی اللہ عنہ پر عظیم بہتان لگایا، چناں چہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ دنیا ہی میں ان دیوبندیوں وہابیوں کو یہ سزا ملی کہ یہ لوگ خود اپنے اور آپس میں ایک دوسرے کے فتوؤں سے خود ہی سب کافر قرار پائے''

جواب

محترم قارئین! یہ تو آپ ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں کہ ہم نے ہرگز کوئی بہتان نہیں لگایا بلکہ ایک حقیقت کو آشکارا کیا ہے۔ الحمدللہ! ہم ایک دوسرے کو بالکل کافر نہیں کہتے بلکہ یہ تو بریلوی علماء کا محبوب مشغلہ ہے۔ جس کے بہت سارے ثبوت پیچھے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اس کے بعد اوکاڑوی صاحب نے صفحہ نمبر 170 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

''ابو الکلام آزاد (دیوبندی) کے بھائی نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تعریف کی، ملاحظہ ہو! ''حیات طیبہ'' (مصنفہ عبد القادر سوداگر مل، ص۳۶۹)

جواب

محترم قارئین! آپ اوکاڑوی صاحب کے اس الزام کی حقیقت جاننے کے لیے اسی بات پر غور فرمالیں کہ انہوں نے اپنے اس الزام کے لیے قادیانی کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر ان کے نزدیک قادیانی کتب اس قابل ہیں کہ ان پر اعتبار کیا جا سکے تو وہ کھل کر اپنی قادیانیت سے محبت کا اظہار کریں۔ ہمارے نزدیک تو قادیانیوں یا ان کی کتب نا قابل اعتبار ہیں۔

مولانا عبد القادر رائپوریؒ پر قادیانیت کے حوالے سے ایک شبہ کا جواب

اس کے علاوہ صفحہ نمبر 170 سے 171 تک اوکاڑوی صاحب نے مولانا عبد القادر رائپوریؒ کے جو واقعات نقل کیے ہیں۔ان کا تعلق ان کی اس زندگی ہے جس وقت وہ تلاش حق میں مصرف تھے اور خود تذبذب کا شکار تھے۔جس باب سے اوکاڑوی صاحب نے وہ واقعات نقل کیے ہیں۔اس باب کا نام ہی مولانا ابوالحسن ندویؒ نے یہ رکھا ہے" بے چینی اور روحانی انجذاب مرشد کا انتخاب اور رائپور کی حاضری" لہذا جب وہ خود ابھی تک حق کو ڈھونڈ رہے تھے اور اس سلسلے میں وہ قادیانی کے علاوہ ایک اور دجال یعنی رضا خان کے پاس بھی گئے۔لیکن بالآخر حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ سے بیعت اور ان کے پاس طویل قیام کے بعد حضرت کو شرح صدر ہو جیسا کہ اوکاڑوی صاحب نے صفحہ نمبر 171 پر جو دوسری عبارت نقل کی ہے۔اس سے پہلے خود حضرت رائپوری کے اپنے الفاظ موجود ہیں:

"اگر میں حضرت (شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ) کو نہ دیکھتا تو میں قادیانی بن گیا ہو ہوتا"

{**سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائپوری علیہ الرحمۃ۔ صفحہ نمبر** 61}

محترم قارئین! حضرت کے ان جملوں سے حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔لیکن برا ہو تعصب اور حسد کا جس نے اوکاڑوی صاحب کو یہ جملے نقل کرنے سے روکا کہ کہیں حقیقت لوگوں کے سامنے نہ آجائے۔

محترم قارئین! حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ سے ملاقات اور ان کی خانقاہ میں قیام کے بعد حضرت نے قادیانیت کے رد پے خود بھی خوب کام کیا۔جیسا کہ مولانا ابوالحسن ندویؒ نے حضرت رائپوریؒ کی اسی سوانح حیات کے تیرہویں باب میں بطور ہیڈنگ جو کچھ لکھا ہے وہ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔مولانا ابوالحسن ندویؒ لکھتے ہیں:

"تحریک قادیانیت کی تردید اور اس کا مقابلہ

حضرتؒ نے قادیانیت کا آغاز اور اس کے سب دور اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے، خود مرزا صاحب اور حکیم نور الدین صاحب اور اس تحریک کے بڑے بڑے ذمہ داروں سے قریبی واقفیت تھی۔ آپ اس تحریک کے حقیقی مقاصد اور اس کے اندرونی حالات سے بخوبی آگاہ تھے اور اس کو اسلام کی بیخ کنی اور تخریب کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے عشق و محبت کا جو تعلق اور آپ کے ختم الرسل اور امام الرسل ہونے پر جو اعتماد و یقین تھا۔ اس کی بناء پر آپ نبوت کے ہر مدعی کو نبوت محمدی کا رقیب و حریف سمجھتے تھے اور اس سے آپ کو ایسی ہی نفرت اور غیرت آتی تھی جیسے ایک غیرت مند عاشق اور ایک وفادار غلام کو آنی چاہیے تھی یہی جذبہ تھا جس نے آپ سے پہلے مولانا سید محمد علی مونگیریؒ ناظم ندوۃ العلماء اور مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کو مضطرب و بے قرار بنا رکھا تھا اور انہوں نے قادیانیت کی مخالفت کو اپنے لیے افضل عبادت اور افضل جہاد سمجھا تھا۔ حضرت بھی اس بارے میں طبعی اور وجدانی طریقہ پر صاحب یقین اور صاحب حال تھے۔ تحریک احرار ختم نبوت اور احراری رہنماؤں اور علماء میں درحقیقت آپ ہی کا جذبہ اور آپ ہی کی روح کام کر رہی تھی اور آپ اس سلسلہ کی ہر کوشش کو وقت کا اہم فریضہ اور دین کی اہم خدمت سمجھتے تھے۔"

{سوانح حضرت مولانا عبد القادر رائپوری علیہ الرحمۃ ۔صفحہ نمبر 294تا295، مجلس نشریات اسلام کراچی}

مولانا ندویؒ نے اس سے آگے بھی حضرتؒ کی رد قادیانیت پر مشتمل خدمات کا تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

محترم قارئین! جس شخصیت نے قادیانیت کے رد میں صف اول کا کردار ادا کیا

ہو۔اس کے پہلے دور (جب وہ خود بقول اپنے شکوک میں مبتلا تھے اور ان کو شرح صدر نہیں تھا۔اس دور کے) واقعات نقل کر کے ان پر قادیانی ہونے کا شبہ پیدا کرنے بہتان عظیم اور ظلم عظیم نہیں تو اور کیا ہے؟ المختصر ہم نے ان تمام الزامات کے تفصیلی جوابات اپنی کتاب دفاع ختم نبوت میں دے دئے ہیں وہیں ملاحظہ فرمالیں۔

محدث العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ پر تحریف قرآن کے بہتان کا جواب

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"تمام دیوبندی وہابی تبلیغی خوب توجہ سے ملاحظہ فرمائیں اور اپنے "امام کبیر جناب انور شاہ کشمیری" کے بارے میں شرعی حکم بیان فرمائیں! وہ لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ قرآن میں تحریف لفظی بھی ہے، یہ تحریف یا تو لوگوں نے جان بوجھ کر کی ہے یا کسی مغالطے کی بناء پر کی ہے" (فیض الباری، ص:۳۹۵، ج ۳ مطبوعہ مصر)

کیا قرآن میں تحریف کے قائل دیوبندی وہابی ملاں بھی قادیانیوں اور رافضیوں سے کفر میں کسی طرح کم شمار ہو سکتے ہیں؟"

الجواب: محترم قارئین! سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ "فیض الباری" علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصنیف نہیں؛ بلکہ ان کے شاگرد کی جمع کردہ ہے۔اور "فیض الباری" عربی میں ہے اردو میں نہیں۔جس کا ذکر اوکاڑوی صاحب نے بالکل نہیں کیا۔لہذا اوکاڑوی صاحب جو اردو عبارات کو نہیں سمجھ سکتے تو عربی کو کس طرح سمجھ سکتے ہیں؟ اوکاڑوی صاحب نے جس اردو عبارت کی نسبت فیض الباری کی طرف کی ہے وہ

ان کی اپنی تو ہو سکتی ہے۔حضرت کشمیریؒ کی نہیں۔

محترم قارئین! آیئے ہم سب سے پہلے "فیض الباری" کی متعلقہ عبارت کا مکمل اور صحیح ترجمہ عرض کر دیتے ہیں۔حضرت فرماتے ہیں:

"اور جان لیجئے کہ (سابقہ کتب کی) تحریف میں تین مذاہب ہیں:

(۱) ایک جماعت کا یہ کہنا ہے کہ (سابقہ) آسمانی کتب میں تحریف لفظی اور معنوی ہر قسم کی تحریف واقع ہوئی ہے۔علامہ ابن حزم کا میلان اسی جانب ہے۔

(۲) دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ (سابقہ آسمانی کتب میں) تحریف کم ہوئی ہے، (مگر ہوئی ضرور ہے) شاید علامہ ابن تیمیہ کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔

(۳) تیسری جماعت کا یہ کہنا ہے کہ (سابقہ آسمانی کتب میں) لفظی تحریف بالکل نہیں ہوئی ان کے نزدیک (سابقہ کتب میں) ساری کی ساری تحریف معنوی ہوئی ہے۔(حضرت کشمیریؒ فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں (کہ تیسری جماعت کی بات درست نہیں کہ سابقہ کتب میں تحریف لفظی نہیں ہے معنوی ہے ورنہ) اس مسلک والوں کے خیال کے مطابق لازم آئے گا کہ قرآن بھی محرف ہو کیونکہ معنی کے اعتبار سے قرآن کریم میں بھی تحریف کم نہیں (لہذا سابقہ کتابوں میں صرف تحریف معنوی ماننا درست نہیں) میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے (سابقہ کتب میں) تحریف لفظی بھی ہوئی ہے یا جان بوجھ کر کی گئی ہے اور یا کسی مغالطہ کی وجہ سے واقع ہوئی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

محترم قارئین! حضرت کشمیریؒ کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

سب سے پہلے حضرت کشمیریؒ نے سابقہ آسمانی کتب میں تحریف کے حوالے سے تین گروہوں کا ذکر کیا اور ان کے سابقہ آسمانی کتب میں تحریف کے متعلق نظریات کا ذکر کیا۔

اور پھر تیسرا گروہ جس کا نظریہ یہ تھا کہ سابقہ آسمانی کتب میں صرف معنی کے اعتبار سے تحریف ہوئی ہے الفاظ کے اعتبار سے نہیں۔ حضرت نے اس تیسرے گروہ کا رد فرماتے ہوئے کہا کہ:

سابقہ آسمانی کتب میں الفاظ اور معانی دونوں کے اعتبار سے تحریف ہوئی ہے۔ اس کے آگے حضرت کشمیریؒ نے جو بات کی ہے وہ اپنی طرف سے نہیں کی بلکہ اس تیسرے گروہ کی طرف سے کہی ہے کہ مختلف باطل فرقوں اور افراد کی جانب سے قرآن کے معانی میں بھی تحریف کرنے کی کوشش کی گئی ہے جیسا کہ غلام احمد پرویز، غلام احمد قادیانی اور خود بریلویوں کے احمد رضا خان کا ترجمہ قرآن کنز الایمان بھی اس کی مثال ہے۔ لہذا اگر سابقہ کتب میں صرف معانی کے اعتبار سے تحریف مانی جائے (تو چونکہ اس قسم کی کوشش باطل لوگوں نے قرآن کے بارے میں معانی بدلنے کی کوشش کی ہے) تو اس تیسرے گروہ کے اس نظریے کے مطابق لازم آئے گا کہ قرآن بھی محرف ہے۔ اور اس سے آگے حضرت کشمیریؒ نے اس بات کا رد فرمایا ہے کہ سابقہ آسمانی کتب میں الفاظ اور معانی دونوں کے اعتبار سے تحریف ہوئی ہے۔ جبکہ قرآن میں چونکہ یہ تحریف نہیں ہوئی۔ اس لیے قرآن محرف نہیں۔

محترم قارئین! حضرت کشمیریؒ قرآن میں لفظی تحریف کا رد کر رہے ہیں اور بریلویوں نے انہی کے متعلق یہ بہتان باندھا کہ وہ قرآن میں تحریف کے قائل ہیں۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی تائید وتصدیق بریلویوں کے گھر سے

محترم قارئین! آیئے حضرت کشمیریؒ کی عظمت ہم بریلویوں کے گھر سے بھی

ثابت کردیتے ہیں۔اور پھر ہم ان سے پوچھیں گے کہ اگر تمہارے بقول حضرت کشمیریؒ قرآن میں تحریف کے قائل ہیں تو لامحالہ قرآن میں تحریف کا قائل کافر ہے۔لہذا جن لوگوں نے ان کو مسلمان کہا یا ان کی عزت وتوقیر کی،ان کے متعلق بھی فیصلہ کرلو۔

جناب شہاب القادری صاحب لکھتے ہیں:

"راقم تین بجے سو گیا،اذان تک علامہ انور شاہ نور اللہ مرقدہ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کھڑے ہیں"

{تذکرہ تاجدار گولڑہ شریف۔صفحہ نمبر 117۔مصدقہ پیر نصیر و عبدالحکیم شرف قادری}

پیر محمد چشتی صاحب (جن کو اشرف سیالوی جیسے بریلویوں نے اپنا حکم تسلیم کیا) لکھتے ہیں:

"ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اکفار الملحدین کے مصنف ایک سنجیدہ عالم دین اور علمی شخصیت تھے۔جس نے اسلامی جذبہ کے تحت ایک حقیقی ملحد و مرتد کے خلاف اسلامی دنیا میں بیداری لانے کی غرض سے یہ کتاب یعنی اکفار الملحدین لکھی تھی۔جو تقاضائے وقت کے مطابق مفید تھی"

{اصول تکفیر۔صفحہ نمبر 38۔اشاعت چہارم۔نظامیہ کتاب گھر اردو بازار لاہور}

جناب محمد اکرام (ایم اے) لکھتے ہیں:

"حکیم محمد اسحاق مزنگ والے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حکیم صاحب اور ایک ساتھی کے ہمراہ حضرت میاں صاحبؒ کے حکم کے مطابق دیوبند گئے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی

خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ یہ حضرات شرق پور سے تشریف لائے ہیں تو بے ساختہ فرمایا "وہ جہاں اللہ کا شیر رہتا ہے۔ میری تمنا ہے کہ اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف نیاز حاصل کروں" چناں چہ وہ حضرت قبلہؒ کی حاضری کے لیے شرقپور تشریف لائے اور بوقت روانگی حضرت قبلہؒ سے پیٹھ پر بغرض حصولِ فیوض و برکات ہاتھ پھیرنے کی خواہش فرمائی اور خوشی خوشی رخصت ہوئے"

{**معدن کرم۔ صفحہ نمبر 86 تا 87، کرماں والا بک شاپ**}

نوٹ: یہ حوالہ حضرت کرماں والی سرکار کی سوانح حیات جسے بریلوی حضرات نے مرتب کیا اس سے لیا گیا ہے اور خود اوکاڑوی صاحب نے ان پر "پیر جی سرکار کرماں والے" کے نام سے ان کی سوانح پر لکھ چکے ہیں۔

حضرت ثالث خواجہ غلام سدید الدین مرولوی کے متعلق لکھا ہے کہ دورۂ حدیث شریف ایک سال کی مدت میں حضرت مولانا سلطان محمود صاحب پپلا نوالی سے پڑھا۔ حضرت مولانا صاحب پیر انوار شاہ صاحب کشمیری کے ہم درس تھے اور دارلعلوم دیوبند میں ذہین ترین طالب علم شاہ صاحب اور دوسرے نمبر پر مولانا پپلا نوالی شمار ہوتے تھے۔ حضرت مولانا صاحب نے شاہ صاحب کی ذہانت کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ:

دوران درس ایک مرتبہ ہمارے استاد صاحب تقریر کر رہے تھے اور اس موضوع پر بطور خاص میری معلومات کا پورے دیوبند میں چرچا تھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی اس موضوع پر چنداں شہرت نہ تھی۔ چناں چہ استاد صاحب نے اپنی تقریر درمیان میں روک کر شاگردوں سے رائے طلب کی۔

مولانا پپلا نوالیؒ کہتے ہیں کہ میں جی میں خوش ہوا کہ آج پیر انور شاہ صاحبؒ کے مقابلے میں بہت تقریر کروں گا۔ چناں چہ میں نے عرض کیا کہ پہلے شاہ صاحبؒ اپنے

دلائل بیان کرلیں تو بعد میں میں عرض کروں گا استاد صاحب کے حکم سے شاہ صاحب نے تقریر شروع کی۔ مولانا پپلا نوالیؒ کہتے ہیں کہ میرے ذخیرۂ علمی میں جو سب سے قوی اور قیمتی دلیل تھی جس کے بارے میں مجھے ناز تھا کہ میری ہی ذہنی فتوحات کی وہاں تک رسائی ہے۔ شاہ صاحبؒ نے اپنی تقریر کا آغاز اسی خاص دلیل سے کیا اور پھر آئندہ ہر دلیل اس سے بڑھ چڑھ کر پیش کی۔

مولانا پپلا نوالی کہتے ہیں کہ مجھ پر سکتا طاری ہو گیا اور میں شاہ صاحبؒ کے علمی تبحر سے مبہوت ہو کر رہ گیا اور مجھے یقین ہو گیا کہ خزانۂ قدوس کے لدنی سرچشمہ تک شاہ صاحب کا ذہنی رابطہ ہے ورنہ کسب و کوشش سے اس مقام ارفع تک رسائی ممکن نہیں۔ خواجہ حافظ شیرازی نے کسی بادشاہ کے بارے میں لکھا تھا اور وہ مصرعہ حضرت کشمیریؒ پر اس طرح چسپاں ہوتا ہے جیسے درحقیقت انہی کے لیے سات صدی قبل لکھا گیا ہو"

{**ھو المعظم۔ صفحہ نمبر** 261**تا**262}

محترم قارئین! جس شخصیت کے علم و فضل کے بڑے بڑے بریلوی علماء بھی قائل اور معترف ہوں اور بلا جھجک ان کی تعریف و تصدیق کریں۔ اوکاڑوی صاحب جیسے بے علم کا ان پر الزام لگانا کہ وہ تحریف قرآن کے قائل تھے۔ خود ان جید و مستند بریلوی علماء پر الزام ہے۔

سُنّی علماء کی عبارات کا قادیانی عبارات سے مماثلت ثابت کرنے کا جواب

آگے صفحہ نمبر 173 سے لیکر 177 اوکاڑوی صاحب نے ایک طرف قادیانیوں اور دوسری طرف اکابر اہل سنت کی عبارات رکھ کے یہ تاثر دینے کوشش کی ہے کہ یہ

دونوں عبارتیں ملتی جلتی ہیں۔اوران سے اہلسنت کی قادیانیت سے مشابہت ثابت ہوتی ہے۔لہذا ہم ان کونقل کر کے اوکاڑوی صاحب نے جس مشابہت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس کا جواب بھی عرض کیے دیتے ہیں۔

قادیانی عبارت

"خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔اب اس کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور پر محمدیت کی چادر پہنائی گئی، کیوں کہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے۔پس جو کامل طور پر مخدوم میں فنا ہو کر خدا سے نبی کا لقب پاتا ہے وہ ختم نبوت کا خلل انداز نہیں" (کشتی نوح مؤلفہ مرزا قادیانی،ص ۳۳،مطبع ضیاء الاسلام قادیان، ۱۹۰۲ء)

سنی عبارت

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں، مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدیم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے؟"

جواب

ہر عقل مند معمولی سی عقل رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ دونوں عبارات میں کسی قسم کی مماثلت یا مشابہت نہیں۔اول میں عقیدۂ ختم نبوت کا انکار یہ کہہ کر کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی نبی ہے۔بس ان میں اتنا فرق ہو گا وہ بروزی طور پر نبی ہوں

گے اور دوم عبارت میں بہت ہی عاشقانہ انداز میں ختم نبوت کا اقرار کیا گیا ہے۔ دوم عبارت جو حضرت نانوتویؒ کی ہے اس کی وضاحت پیچھے گزر چکی ہے۔ اور ثابت کیا جا چکا ہے کہ اس عبارت میں " آخری نبی" والے معنی کی عمارت جس بنیاد پر کھڑی ہے یعنی ختم نبوۃ مرتبی اس کا ذکر ہے۔ ظاہری بات ہے اگر بنیاد ("ختم نبوت مرتبی" یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُتبے کا تمام انبیاء و رسل سے اعلیٰ و بالا ہونے) کا انکار کر دیا جائے تو محض پہلے یا آخر آنے میں بالذات کیا فضیلت رہتی ہے؟ اوکاڑوی صاحب کا قادیانی عبارت کی مشابہت کے طور پر "تحذیر الناس" کی عبارت کو پیش کرنا بتا رہا ہے کہ بریلوی؛ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام انبیاء و رسل سے اعلیٰ و برتر ہونے کے منکر ہیں۔ اور پیچھے یہ حوالہ بھی گزر چکا کہ بریلوی غیر نبی احمد رضا کو معاذ اللہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی بڑھ کر مانتے ہیں یا "ختم نبوت مرتبی" کو قادیانی عقیدہ سمجھتے ہیں۔ اس لیے ان کی کوشش ہے کہ اس بات کو ثابت کیا جائے "خاتم النبیین" میں "ختم نبوت مرتبی" مراد لینے سے "ختم نبوت زمانی" کا انکار ہوتا ہے۔ جب کہ ایسا ہرگز نہیں۔ حضرت نانوتویؒ نے ختم نبوت مرتبی کو ختم نبوت زمانی کے تحت بیان کیا ہے یا آپ کہہ سکتے ہیں بطور فائدہ کے بیان کیا ہے۔

اس لیے ہم تو کھلے دل اور عشق مصطفیٰ سے معمور دل سے کہتے ہیں کہ ہم تو بلا شک وشبہ اپنے پیارے اور کریم آقا سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ کے بعد تمام کائنات اس میں موجود تمام مخلوقات اور تمام اشیاء سے ہر لحاظ سے اعلیٰ و ارفع، بالا و برتر مانتے، سمجھتے اور کہتے ہیں۔ اگر اس سے کسی کے پیٹ میں مروڑ اٹھتا ہے تو یہ اس کی اپنی کم بختی کی دلیل ہے۔ قادیانی معاذ اللہ حضور اکرم نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رتبہ مرزا قادیانی ملعون سے کم مانتے ہیں اور یہی حال بریلویوں کا ہے۔ تو یہاں سے بھی بریلویوں کی قادیانیوں سے مشابہت ثابت ہوئی نہ کہ ہماری۔

قادیانی عبارات

"ایسے نبی بھی آسکتے ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بطور ظل کے ہوں۔۔۔۔اس قسم کے نبیوں کی آمد سے آپ کے آخر الانبیاء ہونے میں فرق نہیں آتا" (دعوت الامیر مصنفہ: مرزا بشیر الدین محمود، ص ۲۵ مطبوعہ قادیان)

"خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک ہزار نبی پیدا ہوسکتا ہے" (ایک غلط فہمی کا ازالہ، ص ۳ مرزا قادیانی)

"جو کچھ احمدی کہتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ "خاتم النبیین" کے وہ معنی جو اس وقت مسلمانوں میں رائج ہیں نہ تو وہ قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت پر چسپاں ہوتے ہیں اور نہ ان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وشان اس طرح ظاہر ہوتی ہے جس عزت اور شان کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے" (احمدیت کا پیغام، ص ۹ مولفہ مرزا محمود احمد۔ ختم نبوت کی حقیقت، ص ۵، ۸ از شیخ مبارک احمد، ناشر مہتمم نشر واشاعت، صدر انجمن احمدیہ، ربوہ)

"ایک بہت بڑی غلط فہمی خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کرنے سے پیدا ہوگئی ہے۔۔۔۔۔خاتم النبیین کا لفظ حضرت نبی کریم کے لیے مقام مدح میں ہے جس سے آپ کے مرتبہ کی بلندی مقصود ہے یعنی آپ کی شان سب نبیوں سے اونچی ہے ورنہ سب سے آخر میں ہونا کوئی قابل تعریف بات نہیں" (پیغام حق، ص ۱۱، مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس، ربوہ)

سنی عبارت

"اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو، جب بھی آپ کا خاتم

ہونا بدستور باقی رہتا ہے"

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا" (تحذیر الناس ،ص ۳،ص ۱۳،ص ۲۴ مصنفہ محمد قاسم نانوتوی مطبوعہ کتب خانہ قاسمی ،دیوبند)

پہلی قادیانی عبارت سے مماثلت کا جواب

اس ضمن میں اوکاڑوی صاحب نے قادیانی کی جو عبارت پیش کی اس نے اس میں اپنی نبوت کو ظلی نبوت کہا ہے اور ہم پیچھے عرفان شریعت سے احمد رضا کا قول نقل کر چکے ہیں کہ شیخ عبد القادر جیلانی کا مرتبہ ظل نبوت ہے۔اب آپ غور فرمائیے! حضرت نانوتویؒ کی عبارات میں کہیں بھی ظلی نبوت کی بات نہیں اور انہوں نے جو بات کہی اس سے پہلے "اگر، بالفرض" کے الفاظ موجود ہیں جو اس بات پر دال ہیں کہ حضرت نانوتویؒ محض فرضی طور پر بات کر رہے ہیں۔ان کی مراد وقوع کا نہیں۔محترم قارئین! کتنی عجیب بات ہے کہ اوکاڑوی صاحب حضرت نانوتویؒ کی عبارت کو قادیانیوں کی عبارت کی مشابہت کے طور پر ثابت کرنا چاہ رہے تھے۔جو کہ ایک مغالطہ اور جھوٹ سے زیادہ کچھ نہیں۔لیکن ان کے اپنے آلہ حضرت کی عبارت قادیانی کی عبارت کے ہر طرح سے مماثل و مشابہ ہے۔اب ہم دیکھتے ہیں اوکاڑوی صاحب کس وقت حق گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور عشق نبی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے آلہ حضرت کو مرزائی و قادیانی مانتے، کہتے اور لکھتے ہیں۔

دوسری اور تیسری قادیانی عبارت سے مماثلت کا جواب

دوسری اور تیسری قادیانی عبارات سے مشابہت ثابت کرنے کا جواب یہ ہے

کہ "خاتم النبیین" کا معنی ختم نبوت مرتبی اور ختم نبوت زمانی دونوں ہیں اور یہ آپس میں جدا یا متضاد نہیں۔ بلکہ لازم وملزوم ہیں۔ان دونوں میں سے ایک کا اقرار بظاہر قادیانی کرتے ہیں اور ایک کا اقرار بظاہر بریلوی ،لیکن الحمد للہ ہم دونوں کو ہی مانتے ہیں۔ حضرت نانوتویؒ کی عبارت کو قادیانیوں کی مشابہت کے طور پر پیش کرنا دجل کے سوا کچھ نہیں۔اس لیے کہ حضرت نانوتویؒ ختم نبوت زمانی ومرتبی سے دونوں کو مانتے ہیں۔ جب کہ قادیانیوں کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ وہ مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔تو وہ ختم نبوت زمانی کے قائل کہاں رہے۔اور جب وہ مرزا قادیانی کو معاذ اللہ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل جانتے ہیں جیسا کہ ایک مرزائی نے مرزا قادیانی کے بارے میں کہا:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

{**اخبار بدر قادیاں ص:25،اکتوبر 1970ء**}

تو وہ ختم نبوت مرتبی کے قائل کہاں رہے۔اب اوکاڑوی صاحب سمیت جس بریلوی کو بھی شوق ہو کہ حضرت نانوتویؒ کی عبارات کی قادیانی عبارات سے مشابہت ثابت کرے۔تو وہ لائے کوئی ایسی عبارت جس میں لکھا ہو کہ حضرت نانوتویؒ فلاں انسان کو آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی مانتے ہیں یا حضرت نانوتویؒ فلاں انسان کو آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر مانتے ہیں۔

محترم قارئین! ہم نے قادیانیوں کے جن دو عقائد کا ذکر کیا کہ وہ مرزا قادیانی کو معاذ اللہ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبی اور آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر مانتے ہیں۔ یہ دونوں

عقائد بریلوی حضرات کے بھی ہیں۔ پہلی بات (کہ بریلوی احمد رضا کو حضور ﷺ سے بڑھ کر مانتے ہیں) کا ثبوت تو ہم پیچھے دے آئے ہیں۔ آیئے! دوسرے کے ثبوت کے لیے بھی کچھ عبارات سنتے جایئے!

حضرت نانوتویؒ کی عبارت میں "اگر اور بالفرض" کے باوجود بریلوی ضد پر اَڑتے ہوئے حضرت نانوتویؒ کو ختم نبوت کا منکر ٹھہراتے ہیں کہ ان کے نزدیک حضور ﷺ کے بعد نبوت کو فرض کرنا بھی کفر ہے۔ جیسا کہ عمر اچھروی نے مقیاس حنفیت میں صفحہ ۱۹۸ پر لکھا ہے۔ لہٰذا ہم پہلے تو ایک مشہور حدیث پیش کرتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمرؓ کے متعلق فرمایا "**لو کان بعدی نبی لکان عمر ابن الخطاب**" (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے) دیکھیے آقا مدنی ﷺ نے نبوت کو فرض کیا ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں بریلوی حضرات آقا مدنی ﷺ کے بارے میں بھی وہی کچھ فرمانا پسند کریں گے؟ جو ان کے بے داغ غلاموں کے بارے میں کہتے ہیں اور اپنا نامۂ اعمال سیاہ کر کے اپنی آخرت برباد کرتے ہیں۔ ہم بریلوی حضرات کی بھی کچھ عبارات نقل کرتے ہیں جن میں انہوں نے نبوت کو فرض کیا ہے۔ جناب احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"اگر قادیانی نبی ہوتا تو وہ دنیا میں کسی کا شاگرد نہ ہوتا۔

اگر مرزا قادیانی نبی ہوتا تو پٹھانوں کے خوف سے حج جیسے فریضہ سے محروم نہ رہتا۔

اگر قادیانی نبی ہوتا تو حضرت آدمؑ کی اولاد میں ہوتا"

{**نور العرفان**، 166، 806، 166}

ہمارا بریلویوں سے سوال ہے کہ اگر حضرت نانوتویؒ کی عبارت میں "لفظ اگر اور

بالفرض“ کے باوجود بھی وقوع ہی مراد ہے تو یہی لفظ اگر (جس کے بعد بالفرض بھی نہیں) آپ کے حکیم الامت احمد یار نعیمی صاحب نے بھی استعمال کیا ہے اور نبوت کو فرض بھی کیا ہے۔تو بقول آپ کے وہ بھی ختم نبوت کے منکر اور مرزا قادیانی کو نبی ماننے والے ہوئے۔اور اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ ایک بات اگر حضرت نانوتویؒ کہیں تو جُرم بنتا ہے اور اگر وہی بات آپ کے حکیم الامت کہیں تو جرم کیوں نہیں بنتا؟ عدل کا تقاضا ہے کہ انہیں بھی تحفظ نہیں دیا جانا چاہیے۔

ایک اور بریلوی عالم جناب جلال الدین امجدی صاحب لکھتے ہیں:

”بے شک سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخر الانبیاء کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا شرعاً محال اور عقلاً ممکن بالذات ہے“

{فتاویٰ فیض الرسول جلد 1 صفحہ نمبر 9}

اس عبارت میں آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے کو عقلاً ممکن مانا گیا ہے۔اب ملاحظہ فرمائیں !اس کے بارے میں بریلوی حکیم الامت جناب احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

”جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا امکان بھی مانے وہ کافر ہے“

{علم القرآن، صفحہ نمبر 94}

جناب احمد یار نعیمی کے فتوے سے جناب جلال الدین امجدی کافر ٹھہرے۔بحر حال ہمیں صرف اتنی بات عرض کرنی تھی کہ بریلوی ختم نبوت مرتبی و زمانی کے اپنے اصولوں کے مطابق بھی منکر ہیں۔لہٰذا اللہ کے بے حد و بے حساب کرم سے حضرت نانوتویؒ کی صفائی خود بریلویوں کے قلم سے ثابت ہوئی اور بریلویوں کا ہمارے ذمے لگایا گیا ہر الزام خود انہی کے علماء کی کتابوں سے ثابت ہوا۔بغض اہل سنت کی اس سے بڑی

سزا اور کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ بریلویوں کو بغض اہل سنت سے نجات دے۔

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ پر اعتراضات کے جوابات

صفحہ نمبر 174 پر اکابر اہل سنت کی تین عبارات پیش کیں لیکن ان عبارات کی قادیانیوں سے مشابہت ثابت کرنے کے لیے قادیانیوں کی کوئی عبارت نہیں پیش کی۔ پہلی عبارت جو حضرت تھانویؒ کی ہے اوراوکاڑوی صاحب نے نامکمل نقل کی ہے۔اس کا مفصل جواب "ہدیہ بریلویت" میں حضرت تھانویؒ پر اعتراضات کے جوابات میں موجود ہے۔لہٰذا قارئین سے التماس ہے کہ وہ اسے وہیں ملاحظہ فرمائیں۔

دوسری اور تیسری عبارت کا جواب بھی "ہدیہ بریلویت" میں موجود ہے۔لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے اس پر اعتراض کا مختصر جواب عرض کر دیا جائے۔ یہ دوسری عبارت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی ہے۔وہ لکھتے ہیں:

"اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن وفرشتہ جبریل اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر پیدا کر ڈالے" (تقویۃ الایمان ص ۳۰، مطبوعہ فیض عام، دہلی)

"وجود مثل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممکن است" (یک روزی، ص ۱۵۱)

جواب

قارئین! آیئے! ہم آپ کے سامنے اصل مسئلہ رکھتے ہیں۔جس کی بنیاد پر حضرت شاہ شہیدؒ نے مذکورہ بات کہی ہے۔دراصل ہمارے اکابر کا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظیر پیدا کرنے پر قادر ہے لیکن کرے گا نہیں۔ جیسا کہ شاہ

شہیدؒ کی پہلی عبارت کے الفاظ "پیدا کر ڈالے" اور دوسری عبارت کے الفاظ "ممکن است" اس پر شاہد ہیں، اگر وہ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نظیر کے قائل ہوتے تو "پیدا کر ڈالے" کی جگہ "پیدا کر دیے" اور "ممکن است" کی جگہ "موجود است" ہونا چاہیے تھا۔ بحر حال یہ ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر پیدا کرنے پر قادر ہے پر پیدا نہیں کرے گا۔ لیکن بریلوی حضرات کہتے ہیں اللہ تعالیٰ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر پیدا کرنے پر قادر ہی نہیں۔ جیسا کہ ایک بریلوی ملاں صاحب لکھتے ہیں:

"نظیر کو ممکن بالذات ماننے والا ختم نبوت کا منکر اور کذب الٰہیہ کا قائل ٹھرا" (دیوبندیوں سے لاجواب سولات صفحہ 1052)

ایک طرف آپ نے بریلویوں کا عقیدہ ملاحظہ فرمایا کہ وہ نظیر کو ممکن ماننے یعنی اللہ کو اس پر قادر ماننے والے کو ختم نبوت کا منکر اور (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہنے والا کہتے ہیں جبکہ پیر مہر علی شاہ صاحب سے جب پوچھا گیا کہ امکان و امتناع نظیر کا عقیدہ رکھنے والوں کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ تو پیر صاحب نے دونوں طرح کا عقیدہ رکھنے والوں کو سراہا۔ پیر صاحب کا وہ فتویٰ ملاحظہ فرمائیے!

مولانا فیض احمد صاحب گولڑوی لکھتے ہیں:

"آپ (یعنی پیر مہر علی شاہ صاحب) سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظیر کے امتناع کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے اصل مدعا شروع کرنے سے پہلے فرمایا کہ اس مقام پر امکان یا امتناع نظیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق اپنا ما فی الضمیر ظاہر کرنا مقصود ہے نہ تصویب یا تغلیط کسی کی فرقتین اسماعیلیہ وخیر آبادیہ میں سے۔ **شکر اللہ سعیہم**۔ راقم سطور دونوں کو ماجور و مثاب جانتا ہے۔

{فتاویٰ مہریہ صفحہ نمبر 9}

دیکھیے! پیر صاحب نے دونوں گروہوں کو سراہا ہے اور پیر صاحب کے الفاظ میں "اسماعیلیہ" سے مراد شاہ اسمٰعیل شہید اور ان کے متبعین ہیں۔ بحر حال شاہ شہیدؒ کے موقف کا صحیح ہونا تو پیر صاحب کے فتوے سے ہی ثابت ہو گیا۔ آیئے! اس کے بعد ہم حضرت شاہ شہیدؒ کی عبارت کی مثل کچھ اور عبارات پیش کرتے ہیں۔

ایک اور مشہور بزرگ شیخ یحیٰ منیری لکھتے ہیں:

"دیکھو یہ امر مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایسا کوئی شخص پیدا نہ ہو گا مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ایسا پیدا کرنا اسکی قدرت سے باہر ہے۔ نہیں، نہیں، اگر وہ چاہے تو ہر لحظہ میں ہزاروں مظہر جمال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مانند پیدا کر دے"

{مکتوبات صدی، صفحہ 254}

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"خدا تعالیٰ حضور علیہ السلام کی مثل پر قادر ہے"

{مخلصاً تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 474 سورہ فرقان نمبر 51}

محترم قارئین! دیکھیے! جو بات شاہ شہیدؒ نے کہی تھی امت مسلمہ کی ان دو مقتدر شخصیتوں (جو بریلویوں کے نزدیک بھی مسلمہ ہیں) نے صاف صاف وہی بات کہہ دی۔ اب اوکاڑوی اور دیگر بریلویوں سے ہمارا سوال ہے کہ کیا وہ شیخ یحیٰ منیریؒ و امام رازیؒ اور خصوصاً پیر مہر علی شاہ صاحب کو بھی ختم نبوت کا منکر اور کذب الٰہیہ کا قائل ٹھہرائیں گے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟ لامحالہ اس کا مطلب یہی ہو گا کہ آپ کو ہم سے ذاتی دشمنی ہے۔ آپ کی جنگ ذاتیات کی ہے۔ بریلویوں کو یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ اگر وہ ہمارے کسی عقیدہ کو گمراہی ٹھہرائیں گے یا اس کو غلط کہیں گے تو ان سے قرآن و حدیث کے ساتھ ساتھ اولیاء و علمائے امت کا دامن بھی چھوٹ جائے گا۔

سُنّی عبارت

"کسی مخلوق کے نام پر جہاں کوئی جانور مشہور کیا کہ یہ گائے سید احمد کبیر کی ہے، یا یہ بکر شیخ سدو کا ہے، سو وہ حرام ہو جاتا ہے" (تقویۃ الایمان، ص ۴۰، مصنفہ اسماعیل دہلوی، مطبوعہ فیض عام، دہلی)

قادیانی عبارت

"دیوی یا شیخ سدو اور ایسے ہی ناموں پر جو بکرے یا اشیاء دی جاتی ہیں وہ بالکل حرام ہیں" (تفسیر قرآن مدرس حکیم نورالدین مرزائی، ص ٦٦ ج ۲)

جواب

محترم قارئین! حضرت شاہ شہیدؒ کی عبارت میں غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز کو حرام کہا گیا ہے۔ اور اسی کے ضمن میں سید احمد کبیرؒ و شیخ سدو کے نام پر کی جانے والی نذر و نیاز کو حرام کہا گیا ہے۔ اور اس مسئلے پر تو صاف قرآنی حکم موجود ہے جس میں غیر اللہ کی نذر و نیاز حرام کہا گیا ہے۔ آیئے! ہم آیت اور اس کا ترجمہ ایک مشہور بریلوی کتاب سے پیش کرتے ہیں۔ بریلویوں کی ایک مشہور کتاب ہے "سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" جس کے مصنف نور بخش توکلی صاحب ہیں۔ اور اس کتاب کے متعلق بریلوی علماء نے جو کہا ہے وہ ملاحظہ فرمائیں!

جناب ابوکلیم محمد صدیق فانی صاحب لکھتے ہیں:

"مولانا نوبخش توکلی (1948ء) کے ایک عزیز چوہدری محمد سلیمان ایڈوکیٹ لائلپور نے اپنے ایک مضمون میں یہ روایت نقل کی ہے کہ مولانا الحاج عبدالحمید لدھیانوی نے خواب میں آپکی وفات کے ایک ماہ بعد آپ کو ایک باغ میں سنہری تخت پر بیٹھے ہوئے

دیکھا اور دریافت کیا کہ اس اعزاز کی کیا وجہ ہے؟ مولانا توکلی صاحب نے جواب دیا:

"میرے اللہ کو میری کتاب "سیرت رسول عربی ﷺ" پسند آگئی اور مجھے یہ انعام ملا"

(تذکرہ علماء اہل سنت و جماعت لاہور ص ۲۹۹ طبع لاہور 1970ء)

{**دعوت اسلامی اور میٹھی میٹھی سنتیں صفحہ نمبر 38 ناشر مسلم کتابوی لاہور سن اشاعت جمادی الآخر ۱۴۲۰ھ ۶ اکتوبر ۱۹۹۹ء**}

صدیق فانی صاحب کتاب کے شروع میں لکھتے ہیں:

"راقم درج ذیل کرم فرماؤں کا بے حد مشکور وممنون ہے۔ جنہوں نے حوالہ جات کے سلسلہ میں بھرپور تعاون فرمایا اور مفید مشوروں سے نوازا۔

1۔ محترم خلیل احمد رانا۔۔۔۔۔۔ جہانیاں

2۔ ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی۔۔۔۔ جہانیاں

3۔ مولانا محمد شوکت علی سیالوی۔۔۔۔۔ خانیوال

4۔ مولانا محمد اسحاق چشتی۔۔۔۔۔ خانیوال

5۔ مولانا محمد خلیل خان فیضی۔۔۔۔۔۔ کبیر والہ"

{**دعوت اسلامی اور میٹھی میٹھی سنتیں صفحہ نمبر 15**}

معلوم ہوا کہ صدیق فانی صاحب کی کتاب مشہور اور جید بریلوی علماء کے تعاون سے لکھی گئی۔ اسی کتاب کے متعلق جناب فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

"یہ مولانا توکلی رحمہ اللہ کی وہ تصنیف ہے جس پر انہیں حضور سرور دو عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی فلہٰذا یہ کتاب گویا رسول اکرم ﷺ کی منظور شدہ ہے"

{**نہایت الکمال صفحہ نمبر 4**}

بحر حال یہ بات معلوم ہوگئی کہ کتاب "سیرت رسول عربی ﷺ" اللہ تعالیٰ اور

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں منظور شدہ کتاب ہے۔ آیئے! جناب توکلی صاحب کی اس کتاب سے ہم قرآن مجید کی ایک آیت اور اس کا ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمائیں:

"قرآن میں شرائع سابقہ کے احکام مذکور ہیں۔ مثلاً سورۂ مائدہ رکوع اول میں ہے: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ" (ترجمہ) حرام ہوا تم پر مردہ اور لہو اور گوشت سور کا اور جس چیز پر نام لیا گیا اللہ کے سوا کا اور جو مر گیا گلا گھٹ کر"

{سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ نمبر 263 ناشر شبیر برادرز}

دیکھیے! اس آیت میں کتنا واضح طور پر کہا گیا ہے کہ جس چیز پر اللہ کے سوا کسی کا نام لیا جائے وہ حرام ہے۔ اگلی بات لکھتے وقت ہمارے ہاتھ کانپ رہے ہیں لیکن ہم حق کو واضح کرنے کے لیے پھر بھی اوکاڑوی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ جس طرح انہوں نے غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز کو حرام کہنے پر انہوں نے اہل سنت کو قادیانی کی صف میں کھڑا کرنے کی کوشش کی ہے، کیا وہ قرآن مجید اور اللہ اور رسول کو بھی معاذ اللہ اس صف میں کھڑا کرنا چاہیں گے؟ کیونکہ انہوں نے اس کتاب کو پسند اور مقبول فرمایا اور معتبر ٹھہرایا۔ اوکاڑوی صاحب! آپ کو شرم آنی چاہیے کہ آپ نے ایک بالکل صحیح اور سچی بات کہنے پر اہل سنت پر قادیانیوں کی مماثلت کا الزام لگایا۔ آیئے! ہم ایک اور عبارت اوکاڑوی صاحب کے سامنے رکھتے جس کو پڑھنے کے بعد اوکاڑوی صاحب کے چودہ طبق روشن ہو جائیں۔ جناب احمد رضا خان صاحب کے والد صاحب جناب نقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

"لاکھ طرح خدا اور رسول کا حکم کسی کی خوشی کے لیے ٹالنا نہ چاہیے۔ مگر جب گھر کی

بی بی نے شیخ سدو کا بکرا یا مدار صاحب کا مرغا مان لیا تو میاں کو کرنا ضرور ہے ایمان رہے یا نہ رہے"

{سرور القلوب صفحہ نمبر 173، ناشر شبیر برادرز اردو بازار لاہور}

لیجیے! اوکاڑوی صاحب حضرت شاہ شہیدؒ کی جس بات پر آپ نے ان کی قادیانیوں سے مماثلت ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی اسی طرح بلکہ اس سے بھی سخت بات آپ کے آلہ حضرت کے ابا جان نے کہی ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کب حق گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے آلہ حضرت کے والد اور اپنے آلہ حضرت کو قادیانی کہتے ہیں۔

شاہ شہیدؒ پر ایک اور اعتراض کا جواب

صفحہ نمبر 174 پر اوکاڑوی صاحب نے حضرت شاہ شہیدؒ کی طرف ایک عبارت منسوب کر کے پیش کی ہے لیکن اس کی مماثلت کے طور پر قادیانیوں کی کوئی عبارت پیش نہیں۔ اس لیے اس پر اعتراض کے جواب کی چندہ ضرورت نہیں لیکن پھر بھی وہ عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"یا شیخ عبد القادر اور یا علی کہنے والے کافر ہیں" (تذکیر الاخوان، ص ۲۹۷، از اسماعیل دہلوی)

جواب

یہ عبارت بھی بالکل ٹھیک ہے۔ اس لیے کہ عرف عام میں شیعہ زیادہ تر یا علی کہتے ہیں اور بریلوی یا علی اور یا شیخ عبد القادر کہتے ہیں اور یہ شیعہ شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور بریلوی ان حضرت اور حضرت شیخ جیلانی کے لیے، خدا تعالیٰ کی

مختص صفات مانتے ہیں۔ اور اس طرح یہ حضرت علی المرتضیٰؓ اور شیخ جیلانیؒ کو اللہ کا شریک بناتے ہیں جبکہ قرآن میں صاف طور پر یہ بات کہی گئی ہے "قل ھو اللہ احد" (کہہ دیجیئے وہ اللہ اکیلا ہے) یا شیخ عبد القادر اور یا علی کہنے والے ان کے بارے میں خدائی اختیارات مان کر قرآن کی نص قطعی کے منکر ہیں اس لیے کافر ہیں۔ تو "تذکیر الاخوان" کی عبارت بالکل ٹھیک ہے۔ اور وہ لوگ جو حضرت علی المرتضیٰؓ و شیخ جیلانیؒ کے بارے میں خدائی صفات و اختیارات نہیں مانتے اور "یا شیخ عبد القادر، یا علی" کہتے ہیں وہ اس سے مستثنیٰ ہیں کہ وہ نص قطعی کا انکار نہیں کر رہے۔

قادیانی عبارت

"یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کہنا، کیا اس کا ثبوت کہیں قرآن میں ملتا ہے ---- پھر یہ وظیفہ کس نے بنایا" (پیغام صلح، لاہور بابت فروری ۱۹۵۲ء)

سُنّی عبارت

"یا شیخ عبد القادر کا وظیفہ پڑھنا شرک ہے" (ص ۵۵ فتاویٰ امدادیہ ج ۴)

"ورد کرنا یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ وغیرہ حرام ہے" (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۳۹، ج ۲، مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ، دہلی۔ تالیفات رشیدیہ، ص ۷۷ مصنفہ رشید احمد گنگوہی، مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

جواب

اس کے جواب میں ہم اوکاڑوی صاحب کو کہنا چاہیں گے کہ اگر "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ" کو حرام کہنا قادیانیوں کے ساتھ مماثلت ہے تو ہم اوکاڑوی صاحب سے کہتے ہیں آپ کے ممدوح جناب پروفیسر مسعود احمد صاحب کی بھی مرتب کردہ کتاب

"تذکرہ مظہر مسعود" میں بھی اسی طرح کی بات بلکہ اس سے بھی سخت بات موجود ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

"یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کہنا ممنوع ہے اور قائل کو توبہ کرنی چاہیے اور تجدید نکاح چاہیئے"

{تذکرہ مظہر مسعود، صفحہ نمبر 131، مدینہ پبلشنگ کمپنی بند روڈ کراچی، سنہ طباعت ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۹ء}

دیکھیے! حضرت گنگوہیؒ نے تو صرف "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ" کے ورد کو حرام کہا لیکن اوکاڑوی صاحب کے ممدوح کی مرتب کردہ کتاب نے تو اس بات کی بھی تصریح کر دی کہ اس ورد کے پڑھنے سے نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے اور تجدید نکاح کی ضرورت ہے۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ اوکاڑوی صاحب کب اپنے ممدوح کو قادیانی کہتے ہیں؟

اوکاڑوی صاحب کے ایک جاہلانہ اعتراض کا جواب

صفحہ نمبر 175 کے حاشیہ میں اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"اسی کتاب کے ص ۱۸ پر دیوبندیوں وہابیوں کے دینی آقا اور تبلیغی جماعت کی نظریاتی بنیاد اشرفعلی تھانوی کی، ان کے استاد کے نام، تحریر میں یہ الفاظ قارئین ملاحظہ کر چکے ہیں "یا سیدی للہ شیأ انہ" (اے میرے سردار (گنگوہی) اللہ کے واسطے کچھ تو دیجیئے)۔اہل سنت و جماعت اگر یہی الفاظ سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے لیے استعمال کریں تو دیوبندیوں کی طرف سے شرک کے فتوؤں کی مشین گن چلنا شروع ہو جاتی ہے اور تذکرۃ الرشید میں ہے کہ تھانوی صاحب کے (گنگوہی کے لیے) ان الفاظ والی تحریر، قیامت کے دن تھانوی صاحب کی مغفرت کی قطعی دستاویز ثابت ہو

گی۔ حیرت ہے کہ جو الفاظ شرک وحرام ٹھہریں، وہی الفاظ تھانوی صاحب کے لیے ضمانت ہوں۔اسی کتاب تذکرۃ الرشید کے ص ۱۴۷ پر ہے کہ ایک پریشان حال شخص نے رشید احمد گنگوہی صاحب سے عرض کی کہ ”حضرت !اللہ میری طرف توجہ فرمایئے“ تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ گنگوہی صاحب نے اس شخص کی مشکل کونظر فرما کر حل کر دیا۔ان الفاظ کا سیدنا غوث اعظم کے لیے استعمال، گنگوہی صاحب کے فتویٰ کے مطابق شرک و حرام ہے لیکن خود گنگوہی کے لیے ان الفاظ کا ستعمال کیا جانا درست ہی نہیں بلکہ حل مشکلات اور مغفرت کی سند بتایا جارہا ہے۔ ع

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

یہ بھی یادرہے کہ For God Sake کے الفاظ سب دیوبندی وہابی تبلیغی بھی استعمال کرتے ہیں۔ دنیا کا ہر گداگر (بھکاری) بھی اللہ کا واسطہ دے کر لوگوں سے سوالی ہوتا ہے، ان سب کے لیے کیا فتویٰ ہے؟ آیت قرآنی **فا تقوا اللہ الذی تساءلون** (آیت کے لکھنے میں غلطی کی ہے اصل آیت یہ ہے **وا تقوا اللہ الذی تساءلون**: از راقم) بھی پیش نظر رہے۔ جواب کا انتظار رہے گا“

جواب

اس کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیں! حضرت تھانویؒ نے وہ الفاظ حضرت گنگوہی کے لیے ہرگز بطور مدد مانگنے کے لیے نہیں کہے جس کی گواہی یہ ہے کہ اوکاڑوی صاحب نے حضرت تھانویؒ کے شعر کا جو ایک حصہ نقل کیا وہ ایک مفصل عبارت کے ذیل میں کہا گیا ہے اور وہ عبارت پیچھے اوکاڑوی صاحب نقل کر آئے ہیں اور اس کا جواب بھی دیا جا چکا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ نے ایک مسئلے کے سلسلے میں رجوع فرمایا تھا،

اور رجوع سے پہلے حضرت گنگوہیؒ و حضرت تھانویؒ میں لمبی خط و کتابت ہوئی۔ اور بالآخر حضرت تھانویؒ نے اپنے موقف سے رجوع فرمایا۔ اور اسی ضمن میں حضرت تھانویؒ نے حضرت گنگوہیؒ کے بارے میں "یا سیدی شیئاً للہ" فرمایا۔ یہاں کچھ دینے سے مراد اعانت و استعانت نہیں بلکہ صرف علمی راہنمائی ہے یعنی حضرت تھانویؒ، حضرت گنگوہیؒ سے فرما رہے ہیں میری علمی راہنمائی فرمایئے! محترم قارئین! اب دیکھیے! صورت حال بالکل مختلف ہے رضا خانی حضرات "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ" ہرگز علمی راہنمائی یا محض برکت کے لیے ہرگز نہیں کہتے بلکہ بطور استعانت و اعانت اور شیخ جیلانی کو خدائی صفات سے متصف سمجھ کر کہتے ہیں۔ اسی لیے فتاویٰ مسعودی (جس کی عبارت تذکرہ مظہر مسعود کے حوالے سے نقل کر دی گئی ہے) میں اس کے کہنے والے کے لیے تجدید نکاح کا حکم دیا گیا۔ تو پتا چل گیا کہ حضرت تھانویؒ کا جملہ بھی بالکل صحیح ہے اور وہ شرک سے بری ہیں اور بریلوی حضرات بقول اپنے ہی مفتی کے اس جملے کے کہنے سے تجدید نکاح کے مستحق ہیں کیونکہ وہ مشرک ہیں۔ اگلی بات جو اوکاڑوی صاحب نے کہی ہے کہ دنیا میں ہر سوالی اللہ کا واسطہ دے کر ہی مانگتا ہے۔ تو کیا وہ بھی مشرک ہے۔ تو جواباً عرض ہے کہ وہ ہرگز مشرک نہیں ہوتا ہے کہ وہ اللہ کا واسطہ دے کر مانگتا ہے نہ لوگوں کو خدا سمجھ کر ان سے مانگتا ہے۔ محض اللہ کا واسطہ دے کر کسی چیز کی طلبی شرک نہیں۔ بلکہ کسی کو خدائی اختیارات کا حامل سمجھ کر اس سے اعانت و استعانت شرک ہے۔ اوکاڑوی صاحب نے دو الگ الگ باتوں کو ایک سمجھ کر غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت تھانویؒ کی بات ہو یا سوالی کی بات ہو، اس میں اور آپ کے "یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ" کہنے میں واضح فرق ہے۔ اول بات چونکہ بطور ما فوق الاسباب استعانت و اعانت نہیں اس لیے شرک نہیں اور دوم چونکہ بطور ما فوق الاسباب استعانت و اعانت ہے اس لیے شرک ہے۔ اس

میں ہمارا کچھ قصور نہیں۔ ہم ہرگز ایسا نہیں کرتے کہ ایک بات کو ایک معنی میں آپ کے لیے شرک کہیں اور اسی چیز کو اسی معنی میں اپنے لیے جائز کہیں۔ جب دونوں باتوں میں واضح فرق موجود ہے اور ہر باعقل انسان کو نظر آتا ہے لیکن آپ کو مسلکی تعصب کی وجہ سے نظر نہیں آتا۔ تو ظاہر ہے دونوں باتوں کو ہرگز ایک نہیں کہا جا سکتا اور ایک پر لگائے جانے والا حکم دوسرے پر نہیں لگ سکتا۔

قادیانی عبارات

"اور ایک دن میں جب عشاء کی نماز سے فارغ ہوا اس وقت نہ تو مجھ پر نیند طاری تھی اور نہ ہی کوئی بے ہوشی کے آثار تھے، بلکہ بیماری کا عالم تھا۔ اچانک سامنے سے آواز آئی، آواز کے ساتھ دروازہ کھٹ کھٹانے لگا۔ تھوڑی دیر میں دیکھتا ہوں کہ دروازہ کھٹ کھٹانے والے جلدی جلدی میرے قریب آ رہے ہیں، بے شک یہ پنج تن پاک تھے۔ یعنی علی ساتھ اپنے بیٹوں کے اور دیکھتا ہوں کہ فاطمۃ الزہرا نے میرا سر اپنی ران پر رکھ لیا اور میری طرف گھور گھور کر دیکھنا شروع کیا"

(آئینہ کمالات اسلام، مرزا قادیانی، ص ۲۷۳۔ تحفہ گولڑویہ، ص ۲۱ مطبع ضیاء الاسلام، قادیان، از مرزا قادیانی)

"حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ اس میں سے ہوں، چناں چہ یہ کشف و براہین احمدیہ میں موجود ہے" (ایک غلط فہمی کا ازالہ، ص ۹ مصنفہ مرزا قادیان، مطبوعہ مہتمم نشر و اشاعت، قادیان ۱۹۰۱ء)

سُنّی عبارات

"ان حضرات (دیوبند کے بڑوں) کی تو ہر بات میں کشش ہوتی ہے...... ایک مرتبہ فرمایا کہ ہم ایک دفعہ بیمار ہو گئے ہم کو مرنے سے بہت ڈر لگتا ہے ہم نے خواب میں

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا، انہوں نے ہم کو اپنے سینے سے چمٹا لیا، ہم اچھے ہو گئے" (الافاضات الیومیہ، از اشرفعلی تھانوی ص ۷ ۳ ج ۶)

"ایک دن جناب ولایت مآب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو (سید احمد بریلوی نے) خواب میں دیکھا، پس جناب علی مرتضیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ مبارک سے غسل دیا اور آپ کے بدن کی خوب اچھی طرح سے شست وشو (مل مل کر دھویا اور صفائی) کی جس طرح والدین اپنے بیٹوں کو نہلاتے ہیں اور شست وشو کرتے ہیں، اور جناب فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے نہایت عمدہ اور نفیس قیمتی لباس اپنے ہاتھ مبارک سے آپ (برہنہ) کو پہنایا۔۔۔" (ص ۱۶۴ صراط مستقیم، مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۰۸ھ (فارسی)۔صراط مستقیم ،ص ۲۸۰، مترجم اور مصنفہ اسمٰعیل دہلوی، ناشران ملک سراج الدین اینڈ سنز پبلشرز، لاہور نومبر ۱۹۵۶ء مطبوعہ نذیر پریس لاہور)

جواب

ہم اوکاڑوی صاحب سے کہنا چاہیں گے کہ مندرجہ بالا قادیانی عبارات اور سُنّی عبارات میں کوئی مماثلت نہیں بلکہ ان سے قادیانیوں کی، آپ بریلویوں سے مماثلت ثابت ہوتی ہے۔

پہلا فرق

مرزا قادیانی کے دیگر عقائد مثلاً انکار ختم نبوت، انکارِ حیاتِ مسیح علیہ السلام اور اس کا خود کو نبی کہنا، یہ اور اس قسم کے دیگر عقائد کی وجہ سے علماء اسلام نے اس پر کفر کا فتویٰ دیا۔ اور اب چونکہ وہ کافر ہی نہیں بلکہ کافر اعظم اور دجال وکذاب ہے۔ اس لیے

اُس کے اِس خواب کو ایک کافر کی حیثیت سے دیکھا جائے گا۔علازہ ازیں اُس نے خواب سے علاوہ جاگنے کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ عزوجل، آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ و اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور پوری امتِ مسلمہ کے بارے میں اس سے زیادہ غلیظ ترین الفاظ استعمال کیے ہیں ۔اِس لیے ایک کافر سیدۃ نساء العالمین ،جگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ،طیبہ، طاہرہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں ایسے جھوٹے خواب یا کشف لکھے تو یہ یقیناً (اس کے کافر و زندیق ہونے کی بناء پر) گستاخی ہے۔یہی بات اکثر اور جید و مستند بریلوی علماء کے استاد جناب عطاء محمد گولڑوی نے کہی ہے وہ لکھتے ہیں:

"خواب حجت اور دلیل نہیں ہے"

{**تحقیق ایمان ابی طالب صفحہ نمبر** 37}

لہذا مرزا قادیانی پر اصل فتوائے کفر اس کے عقائد کفریہ کی بناء پر ہے،اور اسی بناء پر اس لعین کا ایسے خواب نقل کرنا گستاخی ہوا۔جبکہ سید احمد شہیدؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے پیشوا ہیں ۔جنکے بارے میں پیر مہر علی شاہ صاحب (جن کو بریلوی بھی اپنا بڑا مانتے ہیں) کا فتویٰ ضرب شمشیر کے حوالے سے گزر چکا ہے۔جس میں انہوں نے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ اور دیگر اکابرینِ اہلسنت کے بارے میں واضح طور پر کہا ہے کہ اگر یہ مسلمان نہیں تو دنیا میں کوئی مسلمان نہیں۔لہذا سید احمد شہیدؒ اور حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانویؒ کی بات کو ایک مسلمان کے طور پے دیکھا جائے گا۔اور ایک مسلمان کا خواب میں سیدۃ نساء العالمین ،جگر رسولؐ، طیبہ، طاہرہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیکھنا برا نہیں بلکہ مبنی بر خیز ہے اور خوش بختی و خوش قسمتی

کی علامت ہے۔ ہاں اگر بریلوی ملاؤں کے نصیب میں یہ خوش قسمتی نہیں تو اس میں ہمارا کیا قصور؟ مگر یہ بات ضرور ہے کہ دجال کو کب اوکاڑوی صاحب بھی ہیں کیونکہ حضرت تھانویؒ کی بات نہیں بلکہ یہ خواب حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کا ہے تو جو جواب تمہارا وہی ہمارا۔

دوسرا فرق

ایک اور بنیادی فرق یہ ہے کہ سید احمد شہیدؒ صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ سادات کے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں ہیں۔ اگر اوکاڑوی صاحب یا دیگر کسی بریلوی کو اس میں شک ہو تو فقیر سید صاحبؒ کا شجرۂ نسب نقل کر دیتا ہے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن ندویؒ لکھتے ہیں:

”آپ (یعنی سید احمد شہیدؒ) کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے:۔

سید احمد بن سید محمد عرفان بن سید محمد نور بن سید محمد ھدیٰ بن سید علم اللہ بن سید محمد فضیل بن سید محمد معظم بن سید احمد بن سید محمود بن سید علاؤالدین بن سید قطب الدین محمد ثانی بن سید صدر الدین ثانی بن سید زین العابدین بن سید احمد بن سید علی بن سید قیام الدین بن سید صدر السین بن قاضی سید رکن الدین بن امیر سید نظام الدین بن امیر کبیر سید قطب الدین محمد الحسنی الحسینی المدنی بن سید رشید الدین احمد مدنی بن سید یوسف بن سید عیسیٰ بن سید حسن بن سید ابی الحسن علی بن ابی جعفر محمد بن قاسم بن ابی محمد

عبد اللہ بن سید حسن الاعور الجواد نقیب کوفہ بن سید محمد ثانی بن ابی محمد عبد اللہ الاشتر بن سید محمد صاحب النفس الزکیہ بن عبد اللہ المحض بن حسن مثنّٰی بن امام حسن رضی اللہ عنہ بن امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ۔

حسن مثنّٰی کی شادی اپنے عمّ نامدار شہیدِ کربلا کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ صغریٰ رض سے ہوئی تھی اس لیے اس خاندان کو حسنی وحسینی کہا جاتا ہے۔

{**تاریخ دعوت و عزیمت حصہ ششم سیرت سید احمد شہید جلد اول صفحہ نمبر 109 تا 110**}

لہذا سید احمد شہیدؒ چونکہ سادات کے گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔اس لیے خلیفۂ راشد فاتح خیبر، امام شجاعت حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رض اور سیدۃ نساء العالمین، جگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، طیبہ، طاہرہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نسبی طور پے بھی سید صاحبؒ کے والد اور والدہ کی طرح ہیں۔جیسا کہ کئی بریلوی پیر جو اپنے آپ کو سید کہتے ہیں اشتہارات میں ان کے القابات میں لکھا ہوتا ہے" آلِ نبیؐ، اولادِ علیؓ " جبکہ مرزا قادیانی کو یہ نسبی اعزاز ہرگز حاصل نہیں۔لہذا ایک پیشوائے اہلسنت اور باعمل سید کا سیدنا علی المرتضیٰ رض و سیدہ فاطمۃ الزہراء کو خواب میں دیکھنا اس میں کیا برائی ہے؟ اور یاد رکھنا چاہیے یہ خواب ہے۔پس ایک سید کے اس خواب کو مرزا قادیانی جیسے کذاب اور لعین کے خواب کے مماثل بتانا، اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اوکاڑوی صاحب اور دیگر بریلوی اپنے دل میں آل رسولؐ سے شدید بغض وعناد رکھتے ہیں۔

ایک اور طرح سے

محترم قارئین! حضرت تھانویؒ کے خواب کو مرزا قادیانی کے خواب کے مماثل

بتانے کا جواب بھی پہلے فرق کے تحت آ چکا ہے لیکن یہاں پہ کچھ مزید وضاحت دی جا رہی ہے۔ سید صاحب وغیرہ نے ان ہستیوں کو خواب میں دیکھا ہے اور یقیناً ہر خواب کی ایک تعبیر ہوتی ہے۔ کئی مرتبہ خواب کچھ ہوتا ہے اور اس کی تعبیر کچھ ہوتی ہے جیسا کہ امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ کا مشہور خواب ہے کہ آپ نے دیکھا کہ آپ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مکھیاں ہٹا رہے ہیں۔ بظاہر اگر اسے عالم دنیا پر قیاس کیا جائے تو یہ یقیناً گستاخی ہوگا لیکن علماء نے اس کی تعبیر یہ بتائی کہ اللہ آپ کے ذریعے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں داخل شدہ موضوع وضعیف حدیثوں کی تطہیر کا کام لے گا۔ دیکھیے! خواب کیسا ہے اور اس کی تعبیر کیسی ہے؟ اسی طرح سید صاحبؒ وغیرہم کا ان ہستیوں کو خواب میں دیکھنا اور ان ہستیوں کا ان کے ساتھ شفقت والا معاملہ فرمانے سے مطلوب ومقصود یقیناً خیر وبرکت کا حاصل ہونا، گناہوں سے بچنا اور مقامِ ولایت میں آگے بڑھنا ہے۔ جیسا کہ اوکاڑوی صاحب نے سید صاحبؒ کا جو خواب نقل کیا اسی کے ضمن میں حضرت مولانا سید ابوالحسن ندویؒ فرماتے ہیں:

"ایک بار خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید صاحبؒ کے منہ میں تین چھوہارے دیئے اور بہت شفقت ومحبت سے کھلائے جب آپ بیدار ہوئے تو ان کی شیرینی آپ کے ظاہر وباطن سے ظاہر تھی"

{تاریخ دعوت و عزیمت حصہ ششم سیرت سید احمد شہید جلد اول صفحہ نمبر 129}

محترم قارئین! عبارت کے الفاظ "اس کے بعد سے طریق نبوت کے کمالات آپ پر ظاہر ہونے لگے" سے پتا چلا کہ اس خواب سے مراد سید صاحبؒ کا مقام ولایت میں آگے بڑھنا ہے۔ یہاں تک حضرت سید احمد شہیدؒ اور گنج مراد آبادیؒ صاحب کے

خوابوں کو مرزا قادیانی ملعون کے خواب سے مماثل بتلانے کا جواب ہو چکا ہے۔ جو یقیناً انصاف پسند قارئین کے لیے کافی وافی شافی ہوگا۔لیکن اوکاڑوی صاحب اور دیگر بریلویوں کے لیے فقیر کچھ الزامی عبارات بھی نقل کر دیتا ہے۔خواب کی حقیقت کے بارے میں درج ذیل رضاخانی عبارات کو بغور ملاحظہ فرمایئے! اور پھر فرمایئے کہ ان عبارات کی روشنی میں حضرت سید احمد شہیدؒ اور گنج مرادآبادیؒ صاحب کے خوابوں کو مرزا قادیانی کے خوابوں کے مماثل بتانا یا ان پر اعتراض کرنا کسی طرح بھی صحیح ہے؟

مولوی ابوکلیم صدیق فانی صاحب لکھتے ہیں:

"عالم رویا کے حالات وواقعات پر شریعت کے احکام نافذ نہیں ہوتے"

{**آئینہ اہل سنت** 198}

مولوی اختر حسین فیضی مصباحی صاحب لکھتے ہیں:

"تم نے خواب دیکھا ہوگا اور خواب کی باتوں کا کیا اعتبار"

{**جہان مفتی اعظم صفحہ نمبر** 208}

مفتی عبدالغفار ثاقب مفتی مدرسہ حمیدیہ گھاٹ، دربھنگ لکھتے ہیں:

"خواب کوئی حقیقت تو نہیں۔ذہنی خلل بھی تو ہو سکتا ہے۔اس لیے خواب کا کوئی اعتبار نہیں"

{**مفتی اعظم صفحہ نمبر** 410}

اکثر اور جید و مستند بریلوی علماء کے استاد جناب عطاء محمد گولڑوی لکھتے ہیں:

"خواب حجت اور دلیل نہیں ہے"

{**تحقیق ایمان ابی طالب صفحہ نمبر** 37}

مندرجہ بالا بریلوی حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خوابوں کی بناء پر

کسی پر الزامات نہیں لگائے جا سکتے ۔اور اگر لگائے جائیں تو ان کی کوئی حیثیت نہیں بقول شاعرِ مشرق

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی

جو شاخِ نازک پے آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

قادیانی عبارت

"ہر شخص ترقی کرسکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے۔حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ سکتا ہے" (الفضل قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

سُنّی عبارات

"انبیاء اپنی امت سے اگر ممتاز ہوتے ہیں تو علوم ہی میں ممتاز ہوتے ہیں، باقی رہا عمل، اس میں بسا اوقات بظاہر امتی مساوی ہوجاتے ہیں، بلکہ بڑھ جاتے ہیں" (تحذیر الناس، ص ۵، مطبع قاسمی، دیوبند)

"جیسے غیر نبی، فن کاشت کاری میں نبی سے اعلم ہوسکتا ہے، اسی طرح فن سیاست میں ممکن ہے کہ غیر نبی نبی سے اعلم ہوجائے" (افاضات یومیہ، ص ۹۴ ۳ ج ۶، تھانوی)

"جادوگروں کے خرق عادت افعال (کمالات) نبیوں ولیوں کے خرق عادت کمالات سے قوی واکمل واقع ہوسکتے ہیں" (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۵ ج ۳ گنگوہی)

جواب

اول عبارت جو کہ حضرت اقدس نانوتویؒ کی ہے اُس کا جواب تو پیچھے دیا جاچکا ہے۔جس کو دیکھ کر یہ واضح ہوجائے گا کہ حضرت نانوتویؒ کی عبارت اور قادیانی عبارت میں کوئی مماثلت نہیں۔ بہر حال دیگر عبارات کی وضاحت حاضر خدمت ہے:

حضرت تھانویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کی عبارات کی وضاحت

ان ہر دو حضرات کی عبارات کو سمجھنے سے پہلے کچھ اصولی بحث ملاحظہ فرمالیں!

مشہور و مستند بریلوی عالم جناب مفتی جلال الدین احمد صاحب امجدی لکھتے ہیں:

”خضر علیہ السلام نبی ہوں یا غیر نبی بہر صورت بعض علوم میں وہ ایک نبی سے بڑھ سکتے ہیں اس لیے کہ جن علوم پر نبوت موقوف نہیں ان علوم میں نبی سے بڑھ کر غیر نبی ہو سکتا ہے جیسا کہ علامہ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں: **یجوز ان یکون غیر النبی فوق النبی فی علوم لا تتوقف علیھا النبوته** (تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ ۵۱۵)“

{فتاویٰ فیض الرسول جلد1 صفحہ نمبر 39،شبیر برادرز اردو بازار لاہور، سن طباعت ۱۴۱۱ھ ۱۹۲۲ء}

محترم قارئین! عبارت کے ان الفاظ ”اس لیے کہ جن علوم پر نبوت موقوف نہیں ان علوم میں نبی سے بڑھ کر غیر نبی ہو سکتا ہے“ پر غور فرمائیں۔ان الفاظ سے ایک اصول سامنے آیا کہ ایسے علوم جو لوازمات نبوت میں سے نہ ہوں یعنی ”جن کا ایک نبی کے لیے بحیثیت نبی جاننا ضروری نہ ہو“ ایک غیر نبی ان کو جان سکتا ہے۔لیکن اس جزئی علم سے اس کی افضلیت ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔اب مندرجہ بالا عبارت کی روشنی میں ہم اوکاڑوی صاحب اور ان کے ہمنوا ٹولے سے پوچھتے ہیں کہ کیا علمِ کاشتکاری، آج کی نام نہاد سیاست اور جادو کا علم لوازمات نبوت یا ان علوم میں شامل ہے جن پر نبوت موقوف ہے؟ اگر نہیں تو پھر ان کے جان لینے سے ایک غیر نبی کی کسی نبی پر افضلیت ثابت نہیں ہوئی۔

اب بتائیے! مرزا قادیانی کی عبارت جس میں نعوذ باللہ وہ واضح الفاظ میں کہہ رہا ہے کہ ہر کوئی ترقی کر کے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کو پا سکتا ہے، کا اکابرین اہلسنت کی ان

عبارات سے کیا جوڑ؟ بلکہ یہ عبارات تو اس کے سراسر خلاف ہیں اور اس کی نفی کر رہی ہیں۔

حضرت تھانویؒ کی عبارت کی مزید وضاحت

عبارت کو سمجھنے سے پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ ہمارے معاشرے میں سیاست کس چیز کا نام ہے؟ آج کی سیاست کو دیکھ کر ہر شخص با آسانی اس بات کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ آج کے دور میں "سیاست" قومی پیسے کو لوٹنے، ظلم وزیادتی، دین سے دوری اور نام نہاد جمہوریت کا نام سیاست ہے۔ اب ہر شخص بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ ایسی سیاست کی نسبت آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرنا، آپ کی شان کے ہرگز لائق نہیں۔ اسی لیے لوازمات نبوت میں ہونا تو کجا یہ علم تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے لائق ہی نہیں اسی طرح علمِ کاشتکاری کا جاننا بھی کسی نبی کے لیے ضروری نہیں۔ اس لیے اگر ان علوم کو ایک غیر نبی نے جان بھی لیا یعنی ان علوم میں وہ اعلم ہو بھی گیا۔ تو اس سے اس کی افضلیت تو ہرگز ثابت نہیں ہوئی۔

حضرت گنگوہیؒ کی عبارت کی وضاحت

اس عبارت کو نقل کرتے ہوئے، جادوگروں کے خرق عادت افعال کو جناب اوکاڑوی صاحب نے بریکٹ میں کمالات لکھا ہے لیکن حضرت گنگوہیؒ نے ہرگز نہیں لکھا۔ جب کہ حضرت گنگوہیؒ نے انبیاء کے خرقِ عادت افعال یعنی معجزات کو کمال کہا ہے۔ اب جس میں کمال ہے ظاہر بات ہے اسی میں افضلیت ہے۔ لیکن اوکاڑوی صاحب نے اس عبارت میں پیوندکاری کر کے اسے غلط معنی پہنانے کی کوشش کی ہے۔ جو کہ ضائع گئی۔ اب سنیے! چونکہ جادوگروں کے جادو کا شیطانی علم جو وہ لوگوں کو گمراہ،

پریشان اور شیطانیت پھیلانے کے لیے حاصل کرتے ہیں۔ یہ علم بھی آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس کے ہرگز لائق نہیں۔اس لیے اس کا آپ کی پاک ذات کے لیے ماننا بھی درست نہیں۔اب اس شیطانی علم کو حاصل کرنے کے بعد جادوگروں سے کوئی خرق عادت فعل صادر ہوتا ہے تو اس کا افضلیت سے کوئی تعلق نہیں۔

مسئلہ امکان کذب کی حقیقت اور اکابرین اہلسنت پر "کذب باری تعالیٰ کے قائل ہونے" کے بہتان عظیم کا جواب

قادیانی عبارت

"میں خطا بھی کروں گا اور صواب بھی۔۔۔۔کبھی میرا ارادہ پورا ہوگا اور کبھی نہیں۔۔۔۔۔یہ وحی الٰہی ہے کہ کبھی میرا ارادہ خطا ہو جاتا ہے اور کبھی پورا ہو جاتا ہے۔۔۔۔خدا تعالیٰ خطا کرسکتا ہے" (حقیقۃ الوحی، از قادیانی، ص ۱۰۳، مطبع میگزین قادیان ۱۹۰۷ء)

سُنّی عبارات

"الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔۔۔۔پس ثابت ہوا کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ جل وعلیٰ ہوسکتا ہے کیوں نہ ہو" **وھو علی کل شئی قدیر۔** "خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے" (فتاویٰ رشیدیہ، ص ۱۹ ج ۱۔تالیفات رشیدیہ، ص ۹۸، ۹۹، از رشید احمد گنگوہی، یک روزی، ص ۱۴۵، از اسمٰعیل دہلوی۔ براہین قاطعہ، ص ۲، از خلیل احمد انبیٹھوی)

"افعال قبیحہ کو قدرت قدیمہ حق تعالیٰ شانہ سے کیوں کر خارج کہہ سکتے

ہیں" (الجہد المقل ،ص ۴۱، ۸۳ ح ۱، مصنفہ محمود الحسن دیوبندی)

"یہ کلیہ مسلمہ اہل کلام ہے، جو مقدور العبد ہے وہ مقدور اللہ ہے" (تذکرۃ الخلیل ،ص ۱۳۵، مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ، سیالکوٹ)

جواب

محترم قارئین! جس طرح ماقبل میں اوکاڑوی صاحب نے دو مختلف مفہوم والی عبارتوں میں (محض اہل سنت سے بغض کی بناء پر) مماثلت بتائی۔ اسی طرح ان عبارات کا تعلق بھی کسی اور مسئلے سے ہے۔ پہلے اصل مسئلے کی مختصر وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے بعد ان عبارات کی طرف آتے ہیں۔

محترم قارئین! اہل بدعت اور اہل سنت کی درمیان اصل اختلاف یہ ہے:

عموم قدرت باری تعالیٰ

عدم عموم قدرت باری تعالیٰ

عموم قدرت باری تعالیٰ

اہلسنت کا موقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو خبر دی وہ اس کے خلاف کرنے پر قادر ہے لیکن کرے گا ہرگز نہیں۔

عدم عموم قدرت باری تعالیٰ

بریلوی حضرات اور معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو خبر دی وہ اس کے خلاف کرنے پر قادر ہی نہیں پتا چلا کہ ایک چیز اتفاقی ہے "اللہ تعالیٰ نے جو خبر دی وہ اس کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا" اب آیئے بریلوی حضرات نے اس واضح مسئلے کو الجھانے کے لیے اس کو یہ عنوان دیا

”اللہ تعالیٰ نے فرعون کے جہنمی ہونے کی خبر دی اور وہ جہنم میں نہ گیا تو یہ تو جھوٹ ہوا“

محترم قارئین! آپ ہمارا موقف پڑھیں تو بات آپ پر واضح ہو جائے گی کہ اختلاف اس میں نہیں کہ اللہ اپنے وعدے کے خلاف کرے گا یا نہیں؟ یہ بات تو ہم بھی کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو خبر دی یا جو وعدہ کیا وہ اس کے خلاف ہر گز نہیں کرے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف کرنے پر قدرت رکھتا ہے یعنی قادر ہے۔ اہل بدعت نے عموم اور عدم عموم کی بحث کو امکانِ کذب اور عدم امکان کذب کا نام دیا۔ جب ان اہل بدعت نے اس مسئلے کو امکانِ کذب کا نام دیا۔ اس لیے اس کا جواب بھی اسی نام سے دیا گیا اور اپنا موقف واضح کیا گیا۔

محترم قارئین! آیئے اس موقف پر پہلے ہمارے اکابرین کا موقف ملاحظہ فرمائیں:

سب سے پہلے اوکاڑوی صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ سے حضرت گنگوہی کی نامکمل عبارت نقل کی ہے۔ تاکہ عوام کو دھوکہ دے سکیں اور یہ عادت تو ان کو ورثے میں ملی ہے۔ اس لیے اس پر حیرانگی کیسی۔ آیئے! پہلے اس مسئلے کے متعلق حضرت گنگوہیؒ کا ایک ملفوظ سنیے:

”امکانِ کذب بایں معنی (اس معنی میں) کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا اُس کے خلاف پر، وہ قادر ہے۔ مگر باختیار خود اُس کو نہ کرے گا یہ عقیدہ بندہ کا ہے اور اس عقیدہ پر قرآن شریف اور احادیث صحاح شاہد ہیں اور علماء امت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ مثلاً فرعون پر ادخالِ نار (جہنم میں داخل ہونے) کی وعید ہے مگر (اللہ تعالیٰ) ادخال جنت فرعون (فرعون کو جنت میں داخل کرنے) پر بھی قادر ہے اگرچہ ہرگز جنت اُس کو نہ

دیوے گا اور یہی مسئلہ مبحوث (جس کے متعلق بحث ہے) اس وقت میں ہے۔ بندہ کے جملہ احباب یہی کہتے ہیں اس کو اعداء (یعنی اہل بدعت) نے دوسری طرح بیان کیا ہوگا۔ اُس قدرت اور عدم ایقاع (یعنی عمومِ قدرت باری تعالیٰ) کو امکان ذاتی و تمتنع بالغیر (امکان کذب یا بالفعل) سے تعبیر کرتے ہیں۔ فقط والسلام۔ واللہ تعالیٰ اعلم"

{تالیفات رشیدیہ مع فتاویٰ رشیدیہ صفحہ نمبر 111}

عبارت کے شروع کے یہ الفاظ "امکانِ کذب بایں معنی (اس معنی میں) کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا اُس کے خلاف پر، وہ قادر ہے۔ مگر باختیار خود اُس کو نہ کرے گا یہ عقیدہ بندہ کا ہے" کو غور سے پڑھیے ان سے واضح طور پہ پتا چل جائے گا کہ عموم قدرت باری تعالیٰ جس کو بریلوی حضرات امکان کذب کا نام دیتے ہیں ہماری اس سے مراد یہ ہے۔ آیئے! اب وہ مکمل فتویٰ ملاحظہ فرمایئے جسے اوکاڑوی صاحب نے یہاں بھی اور اپنی ویڈیو میں بھی نامکمل پڑھا اور نقل کیا:

"واضح ہو کہ امکان کذب کے جو معنی آپ نے سمجھے ہیں وہ تو بالاتفاق مردود ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف وقوع کذب کا قائل ہونا باطل ہے اور خلاف ہے نص صریح وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا. وَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر سچ کہنے والا کون ہے اور اللہ تعالیٰ وعدے کے خلاف نہیں فرماتا) وغیرہما آیات کے، وہ ذات پاک مقدس ہے شائبہ نقص کذب وغیرہ سے۔ رہا خلاف علماء کا جو دربارہ وقوع و عدم وقوع خلاف وعید ہے جس کو صاحب براہین قاطعہ نے تحریر کیا ہے۔ وہ دراصل کذب نہیں صورت کذب ہے اس کی تحقیق میں طول ہے۔ الحاصل امکان کذب سے مراد دخول کذب تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ وعید فرمایا ہے اس کے خلاف پر قادر ہے اگرچہ وقوع اس کا نہ ہو امکان کو وقوع لازم نہیں بلکہ ہوسکتا ہے

کہ کوئی شئے ممکن بالذات ہو اور کسی وجہ خارجی سے اس کو استحالہ لاحق ہوا ہو۔ چنانچہ اہل عقل پر مخفی نہیں۔ پس مذہب جمیع محققین اہل اسلام وصوفیائے کرام وعلماء عظام کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کذب داخل تحت قدرت باری تعالیٰ ہے۔ پس جو شبہات آپ نے وقوع کذب پر متفرع کئے تھے وہ مندفع ہو گئے کیونکہ وقوع کا کوئی قائل نہیں۔ یہ مسئلہ دقیق ہے عوام کے سامنے بیان کرنے کا نہیں اس کی حقیقت کے ادراک سے اکثر ابناء زماں قاصر ہیں آیات واحادیث کثیرہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔ ایک ایک مثال قرآن و حدیث کی لکھی جاتی ہے ایک جگہ ارشاد جناب باری ہے قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابًا (کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اس بات پر کہ تم پر عذاب بھیجے) (الآیۃ) دوسری جگہ ارشاد فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ الاٰیۃ (اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے گا جبکہ آپ ان میں موجود ہیں) آیت ثانیہ میں نفی عذاب کا وعدہ فرمایا اور ظاہر ہے کہ اگر اس کا خلاف ہو تو کذب لازم آئے گا مگر آیت اولیٰ سے اس کا تحت قدرت باری تعالیٰ داخل ہونا معلوم ہوا۔ پس ثابت ہوا کہ کذب داخلِ تحت قدرت باری تعالیٰ جل وعلیٰ ہے کیوں نہ ہو وھو علیٰ کل شیء قدیر (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) احادیث کو دیکھئے کہ عشرہ مبشرہ مثلاً بالیقین جنّتی با ارشاد نبی جو حقیقۃً وحی الٰہی جل وعلیٰ ہے ہو چکے پر چونکہ صحابۂ کرامؓ جانتے تھے کہ خدا پاک مجبور نہیں ہے اس لیے نظر بقدرت وجلال کبریائی ڈرتے ہی رہے بلکہ خود سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات جن کی شان میں لیغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر (تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے) فرماتے رہے۔ والله ما ادری وانا رسول الله ما یفعل بی ولا بك (خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا اور تمہارے ساتھ کیا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں

)اور کما قال اللہ تعالیٰ یحق الحق وھو یھدی السبیل (اللہ تعالیٰ حق کو صحیح کریگا اور وہی راستہ کی ہدایت کرتا ہے“

{تالیفات رشیدیہ مع فتاویٰ رشیدیہ صفحہ نمبر 98تا99}

محترم قارئین! یہ مفصل فتویٰ ملاحظہ فرمانے کے بعد آپ پر یہ مسئلہ واضح ہو جائے گا۔اوکاڑوی صاحب نے اس فتویٰ سے دوطرح سے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے:

(۱) نامکمل عبارت نقل کر کے ،یعنی مکمل عبارت نقل کرنے سے یہ بات پتا چل جاتی ہے کہ امکان کذب سے حضرت گنگوہیؒ کیا مراد لیتے ہیں۔

(۲) نامکمل عبارت نقل کرنے سے اوکاڑوی صاحب نے عوام کو اس طرح بھی دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ امکانِ کذب کا لفظی معنیٰ مراد لیا۔جبکہ یہاں ”امکان کذب“ اصطلاحی طور پے استعمال ہورہا ہے لفظی معنوں میں نہیں۔لیکن یہاں یہ لفظ ان معنوں میں استعمال ہورہا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا لیکن کرنے پر قادر ہے“ جیسے کہ حضرت گنگوہیؒ کے ملفوظ اور مفصل فتویٰ سے واضح ہے۔

اوکاڑوی صاحب نے ایک اور عبارت نقل کی ہے:

”خدا تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے“

اور حوالہ جات کے لیے جن کتب کا نام درج کیا ہے ان میں سے ایک کتاب میں بھی یہ بات نہیں ۔یعنی اوکاڑوی صاحب نے جھوٹ بولا ہے اور اپنی طرف سے ایک عبارت بنا کے ہمارے اکابر کے ذمہ لگائی۔خیر یہ کام تو ان کو ورثہ میں ملا ہے اس لیے اس پر کیسا شکوہ؟لیکن اس بناء پر وہ قرآنی آیت ”لعنۃ اللہ علی الکذبین “ کا مصداق قرار پائے۔

حضرت گنگوہیؒ کی عبارت سے مماثلت کا جواب

حضرت گنگوہیؒ کے حوالہ سے وضاحت گزر چکی ہے۔جس سے ان کا موقف سامنے آ گیا ہے۔ جو بالکل حق اور صحیح ہے۔اور اس کا مرزا قادیانی کی عبارت سے کوئی جوڑ نہیں۔حضرت گنگوہیؒ کے حوالہ سے اس کی مزید وضاحت کے لیے" باقیات فتاویٰ رشیدیہ" صفحہ نمبر 71 کا مطالعہ فرمائیں۔

شیخ الہندؒ اور تذکرۃ الخلیل کی عبارت کا جواب

محترم قارئین! پچھلی وضاحت سے آپ کو اس بات کا پتا چل گیا ہوگا کہ قدرت رکھنا اور بات ہے جبکہ کرنا اور بات ہے۔ہم صرف قدرت مانتے ہیں، پر وقوع یعنی کرنا نہیں مانتے۔کر سکنے اور کرنے میں بہت فرق ہے۔ جسے اوکاڑوی صاحب سمجھنا نہیں چاہتے۔اس کے تحت آپ ان دونوں عبارات کو دیکھیں۔حضرت شیخ الہندؒ کی عبارت میں بھی صرف قدرت رکھنے کا ذکر ہے نہ کہ وقوع کا اور تذکرۃ الخلیل کی عبارت میں بھی اسی بات کا ذکر ہے۔ پھر سمجھ لیں قدرت رکھنا اور چیز ہے اور اسے کرنا اور چیز۔لہذا اس وضاحت سے معلوم ہو گیا کہ ان عبارات میں کوئی غلط بات نہیں۔

محترم قارئین! پچھلی گفتگو سے دو باتیں سامنے آئیں۔ ہمارے موقف سے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا وسیع ہونا بھی ثابت ہوا اور ہر طرح کے عیب سے پاک ہونا بھی ثابت ہوا یعنی ہمارے موقف سے اللہ تعالیٰ کے لیے قدرت عام بھی ثابت ہوئی اور تنزیہہ تام بھی۔جب کہ معتزلہ اور بریلوی حضرات کے موقف سے تنزیہہ تام تو ثابت ہوئی لیکن قدرت عام نہیں۔

{اس مسئلے کی مزید وضاحت کے لیے تنقید متین مؤلفہ مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ، المہند علی المفند مصنفہ فخر المحدثین، خلیل الملت والدین حضرت مولانا خلیل

احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہم کی اس موضوع پر مستقل کتاب الجُهد المقل فی تنزيه المُعز والمُزِل ملاحظہ فرمائیں اور میری کتب کا مطالعہ فرمائیں}

مسئلے کی علمی وتحقیقی وضاحت تو ہو چکی۔آیئے! اب ہم آپ کے سامنے کچھ علماء و صوفیاء اور خود بریلوی حضرات کی اکابرین کی عبارات پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ "اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا لیکن اس کے خلاف کرنے پر قدرت رکھتا ہے" صرف ہمارا ہی نہیں بلکہ تمام اہلسنت کا ہے اور بریلوی حضرات سے بھی ثابت ہے۔

علامہ کمال الدین محمد بن ابی بکر مسامرہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"بے شک ظلم، سفاہت اور کذب سے سلب قدرت ماننا معتزلہ کا مذہب ہے اور ان پر قادر ہونا لیکن اپنے اختیار سے ان سے امتناع یہ اشاعرہ کا مذہب ہے"

{**المسامرة بشرح المسايرة۔ صفحہ نمبر 189**}

"ایک حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کل بروز قیامت مجھے اور میرے بھائی عیسیٰ علیہ السلام کو دوزخ میں ڈال دیں تو بھی عدل ہے۔ آپ (خواجہ نظام الدین) نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ بے شک عدل ہوگا کہ تمام عالم اللہ تعالیٰ کی ملک ہے اور اپنی ملک میں تصرف کرنا گناہ اور ظلم نہیں ہے"

{**فوائد الفوائد۔ مجلس نمبر 13**}

امامِ نووی لکھتے ہیں:

"اگر وہ تمام اطاعت شعاروں اور نیکوں کو سزا دینا چاہے اور سب کو (معاذ اللہ) دوزخ میں داخل کر دے تو اس کا عدل ہوگا اور اگر ان کو عزت ونعمت عطا فرما کر جنت

میں داخل کر دے تو اس پر قدرت ہے لیکن اس نے خبر دی ہے اور اس کی خبر بالکل سچی ہے۔ کہ وہ ایسا کرے گا ہر گز نہیں"

{شرح صحیح مسلم۔ جلد 2۔ صفحہ نمبر 376}

حضرت مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں:

"اگر وہ سب کو (معاذ اللہ) دوزخ میں بھیج دے اور ان کو ہمیشہ کا عذاب دے تب بھی اس پر اعتراض کی کوئی مجال نہیں"

{مکتوبات۔ دفتر اول۔ مکتوب نمبر 266}

"مذہب اشعریہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو روا ہے کہ مومن کو دوزخ میں رکھے اور کافر کو بہشت میں رکھے"

{فوائد الفؤاد۔ صفحہ نمبر 209۔ مجلس نمبر 13}

شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ فرماتے ہیں:

"انبیاء علیہم السلام کا دوزخ میں ہمیشہ رہنا کافروں کا جنت میں ہمیشہ رہنا یہ چیز اگر چہ ممکن ہے حق تعالیٰ کی حکمت میں ممتنع ہے"

{مکتوبات قدوسیہ۔ مکتوب نمبر 177}

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

"اگر وہ تمام کفار کو بخش دے تو اس کو کوئی پرواہ نہیں اور اگر تمام مومنوں کو سزا دے تو اسے اس کی بھی پرواہ نہیں اور نہ اس میں کوئی استحالہ لازم آتا ہے"

{الاقتصاد فی الاعتقاد۔ صفحہ نمبر 246}

شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

"حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت سجاد (امام زین العابدینؒ) سے متواتر منقول

ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے عبادت گزار بندوں کو ہمیشہ سخت ترین عذاب دے یہ اس کا عدل ہے نہ کہ ظلم"

{**تحفہ اثنا عشریہ۔ صفحہ نمبر** 287}

"اگر اللہ تعالیٰ فرمانبردار کو عذاب دے اور گناہ گار کو ثواب دے تو یہ اس کیلیے قبیح نہیں"

{**النبراس۔ صفحہ نمبر** 20}

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

"اس نے خبر دی ہے کہ مطیعوں کو ثواب دوں گا اور گناہ گاروں کو عذاب دوں گا لیکن یہ اس پر واجب نہیں۔ اگر وہ بالفرض اس کے خلاف بھی کرے تو کسی کے لیے مجال نہیں کہ وہ چوں چراں کرے"

{**تکمیل الایمان صفحہ نمبر** 59}

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ لکھتے ہیں:

"اگر وہ چاہے ہم میں سے کسی کو بغیر عمل کے ثواب عطا فرما دے یا وہ ہم میں سے کسی کو جیسے چاہے بغیر عمل کے عذاب دے دے پس اس کا اختیار اسی کو ہے جو چاہے وہ کرے اس سے باز پرس نہیں اور مخلوق سے باز پرس کی جائے گی اگر وہ فرضاً انبیائے کرام اور صالحین میں سے کسی کو دوزخ میں داخل کر دے تب بھی عادل ہے اور یہ اس کی حجت بالغہ ہوگی ہم پر یہی واجب ہے کہ ہم کہیں کہ معاملہ وحکم سچا ہے اور ہم چوں چراں نہ کریں ایسا کرنا ہوسکتا ہے اور ممکن ہے اگر ہوگا حق بجانب ہوگا اور سراپا انصاف ہوگا۔ یہ ایسی بات ہوگی جو ہوگی نہیں"

{**الفتح الربانی عربی اردو۔ مجلس نمبر** 61**۔ صفحہ نمبر** 584}

شیخ یحیٰ منیریؒ لکھتے ہیں:

”دیکھو یہ امر مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسا کوئی شخص پیدا نہ ہوگا مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ ایسا پیدا کرنا اس کی قدرت سے باہر ہے۔نہیں نہیں اگر وہ چاہے تو ہر لحظہ میں ہزاروں مظہر جمال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسم کی مانند پیدا کر دے“

{**مکتوبات صدی۔صفحہ نمبر** 254}

امام رازی لکھتے ہیں:

”خدا تعالیٰ حضور علیہ السلام کی مثل پر قادر ہے“

{**تفسیر کبیر۔جلد** 8۔**صفحہ نمبر** 474۔**فرقان نمبر** 51}

مولوی احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

”اس نے خبر دی کہ اہل جنت کو ہمیشہ جنت میں رکھے گا۔ان کا خلود واجب ہو گیا،اگر نہ ہوتا معاذ اللہ کذب لازم آئے گا مگر اس سے انقطاع پر قدرت مسلوب نہ ہوئی خلود و انقطاع دونوں ازلاً ابداً زیر قدرت ہیں“{کلیات مکاتب رضا اول صفحہ نمبر 83 مکتبہ نبویہ لاہور}

استاذ صدر الوریٰ القادری المصباحی لکھتے ہیں:

”مطیع کو ثواب دینا یہ اس کا فضل و احسان ہے۔اور گناہ گار کو عذاب دینا یہ اس کا عدل ہے اگر معاملہ الٹ ہو جائے۔یعنی مطیع کو عذاب میں ڈال دے اور گناہ گار کو ثواب دے تو بھی اس کیلیے برا نہیں“

{**جمع الفرائد بانارۃ شرح العقائد صفحہ نمبر** 56 **مکتبہ المدینہ کراچی**}

مفتی احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"چونکہ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ان کفار کی بخشش کی شفاعت نہیں فرما رہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت وحکمت کا ذکر کر کے اس کی حمد کر رہے ہیں۔ اگر تو انہیں بخش دے تو تجھے کوئی روک نہیں سکتا۔ کیونکہ تو سب پر غالب ہے اور حکمت والا ہے مغلوب کو کوئی غالب روک سکتا ہے بذریعہ طاقت اور بے علم کو کوئی عالم روک سکتا ہے"

{**تفسیر نعیمی جلد 7۔ صفحہ نمبر** 216}

مفتی جلال الدین امجدی لکھتے ہیں:

"بے شک مغفرت مشرکین تحت قدرت باری تعالیٰ ہے"

{**فتاویٰ فیض الرسول حسہ اول صفحہ نمبر** 2}

جناب احمد سعید کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

"نیکوں کو دوزخ میں ڈالنا یا بالعکس اس میں ہمارا کلام نہیں"

{**مقالات کاظمی جلد 2 صفحہ نمبر** 240,241}

جناب غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

"اگر اللہ تعالیٰ تمام نیکوکاروں اور اطاعت گزاروں کو جہنم میں داخل کر دے تو یہ اس کا عدل ہوگا جب وہ ان پر انعام و اکرام کر کے ان کو جنت میں داخل فرمائے گا تو یہ اس کا فضل ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ تمام کفار پر انعام فرمائے اور ان کو جنت میں داخل کر دے تو وہ اس کا مالک ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے اور اس کی خبر صادق ہوتی ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔ بلکہ وہ مومنین کی مغفرت فرمائے گا اور ان کو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا اور کافروں کو عذاب دے گا اور ان کو اپنے عدل سے ہمیشہ جہنم میں رکھے گا"

{**شرح صحیح مسلم، جلد 7۔ صفحہ نمبر** 653۔ **فرید بک سٹال لاہور**}

جناب قمر الدین سیالوی صاحب لکھتے ہیں:

”اس ذات کے سامنے مخلوق کا سر تسلیم خم ہے چاہے کسی کو ابدی دوزخی بنا دے چاہے ابدی جنتی۔ اگر چاہے تو پیغمبر زادہ کو دوزخ میں ڈال دے اس کے سامنے کسی کو مجال نہیں کہ کسی طرح کی چوں چراں کرے“

{**انوار قمریہ۔ صفحہ نمبر 354**}

جناب احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

”اگر خدا تمام دنیا کو دوزخ میں بھیج دے تو ظالم نہیں“

{**نور العرفان حاشیہ نمبر 10 آیت نمبر 160 سورۃ الاعراف**}

یہی احمد یار نعیمی صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

”اگر رب تعالیٰ کسی کی ساری نیکیاں برباد فرما دے تو ظلم نہیں اور اگر کسی کو بلا جرم سخت سزا دے تب بھی ظلم نہیں“

{**تفسیر نعیمی۔ جلد 4۔ صفحہ نمبر 304**}

محترم قارئین! آپ نے ہمارا موقف بھی ملاحظہ فرمایا۔ اور یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ یہ صرف ہمارا عقیدہ نہیں بلکہ تمام اہلسنت کا عقیدہ ہے اور خود جید و مستند بریلوی علماء نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ اب آیئے! چند بریلوی علماء کی عبارات ملاحظہ فرمائیں! جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ”عموم قدرت“ کا انکار کیا ہے۔ اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہا ہے۔

بریلوی حضرات ایسا عقیدہ رکھنے والوں کے متعلق کیا ذہن رکھتے ہیں ملاحظہ فرمائیں!

مولوی احمد رضا خان لکھتے ہیں:

”خدا تعالیٰ سب جہنمیوں کو جنت میں بھیجنے پر قادر ہو تو کذب باری تعالیٰ لازم آئے گا“

{فهارس فتاویٰ رضویه۔ صفحه نمبر 409}

اس کے حاشیہ میں لکھا ہے:”اللہ تعالیٰ کا جاہل ہونا بھی لازم آئے گا“

مفتی احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

”جو یوں کہے کہ رب تعالیٰ قادر ہے کہ ولیوں کو دوزخ میں ڈال دے وہ قادر ہے کہ ابوجہل کو جنت میں بھیج دے وہ رب کی حمد نہیں کررہا بلکہ کفر بک رہا ہے“

{تفسیر نعیمی۔ جلد نمبر 7۔ سورۃ انعام۔ آیت نمبر 65}

جناب الیاس قادری سے پوچھا گیا کہ:

”زید کہتا ہے کہ اللہ عزوجل چاہے گا تو مشرک کو بھی بخش کر جنت میں داخل فرما دے گا؟

الجواب: زید بے قید کا یہ قول کفریہ ہے“

{کفریه کلمات کے بارے میں سوال و جواب۔ صفحه نمبر 445}

محترم قارئین! بریلویوں کا فتوائے کفر صرف ہمارے اکابرین کے لیے نہیں بلکہ ان تمام علماء اہلسنت اور بریلوی علماء کے لیے بھی ہے جن کی عبارات پیچھے گزریں۔ جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ”عموم قدرت“ کا اعلان کیا۔ پس اگر اوکاڑوی صاحب ہمارے اکابر کی ان عبارات کو مرزا قادیانی کی عبارت سے مماثل سمجھتے ہیں تو وہ ذرا حق گوئی کا مظاہرہ فرمائیں اور ان تمام علماء وصوفیاء اور اپنے علماء کو بھی ہمارے ساتھ کھڑا فرمائیں۔ اس لیے کہ وہ بھی وہی عقیدہ رکھتے ہیں جس کا ذکر حضرت گنگوہیؒ، حضرت سہارنپوریؒ، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ یا حضرت شیخ الہندؒ نے کیا؛ لیکن آپ ایسا ہرگز نہیں کریں۔

اس لیے کہ آپ کے پیش نظر احقاق حق یا ابطال باطل نہیں بلکہ آپ کے پیش نظر تو بغض اہلسنت ہے جس میں آپ سرتا پاؤں ڈوب چکے ہیں۔

ملفوظات اعلیٰ حضرت میں موجود احمد رضا خان کے ایک خواب کے ناکام دفاع کا جواب

صفحہ نمبر 178 والے جواب کا جواب الجواب

مصنف جہانس نے مولوی احمد رضا خان کے ملفوظات کی ایک عبارت پر اعتراض کیا۔اوکاڑوی صاحب اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جوہانس برگ سے بریلی کا مصنف یہ کہتا ہے کہ اگر کوئی استاد پیر یا شیخ ایسے موقع پر موجود ہو تو یقیناً ان کو امامت کی پیش کش کی جائے گی مگر احمد رضا خان فخریہ کہتے ہیں، کہ الحمد للہ اس نماز جنازہ کی امامت میں نے کی۔ یہ لکھنے کے بعد جوہانس برگ سے بریلی کا مصنف کہتا ہے کہ احمد رضا خان کا اس طرح کہنا ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین ہے۔

محترم قارئین! آپ نے جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف کی پیش کردہ عبارت اور اس عبارت پر اس کا تبصرہ ملاحظہ فرمایا۔اس پوری عبارت پر غور کیجئے۔کیا کسی لفظ سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کی؟ پوری عبارت اور اعلیٰ حضرت بریلوی کے الفاظ سے یقیناً ایسی کوئی بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔لہذا اعتراض خود بخود باطل ہو گیا۔

غور کیجئے! خواب کوئی اور دیکھ رہا ہے۔خواب کا بیان مکمل ہو جانے کے بعد اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس نماز جنازہ کی امامت میں نے کی۔اس

سے یہ مفہوم کیسے اخذ کر لیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ نماز جنازہ بھی ادا فرمائی؟ یا یہ کہ اعلیٰ حضرت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کی؟ بلا شبہ یہ اعلیٰ حضرت پر بہتان ہے۔ خواب اور اعلیٰ حضرت کے بیان کی حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عاشق صادق کی وفات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی شفقت و رحمت کے سبب اپنے اس غلام کو نوازنے تشریف لائے اور اس عاشق صادق کے جنازہ کو ملاحظہ فرمایا"

{**سفید و سیاہ صفحہ نمبر** 178,179}

الجواب

اگر اوکاڑوی صاحب احمد رضا خان صاحب کے ملفوظات سے وہ پوری عبارت نقل فرما دیتے تو پتا چل جاتا کہ اس کے کن الفاظ سے ثابت ہو رہا ہے کہ احمد رضا خان نے (معاذ اللہ) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کی۔ اس لیے آیئے! پہلے وہ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ جناب احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں:

"ایک روز دیکھا کہ حضرت تشریف لائے اور حضرت کے شاگرد مولوی برکات احمد صاحب مرحوم کہ میرے پیر بھائی اور حضرت پیر مرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فدائی تھے کم ایسا ہوا ہوگا کہ حضرت پیر و مرشد کا نام پاک لیتے اور ان کے آنسو رواں نہ ہوتے جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لیے جاتے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ حضور کہاں تشریف لیے جاتے ہیں؟ فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا"

{ملفوظات حصہ دوم صفحہ نمبر 161 تا 162، شبیر برادرز لاہور سن اشاعت 2009ء/ربیع الثانی 1430ھ}

محترم قارئین! اس ملفوظ کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں "عرض کی یا رسول اللہ حضور کہاں تشریف لیے جاتے ہیں؟" فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے"

اور اب اوکاڑوی صاحب کی عبارت کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

"اس سے یہ مفہوم کیسے اخذ کر لیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ نماز جنازہ بھی ادا فرمائی؟ یا یہ کہ اعلیٰ حضرت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کی" خواب اور اعلیٰ حضرت کے بیان کی حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عاشق صادق کی وفات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی شفقت و رحمت کے سبب اپنے اس غلام کو نوازنے تشریف لائے "اس عاشق صادق کے جنازہ کو ملاحظہ فرمایا"

استغفر اللہ! اوکاڑوی صاحب کو شرم آنی چاہیے کہ انہوں نے اپنے اعلی حضرت کو بچانے کے لیے اتنے بڑے جھوٹ کا استعمال کیا۔ اور اس طرح خود ان کی ذات کی حقیقت بھی سامنے آ گئی۔ ہم پوچھتے ہیں عبارت کے واضح الفاظ ہیں" فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے" اور اوکاڑوی صاحب کہہ رہے ہیں" اس عاشق صادق کے جنازہ کو ملاحظہ فرمایا" کیا" جنازہ پڑھنا اور ملاحظہ فرمانا" ایک ہی چیز ہے۔ تو ثابت ہوا کہ اس عبارت میں اس بات کا بھی صاف ذکر ہے کہ بقول احمد رضا کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جنازہ میں جنازہ پڑھنے کی غرض سے شرکت کی اور عبارت کے یہ الفاظ" برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھایا" اس بات کی وضاحت کر رہے ہیں کہ وہ جنازہ احمد رضا نے پڑھایا۔ تو اس عبارت سے واضح طور پے پتا چل رہا ہے کہ احمد رضا خان نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کی۔

محترم قارئین! آیئے اب اس عبارت پر ہمارا اعتراض ملاحظہ فرمائیں۔ ہمارا اعتراض محض خواب پر نہیں بلکہ ہمارا اعتراض یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کرنا خود بریلوی علماء کے نزدیک کفر و گستاخی ہے۔آیئے! پہلے اس بات کا ثبوت بریلوی علماء سے ملاحظہ فرمائیں کہ ان کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت کفر ہے۔

خود جناب احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں:

”کسی کو حضور کا امام و شیخ ماننا کفر ہے“

{**فهارس فتاوىٰ رضويه۔ صفحه نمبر** 632}

ضیغم بریلویت جناب حسن علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

”کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امام ماننا شدید گستاخی ہے۔گندہ قلم گندی زبان ہے۔بے ادبی ہے“

{**برق آسمانی صفحه نمبر** 65}

محترم قارئین! اوکاڑوی صاحب نے ہمارے جن اکابرین کے حوالہ جات نقل کیے وہ تمام کے تمام معاملات خواب میں ہوئے لیکن احمد رضا خان کے ملفوظات کی عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ زیارت خواب میں ہوئی لیکن جنازہ بیداری میں پڑھایا اس لیے ان میں زمین آسمان کا فرق ہے۔وہاں مکمل معاملہ خواب کا ہے اور خواب قابل تعبیر ہوتی ہے اور ان پر اس بناء پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا (جیسا کہ اس پر پیچھے ص: 57 پر بریلوی حضرات کی عبارات گزر چکی ہیں۔جس میں انہوں نے خوابوں پر اعتراض کو لغو قرار دیا ہے) لہذا ہمارے اکابرین کے ان خوابوں کی تو تعبیر کی جائے گی۔لیکن یہاں زیارت خواب میں ہوئی لیکن جنازہ بیداری میں پڑھایا اس لیے یہاں تعبیر نہیں ہو سکتی۔لیکن اس کے باوجود بریلوی علماء ہمارے اکابرین کے خوابوں کے بارے میں کیا

فرماتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

جناب فیض احمد اویسی صاحب ان خوابوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کیا غیر نبی کے پیچھے نماز پڑھنا نبی اور رسول کے پیچھے نماز پڑھنے سے افضل ہے؟ کیا امامت کے مستحق مولانا مدنی، حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے زیادہ تھے؟ کیا ایک برگزیدہ نبی کو غیر نبی بلکہ معمولی مولوی کا مقتدی بنانے کی کوشش فساد قلب نہیں تو اور کیا ہے"

{بلی کے خواب میں چھیچھڑے۔ صفحہ نمبر 45}

اسی طرح جناب ہاشمی میاں صاحب لکھتے ہیں:

"کیا غیر نبی کے پیچھے نماز پڑھنا نبی اور رسول کے پیچھے نماز پڑھنے سے افضل ہے؟ کیا امامت کے مستحق مولانا مدنی، حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے زیادہ تھے؟ کیا ایک برگزیدہ نبی کو غیر نبی بلکہ معمولی مولوی کا مقتدی بنانے کی کوشش فساد قلب نہیں۔ میں نے مولانا مدنی کو معمولی مولوی لکھا تو یہ کوئی بُرا ماننے کی بات نہیں۔ اس لیے کہ جب مولانا عبدالشکور صاحب کے لب ولہجہ میں افضل البشر اور سید الکائنات معمولی انسان ہیں تو پھر مولانا مدنی کو اس اعتبار سے معمولی مولوی کہنا بھی ضرورت سے زیادہ ہے۔ بحر حال شیخ الاسلام نمبر بسر و چشم قبول کر لینے والوں کو بتانا ہو گا کہ کیا مولانا مدنی کا ایک نبی کی امامت کرنا شرعاً جائز ہو سکتا ہے جب کہ صدیق اکبر جیسا افضل البشر بعد الانبیاء بھی نبی کریم کے آتے ہی مقتدی ہو جاتا تھا۔ جس پر بخاری و مسلم جو مسلمانوں کے صحیح ترین ماخذ میں سے ہیں شاہد ہیں؟ تو کیا مولانا مدنی، خلیفہ بلا فصل حضرت صدیق اکبر سے بھی اعلیٰ و ارفع تھے؟"

{لطائف دیوبند صفحہ نمبر 72تا73، ضیاء الدین پبلیکیشنز کھارادر

کراچی}

محترم قارئین! ملاحظہ فرمائیں کہ بریلوی علماء ایک مکمل خواب پر کس طرح حقیقت کی طرح تبصرہ فرما رہے ہیں ۔جس طرح یہ امامت انہوں نے خواب میں نہیں بیداری میں کی ہو۔لیکن اپنے احمد رضا خان کی بیداری کی حالت میں حضورﷺ کی امامت ان کو نظر نہیں آرہی؟ ہم اوکاڑوی صاحب سے مذکورہ عبارت کی روشنی میں پوچھتے ہیں کہ اگر خواب کی امامت امامت ہے تو حقیقت کی امامت امامت کیوں نہیں؟

اور جو سوال مذکورہ دو عبارتوں میں ہم سے کیے گئے وہ تو اس وجہ سے باطل ہوئے کہ وہ تمام واقعہ خواب کا ہے اور خواب پر شرعی احکام لاگو نہیں ہوتے جیسا کہ پیچھے اس پر بریلوی عبارات گزر چکی ہیں ۔لیکن ملفوظات کی عبارت کے بارے میں وہ تمام سوال ہم اوکاڑوی صاحب اور مذکورہ دونوں عبارات کے مصنفین سے کر چکے ہیں ۔

صفحہ نمبر 178 سے لے کر 183 تک اوکاڑوی صاحب نے ملفوظات کی اسی عبارت کا ناکام دفاع کرنے کی کوشش کی ہے۔دو طرح سے:

(۱) یہ کہہ کر کہ اس عبارت میں کہیں ذکر نہیں کہ حضورﷺ نے جنازہ پڑھا بلکہ ملاحظہ فرمایا۔اس کا جواب بھی ہو چکا۔

(۲) ہمارے اکابرین کے خواب والی عبارات الزامی جواب کے طور پے پیش کر کے،اس کا جواب بھی ہو چکا کہ ہمیں اعتراض محض خواب پر نہیں جو آپ ہمارے اکابرین کی ایسی عبارات لا رہے ہیں بلکہ ہمارا اس عبارت کے بارے میں اصل موقف یہ ہے کہ یہ عبارت خود بریلوی حضرات کے اصول وضوابط سے کفر و گستاخی بنتی ہے ۔جس کا ثبوت بھی پیچھے دیا جا چکا ہے۔لہذا اس عبارت کے ناکام دفاع کا جواب بھی مکمل ہوا۔ مزید اس پر پیر محمد چشتی کے سیفیوں کے خلاف رسائل کو دیکھیں جس میں انہوں نے اس کو

گستاخی قرار دیا۔

احمد رضا خان کی مدح میں موجود ایک گستاخانہ شعر کے ناکام دفاع کا جواب

صفحہ نمبر 184 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"جوہانس برگ سے بریلی پارٹ ۲ کے صفحہ ۲۲ پر ہے کہ:"ایک رضا خانی کہتا ہے

"نکیرین آ کر قدموں میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے
ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاں کا"

جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف فرماتے ہیں کہ"وہ یہ نہیں کہتا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں (واضح رہے"بندہ" کے معنی انہوں نے"سرونٹ آف اللہ" کئے ہیں)، یہ بھی نہیں کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امتی ہوں۔صرف احمد رضا کا نام لیتا ہے، خود کو رضا خانی ظاہر کرتا ہے"

رضا خانی کے الفاظ کا جواب تو انہیں ایسا دیا جائے کہ ان کے دانت کھٹے ہو جائیں تاہم یہ لب ولہجہ دیو کے بندوں ہی کو بھاتا ہے۔اس اعتراض کا اشرفعلی تھانوی صاحب سے جواب لیجئے۔

الافاضات الیومیہ(النور بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ)صفحہ ۲۵ ج ۲ پر تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"ایک دھوبی کا انتقال ہوا۔جب دفن کر چکے تو منکر نکیر نے آ کر سوال کیا من ربك،ما دینك ،من هذا الرجل۔وہ جواب میں کہتا ہے کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں، میں تو

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دھوبی ہوں۔اور فی الحقیقۃ یہ جواب اپنے ایمان کا اجمالی بیان تھا کہ میں ان کا ہم عقیدہ ہوں۔جوان کا خدا وہ میرا خدا، جوان کا دین وہ میرا دین، اسی پر اس دھوبی کی نجات ہوگئی"

اب فرمائیں! جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف کہ وہ اپنے گرواشرفعلی تھانوی کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ خودانہی کے تھانوی صاحب نے ان کے اعتراض کا تحقیقی جواب دے دیا۔اوردوسرا جواب دیوبندیوں کے بہت بڑے عالم تھانوی صاحب کے استاذ جناب محمودالحسن دیوبندی سے ملاحظہ ہو! وہ فرماتے ہیں:

"قبر سے اٹھ کے پکاروں جو رشید و قاسم
بوسہ دیں لب کو مرے مالک ورضواں دونوں
جاؤں عرصات میں جب خائف ونادم تہی دست
دونوں ہاتھوں میں ہوں ان دونوں کے داماں دونوں"

(کلیات شیخ الہند، ص ۱۷، مطبوعہ محمودیہ لاہور)

جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف فرمائیں کہ گنگوہی ونانوتوی کا نام لینا اور دامن تھامنا کیوں کر نفع بخش ہوگا؟ جواب کا انتظار رہے گا۔

الجواب

پہلے پیرائے کا جواب

مصنف جہانس نے ایک اصولی سوال کیا۔جس پر اوکاڑوی صاحب بلاوجہ یا جواب نہ آنے پر سیخ پا ہوئے۔اوکاڑوی صاحب کو" رضاخانی " کے لفظ پر بہت تکلیف ہوئی۔اس لیے انہوں نے لکھا" تاہم یہ لب ولہجہ دیو کے بندوں ہی کو بھاتا ہے" اس کے

جواب میں ہم بھی انہیں کہتے ہیں اوکاڑوی صاحب! تاہم یہ لب ولہجہ بریلی کے بندروں کو ہی بھاتا ہے" حاشیہ کے اندر اسی سے متعلق اوکاڑوی صاحب نے ایک اور سوال کیا جس کا علمی اور کافی وافی شافی جواب رسالہ سیف حق بجواب کلمۂ حق میں موجود ہے۔اب آیئے! اصل موضوع کی طرف پہلے اعتراض کو سمجھیے۔اس شعر سے

''نکیرین آ کر قدموں میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے

ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاں کا"

واضح طور پے یہ بات ثابت ہو رہی ہے یعنی اس کا لکھنے والا شاعر کہہ رہا ہے کہ جب منکر نکیر مجھ سے پوچھیں گے تو کس کا ہے تو میں احمد رضا کا نام لوں گا۔سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ قبر میں ہونے والے تین سوالوں میں یہ سوال ہی نہیں ہو گا کہ تو کس کا ہے۔اس پر مصنف جہانس نے ایک اصولی سوال پوچھا جو ہر انسان پوچھ سکتا ہے۔ دوسری بات کہ حضرت تھانوی کی عبارت ہرگز اوکاڑوی صاحب کی مؤیدہ نہیں ہو سکتی کہ اس میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ:

اس دھوبی نے کہا"میں تو حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا دھوبی ہوں۔اور فی الحقیقۃ یہ جواب اپنے ایمان کا اجمالی بیان تھا کہ میں ان کا ہم عقیدہ ہوں۔جو ان کا خدا وہ میرا خدا، جو ان کا دین وہ میرا دین، اسی پر اس دھوبی کی نجات ہوگئ" یا پھر اس نے ان کا نام بطور برکت و وسیلہ کے لیا یعنی"غوث اعظم کا دھوبی" ہونا یہ ایک اجمالی جملہ تھا جس کی تفصیل جو ہمارے نزدیک ہے وہ حضرت تھانوی نے درج کر دی۔اب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا خدا بریلویوں کے نزدیک بھی اللہ ہی ہے،ان کا دین بریلویوں کے نزدیک بھی اسلام ہی ہے اور ان کے نبی بریلویوں کے نزدیک بھی آقا مدنی ﷺ ہی ہیں۔یعنی حضرت تھانویؒ کی عبارت سے پتا چلا کہ اس دھوبی کا جواب بالواسطہ وہی ہے

جو ہونا چاہیے ۔جبکہ احمد رضا خان کا دین کیا ہے اس کے متعلق تو اس نے اپنے وصایا شریف میں خود ہی کہہ دیا ہے:

”میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے“

بلکہ خود بریلویوں اور احمد رضا خان کی اپنی عبارات سے اس کا کافر ہونا ثابت ہوتا ہے (جس کی تفصیل کے لیے فقیر کی کتاب دست و گریباں ملاحظہ فرمائیں) تو احمد رضا خان کی حیثیت شیخ جیلانیؒ والی کہاں رہی؟ اس لیے حضرت تھانوی کی عبارت ہرگز اوکاڑوی صاحب کی مؤیدہ نہیں۔ جب کہ کلیات شیخ الہند کے اشعار موضوع سے ہٹ کر ہیں۔اس لیے کہ مصنف جہانس نے اعتراض قبر میں ہونے والے سوالوں سے متعلق کیا ہے جبکہ ان اشعار کا تعلق قبر سے اٹھنے کے بعد سے ہے۔اس لیے ان اشعار کا تو یہاں نقل کرنا ہی اوکاڑوی صاحب کے بے حواس ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے۔علاوہ ازیں ان اشعار کا صحیح مفہوم اور ان پر اعتراض کا جواب بھی پیچھے گزر چکا ہے۔

صراط مستقیم وفتاویٰ رشیدیہ کی عبارت پر اعتراض کا جواب

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”پارٹ ۲ صفحہ ۱۹ پر جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف اپنے امام اسماعیل دہلوی بالاکوٹی کی کتاب ”صراط مستقیم“ سے ایک عبارت نقل کر کے اس کی وضاحت کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ اس گندی عبارت کو صوفیانہ ٹرمنالوجی سے نہایت پاک عبارت ثابت کر دیں“

{**سفید وسیاہ صفحہ نمبر** 185}

الجواب

محترم قارئین! اس مذکورہ عبارت میں اوکاڑوی صاحب نے مصنف جہانس پر تنقید نہیں کی، بلکہ اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے۔ اتنی سی بات تو ہر آدمی جانتا ہے کہ جو کتاب جس موضوع پر لکھی جائے اسے اسی موضوع کے تحت سمجھا جاتا ہے نہ کہ اوکاڑوی صاحب اور تمام بریلوی علماء کی طرح کہ کتاب کا موضوع کچھ اور ہوتا ہے اور یہ اپنا من مانا غلط مفہوم اس عبارت کو پہنا کر اپنے غلط مفہوم کو اصل قرار دیتے ہیں اور عبارت کو سمجھنے کے لیے اس طرف غور ہی نہیں کرتے کہ آخر یہ عبارت جس کتاب سے لی گئی وہ کس موضوع پر لی گئی ہے۔

محترم قارئین! دو باتیں ذہن میں رکھیں!

(۱) لغوی اور اصطلاحی معنی میں کیا فرق ہوتا ہے۔

(۲) صراط مستقیم کا کیا موضوع ہے یعنی یہ کتاب کس عنوان اور کس فن پر لکھی گئی ہے۔

پہلی بات کی وضاحت

مختصراً صرف اتنا سمجھ لیں ایک لغوی معنی ہوتا ہے اور ایک اصطلاحی معنی۔ لغوی معنی سے مراد اس لفظ کا لفظی معنی ہوتا ہے اور اصطلاحی معنی سے مراد ہے کہ کوئی لفظ جس کا لغوی معنی کوئی اور ہو لیکن آپ اسے ایک خاص مفہوم کے ساتھ خاص کر دیں تو اسے اصطلاحی معنی کہتے ہیں۔ مثال کے طور پے "لفظ رب" کا لغوی لفظی معنی ہے پالنے والا جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں: "وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا (۲۴) اور جھکا دے ان

کے آگے کندھے عاجزی کر کے نیاز مندی سے اور کہہ اے رب ان پر رحم کر جیسا پالا انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا"

دیکھیں! اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بھی لفظ "رب" کا استعمال فرمایا اور والدین کے لیے بھی "رَبَّیٰنِی" کا لفظ استعمال کیا۔ دیکھیں! ایک ہی آیت میں لفظ رب سے مراد بمعنی الٰہ وخدا اور پالنے والے کے اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور بمعنی پالنے کے والدین بھی ہیں۔ لیکن عام طور پر لفظ رب بولنے سے ہمارا ذہن اُس کے لغوی معنی کی طرف نہیں جاتا بلکہ اُس کے اصطلاحی معنی کی طرف جاتا ہے۔ تو پتا چلا "لفظ رب" کا ایک لغوی معنی ہے پالنے والا۔ اس کے لحاظ سے یہ ماں باپ کے لیے بھی ٹھیک ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے میں اس لفظ کو بطور اصطلاح استعمال کیا جاتا ہے یعنی رب کا لفظ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لیے ہمارے معاشرے میں جب کوئی بھی رب کا لفظ بولے گا تو اس کا لغوی ولفظی معنیٰ مراد نہیں بلکہ اصطلاحی معنیٰ مُراد ہو گا۔ اب اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے صراط مستقیم و فتاویٰ رشیدیہ کی عبارات پر اعتراض کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

صراط مستقیم کی عبارت پر اعتراض کا جائزہ

محترم قارئین! آیئے سب سے پہلے ہم یہ بتا دیں کہ اس کتاب کا موضوع علمِ تصوف ہے۔ لہذا اس کو علمِ تصوف کے آئینہ میں ہی دیکھا جائے گا۔ جس پر اوکاڑوی صاحب کے پیٹ میں سخت مروڑ اٹھ رہے ہیں۔ جس کا اظہار ان کے ان الفاظ سے ہو رہا ہے "عبارت کو صوفیانہ ٹرمنالوجی سے نہایت پاک عبارت ثابت کر دیں" جناب اوکاڑوی صاحب! عبارت تو پہلے ہی صاف ہے لیکن جن کے اپنے ذہن گند سے بھرے ہوئے

ہیں اور وہ اس عبارت میں بھی اپنے اسی ذہن کی گندگی کو شامل کرنا چاہتے ہیں۔ان کی صفائی اوران کے ذہن کی گندگی کو دور کرنے کی ہم کوشش کریں گے۔

محترم قارئین! عبارت کے جواب سے پہلے یہ بات بھی ملاحظہ فرمالیں کہ صراط مستقیم سید احمد شہیدؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جس میں ایک مقدمہ ہے اور چار ابواب ہیں۔ان ملفوظات کو دو حضرات نے جمع کیا ہے:

(۱) شاہ اسمٰعیل شہیدؒ (مقدمہ، پہلا باب اور چوتھا باب حضرت شاہ شہید نے جمع کیا ہے)

(۲) حضرت مولانا عبدالحی بڈھانویؒ (دوسرا باب اور تیسرا باب مولانا عبدالحیؒ نے جمع کیا ہے)

چونکہ ان ملفوظات کو جمع کرنے میں زیادہ کام شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے کیا ہے اس لیے ان کو اس کا مصنف یا ان کی سوانح حیات پر لکھی گئی کتب میں ان کی تصانیف کی فہرست میں صراط مستقیم کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔لیکن صراط مستقیم کے شروع میں ہی خود شاہ اسمٰعیلؒ نے بھی اس بات کی وضاحت کردی ہے کہ دوسرا اور تیسرا باب مولانا عبدالحی نے لکھا ہے۔اب غور فرمائیں بریلوی حضرات اور اوکاڑوی صاحب کو جس عبارت پر اعتراض ہے وہ دوسرے باب میں ہے (جسے مولانا عبدالحیؒ نے جمع کیا)۔اب انصاف اور امانت داری کا تو یہی تقاضہ ہے جس عبارت پر ان کو اعتراض ہے وہ جس باب میں ہے یہ اسی کے جمع کرنے والے مولانا عبدالحیؒ یا صاحب ملفوظات سید احمد شہیدؒ پر تنقید کریں (جس کا جواب ہم ان کو دیں گے) لیکن اس دوسرے باب میں موجود عبارت پر تنقید کرتے ہوئے بریلوی حضرات کا سارا زور حضرت شاہ شہیدؒ پر تنقید کرنا ہوتا ہے اور ان پر اپنا غصہ نکالنا ہوتا ہے۔جس سے یہ بات پتا چلتی ہے کہ بریلوی حضرات کا ہم سے

یا شاہ شہید سے ذاتی بغض وعناد ہے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام تو یہ صرف کندھا استعمال کرنے کے لیے لیتے ہیں۔ بریلوی حضرات کے پاس اس کا ایک ہی جواب ہوتا ہے یعنی شاہ اسمٰعیل شہید کی سوانح حیات میں شاہ شہید کی تصانیف میں صراط مستقیم کا ذکر آیا ہے۔لیکن حقیقت آپ کے سامنے ہے کہ صراط مستقیم کا ذکر شاہ شہیدؒ کی تصانیف میں صرف اس وجہ سے کیا جاتا ہے کہ اس کا اکثر حصہ شاہ شہیدؒ نے ہی جمع کیا ہے۔لیکن جس عبارت پر بریلوی حضرات کو اعتراض ہے وہ جس باب میں ہے اسے شاہ شہیدؒ نے جمع نہیں کیا۔آیئے !اب صراط مستقیم کے چاروں ابواب کے موضوع ملاحظہ فرمائیں۔تا کہ آپ کو پتا چل جائے کہ اس کتاب کا موضوع علم تصوف ہے۔

پہلا باب: طریق نبوت اور طریق ولایت میں امتیاز کرنے کی وجوہ پر ہے۔

دوسرا باب: عبادات کو صحیح طریق پر ادا کرنے کے بیان میں۔

تیسرا باب: راہ ولایت کے سلوک کے بیان میں۔

چوتھا باب: راہ نبوت کے طریق کے بیان میں

محترم قارئین! آیئے !صراط مستقیم کے دوسرے باب (جس کے جمع کردہ شاہ شہیدؒ نہیں بلکہ مولانا عبدالحیؒ ہیں) کی اصل عبارت کی طرف اور اس کے صحیح ترجمہ کی طرف ۔صراط مستقیم چونکہ فارسی میں ہے ۔اس لیے پہلے اصل کتاب سے ملاحظہ فرمائیں۔سید احمد شہیدؒ فرماتے ہیں:

”از وسوسۂ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آن از معظمین گو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤ خر خود است کہ خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان می چسپد بخلاف گاؤ خر کہ نہ آں قدر چسپید گی می بود بلکہ مہان ومحقرمی بود واین تعظیم و اجلال غیر کہ

درنماز ملحوظ ومقصود می شود بشرک می کشد بالجملہ منظور بیان تفاوت وساوس است“

{**صراط مستقیم فارسی صفحہ نمبر** 86}

ترجمہ:”زنا کے وسوسے سے اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ اور اس کی مثال قابل تعظیم ہستیاں خواہ جناب رسالت مآب ﷺ ہوں کی جانب ”ہمت“ کا عمل کرنا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے کیونکہ شیخ اور قابل تعظیم ہستیوں کا خیال، تعظیم اور بزرگی کے ساتھ، انسان کے دل کی گہرائیوں میں جا چپکتا ہے۔ بخلاف گائے اور گدھے کے خیال کے کہ اسے اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور نہ تعظیم بلکہ حقیر اور کم حیثیت ہوتا ہے اور یہ تعظیم اور بزرگی جو نماز میں مقصود اور ملحوظ ہوتی ہے، شرک کی طرف لے جاتی ہے۔ بالجملہ اس جگہ مقصود وساوس کے فرق کا بیان ہے“

محترم قارئین! یہ ہے وہ عبارت جس پر اوکاڑوی صاحب اور ان کا ہمنوا بریلوی مسلک اتنا تلملا رہا ہے۔ ایک عام اردو پڑھنے والا مسلمان بھی اسے سمجھ سکتا ہے کہ اس عبارت میں گستاخی تو بہت دُور اس کا شائبہ تک نہیں۔ بلکہ اس عبارت میں نماز میں آنے والے وساوس کا بیان ہے۔ اس عبارت کے ذیل میں سب سے اہم بات سمجھنے والی ہے کہ سید شہیدؒ نے آنحضرت ﷺ اور نیک لوگوں کے لیے ”صرف ہمت“ کا لفظ استعمال کیا ہے اور ان ہستیوں کو قابل تعظیم ٹھہرایا ہے۔ اور گاؤ خر وغیرہ کو نا قابل تعظیم،، حقیر اور کم حیثیت ٹھہرایا ہے۔ جس سے پتا چلتا ہے کہ اس عبارت سے آنحضرت ﷺ اور دیگر قابل تعظیم ہستیوں کے مقام کے ارفع واعلیٰ ہونے کا ثبوت مل رہا ہے۔

آیئے! قارئین! اب اصل بحث کی طرف، بریلوی حضرات اس عبارت سے عوام کو اس طرح دھوکہ دیتے ہیں کہ وہ ”صرف ہمت“ کا ترجمہ ”خیال“ کرتے ہیں۔ اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اس عبارت میں یہ کہا گیا ہے کہ نماز میں حضور ﷺ کے خیال کا

آ نا نعوذ باللہ گاؤ خر کے خیال سے بدتر ہے۔

اس عبارت سے یہ مفہوم اخذ کرنا انتہائی دھوکہ دہی ہے۔اس لیے کہ جیسا کہ پیچھے بھی بتلایا جا چکا ہے کہ یہ کتاب تصوف کے موضوع پر لکھی گئی ہے۔اس لیے اس کتاب کو اسی تصوف کے ذیل میں سمجھنا چاہیے۔

محترم قارئین!"ہمت" کا لفظ جو اس عبارت میں استعمال ہوا۔یہ تصوف میں باقاعدہ ایک اصطلاح ہے۔اس لیے یہاں اس لفظ کا لغوی معنیٰ مراد نہیں لیا جائے گا۔ اور تصوف کی اس اصطلاح کی وضاحت خود شاہ شہیدؒ نے فرمائی ہے۔اب جب بریلوی حضرات کے بقول یہ عبارت شاہ شہیدؒ کی ہے تو انہیں اپنے احمد رضا خان کا یہ قانون بھی یاد رکھنا چاہیے۔چناچہ وہ لکھتے ہیں:

"اب آپ سے مواخذہ ہے اور خصوصاً خود آپ کے لفظوں کا دوسرا شارح کیوں بنے تصنیف را مصنف نیکو کند بیان (مصنف تصنیف کو اچھی طرح بیان کرتا ہے)"

{کلیات مکاتیب رضا صفحہ نمبر 181}

بقول احمد رضا خان کے بھی معلوم ہوا کہ مصنف ہی اپنی تصنیف کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔تو جب بقول بریلویوں کے یہ عبارت شاہ شہیدؒ کی ہے تو آیئے! انہی سے پوچھتے ہیں کہ ان کے نزدیک "ہمت" سے کیا مراد ہے۔چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

"دوام حضور والوں کی قوت واہمہ میں اس کی قدرت پیدا ہو جاتی ہے کہ کسی خاص کام کے وقوع پر یا کسی فائدے کی بات کے حصول پر مضرر رساں امر کے ازالے پر اپنی قوت واہمہ کی توجہ کو مرتکز کر دیں یا کسی کے دل میں اپنی محبت ڈالنا چاہیں تو جیسا وہ چاہتے ہیں وہی واقع ہو جاتا ہے اس کا اصطلاحی نام "ہمت" ہے"

{عبقات مترجم اردو صفحہ نمبر 38}

تو معلوم ہوا کہ "ہمت" کا معنی اس عبارت میں "خیال" نہیں۔ بلکہ اس لفظ کا ایک خاص مفہوم ہے۔ جو کہ عرض کر دیا گیا ہے۔ لہذا اوکاڑوی صاحب کے وہ سارے اعتراضات اور الزامی جوابات پیش کرنا جو انہوں نے اس عبارت میں لفظ "ہمت" کا معنی "خیال" سمجھ کے کیے ہیں۔ وہ سب کے سب بے کار ہوئے۔ مثلاً ایک اعتراض اوکاڑوی صاحب نے یہ کیا کہ:

"اسماعیل دہلوی اور ان کے ماننے والے اسماعیلیوں وہابیوں کی نماز کیسے ہو گی؟ اس لیے کہ نماز میں قرآن پڑھنا فرض ہے اور اگر قرآن شریف کی ایسی آیات یا سورت پڑھیں گے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف یا توصیف یا اسم مبارک کا ذکر ہو گا تو خیال ضرور آئے گا، خاص کر التحیات میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ارادۂ انشاء کے ساتھ سلام عرض کیا جاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی شہادت دی جاتی ہے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پر درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ اس وقت تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال ضرور آتا ہے"

{**سفید وسیاہ صفحہ نمبر** 186 **تا** 187}

الجواب

اوکاڑوی صاحب سے عرض ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے ماننے والوں کی نماز تو الحمدللہ ہو جائے گی۔ ان کو نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال ضرور بہ ضرور آتا ہے۔ بلکہ ان کے نزدیک تو نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال آنا چاہیے۔ اور یہ عبارت بھی اس کے خلاف نہیں اس لیے کہ اس میں خیال آنے کی ممانعت نہیں بلکہ "صرف ہمت" کی ممانعت ہے جس کا مفہوم عرض کر دیا گیا ہے اور اس کا معنی خیال ہرگز نہیں۔ لیکن جناب اوکاڑوی صاحب اور ان کے ہم مسلک ساتھیوں کو اپنے ایمان اور اپنی نمازوں کی فکر کرنی چاہیے

اس لیے کہ فتاویٰ مسعودی کی عبارت پیچھے گزر چکی ہے جس کی روشنی میں وہ خود اپنے ممدوح مفتی کے فتوی کی روشنی میں مشرک ٹھہرتے ہیں۔اس لیے ہمیں کو سنے کی بجائے اپنے ایمان کی فکر کریں۔اللہ آپ کو ہدایت نصیب کرے اور بغض اہلسنت کی بیماری سے نجات دلائے۔

فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت پر اعتراض کا جواب

اس کا جواب ملاحظہ فرمانے سے پہلے لغوی و اصطلاحی معنوں کے حوالے سے پیچھے جو تمہید عرض کی گئی تھی اسے ذہن میں رکھیں۔اس لیے کہ یہ عبارت بھی بے غبار اور واضح ہے۔اصل فتویٰ ملاحظہ ہو!

"لفظ رحمۃ اللعالمین صفت خاصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے بلکہ دیگر اولیاء وانبیاء وعلماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں لہذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے۔فقط

{تالیفات رشیدیہ مع فتاویٰ رشیدیہ صفحہ نمبر 104}

محترم قارئین! سب سے پہلے تو اس عبارت کا مفہوم ملاحظہ فرمائیں! جیسا کہ پیچھے لغوی و اصطلاحی معنوں کی بحث گزر چکی ہے۔جس سے پتا چلتا ہے کہ ایک لفظ لغوی معنے کے اعتبار سے کسی پر بولنا جائز ہوتا ہے جب کہ اصطلاح میں وہ کسی اور کے لیے بولا جاتا ہے۔جیسا کہ اس کے ضمن میں فقیر نے "لفظ رب" کی مثال دی تھی کہ "ربیانی" کا لفظ والدین کے لیے قرآن مجید میں آیا ہے۔لیکن ہمارے معاشرے میں عام طور پر اس لفظ کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی بولا جاتا ہے۔یعنی ہمارے معاشرے کی اصطلاح میں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہو گیا۔لیکن اس کے باوجود اپنے لغوی معنوں کے اعتبار

سے اس کا استعمال دیگر افراد مثلاً والدین پر بھی ہو جاتا ہے۔اسی طرح لفظ ”رحمۃ للعالمین“ کو سمجھیے۔اصطلاحی معنے کے اعتبار سے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس و مقدس کے ساتھ خاص ہے۔لیکن اپنے لغوی معنی کہ ”عالم کے لیے موجب رحمت ہونا“ یعنی رحمت کا سبب ہونا، اس کے اعتبار سے یہ دیگر حضرات کے لیے بھی استعمال ہوسکتا ہے اور حضرت گنگوہیؒ کی عبارت میں یہی مُراد ہے جیسا کہ عبارت کے یہ الفاظ ”لہذا اگر دوسرے پر اس لفظ کو بتاویل بول دیوے تو جائز ہے“ اس پر شاہد ہیں کہ حضرت گنگوہیؒ نے مطلق اس کو استعمال کی اجازت نہیں دی بلکہ تاویل کی قید کے ساتھ اس کی اجازت دی۔اور تاویل کا مطلب یہی ہے کہ اس کو لغوی اعتبار سے ہی استعمال کیا جائے۔

محترم قارئین! اس مختصر سی وضاحت سے آپ کو اس عبارت کا مفہوم سمجھ میں آ گیا ہوگا۔اللہ کرے کہ اوکاڑوی صاحب کی سمجھ میں بھی آ جائے اگر وہ سمجھنا چاہیں۔لیکن ان کا تو مقصود ہی یہی ہے کہ کسی کی عبارت پر اپنی من مانی تشریح کو مسلط کر دیا جائے اور جب وہ اس کا صحیح مفہوم سمجھائے تو ”میں نہ مانوں“ کی ضد لگا لی جائے۔آیئے! عبارت کا اصل مفہوم جاننے کے بعد اوکاڑوی صاحب کے اس پر اعتراض کو ملاحظہ فرمائیں!

وہ لکھتے ہیں:

”ہر وہ شخص جس کو عبارت فہمی کا سلیقہ ہے وہ خوب جانتا ہے کہ فتاویٰ رشیدیہ کی مذکورہ عبارت کے تین جز ہیں۔دعویٰ، دلیل، تفریع، ”لفظ رحمۃ للعالمین صفتِ خاصہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نہیں“ دعویٰ ہے۔”بلکہ دیگر اولیاء وانبیاء اور علماء ربانیین بھی موجب رحمت عالم ہوتے ہیں اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب میں اعلیٰ ہیں“ یہ دلیل ہے۔”لہذا اگر دوسرے پر بتاویل بول دیوے تو جائز ہے“ یہ تفریع ہے (تفریع: شاخ نکالنا)

گنگوہی صاحب کا یہ کلام صراحۃً پکار رہا کہ ”رحمۃ للعالمین“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی

مخصوص صفت نہیں بلکہ علمائے ربانیین کو بھی رحمۃ للعالمین کہنا جائز ہے۔ رہی " بتاویل" کی قید، تو یہ گنگوہی صاحب نے عام لوگوں کو پھنسانے کے لیے ایک آڑ بنائی ہے، ورنہ دلیل اگرچہ مثبت مدعا نہیں مگر ان گنگوہی صاحب کا مقصود تو صفتِ خاصہ ہی اڑانا ہے"

{**سفید و سیاہ صفحہ نمبر** 190}

الجواب

محترم قارئین! ہم اوکاڑوی صاحب کو کہنا چاہتے ہیں کہ یقیناً " ہر وہ شخص جس کو عبارت فہمی کا سلیقہ ہے وہ خوب جانتا ہے" لیکن وہ خود ان اشخاص میں شامل نہیں۔ اگر ہوتے تو انہیں پتا ہوتا کہ یہاں لغوی اعتبار سے خاصیت کی نفی ہے، اصطلاحی اعتبار سے خاصیت کی نفی نہیں۔ لہذا انہوں نے حضرت گنگوہیؒ پر کیچڑ اچھالنے کے لیے جو ہانڈی تیار کی تھی اور اس میں جو مرچ مصالحے لگائے تھے وہ سب بے کار گئے۔ اس لیے اس کا وہ مفہوم ہے ہی نہیں جو وہ مسلط کرنا چاہ رہے ہیں۔ ہمارا اوکاڑوی صاحب سے سوال ہے کہ اگر لغوی اعتبار سے بھی وہ لفظ " رحمۃ للعالمین" کو خاصیت سمجھتے ہیں۔ تو وہ درج ذیل حضرات کے بارے میں بتائیں کہ ان کا کیا حکم ہے؟

ملاحظہ فرمائیں! وہ عبارات جن میں علماء کرام بلکہ خود بریلوی علماء نے بھی " لفظ رحمۃ للعالمین" کا اطلاق دیگر حضرات پر کیا ہے۔

شاہ ابوالمعالیٰ نے حضرت غوث پاک کو " رحمۃ للعالمین" لکھا ہے۔

{**تحفہ قادریہ صفحہ نمبر** 49}

فرید الملۃ والدین بابا فرید گنج شکر نے صالحین کی محبت کو " رحمۃ للعالمین" لکھا ہے۔

{**راحت القلوب صفحہ نمبر** 81}

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ: ”انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام تمام اہل جہاں کے لیے سراسر رحمت ہیں“

{مکتوبات۔دفتر سوم۔صفحہ نمبر 32}

شیخ سعدیؒ نے بادشاہ کو ”رحمۃ للعالمین“ لکھا ہے۔

{بوستان۔صفحہ نمبر 94}

مولانا رومؒ نے عقل مند کو ”رحمۃ للعالمین“ کہا ہے۔

{مثنوی۔دفتر اول۔صفحہ نمبر 101}

مولانا رومؒ نے دھوپ کو ”رحمۃ للعالمین“ کہا ہے۔

{مثنوی دفتر چہارم۔حصہ اول۔صفحہ نمبر 19}

مولانا رومؒ نے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو ”رحمۃ للعالمین“ کہا ہے۔

{مثنوی۔حصہ اول۔صفحہ نمبر 180}

فوائد الفوائد جس کا ترجمہ علامہ شمس بریلوی نے کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ راستین لقب یافتہ وما ارسلنٰك الا رحمة اللعالمين ۔ملک الفقراء والمساکین نظام الحق والشرع والہدیٰ والدین“

{صفحہ نمبر 57۔مدینہ پبلشنگ}

حضرت خواجہ سلیمان تونسوی لکھتے ہیں:

”انبیاء اور اولیاء تمام جہانوں کے لیے رحمت رہیں“

{تذکرہ خواجہ سلیمان تونسوی۔صفحہ نمبر 227}

خواجہ صاحب کے متعلق لکھا ہے: ”رحمۃ للعالمین قطب الوریٰ“

{تذکرہ خواجہ سلیمان تونسوی۔صفحہ نمبر 227}

تحفۃُ الابرار جس کو ترتیب اور اس پر مقدمہ پیرزادہ اقبال فاروقی بریلوی نے لکھا

ہے اس میں خواجہ صاحب تونسوی کے متعلق لکھا ہے "سہمہ سلیمان رحمۃ اللعالمین"

{**تحفۃ الابرار صفحہ نمبر** 305}

اس میں لکھا ہے "رحمۃ اللعالمین قطب الوریٰ"

{**تحفۃ الابرار صفحہ نمبر** 306}

علامہ ابن حزم نے احکامات کو "رحمۃ اللعالمین" کہا ہے۔

{**الاحکام فی اصول القرآن۔ جلد 1۔ صفحہ نمبر** 350}

الاحکام للآمدی میں بھی احکامات کو "رحمۃ اللعالمین" کہا ہے۔

{**جز 3 صفحہ نمبر** 386}

پیر جماعت علی شاہ صاحب نے خواجہ یعقوب اور خواجہ محمد دربندی کے متعلق فرمایا کہ "رحمۃ اللعالمینی" کی شان میں جلوہ گر تھے۔

{**سیرت امیر ملت صفحہ نمبر** 609}

مولوی محمد یار فریدی بریلوی نے اپنے آپ کو "رحمۃ اللعالمین" لکھا ہے۔

{**دیوان محمدی صفحہ نمبر** 76}

اسی نے ایک جگہ لکھا ہے "رحمۃ اللعالمین" پیر صدر دین کی شکل میں ملتان آئے ہوئے تھے۔

{**دیوان محمدی صفحہ نمبر** 45}

مولوی غلام جہانیاں بریلوی نے خواجہ محمد بن احمد بخاری کو "رحمۃ اللعالمین" لکھا ہے۔

{**ھفت اقطاب صفحہ نمبر** 70}

صدر الشریعہ حکیم امجد علی بریلوی کے قریبی رشتہ دار (سالے) نے اپنے دادا پیر کے لیے "رحمۃ اللعالمین" کا لفظ لکھا ہے۔

{**چراغ ابو العلائی صفحہ نمبر** 131}

مفتی غلام سرور قادری نے حامل قرآن کو "رحمۃ اللعالمین" لکھا ہے۔

{**مقدمہ عمدۃ البیان**}

غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں: "ہر کہ ھنگامہ عالم بود رحمۃ للعالمینے بود"

{**تفسیر تبیان القرآن جلد 7۔ صفحہ نمبر** 685}

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام صفات کریمہ بایں معنی خصائص حضور ہیں کہ کوئی صفت میں حضور کی مماثل وشریک نہیں امام بوصیری فرماتے ہیں منزہ شریك محاسنه فجوهر الحسن فيه غير منقسم مگر حضور نے انہی بعض صفات کریمہ کا اپنے مستفیضوں اپنے خادموں اپنے غلاموں پر بھی پرتو ڈال دیا جیسے علیم۔ حلیم۔ رحیم۔ کریم"

{**فتاویٰ رضویہ جلد** 5، **حصہ** 4 **صفحہ نمبر** 398}

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

"ہر عطائی کمال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاص ہے اور دوسروں کو انھیں کے واسطے حاصل ہے"

{**فہارس فتاویٰ رضویہ صفحہ نمبر** 520}

خواجہ معصوم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) نے تحقیق کیا ہے کہ جو کمال بھی نبی کو حاصل ہے اس کے کامل متبعین کو بھی تبعیت وطفیل کے طور پر وہ ثابت ہے"

{**مکتوبات معصومیہ۔ دفتر اول۔ مکتوب نمبر** 189}

محترم قارئین ! یہ 24 کے قریب حوالہ جات آپ کے سامنے ہیں ۔اوکاڑوی صاحب نے اپنی بے جا تنقید کے ثبوت میں جو عبارت نقل کی جس کے الفاظ یہ ہیں "میزاب رحمۃ اللہ علی العٰلمین "اور کہا کہ حضرت گنگوہی نے آقا مدنی ﷺ کی خاصیت کا انکار نعوذ باللہ اس لیے کیا کہ وہ خود بھی اس میں شامل ہوسکیں ۔تو اب میرا ان سے سوال ہے کہ حضرت گنگوہیؒ نے تو آقا مدنی ﷺ کے علاوہ کسی پر اس لفظ "رحمۃ اللعالمین " کا اطلاق نہیں کیا۔فقط اصولی مسئلہ سمجھایا۔لیکن پیچھے جو عبارات گزریں ان میں آپ کے علماء و دیگر علماء وصوفیائے اہلسنت (جن کو ماننے کا دعویٰ آپ کے مسلک والوں کو بھی ہے) نے آقا مدنی ﷺ کے علاوہ دیگر حضرات پر صراحتہً "رحمۃ اللعالمین" کا اطلاق کیا ہے بلکہ فوائد الفوائد کی عبارت میں تو آیت "وما ارسلنٰك رحمۃ اللعالمین " تک کا اطلاق کردیا گیا ہے۔تو آپ کا ان کے بارے میں کیا حکم ہے اگر صرف مسئلہ سمجھانے پر آپ حضرت گنگوہیؒ کو گستاخ ثابت کرنے پر تُلے ہوئے ہیں ۔تو اب حق گوئی کا کیا تقاضا ہے کہ ماقبل میں جن علماء وصوفیاء نے صراحتہً آقا مدنی ﷺ کے علاوہ دیگر حضرات پر رحمۃ اللعالمین ہونے کا اطلاق کیا۔ان پر بھی اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر یہی فتویٰ لگائیں ۔لیکن آپ سے اس کی امید کرنا بیکار ہے۔اس لیے کہ آپ کا مقصد اگر حق گوئی ہوتا تو آپ ہمارے اکابر کی صاف اور بے غبار عبارت کو داغدار کرنے کے لیے اپنے گستاخانہ ذہن سے ایک گستاخانہ مفہوم بنا کر ان پر مسلط کرنے کی کوشش ہرگز نہ کرتے۔

اوکاڑوی صاحب کی بدحواسیوں کا جواب

صفحہ نمبر 193,192 پر موجود اوکاڑوی صاحب کی

لن ترانیوں کا جواب

”قارئین محترم ! یہ خادم اہل سنت پہلے ہی عرض کر چکا ہے کہ میرے پاس اس موضوع پر اس قدر مواد ہے کہ اسے شائع کرنا چاہیں تو بے شمار کتابیں بن جائیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ”جوہانس برگ سے بریلی“ کے تین حصے مجھے دیئے گئے۔ ان تینوں حصوں میں کتابچوں کے مصنف کی اتنی جرات بھی نہیں ہوئی کہ وہ اپنا نام ہی لکھ دیتا۔ ان کتابچوں کے مندرجات کا اگر سطر بہ سطر تفصیلی جواب لکھا جائے تو یقیناً ایک بہت ضخیم کتاب بن جائے۔ دیوبندیوں وہابیوں کی طرح ہمیں غیر مسلموں سے دنیاوی مال وزر وغیرہ کی صورت میں امداد بھی نہیں ملتی۔ ہم تو حبیب پروردگار، نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در کے بھکاری ہیں۔ غیر مسلموں کی امداد سے ہمیں اللہ سبحانہ محفوظ ہی رکھے۔ کہنا یہ ہے کہ بہت ضخیم کتاب کی قوتِ خرید اور فرصت مطالعہ بھی ہر کسی کے پاس نہیں، تاہم اس خادمِ اہل سنت نے قریباً ہر اعتراض کا جواب پیش کر دیا ہے اور محض رضائے الٰہی اور رضائے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ناموس رسالت اور مذہب حق کا تحفظ ہی میرا نصب العین ہے۔ آرزو یہی ہے زبان و قلم سے تادمِ آخر گستاخان رسول کا قلع قمع کرتا رہوں اور مخلوق خدا کو ان دینی لٹیروں کی ناپاک سازشوں سے آگاہ کرتا رہوں تاکہ سنّی مسلمان اپنے عقائد کا تحفظ کر سکیں“

الجواب

اوکاڑوی صاحب! آپ کے پاس علمائے اہل سنت کے خلاف جس قدر مواد ہے یا ان کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے آپ نے اب تک جو کچھ شائع کیا ہے۔ اس ایک کتاب سے ہی اس کی حقیقت کھل چکی ہے۔ اور پتا چل چکا ہے کہ علمی دنیا میں آپ کا کیا مقام ہے۔ اس لیے اگر اسی طرح کا مواد آپ مزید شائع کرنا چاہتے

ہیں۔تو بڑے شوق سے کریں۔اس سے آپ اپنے ارد گرد بیٹھے جاہل مریدوں کی واہ واہی تو حاصل کر سکتے ہیں اور کچھ نہیں۔باقی رہا مصنف جہانس اور اس کی کتاب۔تو اس کے جو اعتراض آپ نے نقل کیے وہ اکثر اعتراض جائز تھے۔آپ نے اس کا جو نا کام جواب دینے کی کوشش کی۔اس کی حقیقت بھی قارئین کے سامنے آ چکی ہے۔باقی رہا آپ کا یہ الزام کہ ہم غیر مسلموں سے مال وزر لیتے ہیں۔تو یہ آپ کا محض بہتان ہے۔ جب کہ آپ کے محدث اعظم پاکستان کے فرزند اور آپ کے ہم مسلک ساتھی فضل کریم فیصل آبادی کا امریکہ سے ڈالر لینا اخبارات کی زینت بھی بن چکا ہے اور ساری دنیا کو پتا چل چکا ہے۔اور اس کی تصدیق آپ کے عرفان شاہ مشہدی کے بھائی محفوظ مشہدی نے کی ہے۔یعنی امریکہ سے ڈالر لینے والے بھی آپ اور اس کی تصدیق کرنے والے بھی آپ۔اس لیے دوسروں پر کیچڑ اچھالنے کے بجائے اپنے گھر کا گند صاف کریں۔باقی رہا اس کتاب "سفید وسیاہ" کا تو فقیر نے الحمدللہ آپ کے تمام اعتراضات کے جوابات اور آپ کے جوابات کے جواب الجوابات دے دیے ہیں۔آپ نے علمائے اہل سنت کو بدنام کرنے لیے جو محل کھڑا کیا تھا وہ تو زمین بوس ہو چکا ہے۔زہے نصیب۔دوسروں کو گستاخ کہنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانکیں۔پہلے اپنے ان نظریات وعقائد جو خود آپ کے علماء کے بقول کفریہ شرکیہ اور گستاخانہ ہیں۔ان پر نظر ڈالیں اور اہلسنت پر یہ الزام لگانا چھوڑیں کہ یہ ہمیں مشرک اور بدعتی کہتے ہیں۔جناب آپ کو مشرک اور بدعتی تو خود آپ کے اپنے علماء کہتے ہیں ہم تو صرف بتاتے ہیں۔آپ خواہ مخواہ بتانے والے پر سارا غصہ نکالتے ہیں اور اصل کہنے والوں کو اپنا بڑا مانتے ہیں۔انشاءاللہ فقیر بھی آپ جیسے بغض اہلسنت رکھنے والوں کا تعاقب جاری رکھے گا اور آپ کی اسلام اور اہل اسلام کے خلاف کی جانے والی سازشوں کو بے نقاب کرتا رہے گا۔تاکہ مسلمان افراط وتفریط کا شکار

ہوئے بغیر صراط مستقیم پر گامزن رہیں۔

اگلی عبارت

"جوہانس برگ سے بریلی" کے تینوں حصوں میں ان کتابچوں کا مصنف یہ ہمت تو ہر گز نہ کر سکا کہ وہ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کسی مستقل تصنیف پر کوئی معقول اعتراض کر سکتا۔اعلیٰ حضرت کی ایک ہزار سے زائد تصانیف ہیں، جن میں علوم و معارف کے موتی بھرے پڑے ہیں، تاہم ان دیوبندی وہابی تبلیغیوں کو محض، تعصب، ضد، ہٹ دھرمی اور حقائق سے چشم پوشی کی وجہ سے بے جا و بے بنیاد اعتراض کا موقع بھی ملا تو صرف ان تحریروں میں، جو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی کے بارے میں دوسروں نے لکھی ہیں۔جب کہ ہم اہل سنت و جماعت (فرقہ ناجیہ) کا بجا طور پر اعتراض، دیوبندیوں وہابیوں کے ان بڑے علماء کی اصل تحریروں پر ہے، جو دیوبندی وہابی ازم کی بنیاد ہیں اور جن کتابوں کو یہ دیوبندی وہابی غالباً، قرآن و حدیث سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور ان ہی کتابوں کی غلط اور کفریہ عبارتوں کی تبلیغ و اشاعت میں اپنی تمام عمر اور تمام توانائیاں ضائع کرتے ہیں"

الجواب

پہلی دو سطروں کا جواب تو یہ ہے کہ آپ نے جو صراط مستقیم کی عبارت پر اعتراض کیا۔کیا یہ شاہ شہیدؒ کی مستقل تصنیف ہے؟ یقیناً ہر گز نہیں۔تو دوسروں کو مشورہ دینے سے پہلے خود اس پر عمل کریں۔رہا معاملہ آپ کے آلہ حضرت کا تو ان کا علمی مقام بھی دنیا کے سامنے آچکا ہے۔(جس کے ثبوت کے لیے دست و گریبان ملاحظہ فرمائیں۔اس کے علاوہ ہمارا دو گھنٹے کا اس موضوع "احمد رضا خان خود اپنے اور اپنے علماء کے فتووں سے

کافر" پر بیان ملاحظہ فرمائیں) جو انسان خود اپنے ہی فتووں سے کافر ہو۔اس کی کیا علمی حیثیت ہو سکتی ہے۔دوسرا اپنے آپ کو اہلسنت کہنا چھوڑ دیں اس لیے کہ آپ تو بدعتی ہیں اور یہ تو آپ کے علماء بھی مانتے ہیں۔تو عوام کو دھوکہ دینے کے لیے اپنے آپ کو سنی اور اہلسنت کہنا چھوڑ دیں۔باقی علماء دیوبند کا اہلسنت ہونا تو خود آپ کے علماء کے ہاں بھی مسلم ہے۔دیکھئے! اکابرین دیوبند کیا تھے؟ اور آپ کے اعتراضات محض بہتان ہیں جن کی حقیقت قارئین کے سامنے آچکی ہے۔ہمارے اکابرین کی کتابوں کا ماخذ قرآن و سنت ہی ہیں، اس لیے ان کا قرآن و حدیث سے زیادہ عزیز رکھنے کا سوال ہی غلط ہے۔اس ضمن میں آخری بات کہ ہم صرف اپنے اکابرین کا دفاع نہیں کرتے بلکہ اکابرین کا دفاع دراصل قرآن و سنت ، اسلام اور اہل اسلام کا دفاع ہے۔اگر ہماری عبارات پر آپ کے لگائے گئے فتاویٰ جات کو قبول کرلیا جائے تو صرف ہمارے اکابر پر حرف نہیں آئے گا بلکہ آپ کے اس فتوائے کفر سے متقدمین علمائے اہلسنت (جن کو ماننے کا دعویٰ آپ کو بھی ہے) اور امت مسلمہ میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا۔اس لیے اکابرین اہلسنت کا دفاع درحقیقت اسلام اور اہلِ اسلام کا دفاع ہے۔جبکہ آپ ان اکابرین پر بہتان لگا کر اپنی توانائیاں بھی ضائع کر رہے ہیں اور اپنی آخرت بھی برباد کر رہے ہیں۔

صفحہ نمبر 193 پر اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

" قارئین کرام! آپ کی معلومات کے لیے علمائے دیوبند کی کچھ کتابوں سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔صرف اس لیے کہ آپ بخوبی جان لیں کہ اللہ کے پیاروں کے خلاف بکواس کرنے والے ان دیوبندیوں وہابیوں تبلیغیوں کے خود اپنے ذوق اور ذہن کا کیا حال ہے۔یہ لوگ خود کو شریعت وسنت کا پابند کہتے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی

کوشش کرتے ہیں کہ ان کے سوا باقی تمام مسلمان سب غلط ہیں۔

دیوبندیوں وہابیوں کی طرح اصل عبارات کو توڑ مروڑ کر نہیں، بلکہ من وعن پیش کر رہا ہوں اور ان عبارات پر خود کوئی Clarification or Comments (تبصرہ یا وضاحت) نہیں کر رہا بلکہ قارئین خود ہی جان لیں گے کہ ایسی سوچ رکھنے والے علمائے دیوبند اور ان کے دیوبندی وہابی ازم کی اصلیت کیا ہے؟"

جواب

اوکاڑوی صاحب! آپ کے پیش کیے گئے اقتباسات اور ان پر اعتراض کی حقیقت تو آگے آرہی ہے۔ جس سے آپ کے مسلک کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ علمائے دیوبند کا ذوق "علمی اور عملی" ہے جو کہ محتاج ثبوت نہیں۔ جیسا کہ خود بریلوی حکیم الامت احمد یار نعیمی صاحب کہتے ہیں:

واحسرتا

اہلسنت بہر قوالی وعرس دیوبندی بہر تصنیفات درس

خرچ سنی بر قبور وخانقاہ خرچ نجدی بر علوم ودرسگاہ

{دیوان سالک شامل از رسائل نعیمیہ۔صفحہ نمبر 45 ،ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز اردو بازار لاہور}

محترم قارئین! ملاحظہ فرمایئے! بریلویوں کے حکیم الامت بھی کہہ رہے ہیں ہائے حسرت کہ ہم بریلوی قوالیوں، عرسوں اور مزاروں پر خرچ کرتے ہیں جبکہ سنی دیوبندی علم، تصانیف اور درس گاہوں پر خرچ کرتے ہیں۔

اوکاڑوی صاحب! لیجیئے! ہم نے اپنا ذوق تو خود آپ کے حکیم الامت سے ثابت کر دیا اور ساتھ ساتھ بریلویوں کا ذوق بھی نقل کر دیا۔ اور ہم تو اللہ کے پیاروں کے ماننے

والے ہیں اور ان کی بات کو بھی ماننے والے ہیں جس سے آپ کا مسلک یکسر محروم ہے۔ جبکہ علمائے دیوبند جن کا "ولی اللہ" یعنی اللہ کا پیارا ہونے کا ثبوت بریلوی علماء کی کتب سے پیچھے گزر چکا ہے۔اوران کے خلاف اوکاڑوی صاحب نے اپنی اس کتاب میں بھی بکواسات کی ہیں اور مغلظات بکے ہیں۔ہم تمام اہل اسلام کی عزت کرتے ہیں۔جبکہ بریلوی علماء اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔اس کا ثبوت بھی دیا جاچکا ہے۔لہٰذا ہم پر بہتان لگانے سے کچھ فائدہ نہیں۔حقیقت کو قبول کریں۔

باقی علمائے دیوبند کی عبارات میں آپ نے جو توڑ مروڑ کی ہے اس کا ثبوت بھی گزر چکا ہے۔لہٰذا جھوٹ بولنے پر آپ ضرور اللہ کی لعنت کے مستحق ٹھہرے ہیں۔

اس کے علاوہ آگے آپ نے ایک اور جھوٹ بولا ہے کہ میں نے ان عبارات پر اپنی طرف سے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔جبکہ سفید و سیاہ کے جس صفحے پر آپ نے یہ بات کہی اس سے اگلے صفحے پر ہی آپ نے ہماری عبارات پر باطل تبصرہ کیا ہے۔لہٰذا جس طرح آپ کے آلہ حضرت کو عبارات میں قطع و برید کا چسکا تھا اور جھوٹ بولنے کی اس قدر عادت تھی کہ حرمین شریفین جیسی پاک جگہ پر بھی جھوٹ بولنے سے باز نہ آیا۔اس میں سے آپ نے بھی وافر حصہ پایا ہے۔

تذکرہ مشائخ دیوبند سے "پاخانہ سے خوشبو آنے" کے واقعے پر اعتراض کا جواب

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"تذکرہ مشائخ دیوبند" ص۹۶ (مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز ،تاجران کتب کراچی) کے حاشیہ کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیے: "امی بی حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب

وحضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی نانی ہوتی ہیں، نہایت عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں۔ جس وقت انتقال ہوا تو ان کپڑوں میں جن میں آپ (امی بی) کا پاخانہ لگ گیا تھا، عجیب وغریب مہک تھی کہ آج تک کسی نے ایسی خوش بو نہیں سونگھی"

جواب

اس واقعہ پر مختلف بریلوی علماء کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے۔ اس لیے اس کا مفصل جواب ملاحظہ فرمائیں!

محترم قارئین! اس عبارت میں جن بزرگ خاتون کا ذکر کیا گیا ہے ان کے بارے میں واضح لکھا ہے کہ "نہایت عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں" لہٰذا ان کا "ولیہ" ہونا تو واضح ہو گیا۔ اور اس عبارت میں جس چیز کا ذکر ہے وہ چونکہ خرق عادت ہے یعنی عام عادت سے ہٹ کے ہے۔

اگر کسی نبی سے کوئی خرق عادت فعل صادر ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں اور کسی اللہ کے ولی سے کوئی خلاف عادت فعل صادر ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں۔ لہٰذا اللہ کی ان ولیہ کے اس خرق عادت فعل کو کرامت کہا جائے گا۔

اور کرامت کے متعلق ہمارا یہی نظریہ ہے کہ کرامت ظاہر کسی اللہ کے ولی پر ہوتی ہے لیکن اس میں اصل طاقت اللہ تعالیٰ ہی کی ہوتی ہے۔ عام طور پر فضلات سے بدبو ہی آتی ہے لیکن اللہ چاہے تو ان سے خوشبو آنے لگے، اور اس کا اظہار اولیاء اللہ پر ہو تو یہ کرامت ہے۔

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بطور کرامت اہل ولایت سے ایسی باتیں صادر ہوتی ہیں جو خارقِ عادت

(عام عادت سے ہٹ کر) اور ناقص طبیعت ہوتی ہیں یہ اہل سنت کے لئے جائز ہیں"

{**بحوالہ آئینہ اہل سنت۔ صفحہ نمبر 191، اویسی بک سٹال گوجرانوالہ**}

مولانا ابوالبرکات عبدالمالک بریلوی لکھتے ہیں:

"جو کچھ ہوتا ہے خدا کے اذن سے ہوتا ہے۔ پس خوارق کی نسبت خدا کی طرف ہے نہ (کہ) حضرت (شیخ جیلانیؒ) کی طرف"

{**شرح قصیدئہ غوثیہ۔ صفحہ نمبر 65، نوری کتب خانہ لاہور**}

اور کرامت میں دوام نہیں ہوتا یعنی ان نیک بزرگ خاتون کے ساتھ ایسا ہمیشہ نہیں ہوتا تھا چونکہ کرامت میں دوام نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس واقعہ کی حیثیت ہمارے نزدیک ایک کرامت کی سی ہے۔ جس کا تعلق ہرگز قطعیات سے نہیں اور نہ ہی اس کے انکار پر ہم بریلویوں کی طرح گستاخ یا کافر ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔

اس طرح کی خرق عادت افعال کا صادر ہونا ناممکنات میں سے نہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فضلات مبارکہ سے خوشبو آنا تو بریلوی حضرات کے ہاں بھی مسلم ہے۔

جیسا کہ بریلوی مولوی فیض احمد اویسی، نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات مبارکہ کے طاہر ومطہر اور خوشبودار ہونے کے متعلق لکھتے ہیں:

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات شریفہ مادی کثافتیں نہیں بلکہ نورانی اور روحانی لطافتیں ہیں جو نہ صرف طاہر ومطہر ہیں بلکہ موجب شفا اور سبب صد برکات ہیں اور جنہیں نصیب ہوا وہ ان کی خوشبو سے معطر اور مرنے کے بعد جنت کا حقدار بنا"

{**فضلات رسول پاک ھیں شامل از رسائل اویسیہ رضویہ جلد 3۔ صفحہ نمبر 6۔ ادارہ تالیفات اویسیہ**}

اسی طرح بریلوی مولوی احمد سعید کاظمی صاحب نے بھی اس موضوع پر مقالہ لکھا ہے جو کہ مقالات کاظمی کی چوتھی جلد میں موجود ہے۔

اور متعدد بریلوی علماء نے یہ بات لکھی ہے اور اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات ان کے صدقے اولیاء میں بھی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

"ہر عطائی کمال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاص ہے اور دوسروں کو انھیں کے واسطے حاصل ہے"

{فہارس فتاویٰ رضویہ صفحہ نمبر 520}

خواجہ معصومؒ لکھتے ہیں:

"ہمارے حضرت عالی (مجدد الف ثانی) نے تحقیق کیا ہے کہ جو کمال بھی نبی کو حاصل ہے اس کے کامل متبعین کو بھی تبعیت و طفیل کے طور پر وہ ثابت ہے"

{مکتوبات معصومیہ۔ دفتر اول۔ مکتوب نمبر 189}

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام صفات کریمہ بایں معنی خصائص حضور ہیں کہ کوئی صفت میں حضور کی مماثل و شریک نہیں امام بوصیری فرماتے ہیں منزہ شریک محاسنہ فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم مگر حضور نے انہی بعض صفات کریمہ کا اپنے مستفیضوں اپنے خادموں اپنے غلاموں پر بھی پرتو ڈال دیا"

{فتاویٰ رضویہ جلد 5، حصہ 4 صفحہ نمبر 398}

لہٰذا اگر اللہ کی ان ولیہ کے فضلات سے خوشبو آنے کو بطور کرامت اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل مان لیا جائے تو بریلویوں کو بقول بریلویوں کے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ فاضل بریلوی نے بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال کو

اولیاء میں پایا جانا تسلیم کیا ہے۔علاوہ ازیں جو فرقہ جو عقیدہ نبی پاک ﷺ کے لیے مانے وہی شیطان تک لیے مانتا ہو۔اسے اس بات کے ماننے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے۔

محترم قارئین! اس بات کا ثبوت ملاحظہ فرمایئے!

بریلوی عالم جناب غلام یٰسین صاحب بطور ہیڈنگ لکھتے ہیں:

"مسئلہ حاضر و ناظر حضور ﷺ کے معجزات میں سے ایک باکمال معجزہ ہے"

{حاضر و ناظر محبوب۔صفحہ نمبر 155}

اسی طرح بریلوی غزالی زماں رازی دوراں جناب احمد سعید کاظمی صاحب شفاء شریف اور نسیم الریاض کی ایک عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضور ﷺ کا معجزہ علم غیب یقیناً ثابت ہے"

{مقالات کاظمی ،جلد 2، صفحہ نمبر 119،مکتبہ ضیائیہ بوھڑ بازار راولپنڈی}

محترم قارئین! مندرجہ بالا دونوں عبارات میں "حاضر و ناظر" اور "علم غیب" کو نبی پاک ﷺ کے معجزات میں شمار کیا گیا ہے۔اب آیئے! بریلویوں کے حکیم الامت صاحب کی عبارات دیکھیے! جس میں انہوں نے "حاضر و ناظر" اور "علم غیب" (جو ان کے بقول نبی پاک ﷺ کے معجزات ہیں) کو اولیاء اللہ، بلکہ شیطان تک کے لیے مانا ہے۔

بریلویوں کے حکیم الامت احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"جس پر نبی کا کرم ہو جائے اسے علم غیب مل جاتے ہیں"

{مواعظ نعیمیہ۔حصہ دوم۔صفحہ نمبر 206،مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاھور}

”ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا، ہر ایک کی ہر وقت خبر رکھنا جب یہ قوتیں اللہ نے ابلیس کو دی ہیں بہکانے کے لیے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے خاص خدام جو خلق کے ہادی ہیں۔ ان میں یہ صفات بدرجہ اولیٰ ہونی چاہئیں ہدایت دینے کے لیں“

{تفسیر نعیمی ۔جلد8۔صفحہ نمبر335 ،ناشر مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور}

”جب شیطان کو عطاء علم غیب ہوئی تو مقبول بندوں کے لیے علم غیب ماننا شرک کیسے ہوسکتا ہے“

{تفسیر نعیمی ۔جلد8۔ صفحہ نمبر 336،ناشر مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور}

محترم قارئین! بریلوی حکیم الامت کی مندرجہ بالا دونوں عبارات میں ”حاضر و ناظر“ اور ”علم غیب“ کو اولیاء اللہ اور شیطان کے لیے بھی مانا ہے۔ جو کہ خود بریلویوں کے بقول نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات ہیں۔

اسی طرح صراحۃً نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات مبارکہ ہی سے متعلق اور دیگر خصوصیات کو بھی بریلوی حضرات نے غیر انبیاء میں مانا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے!

کتاب تفریح الخواطر جس کا ترجمہ بریلوی عالم مولانا عبد الاحد قادری بریلوی صاحب نے کیا ہے۔ اس میں لکھا ہے:

”روایت میں ہے کہ ایک دن حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ گھر تشریف لے گئے اور آپ کے بیٹے سید عبد الجبار بھی آپ کے پیچھے آرہے تھے۔ مگر سرکار غوث اعظم گھر پہنچنے سے پہلے ہی نظروں سے غائب ہوگئے۔ بیٹے نے گھر جا کر والدہ سے عرض کیا کہ گھر کے دروازہ تک تو قبلہ والد صاحب کے ساتھ تھا مگر میں نے آپ کو گھر میں داخل

ہوتے نہیں دیکھا۔ والدہ ماجدہ نے فرمایا میرے بیٹے وہ تو پندرہ دن سے گھر میں نہیں آئے۔ تو یہ بات سنتے ہی آپ اس حجرہ کے اندر ہی ہیں۔ تو آپ آدھی رات تک دروازہ کے باہر باادب کھڑے رہے۔ آدھی رات کے بعد حضرت غوث اعظم نے حجرہ کا دروزہ کھولا اور فرمایا بیٹے عبدالجبار تجھے ہر وقت یہی خیال رہتا ہے کہ میرا گھر جانا اچھا نہیں۔ جیسا کہ تیرا خیال ہے اگر ایسا کیا جائے تو توالد وتناسل کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ میں فی الحقیقت حجرے کی طرف آتا ہوں اور لوگ مجھے گھر جاتا ہوا بھی دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ تو نے بھی دیکھا ہے آپ کے بیٹے یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے۔

تو سید عبدالجبار نے عرض کیا کہ سرکار دو عالم ﷺ جب قضائے حاجت کے لیے تشریف لے جاتے تو زمین آپ کے فضلات مبارکہ کو نگل جاتی تھی۔ اور آپ کا پسینہ مبارک عطر سے بھی زیادہ خوشبودار تھا اور آپ کے جسم اطہر پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی تھی یہ سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ کی خصوصیت تھی۔ لیکن ہم آپ میں بھی یہ باتیں دیکھتے ہیں تو سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بیٹے عبدالجبار میں سرکار دو عالم ﷺ کی ذات پاک میں فنا ہو گیا ہوں۔ اور مجھے بقا بالنبی کا مرتبہ حاصل ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا خدا کی قسم! یہ وجود میرے نانا سید الانبیاء ﷺ کا وجود ہے نہ کہ عبدالقادر کا وجود، بیٹے نے پھر عرض کیا کہ نبی کریم ﷺ پر بادل سایہ کرتے تھے۔ لیکن آپ میں یہ بات نہیں ہے (یعنی آپ پر بادل سایہ کیوں نہیں کرتا) فرمایا کہ اس لیے کہیں مجھے لوگ نبی نہ کہنا شروع کر دیں"

{تفریح الخواطر فی مناقب الشیخ عبد القادر علیہ الرحمۃ **صفحہ نمبر 106 تا 107، قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور}**

مندرجہ بالا عبارت میں درج ذیل باتوں کو نبی پاک ﷺ کی خصوصیات کہا گیا

ہے:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات مبارکہ کو زمین کا نگل جانا

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک سے خوشبو آنا

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارکہ پر مکھی کا نہ بیٹھنا

اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان تمام خصوصیات کو شیخ جیلانیؒ کے لیے بھی تسلیم کیا گیا ہے۔اب ظاہر ہے شیخ جیلانیؒ کا مقام ومرتبہ اپنی جگہ لیکن وہ نبی تو نہیں۔لہٰذا اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی خصوصیات کو ایک غیر نبی میں مانا جا سکتا ہے تو فضلات سے خوشبو والی خصوصیت کو اللہ کی ان ولیہ کے لیے تسلیم کر لینے سے بقول بریلویوں کے اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے۔

نیز بریلوی حضرات تو اس سے ایک قدم اور آگے بڑھ چکے ہیں۔وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی خوشبو بھی دیگر افراد کے لیے مانتے ہیں۔جیسا کہ بریلویوں کے آلہ حضرت جناب احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں:

”میں (احمد رضا) دفن کے وقت ان (برکات احمد) کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی“

{ملفوظات اعلیحضرت۔جلد دوم۔صفحہ نمبر 161،شبیر برادرز اردو بازار لاهور}

اس عبارت میں کتنی صراحت کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارکہ کی خوشبو کو غیر نبی کی قبر کے لیے ”بلا مبالغہ“ کہہ کر تسلیم کیا گیا ہے۔لیکن مجال ہے کہ اوکاڑوی صاحب یا کسی اور بریلوی کے ناکام ونامراد عشق کو اس پر اعتراض ہو۔اس لیے کہ دشمنی تو صرف علمائے اہلسنت سے ہے۔

محترم قارئین! ہم اللہ کے ولیہ کے فضلات مبارکہ سے خوشبو آنے کو، حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات مبارکہ سے خوشبو آنے پر نہ ہی قیاس کرتے ہیں اور نہ اس خوشبو کو اس خوشبو جیسا سمجھتے ہیں۔ ہم نے یہاں اس کی مثال بریلوی حضرات کے بقول پیش کی ہے۔ جبکہ آپ پیچھے بریلوی حضرات کی عبارات ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ یہ لوگ اپنے بقول نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تسلیم کیے گئے معجزات اور خصوصیات کو غیر نبی، اولیاء اللہ یہاں تک کہ شیطان جیسے "عدو مبین" کے لیے بھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اللہ کی ایک نیک ولیہ کی ایک کرامت اور خرق عادت فعل، ان کو ہضم نہیں ہو رہا اور اس پر ان کو اعتراض ہے۔ یہ دوغلی پالیسی اور منافقت نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

محترم قارئین! ہم کچھ اور بریلوی عبارات آپ کے سامنے رکھتے ہیں، جس سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ اللہ کی ان ولیہ کے لیے اس کرامت کے ماننے میں کوئی حرج نہیں۔

مولانا جہانگیر نقشبندی بریلوی لکھتے ہیں:

"بعض نے نبیوں کے ساتھ برابری کا دعویٰ کیا اور اولیاء کو اپنے جیسا سمجھ لیا۔ بعض نے کہا ہم بھی انسان وہ بھی انسان مگر اندھے پن سے نہ سمجھے کہ دونوں میں فرق ہے۔ دو قسم کے ہرن نے گھاس کھائی ایک سے گوبر بنا دوسرے سے مشک۔ اس طرح لاکھوں مثالیں ہیں"

{مثنوی شریف مکمل حکایات۔ صفحہ نمبر 9، مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی}

بریلویوں کے حکیم الامت جناب احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"مگر رحمانی لوگ دنیا میں رہتے ہیں دنیا ان میں نہیں رہتی، ان میں دین، اللہ کا

خوف نبی کی شرم جلوہ گر ہوتی ہے۔وہ جو کھائیں پئیں اس سے نور الٰہی بنتا ہے۔جیسے شہد کی مکھی جو کھائے اس سے شہد بنتا ہے"

{**تفسیر نعیمی۔جلد 7۔صفحہ نمبر 475،ناشر مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور**}

لہٰذا اگر ہرن کے نافے میں خوشبو تیار ہو سکتی ہے،شہد کی مکھی جو کھائے پیے اس سے شہد بن سکتا ہے اور بقول نعیمی صاحب کے اولیاء اللہ جو کھاتے ہیں اس سے نور الٰہی بنتا ہے تو اللہ کے ان ولیہ کے فضلات سے خوشبو کا آنا مان لینے میں کون سی خرابی باقی رہ جاتی ہے۔

کیا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیحضرت کہنا اور احمد رضا کو اعلیحضرت کہنا ایک جیسا ہے؟

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"دیوبندی وہابی ٹولہ بہت شور مچاتا ہے کہ مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کو "اعلیٰ حضرت" کہا جاتا ہے اور ایسا کہنا غلط ہے لیکن تھانوی صاحب اپنے پیر حاجی امداد اللہ صاحب کو "اعلیٰ حضرت" لکھیں تو دیوبندی وہابی،عدل و انصاف اور اصول و قواعد بھول جاتے ہیں اور اپنے لیے سب کچھ صحیح و جائز سمجھتے ہیں"

{**سفید وسیاہ۔حاشیہ صفحہ نمبر** 194}

جواب

محترم قارئین!ہمارے علماء کا حاجی صاحب یا کسی اور کو اعلیحضرت کہنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت ابو بکر کو صدیق اکبرؓ کہنا یا امام صاحب کو امام اعظم کہنا۔یعنی حضرت ابو بکرؓ کو تمام امت کے مقابلے میں صدیق اکبرؓ(سب سے زیادہ سچا)کہا جاتا ہے اور

امام صاحب کو باقی تینوں ائمہ (امام مالکؒ، امام، شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) کے مقابلے میں امام اعظم کہا جاتا ہے۔ نہ کہ حضرت صدیق اکبرؓ کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ سچا یا امام صاحب کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعظم کہا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت حاجی صاحب "اعلیحضرت" کہنے کا مطلب ہمارے نزدیک صرف یہی ہے کہ اولیاء اللہ میں وہ بہت بلند مرتبہ اور اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ جبکہ بریلوی احمد رضا خان کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر مانتے ہیں۔ ثبوت ملاحظہ فرمائیے! بریلوی جماعت جمیعت علماء پاکستان کے راہنما جناب ابوالخیر زبیر آبادی صاحب کہتے ہیں:

"مسلک رضا والے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو نبیوں، ولیوں بلکہ خود حضور امام الانبیاء سے بڑھ کر سمجھ سکتے ہیں"

"ایضاً یہ فرقہ مرزائیوں، خارجیوں اور پرویزیوں کی طرح خطرناک ہے۔ (مغفرت ذنب از صاحبزادہ ص ۳۔ ۱۳)

{بحوالہ معارف رضا سالنامہ 2009۔ صفحہ نمبر 160، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (کراچی)}

لہٰذا جب خود بریلویوں کے یہ اپنے؛ احمد رضا کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر مانتے ہیں تو ان کا احمد رضا کو اعلیحضرت کہنا واقعی قابل اعتراض ہے۔ اور اس کو ہمارے علماء کے حضرت حاجی صاحبؒ کو اعلیحضرت کہے جانے پر ہرگز قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

اوکاڑوی صاحب کے بہتان "علمائے دیوبند نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باورچی کہا ہے" کا جواب

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"تذکرۃ الرشید، ص ۴۶ ج ا عاشق الٰہی میرٹھی اور امداد المشتاق (مطبوعہ تھانہ

بھون) کے ص ۷، پر دیوبندی عالم اشرفعلی تھانوی صاحب اپنے پیرومرشد کی شان بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ایک دن اعلیٰ حضرت (حاجی امداداللہ صاحب) نے خواب دیکھا کہ آپ کی (شیعہ) بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکارہی ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا کہ: "اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداداللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے۔اس کے مہمان تو علماء ہیں اس کے مہمان کا کھانا میں پکاؤں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن علمائے دیوبند کا (العیاذ باللہ) باورچی کہا گیا ہے ان میں سرفہرست جناب رشید احمد گنگوہی ہیں"

{**سفید وسیاہ۔صفحہ نمبر** 193 **تا** 194}

جواب

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اوکاڑوی صاحب نے اپنی عادت بد کے مطابق عبارت ادھوری نقل فرمائی ہے۔اس لیے اس پر اعتراض کے جواب سے پہلے مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اعلیحضرت کی بھاوج کا حُسن اعتقاد اور مخلصانہ برتاؤ تھا کہ مہمانوں کا کھانا خود پکاتی تھیں اور کسی مہمان کے ناوقت آنے سے بھی کبھی تنگ دل نہ ہوتی تھیں۔ایک اعلیحضرت نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کا کھانا پکارہی ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا کہ "اُٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداداللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے اُس کے مہمان علماء ہیں اُس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا"

اعلیحضرت کے اس مبارک خواب کی تعبیر حضرت امام ربانی محدث گنگوہی قدس سرہ سے شروع ہوئی اس لیے کہ علماء میں آپ ہی پہلے عالم ہیں جو اعلیحضرت حاجی صاحب سے رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے آپ کے بعد چار دانگ عالم سے جوق در جوق علماء کی آمد شروع ہوئی اور اعلیحضرت کو علماء کا شیخ و راہبر میں وہ رُتبہ علیا حاصل ہوا کہ جس کی نظیر دنیا میں سلفاً وخلفاً شاید ایک دو مل سکے۔اس رویائے صالحہ ہی کا ثمرہ تھا کہ تخمیناً سات آٹھ سو علماء سے زیادہ اعلیحضرت کے مرید ہیں۔**وذلك فضل الله یؤ تیه من یشآء والله ذو الفضل العظیم** (بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیحضرت کی بھاوج شیعہ مذہب تھیں واللہ اعلم)

{تذکرۃ الرشید۔حصہ اول۔صفحہ نمبر 46 تا 47}

سب سے پہلے یہ بات ملاحظہ فرمائیں کہ اوکاڑوی صاحب نے کہا تھا میں ان عبارات پر کوئی تبصرہ نہیں کروں گا جبکہ اس عبارت پر ان کا تبصرہ آپ کے سامنے ہے۔ اسی سے آپ ان کی دماغی حالت اور ان کے جھوٹا ہونے کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

محترم قارئین! ہمارے معاشرے میں رہنے والا ہر انسان جانتا ہے کہ ''باورچی'' ہمارے معاشرے میں ایک پیشہ ہے ایک یا دو دفعہ کھانا پکانے والے کو باورچی نہیں کہا جاتا۔اور عبارت میں بھی آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باورچی نہیں کہا گیا۔لیکن اوکاڑوی صاحب نے ہمارا کندھا استعمال کرتے ہوئے یہ گستاخی خود کی ہے۔اسی سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ لوگ بغض اہلسنت اور علمائے اہلسنت کی دشمنی میں اتنے اندھے ہو چکے ہیں کہ آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کرتے ہوئے بھی ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

''تذکرۃ الرشید'' کی اس عبارت میں خواب کا ذکر ہے اور خواب قابل تعبیر ہوتا ہے۔یعنی ہر خواب کی ایک تعبیر ہوتی ہے اور ''تذکرۃ الرشید'' میں موجود اس خواب کی تعبیر

بھی اسی خواب کو بیان کر کے آگے بتائی جا چکی تھی، لیکن اوکاڑوی صاحب نے بددیانتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے نقل ہی نہیں کیا۔

اگرچہ ہر خواب کو بعینہٖ مراد نہیں لیا جاتا۔لیکن جیسا کہ اس خواب اور علمائے اہلسنت کے دیگر خوابوں پر رضاخانی بریلوی کے اعتراضات کو دیکھ کر ہر انسان سمجھ سکتا ہے کہ یہ خواب کو بعینہٖ مراد لے کر اس پے جاہلانہ اعتراض کرتے ہیں۔تو ذیل میں ہم دو خواب دے رہے ہیں۔اوکاڑوی صاحب اور ان کے ہم مسلک بریلوی حضرات ان کے متعلق بھی کچھ فیصلہ فرمالیں۔

جناب غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

"امام بخاری نے خواب دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہوئے پنکھا جھل کر مکھیاں اڑا رہے ہیں"

{**نعمۃ الباری۔جلد اول۔صفحہ نمبر 86، فرید بک سٹال اردو بازار لاھور**}

جناب فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

"امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کھود کر ہڈیاں جدا جدا کر رہے ہیں پھر ان ہڈیوں کو اپنے سینے سے لگا رہے ہیں"

{**رسالہ کالاتل، رسائل اویسیہ۔جلد 8۔صفحہ نمبر** 127}

اب جس طرح اوکاڑوی صاحب نے "تذکرۃ الرشید" کی عبارت سے محض خواب کو اس کی تعبیر کے بغیر نقل کر کے، اس پر اعتراض کیا ہے۔ان خوابوں کی بھی تعبیر سے ہٹ کر ان بعینہٖ اور ظاہر پر محمول کر کے ان کے بارے میں بھی کچھ کہیں گے؟اس کے علاوہ بھی پیچھے خوابوں پر اعتراض کے جواب میں ص: 57 پر بریلوی حضرات کی

عبارات گزر چکی ہیں کہ خواب حجت نہیں ہوتے اور ان پر شریعت کے احکام لاگو نہیں ہوتے۔ جیسا کہ مشہور بریلوی عالم جناب ابوکلیم صدیق فانی صاحب لکھتے ہیں:

"عالم رؤیا کو عالم دنیا پر قیاس کرنا سراسر باطل ہے۔ عالم رؤیا کے حالات و واقعات پر شریعت کے احکام نافذ نہیں ہوتے"

{آئینہ اہل سنت۔ صفحہ نمبر 165، اویسی بک سٹال گوجروانوالہ}

لہٰذا جب خواب پر شریعت کے احکام لاگو ہی نہیں ہوتے تو ان پر جاہلانہ اعتراض کرنا اور فتوے لگانا کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے۔

حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ کے مابین دی گئی ایک تمثیل پر اعتراض کا جواب

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"ذرا ان گنگوہی صاحب کا احوال ملاحظہ ہو۔ گنگوہی صاحب فرماتے ہیں: "میں نے ایک بار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب (نانوتوی) عروس کی صورت میں ہیں اور میرا ان سے نکاح ہوا ہے، سو جس طرح زن و شوہر میں ایک دوسرے سے فائدہ پہنچتا ہے اسی طرح مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے فائدہ پہنچا ہے۔ انہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کر کے ہمیں مرید کرایا اور ہم نے حضرت سے سفارش کر کے انہیں مرید کرایا۔ حکیم محمد صدیق صاحب کاندھلوی نے کہا **الرجال قوامون علی النساء**۔ آپ نے فرمایا ہاں! آخر ان کے بچوں کی تربیت کرتا ہی ہوں" (ص ۲۸۹، تذکرۃ الرشید، ج ۲، مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور)

{سفید وسیاہ۔ صفحہ نمبر 194}

جواب

محترم قارئین !اوکاڑوی صاحب کی پیش کردہ تذکرۃ الرشید کی عبارت میں صرف مثال کے طور پر یہ بات کہی گئی کہ جیسے ماں بچوں کی تربیت کرتی ہے اور ان کا دھیان رکھتی ہے۔حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں اسی طرح میں حضرت نانوتویؒ کے شاگرد جو کہ ان کے بچوں ہی کی مانند ہیں ۔ان کا خیال رکھتا ہوں اور ان کی تربیت کرتا ہوں۔اس بات پر بھی پیچھے کئی بریلوی عبارات پیچھے گزر چکی ہیں کہ مثال صرف بات کو سمجھانے کے لیے دی جاتی ہے اس سے مشبہ اور مشبہ بہ میں کلی موافقت مراد نہیں ہوتی۔

مشہور بریلوی مناظر حنیف قریشی صاحب ایک مناظرے میں غیر مقلد مناظر طالب الرحمٰن کو جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

"میں آپ کو کہتا ہوں تم گیدڑ ہو چلو تم ناراض ہو جاؤ گے تمہیں کہتا ہوں کہ تم شیر ہو اب آپ کے صدر مناظر صاحب تمہارے پیچھے دُم ڈھونڈنا شروع کر دیں یا تمہارے آگے کچا گوشت لا کر ڈالیں کیونکہ شیر کی تو دم ہوتی ہے اور وہ کچا گوشت کھاتا ہے تو کیا یہ درست ہوگا؟ یقیناً نہیں کیونکہ مشابہت میں مشبہ ،مشبہ بہ میں تھوڑی سی مناسبت ہی تشبیہ دینے کے لیے کافی ہوتی ہے"

{**روئیداد مناظرہ گستاخ کون؟ صفحہ نمبر** 540}

ہم بھی قریشی صاحب کی اس بات کی روشنی میں اوکاڑوی صاحب اور باقی بریلویوں کو کہنا چاہتے ہیں کہ اوکاڑوی صاحب نے جو تذکرۃ الرشید کی عبارت پیش کی، اُس میں تشبیہ دی گئی ہے اور مشبہ ،مشبہ بہ میں تھوڑی نہیں واضح مناسبت بھی سامنے ہے کہ جس طرح کسی کی بیوی یعنی بچوں کی ماں اپنے بچوں کی تربیت کرتی ہے اسی طرح حضرت گنگوہیؒ نے حضرت نانوتویؒ کے شاگردوں کی (جو کہ ان کے بچوں کی طرح ہیں)

تربیت کی۔

نیز اسی طرح کی تشبیہ تو حدیث سے بھی ثابت ہے۔اگر اوکاڑوی صاحب جیسا انسان جس کو کسی کی صحیح عبارتوں میں بھی کیڑے نکالنے کا شوق ہو وہ حدیث کی کتابوں کو دیکھ لے تو وہ احادیث کا کیا کرے گا۔آیئے! تذکرۃ الرشید میں جس طرح کی تشبیہ دی گئی اس طرح کی تشبیہ حدیث سے بھی ملاحظہ فرمایئے وہ بھی بریلویوں کی اپنی کتاب سے۔

بریلوی حکیم الامت جناب احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"عرس کے معنی ہے شادی ۔اس لیے دولہا کو عروس کہا جاتا ہے ۔بزرگوں کی وفات اپنے پیارے مولیٰ اپنے محبوب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔لہٰذا وہ ان کا شادی کا دن ہے ۔نیز نکیرین امتحان میں کامیاب پاکر ان سے عرض کرتے ہیں "نَمْ كَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ "اے اللہ کے بندے دولہا کی طرح سو جا۔

{اسرار الاحکام شامل از رسائل نعیمیہ ۔صفحہ نمبر 333،ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور}

قارئین کرام! جب اس قسم کی تشبیہ حدیث سے ثابت ہے اور بریلوی حکیم الامت کا حوالہ آپ کے سامنے ہے۔تو اوکاڑوی صاحب کے اس قسم کی تشبیہ پر اعتراض سے ان کی اپنی حقیقت آپ کے سامنے اچھی طرح واضح ہوگئی ہوگی کہ ان کا یہ اعتراض محض علمائے اہلسنت سے بغض اور ان کی جہالت کا نتیجہ ہے۔

"حضرت (گنگوہی) نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری زبان سے غلط نہیں نکلوائے گا"(ارواح ثلاثہ،ص ۲۶۶ ،مطبوعہ دارالاشاعت،کراچی)

{سفید وسیاہ۔صفحہ نمبر 194}

محترم قارئین!"ارواح ثلاثہ" کی یہ عبارت جو اوکاڑوی صاحب نے اپنی

عادت کے مطابق ادھوری نقل فرمائی، اگر اس کو سیاق و سباق سمیت نقل فرما دیتے تو معلوم ہو جاتا کہ حضرت نے یہ بات مطلقاً نہیں فرمائی۔ عبارت کے سیاق و سباق سے اس کا مفہوم متعین ہو جاتا ہے۔ اس لیے سب سے پہلے تو مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی یحییٰ صاحب کاندھلوی سے فرمایا کہ فلاں مسئلہ شامی میں دیکھو مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت وہ مسئلہ شامی میں تو ہے نہیں فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے لاؤ شامی اٹھا لاؤ، شامی لائی گئی۔ حضرت اس وقت آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے شامی کے دو ثلث اوراق دائیں جانب کر کے اور ایک ثلث بائیں جانب کر کے اندازے سے کتاب ایک دم کھولی اور فرمایا کہ بائیں کی طرف کے صفحہ پر نیچے کی جانب دیکھو۔ دیکھا تو وہ مسئلہ اسی حصہ میں موجود تھا۔ سب کو حیرت ہوئی حضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری زبان سے غلط نہیں نکلوائے گا۔

{ارواح ثلاثہ یعنی حکایات اولیاء۔ صفحہ نمبر 230، مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی}

حضرت کے ان جملوں کا تعلق الہام سے ہے اور اولیاء کے الہام کا تعلق ظن سے ہے اعتقادات سے نہیں۔ اور اس طرح کی باتیں دیگر اولیاء سے بھی ثابت ہیں جیسا کہ بریلوی مولوی کی ترجمہ شدہ کتاب تفریح الخواطر میں لکھا ہے:

"جب کوئی بات سیدنا غوث اعظم کرتے جو لوگوں کی سمجھ سے بالا تر ہو۔ تو فرماتے اگرچہ یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی مگر تم ضرور کہو کہ میں نے سچ کہا ہے۔ کیونکہ میں سچ بات کہتا ہوں جس میں شک نہیں ہوتا۔ اور میں جو کچھ کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہی کہتا ہوں"

{تفریح الخواطر فی مناقب الشیخ سیدنا عبد القادر۔ صفحہ نمبر 132

تا133، قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور}

لیجئے! شیخ جیلانیؒ کی بات بھی کم وبیش حضرت گنگوہیؒ کی عبارت ہی کی طرح ہے۔لیکن بریلویوں کی عجیب دوغلی پالیسی ہے کہ انہیں محض حضرت گنگوہیؒ پر اعتراض ہے جو کہ اہلسنت سے ذاتی دشمنی کا کھلا ثبوت ہے۔

محترم قارئین! حضرت گنگوہیؒ کے ان بے غبار جملوں کو اوکاڑوی صاحب اس ضمن میں پیش کر رہے ہیں کہ" اس عبارت سے وہ ہماری حقیقت سامنے لائیں گے" اور ہماری حقیقت تو سب کے سامنے آ گئی۔آیئے! اب ذرا ان کے اپنے گھر کی خبر لیتے ہیں تا کہ ان کی حقیقت آپ کے سامنے آئے۔

احمد رضا خان کی کتاب" احکام شریعت" کے شروع میں مختصر حالات کے تحت لکھا ہے:

" ہم کو اور ہمارے ساتھ سارے علمائے عرب وعجم کو اعتراف ہے کہ یا حضرت شیخ محقق مولانا محمد عبد الحق محدث دہلوی ،حضرت مولانا بحر العلوم فرنگی محلی ، یا پھر اعلیٰ حضرت کی زبان وقلم کا یہ حال دیکھا کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اور زبان وقلم نقطہ برابر خطا کرے اس کو ناممکن فرما دیا"

{احکام شریعت۔صفحہ نمبر 30، ضیاء القرآن پبلی کیشنز}

محترم قارئین! ہم اس عبارت پر اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے۔بریلوی مفتی کی جرح کو نقل کرتے ہیں۔بریلوی حکیم الامت کے صاحبزادے اقتدار احمد نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

" یہ ایک بہت بڑے بزرگ وعالم ومحدث کا قول ہے لہٰذا کچھ دن سوچنے سمجھنے کی مہلت دو شاید کوئی جواز کا پہلو یا صورت نکل آئے خطاءِ بزرگاں گرفتن میں جلد بازی کرنا

درست نہیں ۔ بہت عرصہ غور وخوض کے بعد بھی اس فقرے میں جواز کا کوئی پہلو میں نہیں نکال سکا۔محدث صاحب علیہ الرحمۃ کی میں نے بہت تقریریں پاکستان میں سنی ہیں بہت احتیاط سے تقریر فرماتے تھےکبھی کسی لفظ پر کوئی بھی کسی طرح کی بے طرح کی گرفت نہیں کر سکا۔مگر نا معلوم اس خطاب میں ایسا قابل گرفت جملہ کیوں بول گئے ۔ یہ لفظ غالباً عقیدت کے جذبات میں فرما گئے ۔ہوسکتا ہے بعد میں احساس ہوگیا۔بہر حال یہ پورا فقرہ شرعاً جائز نہیں کیونکہ ناممکنُ الخطا رب تعالیٰ نے صرف انبیاء کرام علیہم السلام کو بنایا ہے ۔انبیائےِ کرام علیہم السلام سے کسی دینی دنیوی معاملات قول وفعل میں ولادت سے وفات تک کوئی گناہ وخطا لغزش کا سرزد ہونا ناممکن ومحال ہے اور محال بالذات نہیں محال بِالْعِصْمَۃ ہے ۔یعنی اللہ تعالیٰ نے مثلِ ملائکہ انبیاء علیہم السلام کی شانِ اقدس ایسی بنائی ہے کہ وہ گناہ وخطا ولغزش کر سکتے ہی نہیں قادر ہی نہیں ہوتے یہی معنیٰ ہے ناممکن ہونے کا۔لہٰذا کسی بھی غیر نبی کے لیے یہ الفاظ کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں“

{تنقیدات علیٰ مطبوعات ۔صفحہ نمبر 144 تا145،نعیمی کتب خانہ گجرات پاکستان}

قارئین کرام! بریلوی حضرات کا احمد رضا خان کی زبان وقلم سے خطا کا ناممکن ہونا بھی آپ کے سامنے ہے اور اس پر بریلوی مفتی کی تنقید بھی آپ کے سامنے ہے۔لہٰذا جوفرقہ احمد رضا خان کو(نعوذ باللہ) نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح معصوم عن الخطاء کہے اور اس قسم کی صریح گستاخی پر بھی کہنے والے کے لیے جواز کی صورت ڈھونڈھے۔اسے حضرت گنگوہیؒ یا اہلسنت کے کسی اور عالم پر اعتراض کرتے ہوئے شرم آنی چاہیئے۔

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”چناں چہ ان کا ”حق“ ملاحظہ ہو۔یہی گنگوہی صاحب فرماتے ہیں:

”(ہندوؤں کے پیشوا) رام اور کنہیا اچھے لوگ تھے، پچھلوں نے کیا کا کیا بنا دیا“
(ص ۲۸۷، تذکرۃ الرشید، ج ۲)

{سفید وسیاہ۔ صفحہ نمبر 195}

جواب

محترم قارئین! اوکاڑوی صاحب نے ”تذکرۃ الرشید“ کی جو عبارت پیش کی، اس میں رام اور کنہیا کو صرف اچھے لوگوں میں شمار کیا گیا ہے یعنی صرف انسانی اعتبار سے ان کو اچھا کہا گیا ہے۔ جبکہ بریلوی حضرات کے ہاں تو ان کی حیثیت نبی، وہ بھی صاحب کتاب نبی کی سی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں!

خواجہ غلام فرید صاحب جن کو ”تذکرہ اکابر اہل سنت“ میں اپنے اکابر میں شمار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

رام چندر جی اور کرشن جی: اس کے بعد کسی نے عرض کیا کہ سری کرشن جی اور رام چندر صاحب فقیر اور درویش تھے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تمام اوتار اور رشی لوگ اپنے اپنے وقت کے پیغمبر اور نبی تھے اور ان میں سے ہر ایک کے پاس کتاب ہے چناں چہ چار وید زبان سنسکرت میں اب بھی موجود ہیں اور ان میں سے ہر نبی لوگوں کی رسوماتِ بد توڑنے کے لیے مبعوث ہوا“

{اشارات فریدی مقابیس المجالس۔ صفحہ نمبر 388 تا 389، الفیصل ناشران وتاجران کتب اردو بازار لاہور}

بریلوی حکیم الامت جناب احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

”بعض مشرکین بھی آپ کو کرشن کہہ (کر) آپ کا احترام کرتے ہیں۔ مجھ سے خود ایک مذہبی ہندو نے کہا کہ جنہیں تم ابراہیم کہتے ہو انہیں ہم کرشن جی کہتے ہیں اور

حضرت اسماعیل کو ارجن"

{پارہ قال الم سورۃ مریم تحت آیت نمبر 50، حاشیہ نمبر 4 نور العرفان صفحہ نمبر 492، ناشر پیر بھائی کمپنی اردو بازار لاہور}

نوٹ:۔ نعیمی صاحب نے یہاں ہندو شخص کی بات کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔اس لیے اس کو صرف ہندو کی بات تک محدود نہیں سمجھا جائے گا۔

محترم قارئین! حضرت گنگوہیؒ کی بات اور بریلویوں کی عبارات دونوں آپ کے سامنے ہیں۔اب آپ ہی بتایئے ،حضرت گنگوہی کی بات جس میں صرف باعتبار انسانیت تعریف کی گئی اس کو تنقیداً پیش کرنا اور اپنی عبارات جن میں (انہی افراد جن کی حضرت گنگوہیؒ نے بطور انسان تعریف کی) کرشن اور رام کو نبی اور صاحب کتاب تک کہا گیا۔اس سے نظریں چرانا ، یہ دوغلی پالیسی اور حسد و بغض نہیں تو اور کیا ہے؟ ایک اور حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں جس میں احمد رضا کا ایک مندر جا کے ایک سادھو سے ملنا اور اس کو وقت کا ابدال کہنے کا ذکر ہے۔جناب رضاء الحسن صاحب لکھتے ہیں:

"حاجی کفایت اللہ صاحب بیان کرتے ہیں اعلیٰ حضرت بنارس تشریف لے گئے ایک دن دو پہر کو ایک جگہ دعوت تھی ، میں ہمراہ تھا۔واپسی میں تانگے والے سے فرمایا اس طرف فلاں مندر کے سامنے سے ہوتے ہوئے چل! مجھے حیرت ہوئی کہ اعلیٰ حضرت بنارس کب تشریف لائے اور کیسے یہاں کی گلیوں سے واقف ہوئے اور اس مندر کا نام کب سنا؟ اسی حیرت میں تھا کہ تانگہ کی طرف دوڑا آپ نے تانگہ رکوا دیا۔اس نے اعلیٰ حضرت کو ادب سے سلام کیا اور کان میں کچھ باتیں ہوئیں جو میری سمجھ سے باہر تھیں۔پھر وہ سادھو مندر میں چلا گیا۔ادھر تانگہ بھی چل پڑا تب میں نے عرض کی حضور یہ کون تھا فرمایا: ابدالِ وقت۔عرض کی ،مندر میں! فرمایا: آم کھایئے ، پتے نہ گنیے۔

{اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت۔صفحہ نمبر 134،ناشر اکبر بک سیلز لاھور}

خواجہ شمس الدین سیالوی صاحب فرماتے ہیں:

"جب ہم ہندوؤں کی مذہبی کتابیں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہلِ توحید ہیں"

{مرأۃ العاشقین۔صفحہ نمبر 279،ناشر تصوف فائونڈیشن لاھور}

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

"مزید ملاحظہ ہو،فرماتے ہیں:اکثر بزرگ پوشیدہ ہوکر خلقت کو راہ ہدایت پر لاتے ہیں،اسی طرح بابا نانک (سکھوں کے پیشوا) بھی مسلمان تھے اور پوشیدہ ہوکر ہدایت کرتے تھے"(تذکرۃ الرشید،ص ۲۳۸،ج ۲)

{سفید وسیاہ۔صفحہ نمبر 195}

جواب

اوکاڑوی صاحب نے وہی بد دیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے ادھوری عبارت نقل کی۔اوکاڑوی صاحب نے جو عبارت نقل کی اسی کے ساتھ حضرت گنگوہیؒ نے ان کے مسلمان ہونے پر خود انہی کا ایک شعر بھی پیش کیا ہے۔جو کہ یہ ہے

اول نام خدا دادو جا نام رسول

تیجا کلمہ پڑھ

لہٰذا جب وہ مسلمان ہیں تو ایک مسلمان کی تعریف کرنے کا سکھوں کی تعریف کرنے سے کوئی تعلق نہیں۔بریلوی اصول بیان کرتے ہیں کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور کسی بات کی ممانعت کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔لہٰذا اوکاڑوی صاحب کو

چاہیے کہ وہ اپنے اصول کے تحت بابا نانک کے مسلمان نہ ہونے پر دلیل بتائیں۔ باقی یہ کوئی دلیل نہیں ہوسکتی کہ انہیں سکھ مانتے ہیں اس لیے وہ مسلمان نہیں۔ پیچھے نور العرفان کا حوالہ گزر چکا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہندو کرشن کہتے ہیں۔

نیز سکھوں کے بارے میں بھی بریلویوں کی عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

بریلوی حکیم الامت جناب احمد یار نعیمی صاحب لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کے علاوہ اور بہت سے فرقے توحید کے قائل ہیں جیسے سکھ، آریہ بلکہ بعض عیسائی بھی"

{اسلام کی چار اصولی اصطلاحیں شامل از رسائل نعیمیہ ۔صفحہ نمبر 257، ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور}

باقی حضرت گنگوہیؒ کا الہام ظنی شئے ہے قطعی نہیں کہ غلط نہ ہوسکے آگے آنے والا واقعہ بھی اسی نوعیت کا ہے۔

اس سے آگے اوکاڑوی صاحب نے حضرت گنگوہیؒ کا ایک جملہ نقل کیا کہ مدرسہ دیوبند اللہ کا ہے اور اس کے بعد حضرت نانوتویؒ کا ایک خواب نقل کر کے یوں تبصرہ کیا:

"گنگوہی نے مدرسہ دیوبند کو اللہ کا مدرسہ کہا اور تھانوی صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس مدرسہ کا حساب دیکھنے کے لیے آسمانوں سے آنا بیان کر دیا۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند کے شاگردوں کے بارے میں بھی دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس جناب محمد یعقوب کا ایک ارشاد تھانوی صاحب کی زبانی ملاحظہ!

جناب محمد یعقوب فرماتے ہیں:

"مجھ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اس مدرسہ (دیوبند) کا پڑھا ہوا کوئی آدمی دس روپے سے کم کا ملازم نہ ہوگا" (ص ۲۱۴، تھانوی صاحب کے پسندیدہ

واقعات، مصنفہ ابوالحسن اعظمی، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

لگے ہاتھوں ذرا دیوبند شہر کے بارے میں بھی سن لیجئے! جناب محمد انور شاہ کشمیری کے حالات پر لکھی جانے والی عبدالرحمٰن کوندوی کی کتاب "الانور" (مطبوعہ ندوۃ المصنفین، دہلی، ۱۹۷۸ء) پر ضیاء الرحمٰن ضیاء کا یہ شعر موجود ہے، فرماتے ہیں:

"اے خوشا دیوبند، جلوہ زار حسن عالماں

مکۂ ہندی، زیارت گاہ ارباب دلاں"

دیوبند کا مدرسہ اللہ کا بتایا اور اس کا حساب دیکھنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لایا گیا، شاگردوں کے لیے اللہ سے ملازمت کا وعدہ لیا گیا اور دیوبند شہر کو ہندوستان کا مکہ بتایا گیا اور اس کے باوجود اسی دار العلوم دیوبند کے صد سالہ جشن کا افتتاح اور صدارت، اللہ کی دشمن مشرکہ عورت (اندرا گاندھی) سے کروائی گئی، ظاہر ہے کہ ایسی واہی تباہی کا نتیجہ یہی کچھ ہونا تھا"

{**سفید وسیاہ۔ صفحہ نمبر 195 تا 196**}

محترم قارئین! نمبروار اوکاڑوی صاحب کے اعتراضات کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

پہلی بات

اگر ہے تو اوکاڑوی صاحب کو چاہیے تھا کہ وہ اس پر شرعی لحاظ سے کوئی قباحت ہے تو پیش کریں اور اس کے بعد ہم ان کو بتائیں کہ کتنے بڑے بڑے بریلوی علماء یہاں سے فارغ التحصیل ہیں۔ جیسا کہ علامہ کشمیریؒ پر تحریف قرآن کے جاہلانہ اعتراض کے جواب میں "**ھو المعظم**" سے ایک حوالہ گزر چکا ہے۔ باقی یہ نسبت صرف تکریم وتعظیم کے لیے ہے۔

دوسری بات

اوکاڑوی صاحب نے جناب دیوان یٰسین دیوبندیؒ کا کشف نقل کیا۔اور یہ بات بارہا بریلوی کتب سے کہی جا چکی ہے کہ خواب حجت نہیں ہوتے اوران پر شریعت کے احکام نافذ نہیں ہوتے۔علاوہ ازیں خواب ایک قابل تعبیر چیز ہے۔اور کشف کی بھی تعبیر ہوتی ہے اور دوسرا کشف کا تعلق بھی ظن سے ہے۔اس لیے اس کشف کی تعبیر بھی حضرت تھانویؒ نے لکھ دی تھی۔لیکن اگر اوکاڑوی صاحب اس کو نقل کر دیتے تو انہیں خائن اور بددیانت کون کہتا۔لہٰذا اس لیے انہوں نے اس کتاب میں ہمارے اکابر کے جتنے خواب نقل کیے ہیں انہیں بعینہٖ خیال کر کے ان پر تنقید کی ہے۔آیئے! جناب دیوان یٰسین دیوبندیؒ کے کشف کی تعبیر حضرت تھانویؒ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں!

حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں:

"تعبیر اس واقعہ کی یہ ہو کہ مدرسہ کی تصحیح حساب صاحب واقعہ کو دکھلانا تھا تا کہ مترددین اسے سن کر مطمئن ہو جاویں"

{حاشیہ ارواح ثلاثہ۔صفحہ نمبر 327}

حضرت تھانویؒ کی اس تعبیر کے بعد اس پر کوئی شرعی اشکال باقی نہیں رہتا۔باقی خواب میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت نانوتویؒ کا اکٹھا دیکھا جانا تو بریلوی کتب سے بھی ثابت ہے ملاحظہ فرمائیں۔

مولانا نور بخش توکلی صاحب لکھتے ہیں:

"شیخنا العلامۃ مولانا مولوی حاجی حافظ مشتاق احمد صاحب چشتی صابری دام اللہ تعالیٰ فیوضہ لکھتے ہیں کہ حضرت توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے برسبیل تذکرہ عاجز سے فرمایا کہ ایک مرتبہ خواب میں یہ دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لے جا رہے ہیں میں

اور مولانا محمد قاسم نانوتوی دونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے دوڑے کہ جلد حضور تک پہنچیں مولانا محمد قاسم صاحب تو وہاں اپنا قدم رکھتے ہیں جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک کا نشان ہوتا تھا مگر میں بے اختیار جا رہا تھا آخر مولانا سے آگے ہو گیا اور پہنچ گیا"

{تذکرہ مشائخ نقشبندیہ۔ صفحہ نمبر 527}

اور فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

"ہر ولی کے قدم نبی کے قدم پر ہوتے ہیں"

{تحقیق الاکابر۔ صفحہ نمبر 21}

محترم قارئین! لیجئے! اس خواب اور اویسی صاحب کی عبارت سے حضرت نانوتویؒ کا مقبول بارگاہ نبوی ہونا کس قدر واضح ہو رہا ہے۔

تیسری بات

مولانا یعقوبؒ کے اس جملہ کا مفہوم بھی اسی کے ساتھ لکھا ہوا تھا جسے اوکاڑوی صاحب نے اپنی عادت بد دیانتی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے نقل نہیں کیا۔

آیئے! اس کا مفہوم بھی ملاحظہ فرمایئے

مولانا ابوالحسن اعظمی صاحب فرماتے ہیں:

"مراد غالباً یہ تھی کہ وہ معاشی پریشانی کا شکار نہ ہوگا"

{حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ کے پسندیدہ واقعات۔ صفحہ نمبر 154، توصیف پبلی کیشنز اردو بازار لاہور}

لہٰذا اگر اوکاڑوی صاحب کو مولانا یعقوب نانوتویؒ پر اعتراض کا شوق ہے تو وہ اس بات کا ثبوت دیں کہ دار العلوم دیو بند کے کسی فاضل کو شدید معاشی پریشانی لاحق ہوئی

ہو۔

چوتھی بات

اس شعر میں دیو بند کو مکہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے حقیقت میں مکہ نہیں کہا گیا اور پیچھے حنیف قریشی صاحب کی عبارت گزر چکی ہے کہ تشبیہ دینے کے لیے مشبہ اور مشبہ بہ میں تھوڑی سی مناسبت کافی ہے۔اور دیو بند اور مکہ میں جو مناسبت ہے وہ اسی شعر کے ان الفاظ "زیارت گاہ ارباب دلاں" میں موجود ہے یعنی جس طرح عرب کے اندر ہر انسان مکہ کی زیارت کرنا چاہتا ہے اسی طرح ہندوستان میں رہنے والے ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ دارالعلوم دیو بند کو دیکھے۔اس طرح کی تشبیہ بریلوی حضرات کے ہاں بھی موجود ہے۔خواجہ غلام فرید صاحب جن کو شرف قادری صاحب نے "تذکرہ اکابر اہل سنت" کے اندر اپنے اکابر میں شمار کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

"چا چڑ وانگ مدینہ جاتم تے کوٹ مٹھن بیت اللہ
رنگ بنا بے رنگی آیا کیتم روپ تجلّٰی"

{حج فقیر بر آستانہ ء پیر ۔صفحہ نمبر 45،تنظیم عُلماء مرتضائیہ عثمان گنج لاھور}

پانچویں بات

اوکاڑوی صاحب نے اندرا گاندھی کے دارالعلوم کے صد سالہ جشن میں آنے پر اعتراض کیا۔تو گزارش ہے کہ اندرا گاندھی ایک مشرکہ عورت ہے اور خود چل کر دارالعلوم دیو بند آئی تو اس پر اعتراض بالواسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی اعتراض ہے کہ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک کافرہ و مشرکہ عورت آئی تو آقا مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نکالا نہیں۔ بلکہ اپنے پاس بٹھایا۔ ملکہ بلقیس کا سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دربار میں آنا وغیرہا کئی

باتیں ثابت ہیں۔لہٰذا ہمارے اکابر نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سنت پر عمل کیا۔ہمیں حیرانگی ہے کہ ہمارے ہاں اندرا گاندھی کے ایک دفعہ آنے پر بریلویوں کے پیٹ میں اتنی مروڑ اٹھ رہی ہے لیکن یہی اندرا گاندھی مختلف مزارات پر گئی بلکہ خود بریلویوں کے آلہ حضرت کے مزار پر آئی۔ملاحظہ فرمائیں!

ضیغم بریلویت جناب حسن علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

”دو بار سابق وزیر اعظم اندرا گاندھی از خود چل کر بلا دعوت آستانہ رضویہ پر حاضری دینے کے لیے آئیں“

{دار العلوم منظر الاسلام اور مدرسہ دیوبند۔صفحہ نمبر 6}

محترم قارئین! یہ کتنی واضح دوغلی پالیسی ہے کہ اپنے ہاں دو بار اسی کافرہ ومشرکہ عورت کے آنے پر کوئی اعتراض نہیں۔لیکن دارالعلوم دیوبند ایک دفعہ آنا ان کو برداشت نہیں۔

اس سے آگے اوکاڑوی صاحب نے وہی گھسے پٹے اعتراضات کیے ہیں جن میں سے اکثر کا جواب تو اسی کتاب میں موجود ہے اور کچھ کا جواب دیگر علمائے اہلسنت کی کتب مثلاً ہدیہ بریلویت وغیرہ میں موجود ہے۔

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”عاشق الٰہی میرٹھی صاحب جب رشید احمد صاحب گنگوہی کی سوانح عمری لکھ رہے تھے تو ایک صاحب نے خواب دیکھا کہ ”رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح لکھی جا رہی ہے اور خود گنگوہی صاحب نے سوانح نگار کو خواب میں آکر فرمایا کہ ”کیا میری سوانح لکھ رہے ہو؟“ (تذکرۃ الرشید، ص ۸ ج ۱)

اسی کتاب کی جلد دوم میں ص ۱۲۷ اور ص ۱۵۲ پر گنگوہی صاحب کے پاس رہ کر

ذکر کرنے والوں کو" اہل صفہ" کہا گیا ہے"۔

{**سفید و سیاہ۔ صفحہ نمبر** 196 **تا** 197}

قارئین کرام سب سے پہلے تو تذکرۃ الرشید کی مکمل عبارت ملاحظہ فرمائیں!

مولانا عاشق الٰہیؒ لکھتے ہیں:

"اثنائے کتابت میں ایک صاحب دیندار شخص کا جن کی صورت میں نے کبھی نہیں دیکھی بسبیل ڈاک لفافہ پہنچا کہ میں نے خواب دیکھا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح لکھی جارہی ہے اور ایک بزرگ نے اس کی تعبیر دی ہے کہ معلوم ہوتا ہے شریعت کے کسی کامل متبع کی سوانح کا اہتمام ہورہا ہے۔

پس مبارک ہو کہ یہ منامی بشارت تیرے ہاتھوں پوری ہورہی ہے۔ میں نے حق تعالیٰ کی اس رحمت پر شکر ادا کیا اور بعد میں پے در پے خود بھی چند خواب عجیب وغریب دیکھے۔ اپنے حضرت صاحب سوانح کی زیارت سے بھی خواب میں مشرف ہوا کہ مسکرا کر فرماتے ہیں کیا میری سوانح لکھ رہے ہو؟"

{**تذکرۃ الرشید۔ جلد اول۔ صفحہ نمبر** 8}

محترم قارئین! اس مکمل عبارت کو ملاحظہ فرمانے کے بعد آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہاں بھی خواب ہی کا ذکر ہورہا ہے۔ اور ساتھ اس کی تعبیر بھی بتلا دی گئی ہے۔ یعنی حضرت گنگوہیؒ کی سوانح کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سوانح لکھے جانے سے تعبیر کرنے کا مطلب یہی ہے کہ صاحب سوانح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبع ہیں۔ اور اوکاڑوی صاحب کے اگلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت گنگوہیؒ کے پاس آکر ذکر سیکھنے والوں کو اہل صفہ سے تشبیہ دی گئی ہے نہ کہ اہل صفہ کہا گیا ہے۔ اوکاڑوی صاحب کا تشبیہ دینے کو مشبہ ومشبہ بہ میں کلی مماثلت سمجھنا ان ہی کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

آگے اوکاڑوی صاحب نے ضامن جلال آبادی صاحبؒ کا واقعہ نقل کیا۔تو اس کے بارے میں اوکاڑوی صاحب اور دیگر تمام بریلویوں سے عرض ہے کہ ضامن جلال آبادی صاحب کو ہمارے اکابر نے صرف توحیدی کہا ہے جیسا کہ ان کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ کا جملہ اوکاڑوی صاحب نے نقل کیا۔اور اگر کسی کو محض توحیدی کہنے کا مطلب یہی ہے کہ وہ ہمارے اکابر میں سے ہے تو ہم پیچھے رسائل نعیمیہ کی عبارت نقل کر چکے ہیں جس میں آریہ اور سکھ وغیرہ کو بھی توحیدی کہا گیا ہے۔تو کیا اوکاڑوی صاحب سکھوں اور آریاؤں کو اپنا اکابر ماننے کے لیے تیار ہیں۔اور دوسرا حضرت اقدس تھانویؒ نے اپنے افاضات میں غلو کی قباحت بیان کرتے ہوئے یہی واقعہ لکھا ہے۔تو جن کو ہمارے اکابر غالی کہیں ان کے احوال ہمارے لیے مستند نہیں ہو سکتے ہیں؟

اس سے آگے صفحہ نمبر 197 تا 198 پر تذکرۃ الرشید سے حضرت گنگوہیؒ کے حوالے سے ایک عبارت نقل کی ہے۔اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔لیکن اگر وہ اس عبارت کو بے حیائی سمجھیں تو ہم ان کے گھر سے ایسی عبارت نقل کر دیتے ہیں۔

جناب خواجہ شمس الدین سیالوی صاحب فرماتے ہیں:

”کنوارے لوگ خیال کرتے ہیں کہ عورت کی دو رانوں کے درمیان گویا رس سے بھرا شہد کا چھتہ ہے۔لیکن جب ان کی شادی ہو جاتی ہے تو چلا اٹھتے ہیں کہ ہرگز نہیں یہ تو بھڑوں کا چھتہ ہے اور پھر تمام عمر کفِ افسوس ملتے رہتے ہیں“

{مرأۃ العاشقین۔صفحہ نمبر 171،تصوف فائونڈیشن لاہور}

اوکاڑوی صاحب لکھتے ہیں:

”صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رشید احمد گنگوہی کے طریقہ پر تھے،چناں چہ ملاحظہ ہو”ایک روز مجمع کثیر میں آپ (گنگوہی) نے یہ الفاظ فرمائے کہ”بھائیو ایک بات کہتا

ہوں اور یا اللہ تو خوب جانتا ہے کہ کیوں کہتا ہوں......وہ یہ کہ یہ جو میرا طریقہ ہے بعینہٖ یہی صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریق ہے اس پر ثابت قدم رہنا اور اس کو ہاتھ سے نہ دینا" (تذکرۃ الرشید، ص ۴۳ ج ۲) عاشق الٰہی میٹھی صاحب مذکور الفاظ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ گنگوہی صاحب کا یہ فرمانا "فخر کے لیے نہیں تھا بلکہ اظہار حق مطلوب تھا"

{سفید وسیاہ۔ صفحہ نمبر 198}

جواب

اس عبارت سے اوکاڑوی صاحب نے جو مفہوم اخذ کیا۔ اس کو دیکھ کر لگتا ہے کہ ان کا دماغ الٹا لگا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے اپنے طریق کو صحابہ کرامؓ کا طریق بتلایا ہے نہ کہ صحابہ کرامؓ کو اپنے طریق پر بتلایا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ چونکہ اہلسنت والجماعت ہیں اور اسی کی ترویج واشاعت ان کی زندگی کا عظیم مقصد تھا۔ اس لیے ان کے طریق کا صحابہ کا طریق ہونا دلائل سے ثابت ہے۔ لہٰذا اگر اوکاڑوی صاحب کو اس پر کوئی شرعی نقطۂ نظر سے اعتراض ہوتا تو اس پر کر دیتے۔

اس سے آگے اوکاڑوی صاحب کہتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو محض بشر اور اپنے جیسا عام بشر سمجھنے والے دیوبندی وہابی اپنے رشید احمد گنگوہی کو اور دوسرے بڑوں کو بشر نہیں سمجھتے۔ چناں ملاحظہ ہو:

"ہر اہل بصیرت صاحب ذوق سلیم، رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں جس وقت بھی آپ (گنگوہی) کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ (گنگوہی) کے کمال حسن سیرت کا معترف و شیدا ہو کر بے اختیار پکار اٹھا کہ "مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ (یہ ہرگز بشر نہیں یہ تو معزز فرشتہ ہے)" (تذکرۃ الرشید، ص ۶۰ ج ۲)

{سفید وسیاہ۔ صفحہ نمبر 198}

جواب

سب سے پہلے تو اوکاڑوی صاحب نے اہل سنت پر جو گھٹیا الزام لگایا ہے۔اس کا مفصل جواب تو یہ فقیر اس کتاب میں دے چکا ہے۔لیکن اوکاڑوی صاحب کی طبیعت کے موافق ایک حوالہ کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تا کہ ان کو پتا چل سکے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کون مانتا ہے۔مشہور بریلوی مناظر اشرف سیالوی صاحب ایک عربی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ضروری تھا کہ ہمارے جیسے بشر اور انسان کو ہمارے لیے نبی اور رسول بنایا جاتا کیونکہ نبی اور امت میں مناسبت ضروری ہوتی ہے"

{**تحقیقات۔صفحہ نمبر 91**}

محترم قارئین!اس عبارت میں صریح الفاظ میں کسی قسم کی تخصیص کے بغیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا بشر اور انسان کہا گیا ہے۔اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہم پر جھوٹا الزام لگانے والے اپنے مناظر کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔باقی حضرت گنگوہیؒ کے لیے استعمال ہونے والے جملوں کا مفہوم بھی ملاحظہ فرمالیں۔جس طرح زلیخا کے ساتھ موجود دیگر عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر حیران و پریشان ہوگئی تھیں اور ان کی زبان سے بے ساختہ یہ جملے نکلے کہ یہ کوئی بشر نہیں بلکہ کوئی نیک فرشتہ ہے۔جبکہ ہر ایک جانتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام فرشتہ نہیں بلکہ انسان تھے۔اسی طرح اوکاڑوی صاحب کی نقل کردہ عبارت میں حضرت گنگوہیؒ کے لیے ان جملوں کو استعمال کا معنی یہ ہے کہ کوئی بھی اہل دل حضرت گنگوہیؒ کے دن رات کے اعمال یعنی صبح اور شام میں حضرت کی عبادات اور دینی خدمات کو دیکھ کر حیران رہ جاتا کہ عام طور پر انسان اتنی محنت نہیں کرتے۔اوکاڑوی صاحب نے اسی طرح کی مختلف عبارات صفحہ نمبر 198 سے صفحہ

نمبر 201 تک نقل فرمائی ہیں۔اس لیے ان کا الگ سے جواب دینے کی ضرورت نہیں۔اتنی بات سمجھ لیں کہ ان میں سے کچھ عبارات میں انسان کو فرشتہ سے تشبیہ دی گئی۔اور تشبیہ کے متعلق بریلوی عبارات پیچھے گزر چکی ہیں۔

صفحہ نمبر 199 تا 200 تک نقل کردہ ایک عبارت کا جواب دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔چناں چہ اوکاڑوی صاحب عبارت نقل کرنے سے پہلے لکھتے ہیں:

"اس عبارت کو نہایت توجہ سے ملاحظہ فرمایئے! کیوں کہ اس تحریر میں دیو بندی وہابی عالم عبدالرزاق ملیح آبادی نے اپنے حسین احمد مدنی کو"مجازاً خدا" کہا ہے۔

جواب

اوکاڑوی صاحب نے اس عبارت کو نقل کرتے وقت بھی عبارت کا وہ جملہ نقل نہیں کیا۔جس میں صراحتاً حضرت مدنیؒ کو خدا کا بندہ ہی کہا گیا تھا۔وہ جملے ملاحظہ فرمائیں! جن میں حضرت کو خدا کا بندہ ہی کہا گیا:

"تو پھر خدارا بتاؤ جن آنکھوں نے گزی گاڑھے میں ملفوف اس بندے کو دیکھا ہے وہ کیوں نہ کہیں ہم نے خود اللہ بزرگ و برتر کا جلوہ اپنی سرزمین پر دیکھا ہے۔

{**شیخ الاسلام نمبر۔صفحہ نمبر** 113}

محترم قارئین! آیئے! اس عبارت کو خود بریلویوں کی تحریرات کی روشنی میں سمجھیے۔جناب احمد رضا خان صاحب فرماتے ہیں:

"وجودات عالم ضرور وجود حقیقی (خدا تعالیٰ) کے ظلال و پرتو ہیں مگر اولاً بالذات پرتو وظل صفات، جامع الکمالات حضور سید الکائنات علیہ افضل الصلوۃ واکمل التسلیمات ہے پھر ثانیاً وبالعرض حضور کی وساطت سے مرتبہ بہ مرتبہ تمام عالم اس تجلی نور سے روشن ہے"

{**حیات اعلیٰ حضرت۔جلد 1۔صفحہ نمبر** 340}

جو بات مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی صاحب نے حضرت مدنیؒ کے متعلق کہی وہی بات احمد رضا خان نے کہہ دی کہ یہ سب خدا کی تجلی کا مظہر و پرتو جلوہ ہے۔

اس کے علاوہ احمد رضا خان صاحب ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

"حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جمیع صفات جمال وجلال وکمال وافضال کے ان میں متجلی ہیں جس طرح ذات عزت احدیت مع جملہ صفات ونعوت جلالت آئینہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں تجلی فرما ہے"

{**فتاویٰ افریقہ۔صفحہ نمبر** 106}

محترم قارئین! دیکھیے! اس عبارت میں اللہ تعالیٰ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شیخ جیلانیؒ کی ذات میں متجلی مانا گیا ہے۔لہٰذا اوکاڑوی صاحب کو دوسروں کی عبارات پر تنقید کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لینی چاہیے۔

مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کی عبارت کے بارے میں اوکاڑوی صاحب نے کم از کم اتنی بات تو تسلیم کی ہے کہ یہاں مجازاً خدا کہا گیا ہے حقیقت میں نہیں۔جبکہ ان کے لوگ تو غیر خدا کو حقیقۃً بھی خدا کہتے ہیں۔محمد یار فریدی صاحب کہتے ہیں:

"فرید باصفا ہستی محمد مصطفیٰ ہستی
چہا گویم چہا ہستی خدا ہستی ہستی"

{**دیوان محمدی۔صفحہ نمبر** 91}

"خدا کی پاک صورت کو محمد میر کہتے ہیں"

{**دیوان محمدی۔صفحہ نمبر** 131}

"صورت رحمان ہے تصویر میرے پیر کی"

{دیوان محمدی ۔ صفحہ نمبر 134}

"خدا کو ہم نے دیکھا ہے سدا مٹھن کی گلیوں میں"

{دیوان محمدی ۔ صفحہ نمبر 164}

ان تمام اشعار میں صراحتاً اپنے پیروں کو خدا کہا گیا ہے۔ جبکہ مولانا عبدالرزاق صاحب کی عبارت میں حقیقت کے اعتبار سے خدا نہ کہنے کو اوکاڑوی صاحب نے خود تسلیم کیا ہے۔ مزید جو جواب اوکاڑوی صاحب ان اشعار کا دیں وہی جواب ہمارے طرف سے بھی قبول فرمائیں۔ ما کان جوابکم فھو جوابنا

صفحہ نمبر 201 اوکاڑوی صاحب نے دو عبارات کو پیش کر کے درج ذیل اعتراض کیے ہیں:

"مولانا نانوتویؒ نے اپنے لیے "انما انا قاسم واللہ یعطی" (اللہ دینے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں) کیوں استعمال کیے حالانکہ یہ الفاظ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے استعمال کیے تھے"

مولانا یعقوب نانوتویؒ کے حوالے سے یہ اعتراض کیا کہ انہوں نے کہا ہے کہ بعض صفات میں ہم اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشترک ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب تو یہ ہے کہ مولانا نانوتویؒ نے صرف لفظی معنی کے اعتبار سے بطور کہاوت کے وہ الفاظ اپنے لیے استعمال کیے جن کا صاف صاف مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مختلف نعمتوں سے نوازا مثلاً علم وعمل وغیرہ اور میں یہ چیزیں آگے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں تقسیم کرتا ہوں اور بریلوی حضرات کی مترجم کردہ کتاب تفریح الخواطر میں موجود ہے کہ یہ الفاظ تو شیخ جیلانیؒ نے بھی اپنے لیے استعمال فرمائے۔

ملاحظہ فرمائیں! شیخ جیلانی فرماتے ہیں:

”مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے اور میں اسے تقسیم کرتا ہوں“

{**تفریح الخواطر فی مناقب الشیخ عبد القادر۔ صفحہ نمبر** 133}

جو شیخ جیلانیؒ نے فرمایا یہ بعینہٖ ”انما انا قاسم واللہ یعطی “ کا ترجمہ ہے۔ لہٰذا اگر اس جملے کو کسی بھی طرح غیر نبی کے لیے استعمال کرنا گستاخی ہے۔ تو وہ شیخ جیلانیؒ کے متعلق کیا فرمائیں گے؟ فاضل بریلوی نے وصایا میں حدیث شریف اپنے اوپر فٹ کی:

لا ادری ما بقائی فیکم ۔ ما کان جوابکم فھو جوابنا

اگلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صفات کے مشترک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہراً مشترک ہیں۔ یا یوں کہیں کہ بعض صفات نامی اور اسمی طور پر مشترک ہیں مگر حقیقی طور پر فرق ہے۔ باقی اوکاڑوی صاحب اپنی اسی کتاب ”سفید وسیاہ“ کے صفحہ نمبر 126 پر مختلف صفات گنوا چکے ہیں کہ یہ اللہ اور بندے میں مشترک ہیں۔ تو جو اللہ اور بندے کی صفات کو بھی مشترک مانتے ہوں انہیں مولانا یعقوب نانوتویؒ کی عبارت پر اعتراض کا کوئی حق نہیں۔ اوکاڑوی صاحب جو جواب اپنی عبارت کا دیں وہی ہماری طرف سے بھی قبول فرمائیں۔ صفحہ 202 کے شروع میں اوکاڑوی صاحب نے جو اعتراض کیا اس کا جواب مولانا گنگوہیؒ کی عبارت پر اعتراض کے جواب کے تحت دیا جا چکا ہے۔

صفحہ نمبر 202 پر اوکاڑوی صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ایک شعر جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق ہے اسے دیوبندی علماء نے اپنے بزرگوں کے لیے لکھا ہے۔ تو اس کے جواب میں سب سے پہلے ایک اصولی بات ملاحظہ فرمالیں! جس طرح نسبت بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے۔ یعنی ایک لفظ اگر ایک انسان کی طرف اس کی نسبت کی جائے تو معنی کچھ ہوتا اور اگر کسی دوسرے انسان کی طرف اسی لفظ کی نسبت کی جائے تو اس کا معنی اور ہوتا ہے جیسا کہ محبت کا لفظ ماں باپ کے لیے استعمال کیا جائے تو اس کا معنی اور ہوگا،

بیوی کے لیے استعمال ہو تو معنی اور ہو گا اسی طرح بہن بھائی وغیرہ کی طرف اسی لفظ کی نسبت کرنے سے معنی بدل جائے گا۔تو ایسے ہی اوکاڑوی صاحب نے جس شعر کا ذکر کیا جب اس کی نسبت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہو گی تو اس کا معنی ومفہوم ان کی شان کے مطابق مراد لیا جائے گا۔اور اگر کسی غیر نبی کی طرف اس کی نسبت ہو گی تو اس کا معنی اس شخصیت کی نسبت سے مردالیا جائے گا۔یہ تو ہمارا موقف تھا لیکن اوکاڑوی صاحب کا اس شعر کو پیش کرنا، اس بات کا ثبوت ہے کہ اوکاڑوی صاحب کے نزدیک اس کا استعمال نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کے لیے کرنا ناجائز ہے بلکہ گستاخی کے زمرے میں آتا ہے۔تو لیجئے! اوکاڑوی صاحب آپ کے لیے ایک اور منہ مانگی موت حاضر ہے۔بریلوی حضرات نے یہی شعر شیخ جیلانیؒ کے لیے استعمال کیا ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

"حضرت قدس سرہ کی کرامات وکمالات اس قدر مشہور ومعروف ہیں اور سینکڑوں کتابوں میں جمع کیے گئے ہیں کہ تفصیل وتشریح سے مستغنی ہیں۔میں اس شعر کو تفصیل کے لیے کافی خیال کرتا ہوں۔

حسن یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری"

{شرح قصیدۂ غوثیہ۔صفحہ نمبر 61،نوری کتب خانہ لاھور}

لیجئے! اوکاڑوی صاحب مندرجہ بالا عبارت میں وہی شعر جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کہا گیا تھا۔اسی کو شیخ جیلانیؒ کے لیے کہا جا رہا ہے۔ذرا ہمت کر کے یہاں بھی ایک گستاخی کا فتویٰ لگانا پسند فرمائیں گے؟

اوکاڑوی صاحب نے صفحہ نمبر 202 پر آخری دو عبارتیں اور صفحہ نمبر 203 کی شروع والی دو عبارتیں، حضرت تھانویؒ سے متعلق نقل فرمائیں۔جن میں انہوں نے تواضع

اور عجز وانکساری کے طور پے اپنے لیے کچھ جملے کہے۔آیئے! ہم احمد رضا خان کے کچھ اشعار اور عبارات اوکاڑوی صاحب کی نظر کرتے ہیں:

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا

تجھ سے "کتے" ہزار پھرتے ہیں

{**حدائق بخشش حصہ اول۔صفحہ نمبر** 60}

"بدکار رضا خوش ہو بدکام بھلے ہوں گے

وہ اچھے میاں پیارا اچھوں کا میاں آیا"

{**حدائق بخشش۔حصہ اول۔صفحہ نمبر** 25}

"تم وہ کہ کرم کو ناز تم سے

میں وہ کہ بدی کو عار آقا"

{**حدائق بخشش حصہ اول۔صفحہ نمبر** 16}

"نہ گھر کا رکھا نہ اس در کا ہائے ناکامی

ہماری بےبسی پر بھی نہ کچھ خیال کیا"

{**حدائق بخشش حصہ اول۔صفحہ نمبر** 25}

"بد سہی، چور سہی، مجرم وناکارہ سہی

ہے وہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا"

{**حدائق بخشش حصہ اول۔صفحہ نمبر** 7}

"مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی

اب عمل پوچھتے ہیں ہائے نکما تیرا"

{**حدائق بخشش۔حصہ اول۔صفحہ نمبر** 3}

"خوار و بیمار و خطاوار و گنہ گار ہوں میں"

{**حدائق بخشش۔ حصہ اول۔ صفحہ نمبر 3**}

ان اشعار میں احمد رضا خان نے اپنے آپ کو بدکار، چور، مجرم اور کتوں میں شمار کیا ہے ۔لہٰذا جو جواب اوکاڑوی صاحب ان کا دیں وہی ہمارے طرف سے بھی قبول فرمائیں۔

اس سے آگے اوکاڑوی صاحب نے حضرت تھانویؒ کے بچپن کے دو واقعات نقل کیے ہیں ۔جیسا کہ افاضات یومیہ میں ان واقعات کو نقل کرتے وقت بطور ہیڈنگ لکھا گیا ہے:

"چند واقعات بچپن حضرت حکیم الامت"

{**افاضات یومیہ، ملفوظات حکیم الامت جلد 4، صفحہ نمبر 260، ادارہ تالیفات اشرفیہ**}

آخر میں عرض ہے کہ مختلف واقعات لایا ہے کہ تمہارے اکابر کی زندگی یوں تھی تو ہم نے دست و گریبان جلد ۳ میں الزامی جوابات نقل کر دئے ہیں وہیں ملاحظہ فرما لیا جائے۔